

# الفوز العظیم

اُردو شرح

## الفوز الکبیر

مؤلفہ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شایع: مولانا محمد شہید انور قاسمی فیض آبادی

پچاس سے زائد اہم کتابوں کے منتخب علوم اور محقق  
اساتذہ کرام کے فیوض و افادات سے مزین  
”الفوز الکبیر“ کی نہایت جامع اُردو شرح

تدریسی کتب خانہ - آرام باغ - کراچی

# الفوز العظیم

اردو شرح

## الفوز الکبیر

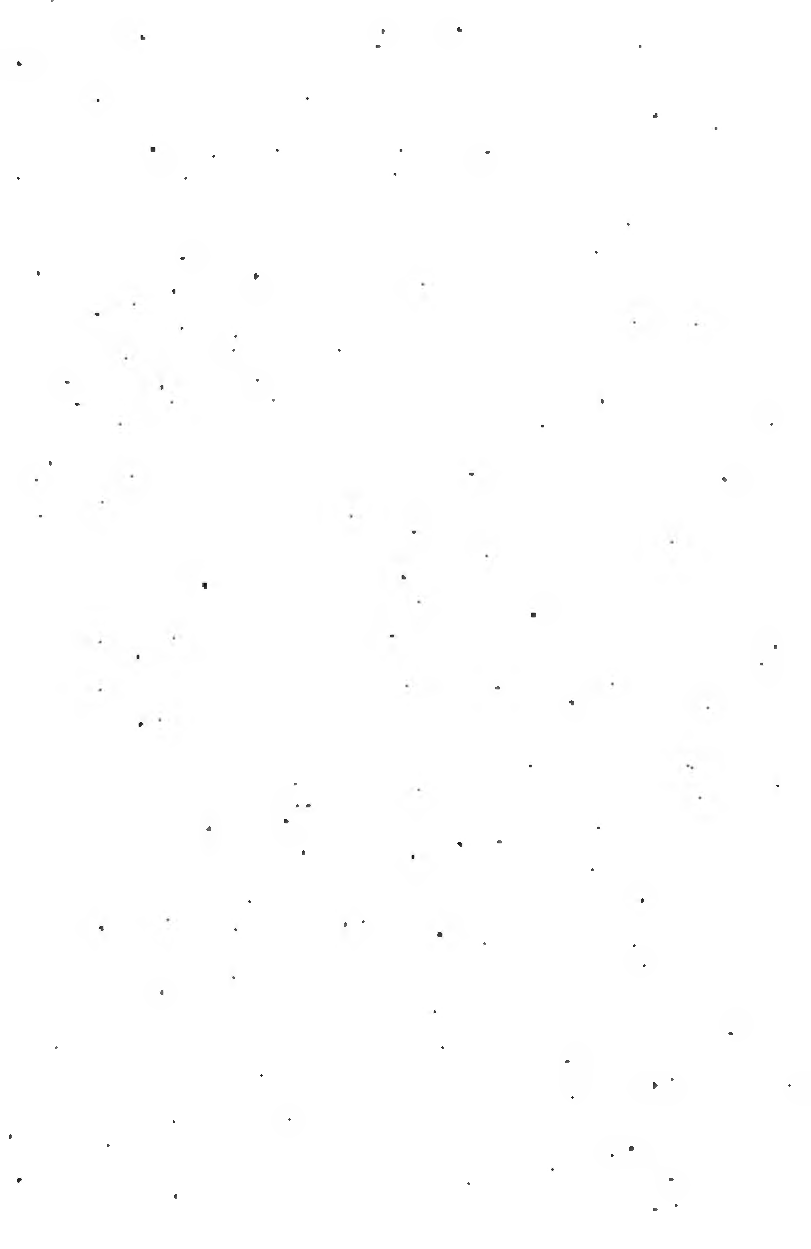
مولفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شارح، مولانا خورشید انور قاسمی فیض آبادی

پچاس سے زائد اہم کتابوں کے منتخب علوم اور محقق  
اساتذہ کرام کے فیوض و افاد است سے مزین  
”الفوز الکبیر“ کی نہایت جامع اردو شرح

ناشر

مدنی کتب خانہ آرام باغ - کراچی



فہرست مضامین القور العظیم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱	تسبیح و تحمید	۱	سلی لغات و ترجم	۱	قرآن کا سارا مضمون
۲	دلائل اللہ خاتم النبیین	۲	علم و احکام کی تاریخ	۲	و اعتقاد و ایمان و اخلاقیات
۳	احسان و تنکب	۳	احکام کی تاریخ	۳	توکیب و لغات
۴	ترجمہ عبارت و تفسیر	۴	احکام کی تاریخ	۴	ترجمہ و لغات
۵	جواب احمد و شاکہ الغفار	۵	احکام کی تاریخ	۵	ترجمہ و لغات
۶	مدل کی حکمت	۶	احکام کی تاریخ	۶	ترجمہ و لغات
۷	اشاعت و تکلف و تفسیر	۷	احکام کی تاریخ	۷	ترجمہ و لغات
۸	ترکیب و لغات	۸	احکام کی تاریخ	۸	ترجمہ و لغات
۹	ترجمہ عبارت	۹	احکام کی تاریخ	۹	ترجمہ و لغات
۱۰	فائدہ و سنت کا بیان	۱۰	احکام کی تاریخ	۱۰	ترجمہ و لغات
۱۱	و غیر کا حکم و حکم و حکم	۱۱	احکام کی تاریخ	۱۱	ترجمہ و لغات
۱۲	ترجمہ عبارت و تفسیر	۱۲	احکام کی تاریخ	۱۲	ترجمہ و لغات
۱۳	تفسیر علم تفسیر و تفسیر	۱۳	احکام کی تاریخ	۱۳	ترجمہ و لغات
۱۴	و صورت اور عرض و لغات	۱۴	احکام کی تاریخ	۱۴	ترجمہ و لغات
۱۵	مدل و لغات	۱۵	احکام کی تاریخ	۱۵	ترجمہ و لغات
۱۶	پانچ اہل بیت کی تاریخ	۱۶	احکام کی تاریخ	۱۶	ترجمہ و لغات
۱۷	کے والد	۱۷	احکام کی تاریخ	۱۷	ترجمہ و لغات
۱۸	الہام و قول و لغات	۱۸	احکام کی تاریخ	۱۸	ترجمہ و لغات
۱۹	فائدہ و ترجمہ	۱۹	احکام کی تاریخ	۱۹	ترجمہ و لغات
۲۰	فائدہ و ترجمہ	۲۰	احکام کی تاریخ	۲۰	ترجمہ و لغات
۲۱	قرآن کے کلامی و لغات	۲۱	احکام کی تاریخ	۲۱	ترجمہ و لغات
۲۲	کے پانچ اہل بیت	۲۲	احکام کی تاریخ	۲۲	ترجمہ و لغات
۲۳	قرآن کے کلامی و لغات	۲۳	احکام کی تاریخ	۲۳	ترجمہ و لغات
۲۴	کے پانچ اہل بیت	۲۴	احکام کی تاریخ	۲۴	ترجمہ و لغات
۲۵	قرآن کے کلامی و لغات	۲۵	احکام کی تاریخ	۲۵	ترجمہ و لغات
۲۶	کے پانچ اہل بیت	۲۶	احکام کی تاریخ	۲۶	ترجمہ و لغات
۲۷	قرآن کے کلامی و لغات	۲۷	احکام کی تاریخ	۲۷	ترجمہ و لغات
۲۸	کے پانچ اہل بیت	۲۸	احکام کی تاریخ	۲۸	ترجمہ و لغات
۲۹	قرآن کے کلامی و لغات	۲۹	احکام کی تاریخ	۲۹	ترجمہ و لغات
۳۰	کے پانچ اہل بیت	۳۰	احکام کی تاریخ	۳۰	ترجمہ و لغات
۳۱	قرآن کے کلامی و لغات	۳۱	احکام کی تاریخ	۳۱	ترجمہ و لغات
۳۲	کے پانچ اہل بیت	۳۲	احکام کی تاریخ	۳۲	ترجمہ و لغات
۳۳	قرآن کے کلامی و لغات	۳۳	احکام کی تاریخ	۳۳	ترجمہ و لغات
۳۴	کے پانچ اہل بیت	۳۴	احکام کی تاریخ	۳۴	ترجمہ و لغات
۳۵	قرآن کے کلامی و لغات	۳۵	احکام کی تاریخ	۳۵	ترجمہ و لغات
۳۶	کے پانچ اہل بیت	۳۶	احکام کی تاریخ	۳۶	ترجمہ و لغات
۳۷	قرآن کے کلامی و لغات	۳۷	احکام کی تاریخ	۳۷	ترجمہ و لغات
۳۸	کے پانچ اہل بیت	۳۸	احکام کی تاریخ	۳۸	ترجمہ و لغات
۳۹	قرآن کے کلامی و لغات	۳۹	احکام کی تاریخ	۳۹	ترجمہ و لغات
۴۰	کے پانچ اہل بیت	۴۰	احکام کی تاریخ	۴۰	ترجمہ و لغات



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۳	تقریر ذیل اصل شہادت	۵۳	ماضی کا دعویٰ اعمال	۵۳	تقریر ذیل اصل شہادت
۵۴	ماحق کا نظریہ	۵۴	مشترکین کی نظر میں قسم	۵۴	ماحق کا نظریہ
۵۵	وفا کا مفہوم	۵۵	خارج کا فرقہ سے دھوکہ	۵۵	وفا کا مفہوم
۵۶	الحیز طیفہ	۵۶	وہابیت و حارث و باہات	۵۶	الحیز طیفہ
۵۷	تعلیم و تہذیب	۵۷	ماحق کا دستور و دعویٰ	۵۷	تعلیم و تہذیب
۵۸	شمالی بڑوں کے برقی و انعامات	۵۸	مشترکین کی نظر میں قسم	۵۸	شمالی بڑوں کے برقی و انعامات
۵۹	مسیحیت، اور ان کا دور	۵۹	دلائل و حجتیں	۵۹	مسیحیت، اور ان کا دور
۶۰	نقص و عیوب	۶۰	جوانان عقیدہ و عدم عقیدہ	۶۰	نقص و عیوب
۶۱	کائنات، علم و انصاف کی تعریف	۶۱	ترجمہ و تفسیر	۶۱	کائنات، علم و انصاف کی تعریف
۶۲	ترجمہ اور فائدہ	۶۲	اشیاء و مبالغہ کی سلسلہ	۶۲	ترجمہ اور فائدہ
۶۳	علم و تحقیق	۶۳	جو اہل علم کے مشاعرہ و مذاکرے	۶۳	علم و تحقیق
۶۴	تعمیم و تہذیب	۶۴	آئینہ سے استدلال	۶۴	تعمیم و تہذیب
۶۵	دوسرے طریقہ	۶۵	تعمیم سے استدلال	۶۵	دوسرے طریقہ
۶۶	قرآن کا تعلق	۶۶	کے بارے میں آیتوں کا استدلال	۶۶	قرآن کا تعلق
۶۷	علامہ عثمانی کی زبان	۶۷	مشترکین میں پورے اور کچھ	۶۷	علامہ عثمانی کی زبان
۶۸	اشیاء المقرونات	۶۸	و کائنات میں ضلالت	۶۸	اشیاء المقرونات
۶۹	اللفظ (حقیقہ کی تحقیق)	۶۹	ترجمہ	۶۹	اللفظ (حقیقہ کی تحقیق)
۷۰	شرع کی تفسیر	۷۰	و اشترک ما فیہ	۷۰	شرع کی تفسیر
۷۱	انصاف و عدل	۷۱	ترجمہ و فائدہ	۷۱	انصاف و عدل
۷۲	ترجمہ و فائدہ	۷۲	ماصل و عبادت	۷۲	ترجمہ و فائدہ
۷۳	میں چھ بیانات کو جمالی تذکرہ	۷۳	و لم یکن الشکون	۷۳	میں چھ بیانات کو جمالی تذکرہ
۷۴	انتشار و تہذیب	۷۴	انعامات و تہذیب	۷۴	انتشار و تہذیب
۷۵	دوسرے بیانات کی تفسیر	۷۵	فائدہ و الامور	۷۵	دوسرے بیانات کی تفسیر
۷۶	و کائنات کی تفسیر	۷۶	الذہن و الفکر	۷۶	و کائنات کی تفسیر
۷۷	الانعامہ فیہ	۷۷	کمال و مطلق	۷۷	الانعامہ فیہ
۷۸	تعمیم و تہذیب	۷۸	میں چھ بیانات	۷۸	تعمیم و تہذیب
۷۹	تعمیم و تہذیب	۷۹	میں چھ بیانات	۷۹	تعمیم و تہذیب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۹	احیاء ثانی کا شہادت چارم کے قیاموں سے	۷۰	بہت پرستی کی درست ت	۶۵	وہاں گشتہ متعلقہ کا نام لکھا گیا
۷۱	قیاس کی پہلی اور سرکاری قسم	۷۲	متعلق آیات	۶۶	کے وقت
۷۸	قیاس کی قسم دوم و چوتھم	۷۳	جہول کی نامی کے متعلق آیات	۶۷	الطغات
۷۹	نوٹ کتب ساری	۷۴	نوٹ انکار و ردی کا ارشاد و گری	۶۸	ترجمہ و فائدہ جو یہاں لکھا ہے
۸۰	نوٹ کتب ساری	۷۵	بہت پرستی کے دو حصے	۶۹	مشترک ہے
۸۱	مشترک و مشترک کا ثبوت	۷۶	سوال و جواب	۷۰	پہلی بات (۱) دہاں افسی کے
۸۲	دو جواب استنباط و حرا لہذا	۷۷	جو بہت تشریح کا نام لکھا ہے	۷۱	دہاں افسی کے نام لکھا ہے
۸۳	تا ان تک لکھا ہے اللہ	۷۸	ترجمہ و فائدہ - فقہ و تفسیر	۷۲	وہاں لکھا ہے
۸۴	امام کے لغوی معنی	۷۹	بہت پرستی کی نامی طریق	۷۳	دوسری بات (۲) صبح منہا
۸۵	امام کا لغوی معنی	۸۰	فقہ و تفسیر پر غور و ردی کا	۷۴	تیسری بات (۳) ارشاد اسلام اور
۸۶	مغربیہ و ملی	۸۱	دوسرا طریق	۷۵	وقت کی تشریح
۸۷	امام کے لغوی معنی	۸۲	روشنی کا تیسرا طریق	۷۶	دہاں لکھا ہے
۸۸	دوسری لغوی معنی	۸۳	سوتیلے شجر کی تفسیر	۷۷	مع ترجمہ و فائدہ
۸۹	دوسری لغوی معنی	۸۴	سید شریعہ جو باقی کا ترجمہ	۷۸	دوسری معنی کا ترجمہ شریعہ
۹۰	دوسری لغوی معنی	۸۵	دوسرا طریق	۷۹	کے معنی سے
۹۱	دوسری لغوی معنی	۸۶	ترجمہ و فائدہ و ردی توں پر	۸۰	امام ہادی کا ارشاد و گری
۹۲	دوسری لغوی معنی	۸۷	متعلق ہے	۸۱	غریب انشاء کا نام لکھا ہے
۹۳	دوسری لغوی معنی	۸۸	امام ہادی کا ارشاد و گری	۸۲	مع ترجمہ
۹۴	دوسری لغوی معنی	۸۹	نوٹ: تفسیر کی تفسیر	۸۳	فائدہ جو یہاں لکھا ہے
۹۵	دوسری لغوی معنی	۹۰	ترجمہ و فائدہ	۸۴	شرک کی رو سے جو یہاں لکھا ہے
۹۶	دوسری لغوی معنی	۹۱	ترجمہ و فائدہ	۸۵	بہت پرستی کے
۹۷	دوسری لغوی معنی	۹۲	ترجمہ و فائدہ	۸۶	بہت پرستی کے
۹۸	دوسری لغوی معنی	۹۳	ترجمہ و فائدہ	۸۷	بہت پرستی کے
۹۹	دوسری لغوی معنی	۹۴	ترجمہ و فائدہ	۸۸	بہت پرستی کے
۱۰۰	دوسری لغوی معنی	۹۵	ترجمہ و فائدہ	۸۹	بہت پرستی کے
۱۰۱	دوسری لغوی معنی	۹۶	ترجمہ و فائدہ	۹۰	بہت پرستی کے
۱۰۲	دوسری لغوی معنی	۹۷	ترجمہ و فائدہ	۹۱	بہت پرستی کے
۱۰۳	دوسری لغوی معنی	۹۸	ترجمہ و فائدہ	۹۲	بہت پرستی کے
۱۰۴	دوسری لغوی معنی	۹۹	ترجمہ و فائدہ	۹۳	بہت پرستی کے
۱۰۵	دوسری لغوی معنی	۱۰۰	ترجمہ و فائدہ	۹۴	بہت پرستی کے
۱۰۶	دوسری لغوی معنی	۱۰۱	ترجمہ و فائدہ	۹۵	بہت پرستی کے
۱۰۷	دوسری لغوی معنی	۱۰۲	ترجمہ و فائدہ	۹۶	بہت پرستی کے
۱۰۸	دوسری لغوی معنی	۱۰۳	ترجمہ و فائدہ	۹۷	بہت پرستی کے
۱۰۹	دوسری لغوی معنی	۱۰۴	ترجمہ و فائدہ	۹۸	بہت پرستی کے
۱۱۰	دوسری لغوی معنی	۱۰۵	ترجمہ و فائدہ	۹۹	بہت پرستی کے
۱۱۱	دوسری لغوی معنی	۱۰۶	ترجمہ و فائدہ	۱۰۰	بہت پرستی کے
۱۱۲	دوسری لغوی معنی	۱۰۷	ترجمہ و فائدہ	۱۰۱	بہت پرستی کے
۱۱۳	دوسری لغوی معنی	۱۰۸	ترجمہ و فائدہ	۱۰۲	بہت پرستی کے
۱۱۴	دوسری لغوی معنی	۱۰۹	ترجمہ و فائدہ	۱۰۳	بہت پرستی کے
۱۱۵	دوسری لغوی معنی	۱۱۰	ترجمہ و فائدہ	۱۰۴	بہت پرستی کے
۱۱۶	دوسری لغوی معنی	۱۱۱	ترجمہ و فائدہ	۱۰۵	بہت پرستی کے
۱۱۷	دوسری لغوی معنی	۱۱۲	ترجمہ و فائدہ	۱۰۶	بہت پرستی کے
۱۱۸	دوسری لغوی معنی	۱۱۳	ترجمہ و فائدہ	۱۰۷	بہت پرستی کے
۱۱۹	دوسری لغوی معنی	۱۱۴	ترجمہ و فائدہ	۱۰۸	بہت پرستی کے
۱۲۰	دوسری لغوی معنی	۱۱۵	ترجمہ و فائدہ	۱۰۹	بہت پرستی کے



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۶	تجوید شریعہ اور مقامی کی پسندیدہ	۱۳۶	امطالی تفسیر	۱۳۶	اصول الایمان تا الحروف
۱۳۷	حضرت عیسیٰ کے روحانی استاد	۱۳۷	علمی لطیف	۱۳۷	اخلاقیات و عبادت اور مقبول کردہ
۱۳۸	محمد بن عبد الوہاب کی تفسیر قرآنی	۱۳۸	روحانی علاج (نورانی کیمیا)	۱۳۸	کی کثرت
۱۳۹	سورۃ النور کا تفسیر و تفسیر	۱۳۹	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۳۹	ترجمہ تفسیر شریعت النور
۱۴۰	کا ارشاد	۱۴۰	ترجمہ و تفسیر	۱۴۰	عقوبت و عبادت کا بیان
۱۴۱	مختصر تفسیر و تفسیر	۱۴۱	محمد بن عبد الوہاب کی تفسیر	۱۴۱	تشریح عبارت
۱۴۲	دوسری تفسیر و تفسیر	۱۴۲	کی الوہابیت کے قائل بنائے گئے	۱۴۲	آقا خیمہ کی تفسیر و تفسیر
۱۴۳	ترجمہ و تفسیر و تفسیر	۱۴۳	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۴۳	وہابیہ کا بیان
۱۴۴	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۴۴	اخلاقیات و تفسیر و تفسیر	۱۴۴	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۴۵	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۴۵	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۴۵	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۴۶	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۴۶	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۴۶	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۴۷	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۴۷	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۴۷	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۴۸	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۴۸	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۴۸	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۴۹	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۴۹	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۴۹	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۰	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۰	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۰	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۱	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۱	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۱	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۲	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۲	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۲	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۳	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۳	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۳	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۴	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۴	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۴	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۵	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۵	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۵	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۶	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۶	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۶	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۷	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۷	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۷	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۸	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۸	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۸	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۵۹	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۵۹	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۵۹	وہابیہ کے قائل بنائے گئے
۱۶۰	تفسیر و تفسیر و تفسیر	۱۶۰	وہابیہ کے اصول و فروع	۱۶۰	وہابیہ کے قائل بنائے گئے











## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْأَعُوذُ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ الضَّعِيفِ لَا تَعْدُو وَلَا تَحْضِي  
وَأَجَلُهَا التَّوْفِيقُ لَفَهْمِ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَمِنْ مَصَاحِبِ  
النَّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَحَقِّ  
الْأُمَّةِ كَثِيرَةً وَأَعْظَمَهَا تَبْلِيغِ الْفُرْقَانِ الْكَرِيمِ لِقَنْ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ الْقَرْنَ الْأَوَّلَ  
وَهُمْ أَبْلَغُوهُ لِلْقُرْنِ الثَّانِي وَهَكَذَا حَتَّى بَلَغَ حَظُّ هَذَا  
الْفَقِيرِ كَذَلِكَ مِنْ رَوَايَتِهِمْ وَدِرَايَتِهِمْ : اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
هَذَا النَّبِيِّ الْكَرِيمِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِّعِنَا أَفْضَلَ  
صَلَوَاتِكَ وَابْنِ بَرَكَاتِكَ وَعَلَى آلِهِ وَأَمَّحَابِهِ وَعُلَمَائِهِ  
أَقْبَمِهِمْ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

آلاء : اهداء کے وزن پر مثالی (بخش ہمزہ) بروزن

النبوی کی جمع ہے میں دونوں اور میں۔ (والا الی

(بحر الہزہ) بروقت البدی۔ (۱۲) ان کی بروزن بحر والقدر لغتیں۔ لَا تَعْدُو : نہ

واعتداؤن سے مناسبت پر حملہ نہ کرنا۔ لَا تَحْضِي : اعضاء سے مضارعت، بھول، احاطہ

کرنا۔ مَعْنً : بروزن حکم، ممتد، یعنی احسان کی جمع ہے۔ ترکیب میں جہاد ہے جس

کی غیر کثرت ہے۔ لَقَنْ : تلقین سے ماخوذ بالمشار (رو برو) لکھا انا لقون : صدق

## لغات و ترکیب



جو آپ یہ ہے کہ ہرگز منہ تعلیم اللہ تعالیٰ کے ماسن و کلمات کو بیان کرنا نہ ہے۔ اور  
مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت میں اللہ تعالیٰ کے عظیم اسمائے کا ذکر کر کے  
اس کی فحاشی و ذرہ نوازی کی خوبی بیان کی ہے۔ غلامِ شکار۔

ہم یہ مسئلہ کہ حد و ثبات کے اتفاق کیوں نہیں ہوتا؟ اس کے دو  
اسباب ذہن میں آتے ہیں۔ پہلے ہم جیسے کم علموں کو اس پر شبہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی  
قرین و ستائش مادہ پر موقوف نہیں ہے۔ سچا ان کا بکل جہل و نادانی ہے  
پیش نظر آغا بہ کتاب کو دیکھ کر بے حد حیرت و حیرت و حیرت کی طرف توجہ مبذول کرنا۔ و اللہ اعلم

اما بعد فيقول الفقير إلى الله، بن عبد الرحيم عاملها  
الله بلفظ العظیم لما فتح الله على بابائنا من فهم  
كتاب المجيد اريد ان اجمع واضبط بعض  
النكات النافعة التي تنفع الاصحاب في رسالتي  
مختصرة والمرجو من لطف الله الذي لا انتفاء  
له ان يفتح لطيف العلم بمجود فهم هذه القواعد  
شارعا واسعا في فهم معاني كتاب الله.

العظیم، لفظ کی صفت ہے۔ اضبط، انصر سے مضارع  
معروف و امر شکم کا صیغہ ہے، محفوظ کرنا۔ النکات:

ترکیب لغات

النکات کی جمع ہے۔ بطور مشکل مسئلہ جو وقت نظر سے حاصل ہوتا ہو۔ یاد رہے  
کہ واعد میں وزن پر ضمہ اور جمع میں کسرو ہے۔ اہل دو حدیث محکمات بعض انون  
بروزن بھی آتی ہے۔ فی رسالۃ: اضبط کے متعلق ہے۔ المتوجہ و بخار  
الغنی و بخار و بخار۔ المتوجہ و بخار میں کی امید ہو اسم مفعول کا صیغہ ہے

شاد غلّان بفتح کا مفعول یہ ہے ۔

**ترجمہ** | بہر حال حمد و صلوة کے بعد فقیر ولی اللہ بن عبدالرحیم دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عظیم کام معاملہ کرے کہتا ہے ، جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنی عظیم کتاب کے سمجھنے کا دروازہ کھولا تو میں نے ارادہ کیا کہ بعض مفید نکات (درقیق مسائل) جو اجاب کے لئے مفید ہو سکتے ہیں ، ایک مختصر رسالہ میں جمع اور محفوظ کر دوں اور امید اللہ کے اس کرم سے جس کی کوئی انتہاء نہیں ، یہ ہے کہ وہ طالب علموں کے لئے صرف ان اصول کے سمجھ لینے سے کتاب اللہ کو سمجھنے کی ایک وسیع شاہراہ کھول دے گا ۔

**فائدہ** | مصنف عظام کا اصل نام جو اولاد ان کے والد کی زبان پر آیا ہی تھا ۔ بعد میں جب یاد آیا کہ ولادت سے قبل شیخ قطب الدین احمد بن تیار کاکل رحمۃ اللہ نے اس کو نو دسید کی بشارت دیتے ہوئے اپنے نام پر اس کا نام رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی تو آپ کا نام قطب الدین احمد رکھا گیا ۔ واللہ اعلم ۔

وان كانوا يصرفون عمرهم في مطالعة التفاسير و  
يقرون على المفسرين وعلى انهم اقل قليل في هذا  
الزمان فلم يرتحل لهم بهذا الضبط والربط ، و  
سميت بالفوز الكبير في اصول التفسير وما توفيقى  
الا بالله عليه توكلت وهو حسبي ونعم الوكيل ،

**حل عبارت** | وان كانوا المفسرين شرط ہے جس کی جواز ظہر مجمد  
کا مربوط ہے اور و علی انہم اقل شرط و جزاء کے درمیان  
جملہ معترضہ ہے ۔

بصرہوں، ارض، غرض کرنا، انضبط والربط۔ اسے دو مفہوم جمع و ترتیب مراد ہے جسے الفاظ الکبیر میں الترتیب کیا گیا ہے۔ والتر اظم۔ العوز انکسب: بڑی کامیابی، اصول: اصل کی جمع ہے جو فراغ کی خبر ہے۔ بنیاد، قاعدہ، دلیل و لہجہ مختلف معانی کے لئے یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ التفت پر: اصل مادہ و فاسد، وہ ہے جو زمین و فہر و مغرب سے مستعمل ہے اور یہاں باب تفسیر سے، بہر صورت مقتدی ہی استعمال ہوتا ہے واضح کرنا، کھولنا۔

**ترجمہ** اور اگر وہ لوگ اپنی عمر غرض کر لیا (گزار دیں) تفسیروں کے مطالعہ میں اور مفسرین سے پڑھیں اور اس کے باوجود کہ وہ بہت تھوڑے ہیں اس زمانہ میں۔ تو (ہی) وہ نکات اس جمع و ترتیب کے ساتھ انہیں پاتھون لگ سکیں۔ اور اس (رسالہ) کا نام میں نے "الغور الکبیر فی اصول التفسیر" رکھا ہے اور میرا بھائی انا کا کیا اب ہو یا نا) اللہ کی حمد سے ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا۔ اور وہی میرے لئے کافی ہے اور وہ کتاب بڑا کارساز ہے۔

**فائدہ** ابتدائی سطروں میں اپنے رسالہ کی اہمیت و افیت کو بیان کیا ہے اور آخر میں اس افادیت کو ضمن الامداد اخام ربانی کا شہرہ بتایا ہے

ایک اہم بات یہ ذہن نشین کریں کہ متن کی عبارت "فان کانوا: الربط میں قدر سے الجھاؤ اور قسارح ہوا ہے جس کی وجہ سے ترجمہ گھٹک ہو گیا۔ سچ یہ ہے کہ کثرت و جماعت کی فارسی عبارت کے، خانقہ ترمیم یکے الفاظ یوں ہوئے چاہئیں۔

تجیدش لوصرفوا عمرهم فی مطالعة النفاہیرو العزاة علی المفسرین (یعنی انہم) اقل قلیل فی ہذا الزمان) لہم یقتلوا بہذا انضبط والربط "الکامین" شک نہیں کہ یہ تصحیح الامام از الشارح مولانا سید احمد صاحب پالپوری مدظلہ سے مستفاد ہے تاہم حضرت علامہ ذکی عبارت لہر تحصیل کو لہر یحصولہ سے ہونے میں بندہ ہوں معذور ہے کہ فارسی کی عبارت بدست نیارند ہے ذکر بدست نیارند والتر اظم۔

علم تفسیر :- علم قرآن نے علم خیر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ۔ هو علم یجوز فیہ عن کفایت النطق بالفاظ القرآن وصدولانہا واحکامها الا فرادیتہ و التزکیبہ ومعانیہا التي تحمل علیہا لآلہ التركیب و تنمات لذاتک ، اس میں کیفیت نطق سے قرأت و تجوید ۔ اور احکام و فرادی و ترکیب سے صرفی و نحوی اور بیان ہدیت کے احکام کی طرف اشارہ ہے ۔ جیسا کہ معانیہا التي تحمل علیہا لآلہ التركیب سے بدولات عقیقہ و مجازیہ اور صدولانہا سے لغوی معانی مراد ہیں ۔ جبکہ تنمات سے ناسخ و منسوخ ، نفس و ظاہر اور توضیح قصص و تشریح احکام کی ذوق اشارہ ہے افتدیر ۔

اعمال تفسیر :- اسے قواعد کے بموجب کا نام ہے جن کے استنباط سے علم قرآن کے معانی مقصودہ کی بسیج تشریح اور احکام شرعیہ کے استنباط کی صلاحیت و استعداد آہانگہ ہوتی ہے ،

موضوع : علم قرآن معانی مقصودہ کی شرح و تفسیر اور احکام شرعیہ کے استنباط اور استخراج کی حیثیت سے ۔

عرض و غایت : علم قرآن سے سنت نبوی صلی علیہ وسلم (الصلوٰۃ و الاسلام) اور آثار صحابہؓ کے مطابق احکام شرعیہ کے استنباط کا فکر حاصل کرنا ۔ یاوں کہو ، کلام اللہ کی مراد سمجھنا ؛ اور اس سے احکام شرعیہ کے استنباط میں غلطی سے بچنا اصول تفسیر کی فرض ہے ۔

ومقاصد الرسالۃ منحصرة فی خمسة ابواب ۔

ترجمہ :- اور اس رسالہ کے مقاصد پانچ ابواب میں منظر ہیں ۔

فائدہ :- غار سنہ میں اس موقع پر ان پانچ ابواب کی تفصیل اس طرح درج ہے ۔ باب اول در بیان علوم پنجگانہ کہ قرآن عظیم بطریق تفصیل پر آئیں دلائل قزو و دست و حویا نذول قرآنی بالامالہ اسے آن ہو دہ است ۔ باب دوم وجود نظام نظم قرآن بنسبت : ان اہل زمان و طالع آن وجود ہو شیخ وجود ۔

باب تیسوم در بیان لطائف تفسیر قرآن و شرح اسلوب بدیع آں بقدر طاقت و امکان ،  
باب چہارم در بیان فنون تفسیر و علل اختلاف واقع در تفسیر مہاجر و تابعین ، باب پنجم  
در ذکر جملہ احادیث از شرح غریب قرآن و اسباب نزول آں کہ مفسر و مفسرین اختلاف متدار فرود  
است و لغویں در تفسیر بدوین ضبط آں منوع و مغلوط ۔

الباب الاولی فی العلوم المختصہ بالمتعلقینھا القرآن العظیم و تفسیر  
التفصیل لیعلم ان معانی القرآن المنطوقہ لا تخرج عن  
خمسة علوم .

**لغات** التفصیل : مراحت کن ، وضاحت سے بیان کرنا۔ مراد مقصود کی  
مثبت سے بیان کرنا ہے۔ المنطوقہ : تعلق (معنی) سے اسم مفعول  
ہے جس کے معنی ہیں واضح بیان۔ ذہن نشین رہ کر تعلق کے معنی جیسے ہوتے و ذکر کر کے آتے  
ہیں اس طرح کہنے اور اذکار کلیات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے لہذا المنطوقہ  
یہاں جیسے المصرحۃ والمذکرۃ کے معنی میں ... ہو سکتا ہے جس کے معنی ہوں گے وہ  
مضامین جن کی قرآن میں تصریح کی گئی ہے ، جنس ذکر کیا گیا ہے اس قرآن المنطوقہ کے  
معنی میں بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی ہوں گے وہ مضامین جن کو سمجھا گیا۔ قال اذل اولی  
بدلیل العنوان ،

**ترجمہ** پہلا باب ان پانچ علوم کے بیان میں ہے مگر قرآن مجید نے بیان مقصود  
کے طور پر ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ قرآن کے یہ مضامین جن  
کو بدیثیت مقصود ذکر کیا گیا ہے پانچ علوم سے باہر نہیں ہیں۔

**فائدہ** یوں تو قرآن کریم علوم کا ایک بحر بنا پیدا کرتا ہے۔ آخر علوم ربانی کا صحیفہ  
ہے نہ انشاء باری ہے مافظنا فی الکتاب من شیء اور فرمایا و نزلا  
علیک القرآن تنبیانا لکی شیء۔ حضرت ابن مسعود کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی ہے

من ادواد العلم فليستود القرآن فان فيه علم الاولين والآخرين والعون من ابينهم  
 کہ جو شخص علم کا طالب ہو اسے قرآن کریم میں نور و شکر کرنا چاہیے کیونکہ قرآن میں مستفیدین  
 و متاخرین سب کے علوم ہیں۔ قبول خاطر

خُتِجَ الْعِلْمُ مِنَ الْقُرْآنِ لَكِنَّ قَصَابَهُ عِنْدَ أَهْلِهِمُ الْمَوَاجِلِ  
 لیکن قرآن کریم کے اساسی علوم جو مضمون ہائے ذات ہیں مصنفِ علم کے مطابق  
 صرف پانچ ہیں جن کی تفصیل عنقریب آئے گی اس سے پہلے یہ ذہنی نشیں کر دیتے ہیں کہ  
 قرآن کریم کے اساسی علوم استقرائی اور مختلف زیر ہیں چنانچہ علامہ سیوطی نے پانچ اقوال  
 نقل کئے ہیں۔

(۱) قرآن کے اساسی علوم تین ہیں۔ توحید، تذکیر و اسلام۔ خاصہ ابو جبر بنے  
 اصغر کا یہی مذہب ہے۔ (۲) توحید، اخبار، دیانات۔ یہ تینوں قرآن کے اصل علوم ہیں  
 یہ مذہب سب علماء ابن جریر طبری کا۔ (۳) اساسی علوم چار ہیں، امرئی، خبر، استخبار،  
 چوتھا خیال یہ ہے کہ کل چار ہیں چار مذکورہ اور دو و مقررہ و تدبیر۔ ان دو اقوال کے  
 قائلین کا سراغ ہمیں لگ سکا۔ پانچواں قول علی بن یسین، اسالی کا ہے کہ وہ نہیں ہیں  
 اعلا، تشبیہ، امر و نہی، وعدہ و وعید، جنت کا ذکر، جہنم کا تذکرہ، اللہ کے اقرار۔  
 ... کی تعلیم، اس کے صفات کے اقرار کی تعلیم، اس کے افعال کے اقرار کی تعلیم، انعام  
 خداوندی کے اعتراف کی تعلیم، مخالفین کے خلاف احتجاج، لمخیزین کی توبہ پر ترغیب  
 ترہیب کا بیان، قیرو شر اور حسن و قبح کا تذکرہ، حکمت کا بیان، معرفت کی تعلیم  
 اچھون کی تعریف، برائی کی مذمت، تسلیم، حسین، تاکید، تفریق، اخلاق و دیگر کتب  
 مذمت اور آداب حسنہ کی تعلیم کا بیان۔ علامہ سیوطی نے ان تیج اقسام کو شمار کرنے  
 کے بعد رشید مدد کے حوالے سے لکھا علی التحقیق ان تلك الثلاثة التي قالها  
 ابن جبر بنو قسطل هذا كلها بل اعضاؤها۔ اپنے خیال کی تائید میں ابن عربی نے  
 فرمایا کہ سورۃ فاتحہ جس میں مذکورہ تینوں علوم مذکور ہیں انہر سے حدیث امام القرآن  
 ہے اور سورۃ اخلاص جس میں صرف ایک علم توحید مذکور ہے اسکو حدیث میں ثلث قرآن



کہا گیا ہے مضمون ہوا کہ قرآن کے اصل علوم ہی تین ہیں۔ (انظر الماتقان ص ۱۵۹، ۱۶۰)

قرآن چاہیے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی رقت لکھ کر یہ کہ انہوں نے علوم قرآنیہ کی ایسی جامع و مختصر تقسیم فرمائی کہ پانچ قسموں میں پورا قرآن بھی سمٹ آئے اور ہر مضمون مستقل فن کی حیثیت سے سامنے آگیا۔

نوٹ: امام القرآن با علامۃ القرآن یعنی سورۃ فاتحہ میں معمولی غور و فکر کر کے بخوبی یہ جانا جاسکتا ہے کہ سورۃ فاتحہ میں یہ پانچوں مضامین واضح طور پر موجود ہیں۔  
تذکرہ۔

اعلموا الاحکام من الواجب والمندوب والمباح والمکروہ  
والحرام من قسم العبادات او من قسم المعاملات او من  
تدبیر المنزل او من السیاسیۃ المدنیۃ وتفصیل هذا  
العلم منوط بدمۃ الفقیہ،

**لغات** | الواجب: ضروری، المندوب: مستحب، المباح: جائز، المکروہ: ناپسندیدہ، المحرم: ناجائز، منوع شرعی: المعاملات: دنیاوی امور سے متعلق شرعی احکام۔ تدبیر کے اصل معنی غور کرنا انجام سوچنا اور منزل یعنی نگرہ۔ لیکن یہاں نگرہ کو کاظم کرنا مراد ہے۔ السیاسۃ المدنیۃ: بحکم الشیخین، رعیت داری کرنا (مرام) منوط: نا ط، منوط نو ط، و نیا ط اسے اسم مفعول لفظ نا۔ منوطاً بہ: اس پر معلق ہے اس کے سپرد ہے۔ الفقیہ: العالم بالفقہ اور نفس کا اپنے نفع و نقصان کو پہچان لینے کا نام فقہ ہے۔ الذمت: عہدہ، ذمہ داری۔ موقوفہ:۔

| (ان پانچ علوم میں سے پہلا) علم الاحکام ہے یعنی واجب، مندوب، مباح، مکروہ، حرام اور حلال۔ (خود) عبادات کے قبیل سے ہوں یا معاملات کے قبیل سے یا تدبیر منزل یا سیاست مدنیہ سے متعلق ہوں اور اس علم کی تفصیل فقیہ کے

ذکر کرو گی گئی ہے۔

## فائدہ

یہاں سے علوم پنجگانہ کا اجمالی تذکرہ شروع کر رہے ہیں اس سلسلے پر دو مباحث قابل ذکر ہیں۔ ۱۔ علم الاحکام کی تقدیم کی وجہ۔ ۲۔ احکام اور اس کے اقسام کی تعریفات و امثلة۔

## بحث اول

علم الاحکام کو اس حیثیت سے علوم پنجگانہ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ نزول قرآن اور سال رسول بلکہ تخلیق بنی و انس کا مقصد ہی احکام خداوندی کی اطاعت و فرمانبرداری ہے بقدر علوم اس مقصد و عمل کی تکمیل کے لئے مدد و معاون کی حیثیت رکھتے ہیں مگر با اہمیت تقدیم کا سبب بنی۔

## بحث ثانی

احکام حکم کی جمع ہے جس سے حکم شرعی مراد ہے و هو عبارة عن حکم الله تعالى المتعلق بافعال العبادین (کتاب التزکیات) یعنی باری تعالیٰ کے وہ اوامر و نواہی بندہ و بندگی کا پرہیز یا بند کیا گیا ہے۔ علم الاحکام سے مراد احکام مجملہ فرمید ہیں۔ بقدر قول المصنف و تفصیل هذا العلم منوط بدمية الغنية خیال ہے کہ احکام طہیر و عقائد علم النجاسہ کے ذیل میں داخل ہیں بقدر غنیة قوله و تفصیل هذا العلم منوط بدمية المتكلم و انظر الم۔

واجب و حکم شرعی جس کا کما مطلوب اور چھوڑنا مشروع ہو بقولہ تعالیٰ فی العبادات اقموا الصلوة و اتوا الزکوة و قوله تعالیٰ کتب علیکم الصیام و فی المعاملات ائوا الیتامی اموالهم و قال تعالیٰ و اتوا النکاح و حدّ علیہم یحدّثہ و فی تدبیر الممنون اقموا انفسکم و اعلیکم ناروا فی الیاسہ السدیثہ و السارق و السارقہ فاقطعوا ید یمینہ الایۃ۔

مذکورہ حکم شرعی ہے جس کی تعمیل مطلوب و محمود ہو لیکن ترک کی بھی بہت ہوجائے لکھو ہم ان علیکم فیہم خیر ان لو هم من مال الله الذی تاکمر و انظر لحدّ و یمن القرآن و کذا اقولہ تعالیٰ یسئلونک ماذا یفتنون قلی العنود و کذا اقولہ فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم و انظر افارہ علی المنظر

وامتدادی الشقوق صاحب الفضائل العلمیۃ والشیخ الجمیلۃ الشیخ  
 محمد احمد حفظہ اللہ الموقر استاذ الحدیث والفقیر بدو العلوم بدینہ  
 وکن اقولہ فی ان تصدقوا بحدیثکم (ج۱)۔

مباح وہ حکم جس کا نہ فعل مطلوب ہو نہ ترک بلکہ دونوں بہت اختیار ہوں  
 جیسے "واذا حللتم رقابکم او انکم اذنان کنتر علی سفر ولعید والاکتب  
 ذرہ من مقبوضتہ" وکن اقصیٰ فعی فی یومین فلان اثم علیہ ومن تلخر فلا  
 اضر علیہ"۔

مکروہ وہ حکم ہے جس کا ترک ہی مکروہ ہو اگرچہ مباح فعل کی بھی اجازت ہو۔  
 تنبیہ بلوغ و تلاش ہمارے باوجود حکم مکروہ کی مثال ایک ذہن کی رسائی نہ ہو سکی بلکہ  
 اغلب یہ ہے کہ حکم مکروہ قرآن میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم ونوق کل ذی علم علیم۔

قرآن میں کاکرنا ممنوع اور چھوڑنا نافع مطلوب ہو جیسے قل فادعوا الی ما  
 حرم علیکم ویکہروا ان لا تشرکوا بہ شیئاً۔ (۱) وکن احرمت علیکم العینۃ والذم  
 وقعنی ریت ان لا تبعدوا الایاء وبالوالدین احساناً۔

تدبیر منزل، سماجی اصلاح سے تعلق رکھنے والے تمام امور کا علم تدبیر منزل کہلاتا  
 ہے۔ اس مقولہ میں مسینا کے مطابق اس کے ارکان والقرین، زوجین، اولاد اور خدام و  
 مال ہیں۔

احکام تدبیر منزل کی مثال: (۱) اُسکونہن من حیث تکتفرون۔ (۲)۔

وما شروہن بالمعروف۔ (۳) وصاحبہا فی الدنیا معروفا۔ (۴) ولا تفضل لہا ابائی  
 سیاست مدنیہ، معاشرہ ہوسائٹی اور سماج سے تعلق رکھنے والے امور کا  
 علم سیاست مدنیہ کہلاتا ہے جس میں حدود و فائزے لیکر حدود ملکی تک ہمارے انسانوں

کے لئے مفید روابط و اصول کا سوچنا سمجھنا داخل ہے۔ مثال: السارق السارق فلا تعلق

(۵) انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فاذ ان یقتلوا  
 او یتصلحوا ان یؤدیہم وایکسر من یدہم لہم۔ (۶) اکتب علیکم القصاص

خلاصہ یہ ہے کہ ہندوب اخلاق یعنی عبادات، معاملات اور اخلاقیات میں ایسے  
 بُرے، غلط روی و غیر ضروری، سفید و سفرا و سود کے درمیان تمیز کر لینا اور تدبیر منزل یعنی  
 گھر و خانہ نظام میں باپ، اولاد اور گھر کے خدام کے ساتھ سلوک و برتاؤ ان کے حقوق  
 آمد و رفت کا توازن، اہل خاں کی رفتار زندگی کی چھداشت اور مرض و صحت وغیرہ  
 امور کا لحاظ کرنا وغیرہ، اسی طرح سیاست مدنی یعنی ہوشی، اہل محلہ، باشندگان قری  
 اور مقیمین شہر کے حقوق و فرائض کا پہچانا، سماج کو پائے بنانے کے قوانین بنانا وغیرہ  
 غرضیکہ حکمت عملی کی تینوں قسمیں علم الاحکام میں داخل ہیں اور قرآن کریم نے اس سے  
 یقین سے اسے بیان کیا ہے۔ اس علم کی شرح و تفصیل کا بیڑا فقہ عظام و عہدہ شریعت  
 اٹھایا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الزاد۔

وَعَلَّمَ الْمُخَاصِمَةَ وَالرَّدَّ عَلَى الْفِرَقِ الْمُنَالَةِ الْأَرْبَعَةِ مِنَ الْيَهُودِ  
 وَالنَّصَارَى وَالْمَشْرِكِينَ وَالْمَنَافِقِينَ وَتَبَيَّنَ هَذَا الطَّرِيقُ  
 بِدَمَةِ الْمُتَكَلِّمِ وَعَلَّمَ التَّنْكِيرُ بِأَلْعَانِ اللَّهِ مِنْ بَيَانِ خَلْقِ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِينَ وَالْهَامِ الْعِبَادَةِ يَنْبَغِي لَهُمْ وَمِنْ بَيَانِ  
 صِفَاتِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ الْكَامِلَةِ، وَعَلَّمَ التَّنْكِيرُ بِأَمْرِ اللَّهِ  
 بِمَعْنَى بَيَانِ الْوَقَائِعِ الَّتِي أَوْحَدَهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى  
 مِنْ جَنْسِ تَغْيِيرِ الْمُطِيعِينَ وَتَعْذِيبِ الْمَجْرُمِينَ وَعَلَّمَ  
 التَّنْكِيرُ بِالصُّلُوحِ وَمَا بَعْدَهُ مِنَ الْحَشْرِ وَالنَّشْرِ وَالْحِسَابِ  
 وَالْمِيزَانِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَحَفْظِ تَفَاصِيلِ هَذِهِ الْعُلُومِ  
 الْحَقَائِقِ الْإِحَادِيثِ وَالْأَثَارِ الْمُنَاسِبَةِ لَهَا وَظِيفَةُ التَّنْكِيرِ وَالْوَأْدِ

الْمُخَاصِمَةُ کے نفی میں جھگڑنا، بحث کرنا، علم الخاصمۃ سے ایسے  
 علوم مراد ہیں جن کے ذریعہ حق پر ہونے والے ناجائز شکوک و تازیبا

لغات

طوں کا جواب دیا جائے۔ واللہ میں واقف نہیں ہوں۔ الرد: تردید کرنا۔ البقیہ انکم کے وزن پر فرق کی جمع ہے گروہ، جماعت۔ حیثان: بیان و اظہار۔ المتکلم: علم کلام سے واقفیت رکھنے والے کو متکلم کہا جاتا ہے اور علم کلام اصلاً توحید و صفات باری کو جاننے کا نام ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس علم سے شریعات کے اثبات و تائید اور منافقین کی جوابدہی وغیرہ کے موقوفوں پر بحث وباحث اور گفتگو کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ التذکیر: یاد دہانی کرنا۔ من بیان: میں بیان ہے۔ الہام کا مطلق پر مطلق ہے یہاں مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہو رہا ہے۔ حایین: الہام کا مفعول ثانی ہے۔ ایام: یوم کی جمع ہے۔ یہاں ہماز انعام و عذاب مراد ہیں گویا الطائف الفرف من المظروف کا علاقہ کار فرما ہے۔ ہماورہ میں ایام العزب سے ان کی جنگیں مراد لی جاتی ہیں جیسے یوم الفجار اور یوم ذی قار بولا جاتا ہے الوقول: اوقیت کی جمع ہے جس کے معنی ہوتے ہیں، مڑائی، تھوڑا دم، لیکن یہاں مطلق واقعہ مراد ہے غیر کا ہوا بشر کا۔ وظیفۃ: خصوصی ذمہ داری۔

**ترجمہ** اور علم انما صریحی چار گروہ فرشتے یہود و نصاریٰ اور مشرکین و منافقین کی تردید کا علم۔ اول اس علم کی تشریح تکلیف کے ذمہ سوچی گئی ہے اور علم التذکیر ایام و شریعتی آسمان و زمین کی تخلیق اور بندوں کو ان کے مناسب و حالی چیزوں کے الہام کی وضاحت اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم کے بیان کا علم اور علم التذکیر ایام الشریعتی فرمانبرداروں کو انعام و ثواب اور مجرمین کو سزا دینے کی قسم کے ان واقعات کا بیان جن کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ وجود میں لایا اور موت و ابدا الموت یعنی حشر و نشر حساب میزان اور جنت و دوزخ کے ذریعہ یا دہانی و نصیحت کرنے کا علم: دوران ذاکری نمونہ علوم کی تفصیلات کا یاد رکھنا اور ان کے مناسب اہتمام و احوالیت کو ان کے ساتھ جوڑنا و اعتنا و اناصح کی خصوصی ذمہ داری ہے۔

**فائدہ** | بقیہ چار علوم کا اجماعی ذکر اس عبارت میں کیا گیا ہے اس موقع پر چند ہمیں ذہن نشین کرنے کی ہیں۔

ان علوم کی موجودہ ترتیب کو راز؟ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ وضع حضرت  
**بحث اول** کو جلیل منقذت پر تقدم حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ فرقہ اول

کی تردید اور ان کے عقائد باطلہ کا ابطال و دفع مغرب کے درجہ میں ہے لہذا علم الکلام صمد  
 کوئی تقدم حاصل ہے۔ اس کے بالقابل علم التذکیر کا مقصد ترمیم و ترمیم کے ذریعہ  
 جذبہ عمل پیدا کرنا ہے۔ جسے جلت منقذت ہی کہنا چاہئے لہذا اس کے حصہ میں تاخیر آیا  
 پھر تذکیر کے انواع میں و منوج و تنفاک پہلے نظر ترتیب قائم کی گئی ہے۔

خداوند تدوین کی عنایات (الہرمن انشس ہیں) لہذا تذکیر یا لاہ اللہ کو سب سے  
 مقدم کیا اور تعذیب و تنسیم کے واقعات پر تاریخ کا پہلا سا پرہ و پڑا ہوا ہے جس سے  
 لئے کسب تصدیق کی ضرورت ہے لہذا تذکیر یا لاہ اللہ کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا گیا۔  
 اس کے بالغاویٰ "معاذ پرہ و قیاب میں مستور ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ غفلت  
 ہے لہذا تذکیر یا لاہ اللہ کو سب سے توجہ کر دیا گیا۔ ہذا اما عندی ولاناس یناہشون  
 مذاہب۔

قرآن سے پہلے ہمارے دور میں قسم علم الکلام  
**بحث دوم حاصل عبارت** ہے یعنی چار گروہ فرقوں دیہود و نصاریٰ اور مشرکین

منافقین کی تردید اور ان کے عقائد باطلہ کا استیصال جس کو چند معصوب کے بعد پوری  
 شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ ہمیں یہ قسم علم التذکیر یا لاہ اللہ ہے یعنی اسانا  
 و عنایات ربانی کی یاد دہانی کے ذریعہ قلوب میں اخافت کا جذبہ و میلان پیدا کرنا۔  
 چوتھی قسم علم التذکیر یا لاہ اللہ ہے یعنی مجرموں اور نافرمانوں پر نرا و لعذاب اور  
 فرمانبرداروں پر عنایات و انعامات کی بارش کے واقعات کا علم۔ یا بخیر قسم علم  
 التذکیر الموت و ما بعدہ یا لاہ اللہ یعنی موت و ما بعد الموت کے حالات و حساب  
 کتاب کے داخل اجنت و دوزخ کے تذکرے وغیرہ کا علم ہے۔

علم الکلام کی ذمہ داری مکملین اسلام نے اور علم التذکیرات کی شرح و تفسیر  
 اور اس کے مناسب احادیث شریفہ و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ضبط و الحاق کو



اختصار کا التزام کیا گیا جسے ہر باب منون پیش کرتے ہیں اور زیر فیوض و روی قیود کی تفسیر کا۔  
جیسا کہ یہ اہل اصول کا دستور ہے۔

## قائدہ

مصنف علامؒ نے علوم قرآنی کی تفسیر کا جواز انداز اختیار کیا ہے اس سے  
مکسوس ہوتا ہے کہ یہ علوم غیبیہ کو یا مستقل پانچ فن یا کم از کم پانچ ابواب  
ہیں اور ہر دور میں رسالہ الفوز الکبیر کی تصنیف ہوئی ہے اس سے بہت پہلے سے  
کتابوں کو ابواب و فصول میں تقسیم کرنے کا دستور چلا آ رہا تھا اس لئے مصنف علامؒ  
کی تقسیم کے سامنے آنے ہی جندی کے ذہن کا اسی مروجہ تقسیم کی طرف منتقل ہونا  
اور قرآن کو اس سے غافل یا گریز نہیں اختیار کا شکار ہو جانا مستبعد نہیں۔ قرین قیاس تھا۔  
دوسرے یہ کہ ایک انداز توفیق و اصول فقہ کی کتابوں کا تھا جس کو اختصار و اختصار  
اہل المنون اور لا تنقیح القواعد لایم بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا انداز سنا فقہ کا  
تھا جس کی مہذب الکی عبارت لا طریق المنطقیین نے اشارہ کیا گیا ہے۔ فقہ و اصول  
فقہ و اسے انداز کو علم الاحکام سے اور سنا فقہ و اسے انداز کو علم الخاصہ سے مناسبت  
بھی ہے اس لئے اسلوب قرآن کے بارے میں یہ تصریح کرنی پڑی کہ فقہ و منطق کے  
انسانیت متأخرین کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ ہیں جس سے صرف خواص ہی مانوس ہیں  
لہذا قرآن شفیقین عرب کے سادہ اسلوب پر نازل ہوا جو خواص و عوام سب کے  
لئے یکساں مفید ہے۔

و اختصار سبحانہ و تعالیٰ فی آیات المخاصمة الزاہر الخصر  
بالمشہورات المسلمة والخطابیات النافعة لا تنقیح البرہین  
علیٰ طریق المنطقیین

الزاهر اختصار کا مفعول ہے۔ الزام سے مراد لا جواب  
عاموش کرنا۔ المسلمة تسلیم سے اسم مفعول، مانی ہوئی

## ترکیب لغات



بات الخطایات الظاہیہ کی جمع ہے مراد ایسی گفتگو ہے جس میں عقل استدلال کا طریقہ خطا اختیار کیا گیا ہو۔ تنقیح، ترتیب و تہذیب۔

**ترجمہ** | اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے آیات عزامت میں مشہورات مسلمہ اور خطابیات نافذہ کے ذریعہ مخالفین کی تردید کو اختیار کیا نہ سناطعہ کے طریقہ پر براہین کی ترتیب و تہذیب کے ذریعہ۔

**فائدہ** | قصایا مشہورہ بولوگوں کی اکثریت یا کسی مخصوص جماعت یا تمام لوگوں کی نظر میں مشہور ہوں جیسے اللہ و احد عند اکثر مشہور ہے۔ اور العدل حسن والظلم قبیح سارے لوگوں میں اسی طرح الظالم مرفوع ایک مخصوص جماعت کے یہاں مشہور ہے۔ قصایا مسلمہ وہ قصے ہیں جو عجم کو تسلیم ہوں غیر سے تسلیم کرے یا نہ کرے۔

عقل استدلال کا ایک طریقہ یہی ہوتا ہے کہ مشہور یا طے شدہ مسلم اصول کی روشنی میں گفتگو کی جائے اس طریقہ استدلال کو جدلی کہتے ہیں۔ مثلاً کسی کا اعتراک کرانے کے لئے اس کی بڑائی کو پیش کرنا کسی پر شفقت کرانے کے لئے اس کے جھوٹے ہونے کو پیش کرنا۔ یا حماد و محمود کے درمیان طے شدہ اصول کی روشنی میں حماد کا محمود پر ”بے وقوف ہونے کے جرم“ میں پانچ روپے کا جرمانہ عائد کرنا یہ سب جدلی خطابیات نافذہ کی مراد ترکیب و لغات کے ذیل میں گذر چکی اور خطاب اصطلاح مناطقہ میں ایسے جیساں ہو کہا جاتا ہے جس میں کسی مقبول یا منقول بات کا حوالہ دیا گیا ہو۔ (الحاصل قرآن کریم میں ”جدلی“ اور ”خطاب“ کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے عام فہم ہونے کے ساتھ خواص کے لئے بھی کافی ہوتا ہے مگر منطقی طرز استدلال تو صرف اخص افراد ہی کے ذہن کو اپیل کرتا ہے۔ جس سے۔

جدلی کی مثال یہود و نصاریٰ کے دعویٰ نحن ابناؤ اللہ و ارجئناہ کی تردید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے لعلہ یحذیکم بکم ربنا فوبکم اس تردید کا دار قضیہ تہذیب الاولاد والاہل و مسوخت ہے جو مشہور و مسلم ہے۔ دوسری مثال :-



ان دونوں تفسیروں سے ثابت ہوتا ہے۔ وما اور منہما حصہ الا لیل طالع ہلان واللہ۔

برہان کی دو قسمیں۔ میں اپنی راوی۔ اپنی وہ قیاس برہانی ہے جس کا واسطہ حکم کیلئے ماکملت ہو جیسے مذکور و مثال میں۔ رسول ہوتا۔

برہان اپنی وہ قیاس ہے جس کا واسطہ واقعہ حکم کی علت نہ ہو لیکن اس کو قیاس میں علت طور پر لکھا گیا ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان آیتوں الا بشر من نسلنا میں رسول کی بشریت یا احتیاج کو علت بنانا۔

ہذا آیت قرآن کریم کے اندر قیاس برہانی جہاں کہیں بھی لے گا منہما مستد کے ضمن میں اور سادہ اسلوب کی تہ میں لے گا۔ مواضع نہیں لے گا اس کی جہن و جہیں و رتج کی جاتی ہیں۔

پہلی وجہ:- سادہ اور واضح ترین طرز کلام پر جسے قدرت ہوتی ہے وہ ایسے نامعنی اور دقیق ہندو کو نہیں اپناتا ہے جسے خواص ہی سمجھ سکیں اور قیاس برہانی ہر حال ایک دقیق طرز استدلال ہے ہذا قرآن نے اسے اختیار نہیں کیا۔

دوسری وجہ:- استدلال برہانی کا ظاہری اسلوب مناطقہ کی ایجاد ہے۔ اور اہل بلاغت کے طرز کلام سے مختلف بھی ہے۔ اسلئے قرآن کے نمایاں شاہان بھی نہیں بھر سکیں قرآن کا یہ کمال ہے کہ جہاں اس کا ظاہر سادہ و عام فہم ہے وہیں باطن براہین سے معمور ہے گویا قرآن اسلوب خطابی اور استدلال برہانی کا ایسا لطیف سنگم ہے جس سے عوام و خواص دونوں اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

تیسری وجہ:- استدلال برہانی کا مکمل استدلال استعارہ و وجہ جیسے سائنہ ہوتے ہیں نہ کہ محض و قبح اور نفع و ضرر جب کہ قرآن میں نفع و نقصان اور غیر و شرعی کی باتیں ہیں۔۔۔ اس لئے علوم قرآنیہ کا استدلال برہانی سے مناسبت نہیں۔

وَلَمْ يُرَاعِ مَنْ مَسْبُتٌ فِي الْإِنْتِقَالِ مِنْ مَطْلَبٍ إِلَى مَطْلَبٍ كَمَا  
هُوَ قَاعِدَةُ الْأَدَبَاءِ الْمَتَأَخِّرِينَ بَلْ تُشْرِكُ مَا أَهْمُوا التَّأَوُّدَ

## علی العباد تقدم او تاخر

**ترجمہ** اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہونے میں کسی خاص مناسبت کی رعایت نہیں فرمائی جیسا کہ بعد کے ایوون کا طریقہ ہے بلکہ ہر اس مضمون کو بھیر دیا (بیان کر دیا) جس کا اپنے بندوں کو بتانا اہم سمجھا خواہ مقدم ہو ورنہ۔

**تشریح** عام طور پر مصنفین کی عادت ہوتی ہے کہ اپنی کتاب میں ان مضامین کو ذکر کرنا چاہتے ہیں ان کی تقدیم و تاخیر میں کسی خاص مناسبت کو ملحوظ رکھ کر ابواب و فصول قائم کرتے ہیں پھر قابل تقدیم مضمون کی تمام مباحث کو یکجا ذکر کرنے کے بعد ہی کسی دوسرے مضمون کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ مثلاً فقہاء کرام موصوفہ کتاب الطہارت کو "اہم العبادات" نماز کا موقوف علیہ ہونے کی حیثیت سے مقدم کرتے ہیں تو اس کے متعلق جو کچھ لکھنا ہوتا ہے کتاب الطہارت ہی میں لکھ دیتے ہیں، پھر اہم الامور کی حیثیت سے نماز کا مفصل بیان کرتے ہیں اور خالص بدنی عبادت و انام کے بعد خالص مالی عبادت (زکوٰۃ) کو بیان کرنے کا معمول ہے۔ یہ خصوصی مناسبتیں ہیں جن کا لحاظ سبھی مصنفین کرتے ہیں۔ نتیجہ میں کتاب الطہارت تمام ابواب پر اور کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ سے لازمی طور پر مقدم ہوتی ہے۔ رہب العالمین کی کتاب حکیم میں ایسی مناسبت اور دوہر تقدیم کسی بھی مضمون میں ملحوظ نہیں چنانچہ کہیں علم النہایہ مقدم ہے کہیں علم التذکیر اور کہیں علم الامتکام، یہ سلسلہ سوہ توں کے نیچے میں بھی ہے اور اوائل میں بھی۔ مثال: گو یا اس عبادت میں صرف یہ بتانا ہے کہ علوم میں بزرگانہ کے بیان میں تقدیم و تاخیر کے لئے کوئی اصولی مناسبت کار فرما نہیں ہے بلکہ یہ العالمین نے جس موقع پر جس علم کی تقدیم کو اہم و مفید سمجھا اس کو مقدم کر دیا۔ رہا مسئلہ آیات قرآنی کے درمیان باہمی ربط و تناسب کا تو اس سے یہاں بحث نہیں نہ مصنف غلام کو اس سے انکار ہے جیسا کہ "فتح الرحمن" میں جا بجا ربط آیات کا بیان شامچیل ہے۔

وعامة المفسرين يربطون كل آية من آيات المخاصمة و  
آيات الاحكام بقصة ويظنون ان تلك القصة سبب نزولها  
والمحقق ان القصد الاصل من نزول القرآن تهذيب النفوس  
البشرية وفتح العقائد الباطلة ونفي الاعمال الفاسدة

**ترجمہ** اور عام مفسرین آیات مخاصمہ اور آیات الاحکام میں سے ہر ہر آیت کو  
کسی قصہ کے ساتھ جوڑتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہی واقعہ شان نزول  
ہے حالانکہ حقیق رابطہ شدہ بات ایسے ہے کہ نزول قرآن کا اصل مقصد انسانی نفوس  
اور دماغ کا تزکیہ اور عقائد باطلہ کو شان و درجہ سے اعمال کی نظر کنی ہے۔

**فائدہ** کچھ مفسرین کے یہاں آیات کے شان نزول سے متعلق واقعات کا اتنا  
اتہام پایا گیا کہ مطلب و یا پس پسند و غیر پسند فرس کا واقعہ نقل کرنے  
لگے اہتمام یہ ہوا کہ آیات کے ارد گرد کہانیوں کی بیخود کشی ہو گئی۔ اور تفسیر کے بقدری  
یا سرسری مطالعہ کرنے والے اس غلط فہمی کا شکار ہوتے گئے کہ شان نزول کے واقعات  
ہی پر تفسیر کا دار و مدار ہے یا کم از کم شان نزول کے قصوں کے بغیر تفسیر ناقص و انہام  
رہ جاتی ہے۔ مصنف غلام نے اجتماعی رد و جہوں میں اسی غلط روش اور غامض خیالی کی  
جانب توجہ دلائی ہے۔ مطلق شان نزول پر محیر مقصود نہیں کیونکہ خود آقا تو شان نزول  
قرآن کے سمجھنے سمجھانے کے لئے غامض اہمیت کا حامل ہے۔ قال ابن عبد  
معرفة سبب النزول طریق قوی فی فهم معانی القرآن۔ اور ابن تیمیہ  
کہا کہ شان نزول کی واقفیت آیت کے سمجھنے سمجھانے کے لئے معاون ثابت ہوتی  
چونکہ تفسیر سبب کے جاننے سے سبب کا علم حاصل ہوتا ہے۔ مفسر واحد کی ہمت  
سے کہا جب تک آیت کا شان نزول معلوم نہ ہو جائے گا کہ آیت کی تفسیر کو کہنا نامکن  
ہے و یا حدیث فی علوم القرآن ص ۱۱۱ دیباچہ المنقول: ثانیاً یہ کہ شان نزول سے صرف تفر  
کر لینے کے بعد بہت سی آیات میں لایعقل تعارض نظر آئے گا۔ بحرات کی صحت کے

راہے کھلیں گے مثلاً ایسے علی الذین امنوا وعملوا الصالحات جنہاں فیما ظہروا  
ای فیما شربوا من الخمر، بے شراب کی حالت مستفاد ہوگی۔ اور انہما الخمر و  
المیسر والآنصاب والاذل اور جی من عمل الشیطان فاجتنبوا (اللہ)  
سے اس کا کھلا ہوا تقارن ہو جائیگا اسی طرح للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا  
فثم وجہ اللہ سے کسی بھی سمت میں ادا کی گئی نماز کا ہوا مستنبط ہوگا اور  
وحيث ما کنتم فہو لادجواکم شیطا کے اسے اس کا تقارن ہوگا۔ معلوم ہوا کہ  
تفسیر کے لئے شان نزول کی ضرورت ہے۔

غیر شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین کا یہی نکتہ روش پر نقد و جرح کے بعد  
آخری جملہ والمحقق الخ میں نزول قرآن کے مقصد اصلی کو ذکر کیا ہے پھر منہ ذیل  
عبارت میں قرآن کے اسی مقصد نزول کی روشنی میں ہر ہر مضمون کا ایک مستقل سبب  
بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فوجود العقائد الباطلۃ فی المكلفین سبب لغزول آیات  
المخاصمۃ ووجود الأعمال الفاسدۃ وجوبان المظالم فیما  
بینہم سبب لغزول الاحکام وعدم یقظہم بما عدا ذکوالا، اللہ  
وایام اللہ وقلع السوت وما بعدہ سبب لغزول آیات التذکیر

ترجمہ  
چنانچہ مکلفین میں عقائد باطلہ کا پایا جانا آیات المخاصمہ کے لئے سبب  
نزول ہے اور برے اعمال کا پایا جانا اور آپس میں مظالم کا ہونا  
آیات الاحکام کے نزول کا سبب ہے اور آن کا نہ پیدا ہونا الا لہ والشر وایام اللہ  
اور موت وما بعد الموت کے ہونا ک حالت کے ذکر کے علاوہ آیات التذکیر کا  
سبب نزول ہے۔

فائدہ  
قرآن کے اساسی مضامین پانچ میں جن کو اختصاراً تین نام سے ذکر کر کے  
جا سکتا ہے علم القرآن، علم الاحکام، علم التذکیر۔ مذکورہ عبارت سے

الغزول

الگ الگ ہر ایک کا شان نزول ذکر کیا گیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے :-

ہرگز الگ ہر سے عقائد میں مبتلا تھے اس لئے آیات محاصرت نازل ہوئیں۔ اور لوگ بد اعمالیوں کا شکار تھے؛ ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرتے تھے اسلئے آیات الاحکام کا نزول ہوا تاکہ عقائد خاصہ و اعمال سیدہ کی تردید ہو جائے۔ اور چونکہ تذکیرات ثلثہ کے علاوہ تمام تذکیری اسباب و ذرائع ان کے حق میں غیر مؤثر ہو چکے تھے اس لئے ان کی غلطیوں کو دور کرنے کے لئے تذکیری آیات کا نزول ہوا۔

وما تكلفوا من خصوصيات القصص الجزئية لآمدخل  
لها يعتد به الا في بعض الايات حيث وقع التعريض فيها  
لواقعة من وقائع وحديث في زمنه صلى الله عليه وسلم او  
قبل ذلك ولا يزول ما يعرف للسامع من الانتظار عند  
سماع ذلك التعريض الا ببسط القصص فلهذا ان نشرح  
هذه العلوم بوجه لا يستلزم مؤونة ايراد القصص الجزئية

اور جزئی واقعات کی وہ خصوصیات جن کا تکلف کیا ہے مفسرین نے  
ترجمہ ان کا (شان نزول میں) ابراہیل نہیں جس کا اعتبار کیا جائے مگر بعض  
آیات میں جہاں ان واقعات میں سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا اس  
سے پہلے ہائے گئے کسی ایک واقعہ کی جانب اشارہ ہوا اور جہاں (سننے والے کا  
وہ انتظار ناکل نہ ہوتا ہو جو اسے اس اشارہ کو سننے کے وقت پیش آیا ہو۔ مگر  
قصہ کی تفصیل سے اس دہرے مژدہ کی ہر اکرم ان علوم کی اس انداز پر شرح کریں  
جو جزئی واقعات کو ذکر کرنے کے بارگراں کو مستلزم نہ ہو۔

فائدہ اور بالتحقق ان العقائد الم سے شان نزول کے بارے میں ایک  
کتبہ بیان فرمایا کہ یہاں جو نام آیات قرآنیہ پر بلا خلاف صادق و نافذ

ہے۔ اب یہاں سے ان جزئی واقعات کی صحیح پوزیشن آجا کر فرار ہے میں ہر ملحد و  
علیحدہ فتنہ آفات کے ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں، حاصل عبارت یہ ہے کہ ایسے جزئی  
واقعات کی ٹکوتیں ہیں۔

۱) ذر وہ واقعات جن کی طرف آیات کریمہ میں کوئی تصریح یا اشارہ  
نہیں پایا جاتا ہے جیسے وَاَتَّبِعُوا مَا نَزَّلْنَا مِنَ التَّوْحِيدِ صِیغہ میں مطلقاً بیان کے ساتھ  
نہرہ اور شتری کی خرافاتی کہانی یا وَتَحْفِیْ لَی لَسْتُ مَا اَنْتَ مُبْدِیْہُ اَخْفِیْ  
الناس کے ساتھ غلط نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحت زینب کے جائز ہونے  
کا بے بنیاد و فساد۔ یہ تو بے بنیاد کہانیوں کی دو مثالیں ہوتیں۔ آپ کو ایسے نہایت  
بھی مل سکتی ہیں کہ شان نزول کے طور پر ذکر کیا ہوا واقعہ واقعی و نفس الامری ہو  
اور بظاہر آیت سے مربوط بھی ہو لیکن اس کا سبب نزول ہونا اصل اشکال ہو، مثلاً  
ہن الله لا یستجیب ان یضرب حنظلًا ما یعضضہ فَمَا لَیْھِمْ کَا شَہُور

شان نزول یہ ہے کہ جب آیت کریمہ یا ایہا الناس مغرب حنظل فاستمعوا  
لما یُنزل من الذہاب و العنکبوت استہزار اور استعجاب کے طور پر بول پٹنے ما بال العنکبوت  
والذہاب پند کران اور دوسری روایت کے الفاظ پر کیا روایت، حیث ذکر انہ  
الذہاب و العنکبوت فیما انزل من القرآن علی محمد ای شئی یصنع بہذا  
جواب میں آیت کریمہ ان الله لا یتجیہ الا نازل ہوتی جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ  
جب ہمارے تعالیٰ نے مشاہیر کمثل الذی استوقد ناراً کے ذریعہ منافقین  
کی مثال ذکر فرمائی تو منافقین نے اس کی تردید میں کہا تھا انک ارجل واصل من  
ان یضرب ہذا الامثال، جواب میں ارشاد باری ہوا ان الله لا یتجیہ  
والغریب المثل (۱)۔

تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سبب نزول کی حیثیت سے ذکر ہوئے  
والا واقعہ صحیح ہو اور اس کا سبب نزول ہونا بھی صحیح طریق سے ثابت ہو لیکن آیت کی  
تفسیر میں اس کا پندار و دخل نہ ہو۔ مصنف ظام کی نظر میں ایسے واقعات کا تذکرہ بھی



تکلف ہے جس سے احتراز واجب ہے اور پہلے مثلاً انا مرون اناس بالہو  
وتسبون انفسکم کا شان نزول یہ کہ خزینہ میں ایسے واسطے سپردیوں میں ایک شخص  
جدا ہوا ہے مسلمان اقرباء و متفقین کو: بن محمدی مذہب اسلام پر ثابت قدم رہنے کی تلقین  
کرنا تھا تو اس سعادت سے محروم تھا۔ اس کے بارے میں آیت نازل ہوئی انا مرون  
الناس الخ و ثبابت مقول و غیرہ

(۴) وہ واقعات جن کی طرف آیات میں واضح اشارہ موجود ہو تو وہ واقعات  
زمانہ نبوت کے ہوں (غلی صاجہا الصلوۃ والسلام) یا اس سے بھی پہلے کے ہوں۔  
اور اس واضح اشارہ کی وجہ سے آیات کو سمجھنے میں واقعہ کی تفصیل کے بغیر طبیعت  
میں ایسا انتظار و اشتیاق پیدا ہو جائے جو جو واقعہ کی تفصیل و وضاحت کے بغیر ختم نہ ہوتا  
ہو، ایسے مواقع پر واقعہ کی قدر سے تفصیل مزوری اور مفید ہوتی ہے مثلاً اصحاب میل کا  
واقعہ جس کی طرف سورہ بیل میں تصریح ہے اور غزوہ بدر کا واقعہ جس کی پہلے متعدد مقامات پر  
تقریض کی گئی ہے مثال کے طور پر سورہ انفال میں ہے والذین کفروا باللہ احذوا انفسکم انہا لکم  
وکلوا من غیر ذلک الخ و انکم لستون بکفرون لہ غزوہ احزاب و غزوہ خین و غیرہ کی طرف  
سورہ احزاب اور سورہ کوہ میں تقریضات موجود ہیں۔ مقدمہ۔

فلو صرح فشرح "خالی کلام پر سب کو پیشتر آیات کی تشریح جزائی واقعات کی  
تفصیل سے بہ نیاز ہے اور ان کا بیان مختص و تفویض سے خالی نہیں ہوا ہمارا فریضہ  
ہے کہ ہم قرآن کریم کے علوم و بیانات کی شرح و تفسیر میں ایسی راہ سے چلتے ہوئے چلیں جس  
میں قدم قدم پر قصص و واقعات کی بے غما و یا ضعیف البناء نہیں مقرر ہوئی ہوں۔  
تمتع بفضل اللہ و عونه فالتمد اللہ علی ذلک

**فصل** قد وقع فی القرآن الکریم المخاصمۃ مع الفرق  
الاربع الصائۃ الشریکین و النافقین و الیہود و النصارى  
و هذه المخاصمۃ علی قسمین الاول ان تذکر العقید الباطلۃ

مع التخصیص علی شناعتهما وینکروا نکارهما لا غیر والثانی ان  
تقرر شبہاتہم وینکروا حکمہما بالاد لیس البرہانیۃ او الخطابیۃ

## اللغات

شناعۃ: قباحت برائی: المخاصمۃ: وهي لغة الجادله  
والمنادعۃ والمناظرۃ والابصطلاح: هي علمون باصول  
ثبوت بها ضباحت باطلت تتولد في النفوس السفلیۃ۔ یوں کہہ دیجئے کہ حق  
صافقت سے ٹکرائے والے نظریات و خیالات کی تردید و افست کے لئے جو زبان  
بیان طر فاصبت ہے۔ الاولیٰ کے بعد۔ جتنے انماں مذکور ہیں سب بھول اور  
منسوب ہیں۔ لا غیر فقط کے قائم مقام ہے۔

## ترجمہ

قرآن کریم میں پانچ بار کواہ فرستے ہیں دو نصاریٰ اور مشرکین و منافقین کے  
ساتھ عداوت رکھتا ہے اور یہ نبی امتداد و قوموں پر ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ بال  
غیدہ کو اس کی قباحت کی تصریح کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے طر فغیرت  
ظاہر کی جاتی ہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ ان کے شبہات کو ذکر کیا جاتا ہے اور  
اولیٰ بسائی یا فطائی کے ذریعہ ان کا جو اسب کی ذکر کیا جاتا ہے۔

## فائدہ

علوم قرآنی کا جمالی تذکرہ کرتے ہوئے علم الاحکام کو مقدم کیا تھا۔  
جس کی وجہ۔۔ وہی گزربھی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیام  
میں علم الناصحہ کی وجہ تقدیم کیا ہے؟

جواب ہے: علم الاحکام پر تقدیم کا مقصد کام کر چکے ہیں۔ آیات الاحکام کی مستقل  
تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ صرف احکام القرآن کے نام سے تین کتابیں ہندو کے علم میں  
ہیں۔ ایک ابن عربی اندلسی کی۔ دوسری ابو بکر رازی حنفی کی جو فقہا کی کہ مشہور  
ہیں۔ تیسری مفتی محمد شفیع صاحب کی۔ ملا وہ انہیں کتب فقہ کا پورا ذخیرہ بواسطہ  
یالہ واسطہ علم الاحکام کی تفسیر سے اس کے برخلاف علم الناصحہ کی طرف چنواں توجہ نہیں  
کی گئی تھی اس وجہ سے محض علام کو علم الناصحہ کو زیادہ شرح و بسط سے لکھنا تھا۔

ہذا یہ بحث کثیر المباحث ہونے کے ساتھ ہی ساتھ تو چند کچھ بھی زیادہ مختصر ہو گئی گویا  
ضرورت سبب تقدیم بن گئی۔ دائرہ علم۔ دوسری بات، عبارت سے واضح ہو کر ہی صریح  
دو طریقے ہیں۔ **طریقہ اول کی مثال** ارشاد ربانی :-

هُوَ كَذَلِكَ رَفِيعٌ لِّكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ اَوْلَادَهُمْ  
شُرَكَائِهِمْ لِيُكْذِبُوهُمْ وَلِيُطْبِئُوْا عَلَيْهِمْ وَبِهِمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْا  
فَذَلِكُمْ هُوَ مَا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۰ ہے میں میں قتل اولاد کروغیرکشی یا استخوانوں پر اپنی اولاد  
کو بھینٹ چڑھاانے کی رسم کو مشیاطین یا پجاریوں کا اغواء و اضلال قرار دیتے  
ہوتے تباہی کا بیش خمیر بتایا گیا ہے پس۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ کے عقیدہ۔۔۔  
"انبیت عزیم و مسیح" کو و قاتل انہود و عزیم بن اللہ و قاتل النصاری  
المسیح ابن اللہ میں بیان کر دیا پھر ذلک قولہم ربنا فواہم ربنا ہٹوں  
قول الذین کفروا من قبل قاتلہم ربنا اللہ انی یوفون کے ذریعہ پروردگار  
کر دی ہیں۔ تروید مشرکین کے رسم قتل اولاد کی گئی یہود و نصاریٰ کے  
اس مشرکانہ عقیدہ کا کیا گئی۔

**طریقہ دوم** | (ہیں میں ماحل پرستوں کے شیطان شکوک و شبہات کا تذکرہ  
اور پھر ان کا اس انداز سے جواب دیا جاتا ہے کہ عام فہم سادگی  
کے ساتھ ہی ساتھ منطقی منکر و نفروالوں کے لئے بھی درپردہ کہیں دلائل بہانہ  
کی کارفرمائی ہو کہیں نظائیر کی جلوہ سامان۔ اس کی مثال ارشاد ربانی صا الہ  
ابن مریم الارسل قد خلت من قبل الرسل و انہ صلی علیہم السلام  
بالان الطلہ مرانظر کیف نبین (لہم الامایات منہم انظر انی یوفون انہ)  
ہے میں میں نصاریٰ کے عقیدہ انبیت مسیح کی تروید کی گئی ہے۔ پہلے جہل میں حضرت  
مسی علی نبینا و میرا صلوة والسلام کا اہل مقام و مرتبہ بیان فرمایا کہ وہ ایک رسول  
تیبہ میں نہ نہ آیا فرزند نبی خدا و معاذ اللہ۔ چہرہ مرے امتیاز اور  
جو تھے جنوں میں یہ کہ باہمانی و تقدس اور بشریت کی علامتوں کا تذکرہ ہے

کہ یہ مقدس ماں اور مقدس ترین فرزند دونوں بہر حال توانے بشری ہی سے مرکب تھے اور کھانے پینے، عورت کے بطن سے پیدا ہونے، نر و مادہ کے مساوی بشری فردوں میں محتاج ہیں رہے تو کیا ایسے محتاج اور مراد رمند انسان کو خدائی کے مرتبہ میں رکھتے ہوئے تغلیث پرستوں کو شرم نہیں آتی؟ یہ تو عام فہم طرز تفہیم ہے۔ لیکن اصطلاحی و منطقی طریقہ استدلال بھی اس میں مضمر ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی طبرالرحمۃ لکھتے ہیں:-

”احتیاج و افتقار کے اس طویل الذیل سلسلہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم ان کو بہت سست و سہل کے ابطال کو ہنر کی استدلال یوں بیان کر سکتے ہیں۔ ”مربوب و سبوح اکل و شرب کی ضروریات کے مستثنی نہ تھے (ہو مشاہد اور تواتر سے ثابت ہے) اور جو اکل و شرب کے مستثنی نہ ہو وہ دنیا کی کسی چیز کے مستثنی نہیں ہو سکتا ہے پھر تم ہی کہو جو ذات تمام انسانوں کی طرح اپنی بقائیں عالم اسباب کے مستثنی نہ ہو وہ خدا کیونکر بن سکتا ہے؟ یہ دلیل قطعی ہے کیونکہ اس کا مدار ایک مقبول عام اور مقبول بات پر متوجہ ہو رہا نہیں ہو سکتا ہے“ پھر ہے۔ اسی طرح وقالوا لولا انزل علیہ ملائک کے جواب میں ونولا انزلنا سلاک القنصلی الامر شعل لا یخفرون ولو جعلنا ملائکنا الجحلیناہ زحیلا ولکننا علیہم ما ینبسون (۱۰ نام ہے)۔ نیز لوکان فیہما الہۃ الا اللہ لقسمہ تارہا سورۃ غیافہ اور لو اردنا ان شئخذا لہوا لانخذناہ من لدنا ان کنا فاعلیون (۱۱) وغیرہ آیات میں غور کرنے سے قیاس برہانی کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ قند پر۔

اما المشرکون فکانوا یسحقون انفسهم حنفاء وکانوا ینکحون  
التدین بالملة الابراہیمیتہ وانما یقال الحنیف لمن تدین  
بالملة الابراہیمیتہ وانتم شعارہا وشعارہا حج البیت  
الحرام وسبقبالم فی الصلوۃ وغسل الجنابۃ والاختان  
وسائر ذوال الفطرۃ وتحریر لاشہر الحرم وتظیم المسجۃ

الحرار وتحرير المصكرات النسبية والرضا عية والذبح  
في الحلق والنحر في البت والتقرت بالذبح والنحر خصوا  
في ايام الحج ،

## اللغات

حفت : بر وزن شرکار حفت کی جگہ ہے جس کا ادو حفت ہے  
آل ہونا ، بکسو ہونا ، حفت اویان بالہ کو چھوڑ کر دین نئی پرچم  
ہانے والا ، قال الاوسی فی تفسیر قولہ ، قالی ان ابراہیم کان امتنا قاتلہ  
حقیقاً ما تلاعن کل دین باطل الی الدین الحق طبرستان عنہ (رد المحتار ج ۴)  
وفی العرف کل من کان علی دین ابراہیم علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام  
فہو حفت ، فہو وہ جس پر شریعت ابراہیمی یعنی مناسک ، نمان ، غسل ، خات  
اور استقبال کعبہ کے پیر ہوں ، (فتح الرحمن) ، ہذا عوق : ادعا سے دعویٰ  
کرنا ، التذین : باب تفعل کامیاب رہے ، دین و مذہب اختیار کرنا ، شعار وہ  
کچھ جو ہم انسانیت سے بلا واسطہ متصل ہو جیسے بیعت وغیرہ ، اور لفظ شعار کی حکومت  
یا جماعت کی امتیازی نشانیوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے ، یہاں لکھت  
ابراہیمی کی خصوصیات اور اس کے امتیازی اعمال مراد ہیں ، الفطرة : وہ پرانا  
طور طریقہ جسے انبیاء کرام نے اختیار کیا ہو اور ان کی شریعتیں جس پر مشفق ہوں ،  
کمال انسانیت اور موافقت کی کمال ہم آہنگی سے ثابت ہوتا ہے کہ فضائل  
فطرت انسان کے طبی و پیدا نشی احوال و عادات ہیں ، فطرت الفطرۃ بالسنة  
القديمة الی اختیارها الانبیاء و اتفقت علیہا الشرائع فکانہا امر  
جلی خلقوا علیہا ، حسنہ السیوطی ، (مرقاۃ المفاتیح) ،

خفصال فطرت : جو حدیث مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثابت  
ہیں دشمن ہیں ، واڑھی بڑھانا ، موچیں کھڑا ، پانی تھے ناک صاف کرنا ، ناخن  
کاٹنا ، مسواک کرنا ، انگوٹھ کے جوڑوں اور اوپر می صفہ کی صفائی رکھنا ، مثل

کے بال اکھاڑنا، ٹوٹے زیرات مٹانا۔ استنجا کرنا، اور کلی کرنا۔

اللَّبْتُ: بر وزن اللَذَّةِ سینہ سینہ پر مار پڑنے کی جگہ۔ انضوا (فتح ہے) سینہ پر دھار دار چیز سے مارنا۔ اونٹ کو بیڑ بکری کی طرح ڈاکا اور گردن و حلقوم کاٹ کر ذبح نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس کا اگلا پیر باندھ کر نیزہ اور بڑی پھری جیسی چیز سے ضرب کاری کی جاتی ہے جس کی تاب نہ لا کر وہ زمین پر گر پڑتا ہے۔ اسی کو خر کہتے ہیں۔

**ترجمہ** بہر حال مشرکین تو وہ اپنے آپ کو حنیف کہتے تھے اور ملت ابراہیمی کے پیروہوں نے کا دعویٰ کرتے تھے (لیکن پیروی کرتے نہیں تھے) جب کہ حنیف اُسی کو کہا جاتا ہے جو ملت ابراہیمی کو بحقیقت مذہب اختیار کرے اور اس کے مشرک کا التزام کرے اور ملت ابراہیمی کے مشاعر بیت الحرام رضائے کعبہ، کاج کرنا اور غازیوں اس کا استقبال کرنا، غسل جنابت کرنا، نعت کرنا اور تمام فطری عادات، اشتر فرم (مترجم مینوں) کا احترام، مسجد حرام کی تقسیم ہستی اور تمام عورات کو حرام بھنا اور لہام جانوروں کا (اذبح کرنا حلالی میں اور زاونٹ کا بخور کرنا سینہ پر اور ذبح و خمر کے ذریعہ زائے تعالیٰ کا) قرب چاہنا، بالخصوص حج کے ایام میں۔

**فائدہ** یہاں سے مشرکین کے تفصیلی حالات کا آغاز فرمایا ہے، مشرکین کے بارے میں صاحب کتاب نے چند مباحث ذکر کی ہیں۔

(۱) مشرکین کا نام بھناو دعویٰ کہ ہم ابراہیمی و عیسیٰ ہیں۔ ملت ابراہیمی پر ہمارا عقیدہ و عمل ہے۔ (۲) حنیف کا بعد افاق تحقیق کون ہوگا ہیں۔ (۳) اصل ملت ابراہیمی کے شعار اور اعمال و عقائد کیا ہیں، (۴) مشرکین کی ان سے جڑاری اور نفس داری کی پیروی۔ (۵) ملت ابراہیمی کے عقائد و اعمال پر مشرکین کے شبہات کا سبب۔ (۶) مشرکین کہہ کی گمراہیاں اور ان کے جوابات۔

تشریح عبارت :۔ پیش نظر عبارت میں اول الذکر تین بنفیں آگئی ہیں

جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین اگرچہ اپنے آپ کو منقاد اور ابراہیمی کہتے تھے، لیکن حقیقت اس کے خلاف تھی۔ کیونکہ ضعیف یا ملت ابراہیمی کا پیروکار دو ہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو اس کے شائر اور عقائد و اعمال کو اختیار کرے جب کہ امتداد دہانہ اور عرضہ داران سے ملے آ رہی ہے راہ روی نے عام لوگوں کو دین ابراہیمی سے بالکل بے خبر کر رکھا تھا۔ تاہم کے لئے سیرت ابن ہشام کا یہ واقعہ پڑھئے جو زمانہ جاہلیت کی مصیبت عکاسی کرتا ہے۔

ورقہ بن نوفل، عبد اللہ بن جہش، عثمان بن النخیرث اور زید بن عمرو بن نوفل کے بارے میں منقول ہے کہ کسی میلہ یا عید کے موقع پر ان چاروں اشخاص نے سب سے الگ تھلگ ہو کر "خفیہ بیٹنگ" کی جس میں رازداری کا معاہدہ ہوا پھر بت پرستی کی خدم و ادا دیت پر اتفاق کرتے ہوئے قوم کی غدہاں بدعالی پر چڑھ گئے۔ بے اطمینانی کا اظہار کیا گیا اور طے پایا کہ منافقت اور ملت ابراہیمی کی پوری گرم چوڑا کر کے تلاش و توبہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کے علاوہ سارے مذاہب باطل و مملک ہیں۔ ابو القاسم بن ربیعہ الثقفی نے یہ کہنا شروع کیا۔

کلّ دین یوم القیامت عند اللہ + علیہ الادین ابراہیم و نور  
یعنی قیامت کے روز دین ابراہیمی کے سوا سارے ادیان اللہ کے نزدیک باطل ہوں گے اور ایک روایت میں تورات کی جگہ زبور ہے جس کے معنی میں جھوٹ، فریب۔ (من المون ص ۸۷)

ملت ابراہیمی کے شائر زید بن مطلق عبارت میں بیان کرتے جا چکے ہیں۔ جن کی قہر اور عبادت سہارہ گئے اہل تو ان کو درج ذیل عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔

وقد کان فی اصل الملة الوضوء والصلوة والصوم من  
طلوع الفجر الى غروب الشمس والصدقة على اليتامى  
والمساكين والاعانة في نواب الحق وصلة الارحام

مشروعۃً وكان التمدّح بهذه الافعال شائعاً فيما بينهم ولكن جمهور المشركين كانوا يتركونها حتى صارت هذه الافعال كأن لم تكن شيئاً وقد كان تحريم القتل والسرقة والزنا والربا والغصب ايضاً ثابتاً في اصل الملة وكان احكام هذه الاشياء جارياً في الجملۃ وامّا جمهور المشركين فغير تكبونها ويتبعون انفس الامارة فيها.

الوضوء الصلوة سے صفۃ الایمان تک کے پانچ مطوعات کے ساتھ کائن کا اسم ہے اور مشروعۃ اس کی خبر ہے۔

**ترکیب**

نَوَائِبُ النَّاسِ کی جمع ہے حوادث اور مصائب نَوَائِبُ الْحَقِّ کی تفسیر الحوادث الکائنۃ من تقدیر الحق سمجھانے ہے یعنی وہ

**اللغات**

حوادث و واقعات جو ربّ کائنات کی طرف سے کسی کے حق میں مقدر ہوتے ہیں نَوَائِبُ الْحَقِّ کہلاتے ہیں۔ التمدّح باب فعلن کا مصدر ہے قابلِ فخر و ستائش ہونا انکار، مذمت، انہار و نفرت۔

اور اصل ملت میں وضوء نماز اور ظہور صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ اور قیاموں و سکنیوں کو صدقہ دینا، شکلات

**ترجمہ**

میں ادا کرنا اور صومری مشروعۃ تھی، اور ان اعمال کے ذریعہ لائق ستائش ہونا ان لوگوں میں معروف تھا۔ لیکن عام مشرکین نے ان کو چھوڑ رکھا تھا حتیٰ کہ یہ اعمال رحمنہ (ایسے ہو گئے تھے گویا کچھ نہیں تھے اور قتل و چوری زنا و سود اور غصب کی حرمت بھی اصل ملت میں ثابت تھی۔ اور ان اشیاء و اعمال کا محبوب ہونا بھی کسی درجہ میں رائج تھا۔ لیکن عام مشرکین انہیں اختیار کرتے تھے اور اس مسئلہ میں نفسانہ کی پیروی کیا کرتے تھے۔

فائدہ ۱۔ - كانوا يتركونها، کا ترجمہ فعل ماضی سے اس سے کیا کہ



فارسی عبارت، آخر ترک خودہ بود نہ ہے

اس عبارت میں ملت ہلاکی کے اعمال کی تحقیر میں فہرست پیش کرنے کے ساتھ ہی ساتھ دو دعوے بھی کئے گئے ہیں۔ پہلا دعویٰ کہ تمام مسلمانین کی آخر میں بھی شخص تھے اگرچہ کمزیریت ان سے بڑا نہ تھی۔

● **دلیل**۔ امامت مظلوم، قرابت داری، قیامِ شریعت، نبوتِ نواری اور شیعیان کو مظہرِ استنسان دیکھنے کی دلیل، ام المومنین حضرت خدیجہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو فرمودات میں جو ابتداءِ نبوت کے وقت تیرے گریہ پانے سے روکنا کی قتل و دہار کے لئے آپ کی زبان سے نکلے تھے یعنی *هذه والله ابنة ابی ابدان*، *انک فیصل النحر وکنتی المحدث وکنتی اصبحت ولین*، *کنتی وکنتین*، *عن ابی الیاس (سنن ترمذی)* کہ آپ کو اللہ تعالیٰ بھیجے گا کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، ایک بولتے ہیں، میرا بانی کرتے ہیں، دوسروں کے بار بار داشت کرتے ہیں، حق تعالیٰ کی طرف سے آئے ولی آفتون میں لوگوں کی اعدا کرتے ہیں۔

● **قریش** ایم جاہلیت میں یوم عاشورار کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ *کان یوم یسوراء یصومہ قریش فی الجاہلیۃ*، *خبر یہ روزہ کو مکمل سال لگے سمجھنے کی دلیل ہے۔*

● **ملت ہلاکی** میں نفاذ کی مشروعیت متعدد آیات سے ثابت ہے: ۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا "رب اجعل لی مخرجاً للحسنۃ وامن ذلین" ۲۔ حضرت اسماعیلؑ کے بارے میں ارشادِ ربانی "وکان یامر اہل بیتہ بالزکوۃ" ۳۔ حضرت ابراہیمؑ و لوطؑ اور حضرت یعقوبؑ و غیرہ کی مراثی میں کہ جسے قرآن نے کہا "و جعلنا ہم ائمةً یهدون الامم" اور *حیسا انہم یفعلن الخیرات و اقام الصلوٰۃ و اتوا الزکوۃ*۔

● حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

توضاً ثلثاً ثلثاً وقال هذا وضوء ولا ینبأ وقبلی ووضوء ابراهیم علیہ السلام  
یعنی اگرچہ سب سے زیادہ وضو کی شریعت میں ہے (لیکن ہمارے  
مذہب کے لئے کافی ہے) اور دوسری صحیح روایات سے بھی ثابت ہے لہذا ثبت فی الجملہ  
فی قصۃ سارۃ مع العلیلۃ انہا قامت توضاً وفضلتی فی قصۃ جریر الراعی  
انہ قام توضاً (اور جزیہ ۱۳۳۷ء و ۱۳۳۸ء)

**دوسرا دعویٰ** | نقلی احمدی 'زنا' سود اور نصب جیسے جرائم و معاصی  
مشرکین مکہ کی گاہوں میں بھی فیج و میوب تھے۔ اگرچہ  
اکثریت ائمہ امامہ کی پیروی میں ان جرائم میں طوٹ تھی۔

دلیل : زید بن عمرو بن نفیل ابوہالی شاعر ہے :

عجبت من الیاسی محجبات و فی الامت اری عریضاً البصیر  
مجھے حیرت ہے اور شب روز میں بہت سی حیرت انگیز چیزیں ہیں، نہیں رہا باب الخیر خیر بختیاری  
بائے اشد قد اشدی وجالاً کشمیں کان شامہمرا الفجور  
اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر دیا جن کا شغل بدکاری تھا  
عبادک یخطفون وانت ربنا یمدک الصنایا والحنومر

تیرے بندے فطاکار ہیں۔ اور تو میرا پروردگار ہے تیرے ہی قبضہ میں تو میں اور فیصلہ میں

آؤنا واحداً اعرافک رب اذین اذ انفتحت الامور

ایک رب کا عقیدہ رکھوں یا ہزاروں ارباب کا جب اشیاء کی تقسیم ہو۔

نوکت اللات والعزى جميعاً كذلك يفعل الرجل البصیر (مسند ذہبی دار الفکر)  
میں نے لات و عزری سب کو چھوڑ دیا صاحب بصیرت آدمی ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔  
سوائے ابن عادی کا شعر ہے۔

اذا المرء لم یجد من اللوم عرضہ فکل یو اور بدیہ جمیل  
جب انسان کی عادت بخل میں طوٹ نہ ہو تو خرچہ کرے گی وہ اور حد کے بخل مطوم ہوئی  
عہد میں امت احمدی میں دستور کا ثبوت ہے۔

اس شعر سے بطل کی مذمت اور فیاضی کی بدمذمت ظاہر ہوتی ہے۔

وكانت عقيدة اثبات الصانع سبحانه وتعالى وأنة  
هو خالق السموات والأرضين ومدبر الحوادث العظما  
وأنة قادر على إرسال الرسل وجزاء العباد بما يعملون  
وأنة مقدر للحوادث قبل وقوعها وعقيدة أن الملائكة  
عباد الملقون المستحقون للتعظيم أيضا ثابتة فيما بينهم  
وبدل على ذلك أشعارهم وكان قد وقع لجمهور المشركين  
في هذه الحقايد شبهات كثيرة ناشئة من استبعاد هذا  
الأمور وعدم الفتها

**ترجمہ** اور خالق سبحانہ و تعالیٰ کے اثبات کا عقیدہ اور اس کا عقیدہ  
کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا اور جسے بڑے  
حوادث کا نظم کرنے والا ہے اور اس کا عقیدہ کہ وہ پیغمبروں کے بھیجے اور  
بندوں کو ان کے کئے کا بدلہ دینے پر قادر ہے اور اس کا عقیدہ کہ وہ ...  
حوادث کو ان کے وقوع سے پہلے معین کرنے والا ہے اور اس کا عقیدہ بھی کہ  
فرشتے ایسے عقیدہ میں جو تعظیم کے مستحق ہیں۔ ان لوگوں میں ثابت تھا اور ہر ایک اشارہ دلات  
کرتے ہیں اور عام طریقہ کو ان کفار میں بہت سے مشکلات تھ جو ان امور کو مستبعد سمجھتے تھے۔  
ان سے مانوس نہ ہونے کی وجہ سے پسند نہ ہوئے تھے۔

**فائدہ** جہالت میں ملت ابرائیس کے وہ عقائد مذکور ہیں جو مشرکین کے یہاں  
بھی کسی درجہ میں مسلم تھے لیکن عام مشرکین مذہب یزیدی کی وجہ  
سے ان سے بیگانہ تھے یا ان کے بارے میں طرح طرح کے مشکوک و شبہات کی  
وجہ سے ان کو مستبعد سمجھتے تھے۔

ابوالصلت بن رمیہ النقی کے وہ اشعار جو واقعہ خیبر کے بارے میں

کے گئے تھے پیش خدمت ہیں، ان میں آپ کو اثبات صاف اور اس کے مدبر حوادث ہونے کے عقائد بہت صاف نظر آئیں گے۔ اشارہ:

ان آیات و دلائل ثبوتات : لا یصلح فیہن الا الکفور ہمارے رب کی آیات (قدرت ہر طرف) جلوہ گر ہیں ان میں ناسکری کے علاوہ کوئی بھی شک نہیں کرتا ہے۔

خلق الذیل والہار کل : مستبین حسابہ مقدور شب و روز کو اس نے پیدا کیا چنانچہ ہر ایک نیا ہے (اردطووع و غروب) گھاٹا بڑھاؤ میں) اس کا ضابطہ متعین ہے۔

شوحیلوا النہار رب رحیم بصہاء شعاعہا منشور پھر رب کریم دن کو ایسے سورج سے نور کرتا ہے جس کی کرنیں بھری ہوتی ہوتی ہیں (یا جو دنیا پاشش ہوتا ہے)

حبس الغیل باہ منس حتی ظل یحید کانت معفو : میں نے ہاتھیوں کو "منس" میں روک دیا کہ وہ سرین کے بل ایسے گھسٹنے لگے۔ جیسے ان کے پر کاٹ دیئے گئے ہوں۔

نوٹ : منس طائف کے راستہ میں کد کد سے تقریباً تین فرسخ کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ یہ آخری شعر اللہ تعالیٰ کے مدبر حوادث ہونے کا واضح اعلان و اعتراف ہے۔ شعر کے علاوہ آیت کریمہ قل من یرزقکم من السماء والارض اومن بملک السمیع والبصر ومن یخرج الحی من المیت و یمیزج المیت من الحی ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ فقل فلا تنفون، بھی اللہ تعالیٰ کو مدبر حوادث ماننے کی دلیل ہے مشرکین کو بھی اللہ تعالیٰ تھا کہ راہور کلید اور عظیم اشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، (فوائد عثمانی) باقی پانچ عقائد کے سلسلے میں آیات ربانی کی شہادتیں لائے ہوں۔ ولئن سئلہم من خالق السموات والارض لیقولن اللہ قل الحمد للہ

وَلَقَدْ سَخَّرْنَا لَهُم مِّن خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ  
لِيَقُولُوا اللَّهُ أَكْبَرُ - (الحجرات: ۲۰)

امتِ ابراہیمی کے مطابق مشرکین کا جو تھا عقیدہ : اللہ تعالیٰ پیغمبروں  
کی بشت پر قادر ہے ۔ ذیل : (یثرب اور بانی واداء جات تھانہ انہ وفتاوا  
لن لوزن حتی یوفی مثل ما اوتی ربک الله (پ سورہ انعام) - واقسموا  
بالله جہد ایمانہم لیکن یجاء تہم ایتہ لیوم یمن بہا (پ سورہ نعام)

مشرکین میں یوم الجزہ اور ہندوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دینے  
پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملکہ کا بھی ایمان و عقیدہ پایا جاتا تھا۔ اس کی دلیل قرآن  
ابی سلی کی کے اشعار میں جو ہجرت سے گیارہ سال قبل رفات پاؤں کا تھا، شعار:  
فلا تلکمن انک ما فی صدورکم - تیخفی و مہمای کتم انک یلعو

یعنی ہذا تم لوگ اپنے دل کے خیالات و جذبات کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اللہ  
سے ہرگز نہ چھپاؤ اور (یا درکھو) جو چیز بھی چھپائی جاتی ہے اللہ اسے جانتا ہے ۔

یوخر فیوضہ فی کتاب فیدخر - لیوم حساب او یجزل فیخفر  
یعنی اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے تو اس لئے غلام میں محفوظ کر کے یوم الحساب کے لئے  
ذخیرہ کر دیا جاتا ہے یا فوری کارروائی کرتا ہے تو سزا دیتا ہے ۔

وَكَانَ مِنْ صَنَائِعِهِمُ الشُّرُكُ وَالْمُتَشَبِّهُ وَالتَّحْرِيفُ وَالْكَفَارُ  
الْمَعَادُ وَاسْتِعَادُ رِسَالَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُبُوحُ  
الْأَعْمَالِ الْقَبِيحَةِ وَالْمُظَالِمَةِ فِي مَا بَيْنَهُمْ وَاجْتِرَاحُ الرِّسَالِ  
الْفَاسِدَةِ وَانْدِرَاسُ الْعِبَادَاتِ ۔

اور مشرک، تشبیہ، تحریف، کفر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی رسالت کو ہید سمجھنا، آپس میں مظالم اور بد اعمالیوں سے کام

ترجمہ

عموم، غلط رسموں کی ایجاد اور عبادتوں کو مٹانا مسٹرکین کی گراہیوں میں سے تھا۔  
ملت ابراہیمی کے اعمال و عقائد کو چھوڑ کر مسٹرکین جن برائیوں میں  
بتلا ہو گئے تھے اس عبارت میں ان کی ایک اجمالی فہرست پیش  
کر دی گئی ہے۔ آجے ان میں سے ہر ایک کی تفصیل و توضیح پیش کرتے ہوئے

فرمایا۔  
وَالشِّرْكُ اَنْ يَثْبُتَ لغيرِ الله، سبحانه، وتعالى شيئاً  
من صفاته، المختصة به، كالتصريف في العالم، والارادة  
الذی يعبر عنه، بكن فيكون او العلم الذاتي من غير  
التساب بالحواس ودليل العقل والمنام والالهام  
ونحو ذلك او الاجتاد لشفاء المريض او اللعن لشخص  
والسخط عليه حتى يقتدر عليه الرزق او يمرض او يثقی  
لذلك السخط او الرحمة لشخص حتى يبسط له  
الرزق ويصح بدنه ويعد۔

**اللفات**۔ ان یثبت اثبات مصدر سے فعل معروف ہے جس کا فاعل  
مذکور ہے۔ "ای ان یثبت لحد"۔ التصریف، تصرف کرنا، اللہ  
پہر کرنا۔ بالارادة؛ اسباب سے۔ العلم، دانش، جاننا۔ الحواس، الحواس  
کی جمع ہے۔ معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ جیسے ناک کا کان وغیرہ۔ الالهام  
ما یلقی فی الروح بطریق الغیب۔ یا یوں کہو اللہ تعالیٰ کا انسان کے دل  
میں ایسا داعیہ پیدا کرنا جو کسی فعل کے کرنے یا چھوڑنے پر آمادہ کرے۔  
اللحن، فتح سے غیر سے دور و محروم کرنا۔ السخط، جمع سے، غضبناک ہونا  
شدۃ الغضب الموجب للحرمان۔ یقتدر، قادر بن، ہو قدر، تحصیل  
مل میثاق سے رزق میں نفع کرنا۔ یہ مضارع مجہول ہے۔ یثقی، شقاوت

بعضی عمر مان و بہتگی کے معارضہ جہولان ۔ فی بعض النسخہ من استفاد و هو  
من منزلة النسخہ ۔ بعد : صبح سے سہارا ، ایک بہتگی ۔

**ترجمہ** اور شرک یہ ہے کہ کوئی شخص (الشرکاء و الثعالی کے ملزوم  
کے لئے) ان صفات میں سے جو اس کے ساتھ خاص ہیں  
کوئی صفت ثابت کرے مثلاً کائنات میں اس ارادہ کے ذریعہ قہر کرنا جس  
کی قبیر کن ٹیکون سے کی جاتی ہے یا علم ذاتی جو عواس عقل کی رہنمائی بخواب  
الہام وغیرہ کے ذریعہ تعمیل کے بغیر ہوتا ہے یا بیمار کو شفا دینا یا کسی شخص پر رحمت  
کرنا اور اس پر سخت عتابناک ہونا یہاں تک کہ اس کی روزی فک کر دے  
جائے یا بیمار میں مبتلا کر دیا جائے یا بد بخت و محروم گردینا چلے اس کے ارادے  
کی وجہ سے یا کسی پر ہرگز نہ ہونے والی چیز کی رزق کی وسعت پیدا کر دے  
جائے اور اس کا جسم صحت مند و دروہ سعادتمند ہو جائے ۔

**فائدہ** ارادہ سے مراد باری تعالیٰ کی وہ شہوت اور چاہت ہے جو  
شیاء کے وجود کے لئے علت بنتی ہے ۔ اس ارادہ باری کو  
ارادہ کن ٹیکون کہتے ہیں کیونکہ قرآن میں اس کو مذکورہ ”کن ٹیکون“ کے الفاظ  
کے ہوا ہے انما امرہ اذا اراد شیئان یقول لکن فیكون ۔ اذا قضی  
امرا شئہ یقول لکن فیكون ۔

**بادداشت** کن کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ میں مشا را ثیر  
کی تخلیق و ایجاد میں اس دو حریفی لفظ ”کن“ کا سہارا  
یسا ہے اور اس کے بغیر تخلیق پر قادر نہیں جگر مقصد صحت تفسیق و اکون  
کا بیان ہے اور مثبت خاک انسان کو یہ سمجھنا ہے کہ قادر مطلق کی طاقت  
ارادہ ہوتے ہی دشمنی و ارا مقصد ہستی پر آموجود ہوتی ہے گویا بشری قدرت  
عقل کو سمجھانے کے لئے یہ ایک تشبیہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے ۔

حاصل عبارت یہ ہے کہ مذکورہ صفات ارادہ کن کے ذریعہ قدرت

کسی کے حق میں شفا و تندرستی رحمت و کرم فرمائی، کسی کے حق میں رحمت سے دوڑی  
 و مہجوری اور ہائے بخشش کی ادھی و دوائی بند بخش و غیرہ و شر کے تمام نیصطے  
 اور ان کا نفاذ و اجراء صرف ہاری تعالیٰ شانہ کے ساتھ متفق و مخصوص ہیں۔  
 لہذا ان صفات میں سے کسی ایک صفت کو بھی غیر اللہ کے حق میں تسلیم کرنا والا  
 مشرک ہے۔ جس کا اعتقاد ہو کہ بعض ابارہ سے غیر اللہ بھی کچھ کر سکتا ہے وہ مشرک  
 جو شخص شفا و صحت عطا کرنا کسی اور کو مانے وہ مشرک، جو رحمت و نعت کا  
 اعتبار کسی اور کے حق میں سمجھے وہ مشرک،

وَلَمَّا بَيَّنَّ الْمَشْرُكُونَ يَشْرَكُونَ أَحَدًا فِي خَلْقِ الْجَوَاهِرِ  
 تَدْبِيرِ الْأُمُورِ الْعِظَامِ وَلَا يَتَّبِعُونَ لِأَحَدٍ قُدْرَةً عَلَى الْمَنَاءِ  
 إِذَا أَيْزَمَ اللَّهُ سَبْعَانًا وَتَعَالَى إِمْرًا وَأَمْرًا كَانَ أَشْرَ الْأَشْرَاءِ  
 فِي الْأُمُورِ الْعَاصِيَةِ بَعْضُ الْعِبَادِ وَكَانُوا يُظَنُّونَ أَنَّ الْمَلِكَ  
 عَلَى الْأَهْلَاقِ جَلَّ مَجْدُ شَرَفِ بَعْضِ الْعِبَادِ بِخَلْقَةِ الْأَوَائِدِ  
 وَتَوْثُرِ ضَاهِرٍ وَسُخْطِ حَرٍ عَلَى سَائِرِ الْعِبَادِ

**اللغات** الجواہر جو ہر کی جمع ہے۔ وہو کل شیء یقوم بذاتہ و  
 لا یحتاج فی بقاءہ الی الغیر کالجوہر و الشجر و نحوہا  
 جو چیز ذات خود قائم و باقی ہوا پئے ہوا۔۔۔ میں غیر کی محتاج نہ ہوا اس کا  
 بقا بل عرض ہے اسی کا لا یقوم بذاتہ کاللون و العلم، اہم سے  
 حکم اور اس فیصلہ کرنا۔ شرف، تشریف سے فعل ماضی عزت و بزرگی دینا۔  
 خلعت، کپڑا یا جوڑا یا اعزاز کے طور پر پہننے، مراد مرتبہ ہے

**ترجمہ** اور مشرکین جو اہم کو پیدا کرنے اور اہم چیزوں کا انتظام کرنے  
 میں کسی کو مشرک نہیں کرتے تھے اور کسی کے لئے رکاوٹ



ڈالنے کی قدرت کو ثابت کرتے تھے اس صورت میں جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی کام کا اہل فیصلہ کرنے ان کا شرک تو صرف ان چیزوں کے بارے میں تھا جو بعض بندوں کے ساتھ خاص ہوتی ہیں اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ شہنشاہ مطلق جل مجدہ نے بعض بندوں کو خدائی کے مرتبہ سے اعزاز بخشا ہے اور ان (بندوں) کے خوشی و ناخوشی سبھی بندوں کے حق میں اثر انداز ہوتی ہے۔

## فائدہ

الاصور العظام، نفسی ترجمہ بڑی چیزیں، اسی سے وہ غیر شخصی یا اجتماعی امور عامہ مراد ہیں جو آسمان و زمین اور اس کے درمیان صدر سے وابستہ ہیں جیسے خود آسمان و زمین کی تخلیق، بارش زمین میں پودے وغیرہ آگنا، زمین کو قابل کاشت و لائق نشست و برخاست بنانا اسی میں پانی کی حفاظت اور نہروں کا انتظام وغیرہ۔

الاصور الخاصة سے وہ خصوصی شخص یا اجتماعی احوال مراد ہیں جن میں

..... سب برابر درجہ کے شریک نہیں ہیں بلکہ رب رحیم کی حکمتوں کے موافق ان میں تفریق و تفاوت ہے۔ مثلاً ایک بیمار کو خفاہ و سکون دوسرے کی بیماری میں اضافہ کسی کو فقر و قلت میں رکھنا، دوسرے کو اعزاز و توہنجی سے نوازنا، کسی کو فقر کے باوجود عزت و وقار کی بلندی پر فائز کرنا اور کسی کو توہنجی کے باوجود بے حیثیت و بے وقعت بنا دینا۔

قال المصنف "لمن كان من زبد قهر قولهم ان هنالك اشياء

من الغائبات والارواح تدبر اهل الارض فيما دون الاصور العظام  
من اضلاع حال العباد في ما يرجع الى خواصته نفساً و امواله  
واولاده (المجلد ۱۳)

حاصل یہ کہ مشرکین بھی عقیدہ ہی رکھتے تھے کہ جب اللہ جل جلالہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو پھر اس کے نفاذ میں کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی مائل نہیں ہو سکتی اور ساری مخلوق اس کے ارادہ و فیصلہ کے سامنے عاجز محض ہے غافل

فدال لما یومید۔ لیکن اس کے ساتھ ان کا یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو بعض شخصی معاملات کا اختیار سونپ دیتا ہے مثلاً کسی فرد زمین کی محنت مثلاً پھران نامور اختیار یہ ہیں وہ بندے اپنی مرضی سے تعریف کرتے ہیں۔

کما ان ملکاً من الملوک عظیم القدر یوکل عبدہ  
الخصومین الی نواشی المملکۃ و یجبعہم متصرفین فی  
الامور الجزئیۃ الی ان یرسل عن المذک حکم صریح  
فلا یتوجہ الی تدبیر الامور الجزئیۃ و یفوض الیہم امور  
ساتر العباد و یقبل شفاعتہم فی امور من ینحد بہم و  
یتوسل بہم۔

**حل عبارت** | عظیم القدر ملک کی صفت ہے۔ جلیل القدر کی صفت ہے  
نواشی ناجیہ کی جمع ہے اطراف و علاقے۔ امور سے

حوالہ و ضروریات مراد ہیں۔

**ترجمہ** | جیسا کہ بادشاہوں میں سے کوئی عظیم المرتبت بادشاہ اپنے مخصوص  
علاؤں کو سلطنت کے اطراف و جوار میں بھیج دیتا ہے اور  
انہیں جزئی معاملات کا فرمانروا مقرر کر دیتا ہے یہاں تک کہ بادشاہ وقت  
کی طرف سے کوئی مخرج حکم آجائے لہذا جزئی معاملات کے انتظام کی طرف وہ  
خود متوجہ نہیں ہوتا ہے اور تمام عباد و رعایا کے معاملات ان ہی مخصوصین کے حوالہ کر دیتا ہے  
اور ان لوگوں کے معاملات میں جو ان کی خدمت کرتے ہیں اور ان کو واسطہ بناتے ہیں ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔

**فائدہ** | ماقبل کی عبارت میں مشرکین کا جو غلط عقیدہ پیش کیا گیا تھا۔  
اس عبارت میں تمثیلی انداز میں اس کا مستدل پیش کیا جا رہا  
ہے کہ جیسے دنیاوی سلاطین نظام سلطنت چلانے کے لئے اپنے مقررب و مستعد

لوگوں کو حدود و ملکات کے مختلف حصوں کا سکراں بنا کر بھیج دیتے ہیں اور جزئی معاملات میں تصرف کرنے کا کلی اختیار انہیں حاصل ہوتا ہے۔ اعتماد کی وجہ سے ان کی سفارشات قبول کی جاتی ہیں اور ان کے واسطے سے آنے والی درخواستیں قابل سماعت و لائق التفات ہوتی ہیں۔ اسی طرح رب العالمین بھی اپنے مخصوص بندوں کو اختیارات سونپ دیتا ہے جس کی وجہ سے جزئی و شخصی معاملات میں وہ تصرف کی قدرت و اختیار رکھتے ہیں۔ لہذا بارگاہ خداوندی تک پہنچنے کے لئے اسکے ان مقرب بندوں کا واسطہ ضروری ہے تاکہ اس بارگاہ میں محبوبیت حاصل ہو سکے اور خواص کی سفارشات سے اپنی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔

بیجا کر فرمایا :

فَيَقُولُونَ بِوَجوبِ الْمُقَرَّبِ بِعِبَادِ اللَّهِ سُبْحَانَ الْمُخْصَوِّينَ  
الَّذِينَ كُورِبُوا لِيَتَسَرَّلَهُمْ قَبُولُ لِّلْمَلِكِ الْمَطْلُوقِ وَقَبْلُ شَفَاعَتِهِمْ  
لِلْمُقَرَّبِينَ بِهَرْمِي مَجَارِي الْأَمْوَرِ

**ترجمہ** | اسی وجہ سے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ مخصوص بندوں کے ذریعہ قرب خداوندی کی جستجو کے ضروری ہونے کے قائل تھے تاکہ ان کو شہنشاہ مطلق کی محبوبیت حاصل ہو سکے اور ضرورت کے مواقع پر ان کی سفارشات ان لوگوں کے حق میں قبول کی جائیں جو ان (مقربین) کے واسطے سے قرب پا رہتے ہیں۔

ضرورت کے مواقع پر ہمارے امور کا ترجمہ ہے اور لائق ترین ہم  
کے ترجمہ میں صلہ موصول کی رعایت کی گئی ہے۔

**فائدہ**

وَكَانُوا يُجْزَوْنَ بِمَا لَحِظَتْ هَذِهِ الْأَمْوَرُ أَنْ يَسْجُدَ لَهُمْ وَ

یذبح لہم ویجعل بہم ویستعان بہم فی الامور الضروریۃ  
بقدرۃ کن فیکون وکانوا یفعلون من الحجر والصفر وغير  
ذلک صورا یتخذونہا قبلۃ التوجہ الی تلک الارواح حتی  
اعتقد الجہال شیئا فشیئا تلک الصور معبودۃ بذاتہا  
فلنطرق بذلک خلط عظیم،

## اللغات

بجوزون: تجویز سے ہے جائز قرار دینا یا جائز سمجھنا، ملا حظہ

دیکھنا، اشتہار کرنا، مراد رعایت و پاسداری ہے۔ ہذا الامور

سے مشرکین کے مندرجہ بالا تعلیلات و تمویلات مراد ہیں یعنی خصوصی بندوں کو مخصوص  
انتیارات کا ملنا اور ان کی سفارشات کی لازمی منظوری وغیرہ۔ قدرة کن فیکون

سے وہ صلاحیت مراد ہے جس کی موجودگی میں کسی بھی منفی یا مثبت فعل کے لئے مرث  
مشیت و ارادہ ہی کافی ہوتا ہے اسباب و آلات کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہوتی

ہے و بطلانہ، واضحہ فان القادر واحد لا اله الا هو۔ قبلۃ، بہت اور

سمت کو کہتے ہیں یہاں ذریعہ و وسیعہ مراد ہے۔ یفعلون، بھجت بھجت (من)

نحشا۔ تراشنا۔ الصفر، سونا، ذیل۔ وغیر ذلک کا عطف الجرح ہے اسی سے

مراد دوسری وصافیا ہیں جیسے سوہا وغیرہ۔ صورا، جمع صورۃ۔ صورتیاں۔

یفعلون کا مفعول ہے۔ فلنطرق، فاء تعقیب کا ہے اور نطرق باب فاعل ہے

اصلی کا صیغہ ہے یذہب یا یذہب بذلک، اشارہ الیہ اعتقاد و جہان ہے۔

اور جائز کہتے تھے ان امور (خیالات) کی پاسداری میں کہ

ان کو سجدہ کیا جائے اور ان کے لئے رجا اور ذبح کئے

جائیں اور ان کی قسم کھائی جائے اور ضرورت کی چیزوں میں ان سے مدد مانگی

جائے (ان میں) کن فیکون کا زور ہونے کی وجہ سے اور یہ لوگ پتھر پتھر

وغیرہ کی ایسی صورتیں تراش یا کرتے تھے جسے وہ ان ارواح کی طرف متوجہ

ہوئے کا ذریعہ بناتے تھے مٹی کہ جہلا در رفتہ رفتہ ان مورتیوں کو اصل معبود سمجھنے لگے جس کی وجہ سے بہت بڑے اشتباہ نے راستہ پایا۔

مشرکین نے عام سلاطین زمانہ پر قیاس کرتے ہوئے قربِ خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی مخصوصین و مقربین ہی کو

**فائدہ**

سمجھا۔ یہاں سے شرک کی رائج پہلی پڑی۔ پھر کیا تھا مقربین کو مسجد کرنا، ان کے نام پر قربانی، ان سے استدرا و استعانت جیسے وہ تمام امور راجائے ہی نہیں مستحسن و قابلِ ثواب ہوتے۔ جو رضائے الہی کو ذریعہ بنا کرتے تھے اور اپنے مقربین کی وفات کے بعد ان کی روارح کی طرف متوجہ ہونے کے لئے ان کے گھر تیار کئے جانے لگے پھر وہ دن بھی آگئے کہ جہالت کی وجہ سے ان ہی بتان پہ چشم و گوش کو موردِ حقیقی سمجھا جانے لگا۔ گویا وسائل و ذرائع کو مقصود کا مرتبہ مل گیا۔ یا اللعجب۔

والتشبیہ عبارة عن اثبات الصفات البشرية لله تبارك وتعالى وكانوا يقولون ان الملائكة بنات الله وانما يقبل شفاعة عباده وان لم يرض بها كما ان الملوك يفعلون مثل ذلك بالنسبة الى الامراء الكبار وكانوا يقيسون علمه تعالى وسمعهم وبصره الذي يليق بحجاب الالهية على علمهم وسمعهم وابصارهم لقصور اذهانهم فيقعون في القول بالتجسيم والتحيز،

**ترجمہ** اور تشبیہ اللہ تعالیٰ کے حق میں انسانی صفات کو ثابت کرنے کا نام ہے چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہ کہ وہ اپنے بندوں کی سفارش قبول کرتا ہے چاہے اس پر راضی نہ ہو دنیا کہ

سلاطین بڑے مقام کے ساتھ اسی جیسا (معاظریہ سلوک) کرتے ہیں اور دوسری (الشرعہ) کے علم اور اس کے سننے و دیکھنے کو جو بارگاہ الوہیت کے شایان شان ہیں انسانوں کے علم اور ان کے سننے و دیکھنے پر تیار کیا کرتے تھے، اپنے ذہنوں کے ناقص ہونے (یا اپنی کم ہمتیوں) کی وجہ سے اپنا سچا وہ لوگ ہم سے تمیز کی باتوں میں پڑتے تھے۔

**قائدہ** : یہ مشرکین کی دوسری گمراہی کا تذکرہ ہوا ہے۔ صفات بشریہ کی مثال جسم و بشر و لا ہونا، سننے کے لئے کان کا دیکھنے کے لئے آنکھ کا محتاج ہونا وغیرہ۔ ملائکہ کے بنات اللہ ہونے کی تردید قرآن نے بار بار کی ہے۔ مثلاً وخرقوا لبثین وبنات بغیر علیہم سہکائنہ (انعام ۹۶) و یجعلون للہ الہنات سہکائنہ (مائدہ ۱۶) وجعلوا العنکبوت الذین ہم عباد الرحمن اناثا۔ اشدوا وخلقہم ما قول ہذا الاستفہام (للاشکار علی الکفا) خلافت مرصی سفارشات کی قبولیت کے عقیدہ پر کسی قرآن نے ضرب لگائی ہے فرمایا۔ لایسئلون الا من اذن لہ الرحمن (انبیاء ۲۱) جب بلا اجازت اس کشتائی نہیں ہو سکتی ہے تو خلافت مرصی سفارشات کا گذر ہی ناممکن ہے۔ قبولیت کا کیا سوال ہے؟ من ذالذی یشفع عنہ الاباذنہ (انعام ۱۶) یوصی لا ینفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولہ (ملک ۱۶) وغیر ذلک من الایات الكثیرۃ۔

**التجسیم** : اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوقات جیسے جسم، ہمارا عقیدہ ان اللہ تعالیٰ لہ جسم کا جہاں اسی ہو وجود و ابعاد ثلثہ من المثل والعرض والعمق، التحیز، حیز و بفتح الحاء و کسر الیاء الشدۃ، اور حیز البکونہ کیا، کہ معنی ہیں مکان، لہذا، تجرؤ اسی سے باب تفعل کا مصدر ہے جس کا لغوی معنی ممکن فی المكان یعنی کسی مکان و مقام میں محدود ہونا مکان کے احاطہ میں آ جانا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے لئے کسی مکان میں ممکن و جاگزین ہونے کا عقیدہ رکھنا مراد

ہے سو عقیدۂ ان اللہ تعالیٰ متمکن فی مکان بخیث بشذ بعد جسمی  
جسم اخر،

وبیان التحریف ان اولاد اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کانوا علی شریعۃ جدہم الکریم حتی جاء عمرو بن لحن،  
فوضع نہم امینا ما وشرع لہم عبادتہم واخترع لہم  
من بحیرۃ وسابۃ وحامر واستقام بالازلام وما الشیء  
ذلک وقد وقعت ہذا الحادۃ قبل بعثتہ صلی اللہ  
علیہ وسلم بثلاث مائۃ سنۃ تقریباً وکان الجہلۃ یتمسکون  
فی ہذا الباب بانسابہم وکانوا یعدون ذلک من  
الحجج القاطعۃ،

**اللفات** التحریف، تغییر اللفظ دون المعنی تکتفی کتاب التفریقا  
وفی المعجم الوسیط، حُرِفَ الکلام غیروہ وصرطہ عن  
معانیہ۔ الفاظ میں رد و بدل کر دینا یا کلام کو اس کے موقع یا مفہوم سے ہٹا دینا  
جلد ۱، داو۱، جمع اجتہاد، مراد حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔  
استقسام، قسم (من) یعنی بائنا سے مانگوں ہے۔ غیر تقسیم شدہ چیز میں اپنا حصہ معلوم  
کر نے کی کوشش کرنا۔ الازلام، رُکم و ملتئمین کی جمع ہے۔ بے پر کاثر۔ الجہلۃ  
بروزن طلبہ، جاہل کی جمع ہے۔ اشار، شرک کی جمع ہے۔ لشبات، مراد اقوال و  
افعال ہیں۔

**ترجمہ** اور تحریف کی وجہات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ  
والسلام کی اولاد اپنے دادا ہزار گوار کی شریعت پر قائم تھے یہاں  
تک کہ عمرو بن لحن آیا تو اس نے ان کیلئے بہت نصیب کئے۔ اور ان کے لئے بہت پرستی کو

مشروع کیا اور ان کے لئے بیکروا ساتھ احام اور تیروں کے ذریعہ تقسیم حصص اور اس میں چیزیں ایجاد کیں۔ اور یہ حادثہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہشت سے قریب تین سو سال پہلے پیش آیا اور جہلا ربوا سامائل اس سلسلہ میں اپنے آباء و اجداد کے آثار سے استدلال کیا کرتے تھے اور اسے دلائل قطعیہ میں شمار کرتے تھے۔

### فائدہ

قرآن مجید میں بیت الحرام کا دربان تھا اس نے بلاد شام میں سیاحت کی، سرزمین ناب کے علاقہ اردن میں پہونچا۔ جہاں توکا علاقہ آباد تھی۔ تو دیکھا کہ وہاں کے باشندے بت پرستی کرتے ہیں، خوبصورت مورچوں کو پوجتے ہیں۔ اس کی شرکانہ عظمت ان سورتیوں پر درجہ گئی، کیونکہ عرب میں اس وقت تک بے قرآنہ پغروں کی پرستش کا رواج تھا۔ بالآخر اس کے رہائیکہ اور وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ عورتیاں کیسی ہیں؟ بنایا گیا کہ وہ بتا ہیں۔ ہماری حاجت رسالتی کرتے ہیں، ہم بارش کا سوال کرتے ہیں تو یہ پانی برساتے ہیں اور دوسری ضرورتوں میں سہارا دیتے ہیں، اس نے۔۔۔ کہا کیا ان میں سے ایک بت ہیں وہ کہتے ہو؟ سرزمین عرب میں اسے لے جائیں گا وہاں بھی اسکی پرستش ہوگی۔ لوگوں نے ”جی ہاں بت ان کے عواذ کر دیا ہے کہ میں لاکھوں کی رقمیں بھرتا ہوں۔ اس طرح بت پرستی کو فروغ ملا اور اہل عرب اس میں محو ہوئے۔ تبیراً: ہفتہ المباد و کس الحاد علی زینہ حبیبہ۔ اس کا اصل مادہ حجر ہے جس کے معنی ہوں پھاڑنا، چیز نا اچھی طرح ہمارے پیار میں، بھیلے، اسانڈ اور بجرے جھگولان یا کسی دیوتا کے نام پر آزاد چھوڑ دیئے جانے ہیں اور اسی سے کس طرح کی خدمت لینا یا انھیں ذبح کرنا وغیرہ وغیرہ منوع اور پاپ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح دور جاہلیت میں اہل عرب بھی مختلف طریقوں سے جانوروں کو پکڑا اور قواہ کے لئے چھوڑتے تھے جن کے نام بھی مختلف ہو کر آئے تھے یہ بیکروا و سائر وغیرہ اسی قسم کے جانوروں کے نام ہیں جنکی تفسیر میں مشہور اختلاف ہے۔ سعید بن السیب سے بکرو کی تفسیر۔ جلالین میں کواہ



بخاری پر مفعول ہے کہ میں جانور کا وہ وہ جنوں کے نام نذر کر دیا ہانا تھا اور کوئی شخص اسے استعمال نہیں کر سکتا تھا اسے بھڑکھٹے تھے جب کہ ماشیہ جلاہین میں مرقم ہے کہ بھڑکھٹا اس اونٹنی کو کہتے تھے جو باغ بن چکی ہو اور آخری بچہ نہ پیدا ہوا ہو اس کا کان پیر کر آزاد کر دیتے تھے پھر اس کی سواری بھی پاپ اور اس کا زودہ بھی ختم ہو جاتا تھا اسے حق تھا اس گھیت اور چنکاہ میں جا بڑی چرتی، جس گھاٹ چاہی پانی پیتی۔۔۔ سنا سنا۔۔۔ سب سوپ بہن زہب سے نافو ہے۔ ساتھ مصد یا اسم غلط ہے جس کا اسم مفعول رستہ کر او بھڑکی ہوئی، بقول حضرت سعید بن مسیب وہ جانور۔۔۔ جو جنوں کے نام پر بھڑکھٹے جاتے تھے۔ دوسری تشبیہات کے پیش نظر اتنا افسانہ کرنا چاہئے گو وہ جانور، تو کسی صفت کے پوز ہونے اور کسی بیماری سے شفا پانے یا کسی نعرے سے محفوظ ہو جانے کے شکرانہ کے طور پر بھڑکے ہو یا سلسلہ کس مادہ بچے جلنے کی خوشی میں آنا دیکھا گیا ہو۔ حکام، بقول سعید بن مسیب وہ اونٹ جو ایک خاص مدار میں مرتبہ ایک جن کو کر لیتا اسے بھی آزاد کرنے کا رواج تھا اور دوسری تشریح کے مطابق جس اونٹ کا پوتہ سواری کے تابع ہو جاتا وہ بھی حاکم کہلاتا تھا۔ الامتقnam بالاندام، حضرت الامام مولانا سعید احمد صاحب پانپوری زید مجدہ کے بیان کے مطابق، استقسام کی دو صورتیں تھیں، ایک عمومی، عمومی طریقہ معنی شور کی طرف سے اختیار کیا جاتا تھا جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کوئی بھی شخص یا ایک قبیلے میں رکھے ہوئے تین قبروں میں سے ایک تیر نکال کر بھڑکھٹا کرتی، "وہ سے نیرت امانت اور نہائی" "وہ سے نیرت" بھڑکھٹا جاتی تھی جب کہ سادہ اور خالی تیر نکالنے کی صورت میں "قسمت آزمائی" کا اعادہ کیا جاتا تھا۔ اور خصوصی استقسام کا مقصد معنی مشورہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اس سے تو اہم امور کے فیصلے کئے جاتے تھے مثلاً ویت کا مناسبت کون ہو؟ چندہ کی قسم سے خریدنے سے ہونے نہ بلکہ اونٹ میں کس کا اور کتنے حصہ لگایا جائے؟ وغیرہ۔ اس استقسام کی صورت یہ ہوتی تھی کہ "ہن" کے پاس رکے ہوئے سات قبروں میں سے ایک تیر نکال کر اس کے اشارے کے مطابق علمہ راہ کیا

یا انتھا۔ خلاف درزی ہرگز روا نہیں کہیں باقی تھی۔

### فائدہ

خلاصہ یہ نکلا کہ جو ساجیل اصلاً ملت ابراہیمی کے پیرو اور توحید کے خالق تھے لیکن عمرو بن لہی نے ان کو راہ توحید سے ہٹا کر بت پرستی اور بتوں کے نام پر جانوروں کے چھوڑنے وغیرہ کی بری رسموں پر ڈال دیا۔ رفتہ رفتہ توحید کے مفہوم میں یہاں تک تغیر پیدا ہوا کہ مشرک و توحید میں مستفاد صفات یکساں نظر آنے لگیں مشرکین بلا تکلف اور ہر طایفہ مشرک راہ تبلیغ پڑھنے لگے لیک لاشریک لا الا شرعاً هو لا تملکہ ومملکت (انقرضت کوۃ ص ۳۳۶)۔

وقد بین الانبیاء السالفون الحشر والنشر لکن لیس ذلک  
البیان بشرح وبسط مثل ما تضمنہ القرآن العظیم وذلک  
ما کان جمہور المشرکین مطلقین علیہ وکانوا یستبعدونہ

### اللغات

السالفون: گذر جانے والے۔ سلفان (ن) ہے اسم فاعل ہے مراد  
انبیاء کرام ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذرے ہیں۔  
الحشر: جمع کرنا۔ (الہشر پھیلا نا۔

### ترجمہ

اور گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام نے یقیناً حشر و نشر کو بیان فرمایا  
تھا لیکن وہ بیان ایسی تفصیل و وضاحت کے ساتھ نہیں تھا جیسا کہ  
قرآن کریم اسکا حامل ہے اور اسی وجہ سے مشرکین اس سے باخبر نہیں تھے اور اسے مستبعد  
سمجھتے تھے۔

### فائدہ

اس جارت میں مشرکین کی جو تھی گڑبڑ انکار معاذ کا ذکر ہے جس کا  
ذکر قرآن نے بھی بڑے بے ہشہ و فدا کے ساتھ کیا ہے فرمایا و ضروب لنا  
مثلاً ونفی خلقنا قال من یحیی العظام وہی و صبر (پیش)۔ وقالوا ما ہی  
الاحیاء انما الدینا موت و نحیاً و ما یملکنا الا اللہ و ہر (الہامیہ)۔ سورۃ حافات میں

مشرکوں کا قول ہے ائذا امتنا وکنا ترابا وعظما ائنا لمبعوثون سورہ قیامہ ہے ۔ ائذا امتنا وکنا ترابا ذلک رجوع بعید ۔ واقسموا باللہ جہدا یا نہر لا یبعث اللہ من یموت (انقل) وغیرہ لکھتے آیات ۔

وهؤلاء الجماعة وان اعترفوا بنبوۃ سیدنا ابراهیم و سیدنا اسماعیل بل بنبوۃ سیدنا موسیٰ علیہم السلام ایضا لکن كانت الصفات البشریۃ التي هی حجاب لجمال الانبیاء الکامل تشوشه وتشوشا ولم یعرفوا . . . حقیقتہ تدبیر اللہ تعالیٰ عزوجل الذی هو مقتضی بعثۃ الانبیاء فكانوا یستعدون ذلک لما الفوا الممات لما بین الرسول والمرسل فكانوا یورون شبہات واهیت غیر مسموعہ کما قالوا فیہم کیف یحتاجون الی الشراب والطعام وھم انبیاء وھلایرسل اللہ سبحانہ وتعالیٰ الملائکۃ ولم ینزل الوحی علی کل انسان علی حدۃ وعلی هذا الاسلوب

مقتضی ہاں م غافل چاہئے والا ۔ الفوا : برس ) انما موس ہونا ۔ بہت کرنا ۔ و اھیتہ : کمزور ، پھر ۔

ترجمہ اور یہ جماعت اگرچہ معترف تھی سیدنا ابراہیم و سیدنا اسماعیل کی نبوتوں کی بلکہ سیدنا موسیٰ علیہم السلام کی نبوت کی بھی لیکن بشری احوال جو انبیاء کے جمال کامل کے لئے حجاب (پہرہ) ہوتے ہیں انھیں ترور میں ڈال دیتے تھے اور وہ نا آشنا تھے ۔ اس تدبیر خداوندی کی حقیقت (درمصلحت) سے جو پوشش انبیاء کو متقاضی (اور اس کا سبب) ہے اس وجہ سے وہ لوگ اس در رسالت محمدی (کو بعید سمجھتے تھے کیونکہ وہ لوگ پیغمبر اور بھیجنے والے کے درمیان

ممانکت و مشابہت سے مانوس تھے لہذا وہ لوگ بہت سے ناقابلِ سماعت، کمزور شہادت پیش کرتے تھے مثلاً ان (انبیاء) کے پاس سے میں کہتے تھے: وہ لوگ کھانے پینے کے ضرورت مند کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ وہ انبیاء ہیں اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجتا ہے اور ہر انسان پر علاحدہ علاحدہ وحی کیوں نہیں نازل کرتا ہے اور اسی انداز پر (بہت سے مشکلات کیا کرتے تھے)۔

**فائدہ** | اس عبارت میں مشرکین کی پانچویں گڑبازی ”رسالت محمدی کا استبعاد“ اور اس کے اسباب پر ناجالی روشنی ڈالی گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مشرکین انہیں رسالت و نبوت کے قائل تھے اسی وجہ سے حضرت ابراہیم واسحاق ابلکہ اپنے آباء و اجداد سے ہٹ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی نبی و رسول مانتے تھے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر وہ حیرت زدہ تھے جس کے مختلف اسباب میں سے دو سبب یہاں بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ مشرکین کو انبیاء کو عام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے محروم تھے ان کے حالات کا بہت کم خود مشاہدہ بھی ذکر کر سکے تھے۔ اس لئے اس غلط فہمی کا شکار تھے کہ نبی کی شخصیت بشری احوال و صفات سے بلند تھا اور فقر و احتیاج سے محفوظ ہو کر ہے۔ اسی وجہ سے یہ اشکال بھی کیا کرتے تھے: *ما لب هذا الرسول یا کل الطعام ویشی فی الاسواق ولفران*، اسی طرح نبی کی شخصیت کو متاثر و قادر مطلق بھی سمجھتے تھے۔ چنانچہ جبرائیل کی فرمائشیں اسی غلط نظریہ کی بنیاد پر ہوتی تھیں *قالوا ان قومک لاک حتی تفجر لنا من الارض بیوتا* نبوت و رسالت کے لئے نوح انسانی کو منتخب کرنے میں محمد خدائی مصلحت منہی تھی۔ مشرکین کو اس سے بھی بے خبر تھے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی فرمائشیں رکھتے تھے جو اس غلطی و مصلحت سے بالکل منافی ہوتی تھیں۔ کبھی کہتے *لولا انزل علینا العذیبتہ* اور نبی ربنا کبھی کہتے *لولا انزل علیہ صلیک*۔ کبھی کہتے *انزل علیہ الذکر من بیننا*۔ کبھی کہتے *ان نؤمن حتی نوق مثل ما اوقی رسول اللہ*۔

سوال :- انبیاء کی بہشت میں کون سی مصلحت پوشیدہ تھی جس سے سترکین کو آفتاب و پے پڑے ؟

**جواب :-** مثبت ایزدی یہ تھی کہ مخلوق کے سامنے حق و باطل کی راہیں خوب واضح و روشن ہو جائیں اور سادہ ہدایت پر چلنے کا عملی نمونہ بھی سامنے آجائے پھر ہر شخص بلا کسی جبر و اکراہ کے اپنے اختیار و ارادہ سے کسی ایک راہ کا انتخاب کر کے جزا یا سزا کا مستحق ٹھہرے۔ بہشت انبیاء کا یہ ایسا مثالی نظام ہے جس میں ایک طرف انہوں کے لئے ہدایت و بشارت کا سامان ہے تو دوسری طرف انہیں ایک زبان بندی اور ان پر اتمام حجت ہے و ملا مبشرون و منذرین تتلوا لیکن انہما علی اللہ حجتا بعد الوداع (یعنی وہ مصلحت تھی جس کا اتفاق تھا کہ نئی نوع انسانی کی ہدایت و رہبری کے لئے اسی نوع کے افراد کا انتخاب کیا جائے یہ ملک من ملک عن ہینئہ و یحیی من حی عن ہینئہ اور سترکین کو اپنی بہالت کی وجہ سے اسے نہیں سمجھ پارہے تھے ہزار سالات و بشریت کے اجتماع پر حیرانہ تھے۔ واللہ اعلم۔

قولہ و علی هذا الاستلواب ای یوردون الشہات علی هذا الاستلواب مثلاً و قالوا ان نومن لك حتى تغیر لنا من الارض ینبوعا و تنکون لك جنتا من نخیل و عشب فتغیر الانہار و خلایا فنجعلنا (اور فرمادے) و لن نومن لرقیبك حتی تغیر لنا ما کنا بنقروہ (اسراۃ) جس کا مطلب یہ ہے کہ گھاس نے آپ علیٰ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ ہمارے مطلوبہ معجزات میں سے کوئی ایک دکھائیں۔ اس سے ظلال زمین میں کسی مقام پر پانی کا ایک چشمہ جاری فرمادیں۔ مثلاً اپنے لئے اسباب و وسائل کے بغیر بخور اور رگجور کا ایک باغ رونما فرمائیں جس کے پچھلے نہریں رواں ہوں۔ مثلاً ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں جس سے ہلاک کرا دیں۔ مثلاً ہمیں آتش تیار کر دے اور ملائکہ کی آغوش سے زارت کرا دیں۔ مثلاً اپنے لئے سونے کا مکان تعمیر کرا دیں۔ مثلاً آسمان پر جا کر وہاں سے ہمارے لئے نقد فیقا

لائیں۔ چونکہ یہ میوزیم قرآنی مجوزہ اور اس کے پہنچنے کے بعد پیش کیا گیا تھا جب کہ اور  
 بھی بہت سے سببوں کا اظہار مشاہدہ کر چکے تھے۔ اس لئے قرآن نے انہیں رد کر دیا اور  
 اس لئے بھی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سببوں کے معاملہ میں جلسوں اور بے اختیار ہونے  
 ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ مطلوبہ آیات و سببوں کے طور کے بعد میں اگر تکذیب کی جاتی ہے  
 تو مالات بڑے سنگین ہو جاتے ہیں اور مسئلہ الشریعہ ہے کہ ان حالات میں عمومی ہدایت و  
 عذاب امت کو نصیحت و نالہ و ذکر و نسل ہے۔ جبکہ رب کریم جل شادہ کو رسول کریم طہیر  
 الصلوٰۃ والسلام کی امت کو محفوظ رکھنا منظور تھا۔ و انما اظم۔

وان كنت متوقفا في تصوير حال المشركين وعقائد هـ  
 اعمالهم فانظر الى حال العوام والجهلة من اهل الزمان  
 خصوصاً من سكن منهم بطراف دار الاسلام كيف يظنون  
 الولایة وماذا يخيل اليهم منها ومع انهم يعترفون بولایة الانبياء  
 المتقدمين بعدون وجود الانبياء في هذا الزمان من قبيل  
 المحال وينسبون الى القبور والآثار ويرتکون افواحهم من  
 الشراك وكيف تطرق اليهم التشبيه والتعريف في الحديث  
 الصحيح لتبين سنن من كان قبلهم حذ والنعل بالنعل  
 وما من امة من هذه الافات الا وقوم من اهل هذا الزمان  
 واقعون في ارتكابها ومعتقدون مثلها، عاقلان بطلان سمعان من  
 ذلك، رآين

**الافات** متوقفا، توقف یعنی ٹھہرا، تردد کرنا۔ تصویر، منظر کشی کرنا،  
 الآثار اثر کی جیسے، افادات، آستانے، چین و غلامی، انفل پائل  
 وجہ توجہ کے برابر کائنات کا اسم مصدر ہے۔ مطابقت اور برابری، التشبیہ،  
 (بلغ السین) راستہ طریقہ۔ الافات، (الافاذ کی جمع ہے۔ معاصی و حوادث۔ یہاں

من العباد

علی و اعتقادی بے راہ روی مراد ہے۔ ولایت، دوستی اور قرب، دلی کا اسم  
مصدر ہے۔ تشریح غائدہ میں آئے گی۔

**ترجمہ** | اور ہم مشرکین کے حال و مقام اور اعمال کی (اس) منظر کشی کو صحیح  
تسیم کرنے میں اگر مذہب ہو تو عصر حاضر کے عوام و جہلہ بالخصوص  
ان لوگوں کے حال پر نظر ڈالو جو دارالاسلام (دہلی) کے ملاق میں بسے ہوئے ہیں  
(تاکہ تم ہلکاخان ہو جائے کہ) وہ لوگ ولایت کے بارے میں کیسے (غلط) خیالات رکھتے  
ہیں اور ان کو ولایت کے بارے میں کیسے وہم ہوتے ہیں اور اس کے باوجود کہ وہ  
لوگ اویہ متقدمین کی ولایت کا اعتراف کرتے ہیں اس دور میں اولیاء کے وجود  
کو سماں کے قبیل سے شمار کرتے ہیں اور (اسی دہرے) قبروں اور آستانوں پر چڑھتے  
ہیں اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور دیکھو کہ تشبیہ و تمثیل نے ان  
میں کس طرح راہ پال۔ چنانچہ حدیث صحیح میں ہے۔ **المتنبہ** لا کر تم لوگ ان لوگوں کی  
ماہ پر جو تم سے پہلے تھے مژدہ چلو گے جو دے ساتھ جوہ کی برابر کی طرح اور  
ان آفتوں میں سے کوئی آفت نہیں ہے مگر اس دور کی ایک جماعت اس کو اپنانے  
میں مبتلا ہے۔ اس چسے اعتقادات رکھتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں (اور تمہیں) اس سے  
حافیت میں رکھے۔ آمین۔

فائل ۴: اس موقع پر میں باتیں ذہن نشیں کرنے کی ہیں۔

**پہلی بات** | اس عبارت میں مشرکین کے نفس کے طور پر ولی اللہی و دیگر جاہل  
عوام کے گواہ مال پیش کئے گئے ہیں اور قابل کے مکمل اگیا ہے، کہ  
تشبیہ و تمثیل اور انواع و اقسام کے دونوں کے درمیان کس قدر یکسانیت اور  
یکسانیت پال جاتی ہے۔ مثلاً:

۱۔ مشرکین نفس رسالت کے قائل ہو کر بھی اپنے دور کے نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم کی رسالت کے منکر تھے تو جاہل عوام نفس ولایت کے قائل ہو جانے کے  
باوجود اپنے دور کے اولیاء کی ولایتوں کا انکار کرتے تھے۔

(۳) مشرکین بارگاہ خداوندی کے مقرب و مضموم بندوں کو بعض خصوصیات

معاملات میں قادر و مختار مانتے تھے جس کی وجہ سے ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے اور ان کے نام پر ذبح و ذبحہ کو جائز سمجھنے تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کی شبیہ اور صورتوں کو کھانسی اور راح کی طرف متوجہ ہونے کا ذریعہ بنالیا تھا۔ اور ایک عرصہ کے بعد مین صورتوں کی پوجا شروع ہو گئی۔ یہی حال مصنف غلام کے دور میں جاہل عوام کا مشاکرہ اولیاء کرام کو خاص خاص معاملات میں با اختیار مانتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد قبروں کی زیارت کے بہانے سے ان بزرگوں کی ارواح سے رابطہ قائم کرتے رہے اور کچھ دنوں کے بعد وہ دور بھی آگیا جب قبروں کو سجدہ سے ہونے لگے۔ اور ان سے لڑکے لڑکیاں شفا و غنا کی مانگ ہونے لگی۔ مزاروں پر بھرے مرغے اور نذرانے جو اٹھائے جانے لگے۔ سچ لکھا ہے حضرت الامام زید بن علیؑ نے انہوں میں کہ مشرک کی وہ اقسام جو مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں مشرکین کے مشرک سے کہیں بڑھ چکی ہیں۔ کیونکہ مشرکین بڑی مصیبتوں کے وقت خدا سے مدد ہی سے مدد چاہتے تھے اس کو پکارتے تھے فاذا ذکرہ وانی الفلک دعوا اللہ فخلصہن لہ الدین۔ مہم کہ جہلا سامت خوشحال و بد حالی دونوں صورتوں میں مشائخ و اولیاء کو پکارتے اور ان سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔

(۴) خاق میں مخلوق کی صفات کا اعتقاد رکھنا تشبیہ ہے۔ مشرکین کو باری تعالیٰ کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے یہ اعتقاد رکھنے تھے کہ امور عامہ میں خود اللہ تعالیٰ کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں اور امور خاصہ میں اس کے مقربین اپنے اختیار سے تصرف کرتے ہیں تو جاہل عوام نے بھی اللہ تعالیٰ کو امور خاصہ سے بے دخل اور اولیاء کو با اختیار مان لیا۔

(۵) مشرکین دیر میں تحریف کر کے بت پرستی کی لغت میں گرفتار ہو گئے تھے تو جہلا امت تحریف کر کے قرآن پرستی کا خاکار ہو گئے۔ ان مشرک از حقانہ اعمال میں



امت محمدیہ (علیہا صلوٰۃ والسلام) کا ابتلا و چٹان مستفید یا باعثِ حیرت نہیں کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی پیشین گوئی کے مطابق اس امت کا گزشتہ امتوں کی ایک ایک ہوائی میں طوف ہونا یقینی ہے حتیٰ کہ ایک روایت کے مطابق ”گذشتہ امت کے کسی فرد نے اپنی بیوی سے برسرِ راہ کا محبت کی بے حیائی اگر اختیار کی ہوگی تو اس امت میں یہ بے حیائی ہوتی ہے“ اور دوسری روایت کے مطابق ”اگر کسی نے اپنی ماں سے زنا کاری کی لعنت کا طوق پہنا ہوگا تو یہ امت بھی اس کا شکار ہوگی

## دوسری بات

شاہ صاحب کی فارسی عبارت ”وہیکم حدیث صحیح لمتبعی سنن من کان قبلکم“ انہی آفات پنج بیزنیت مگراموند قرعے مرتکب آئندہ معتقد مثل آن کا برعکس ترجمہ فنی الحدیث لائے گیا گیا ہے اس میں یہاں غامبیاں ہیں جن کی تشابہ ہی صاحب السنون الکبیر نے فرمائی ہے۔ رافعی الحدیث غلط ہے وہیکم حدیث ہونا چاہیے تھا۔ ماذوانشل بانثل کما نہ حدیث صحیح میں ہیں اور شاہ صاحب کی عبارت میں اور جس حدیث میں یہ الفاظ منقول ہیں وہ روایت ضعیف ہے اسلئے یہ منافیہ مناسب نہیں۔ سنن و تائیں ان میں واقعات غلط ہے کما ہونا بزرگ فہم دارالاسلام اور ولایت کی تشریح سے متعلق ہے۔

## تیسری بات

دارالاسلام حیدر ظہرت شعائر الاسلام دو ملک جس میں شعائر اسلام زندہ ہوں دارالاسلام ہے و فضائل الاذان توجع الی اندھن شعائر الاسلام و بہ تصویر الدار دار الاسلام، اور فضائل الاذان سے اذان کا شعائر اسلام ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا اذان کا ہونا ملک کے دارالاسلام ہونے کی علامت ہو سکتا ہے۔ والشد ظلم (الحون من الحجۃ ۴۷)

ولایت ایسا کسی یا وہی ملک ہے جس کی وجہ سے معرفت خداوند کی کیا تھ ساتھ انھوں پر مواجہت کی اور معاصی و لذات و شہوات و نبوی میں انہا کے چلنے کی قوت ہوتی ہے۔ والولی ہوا العارف باللہ و صفاتہ بحسب ما یکن الوالظ علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانہال فی

وبالجملة فان الله سبحانه وتعالى برحمته بعثه صلى الله عليه وسلم في العرب وامروا باقامة الملة الخفيفة خاصة في القرآن العظيم وقد وقع التمسك في تلك الملة بمسلماتهم من بقايا الملة الخفيفة لئلا تحقق الالزام .

**ترجمہ** علامہ کلام اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں مبعوث فرمایا اور ملت خفیفی کے قائم کرنے کا آپ کو حکم فرمایا اور ان (عرب باطلوں) سے قرآن کریم کے اندر مباحثہ فرمایا۔ اور اس مباحثہ میں ان کے مسلمات یعنی ملت خفیفی کے باقی ماندہ (اسکام و عقائد) کے ذریعہ استدلال ہوا ہے تاکہ ان پر ہم الزام پوری طرح ثابت ہو جائے۔

**فائدہ** اسلامی عقائد مثلاً کو ثابت کرنے کے لئے مشرکین کے جن مسلمات کو ان کے خلاف استعمال کیا گیا ہے اس کی دو مثالیں نمونہ کے طور پر پیش خدمت ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کا خالق الارض و سما و ہونا مسلم تھا اس سلسلے سے بحث بعد الموت اور تجدید حیات پر متعدد مقامات پر استدلال کیا گیا مثلاً وهو الذی یبدئ الخلق ثم یرعیہ وهو اھون علیہم الارواح الخ الخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس (انور پبلی)

قال الرازی: خزانة هؤلاء القوم يعلمون ان خالق السموات والارض هو الله سبحانه وتعالى ويعلمون بالضرورة ان خلق السموات والارض اكبر من خلق الناس وكان من حقهم ان يقولوا بان القادر على خلق السموات والارض يكون قادراً على اعادة الانسان الذي خلقه، اولاً فهذا البرهمن جلی (مفاتیح ص ۲۳۶) ، اسی طرح ثبات ترمید کے لئے اسی سلسلے سے استدلال

کیا گیا ہے۔ فرمایا اذ لکم رشداً و بحکم لا الہ الا اننا فانی کل شیء فاعبدوا (۱) (انہم)۔  
 (۲) اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام کی بعثت پر قادر ہونا مسلم تھا۔ اس مسئلہ  
 سے استدلال کرتے ہوئے قرآن نے پیغمبروں کی تشریف آوری اور عقیدہ توحید کی  
 پیام رسانی کا بار بار ذکر کیا ہے مثلاً ارشد فرمایا وما لکم من قبلک الا بحال  
 فوجی الیہم انما لای الہ الا انا فاعبدون (۱) (انہم)۔ ملا وہ از ہی سورہ ہود، اور اقرآن  
 رسول یونس وغیرہ بہت سی سورتوں میں یہ استدلال موجود ہے اور سورہ شوریہ  
 تو پوری انبیاء کرام کی دعوت توحید و رسالت سے معمور ہے۔ کذب قوم فوج  
 الیہم یسلین، اذ قال لہم اخرہم روح الا تنفون، انی لکم رسول امین فاتقوا  
 اللہ واطیعوا (۱) (انہم)۔ سورہ یونس میں ہے ولقد ارسلنا نوحاً الی قومہ  
 فقال یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من الہ غیرہ الا تنفون، (۲) (انہم)۔

فجواب الاشراک والاعطال الدلیل ونقص التمسک بتقلید  
 الایاء وثانیاً عدم التساوی بین ہولاء العباد و بینہ تبارک  
 وتعالیٰ واختصاصہ عزوجل باستحقاق الفضل غایۃ التعظیم  
 بخلاف ہولاء العباد وثالثاً بیان اجماع الانبیاء علی ہذا  
 المسئلۃ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ  
 ان لا الہ الا انا فاعبدون، ورابعاً بیان شناعۃ عبادة  
 الاصنام وسقوط الاحجار من مراتب الکمال الانسانیۃ  
 فکیف بمرتبۃ الالوہیۃ و هذا الجواب مسوق لقوم  
 یعتقدون الاصنام معبودین لذاتہم،

ترجمہ  
 تو شرک کا جواب اول دلیل کا مطالبہ اور تقلید آیات کے استدلال  
 کی تردید ہے، اور دوسرے ان (مخصوص) ہندو اور بائبل تعالیٰ

کے درمیان عدم مساوات اور کامل تسلیم کے بلند ترین مرتبہ کے استحقاق میں اللہ تعالیٰ کا منفرد ہونا ہے۔ برخلاف ابن و مخصوص ہندوؤں کے (جن کو خدا نے وحدہ لا شریک کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے) اور میرے اس مسئلہ کو محدود نظام انبیاء کرام کے اجماع و اتفاق کا بیان ہے جیسا کہ ہادی تھانی نے فرمایا (انسان لایا اور نہیں جیسا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں لہذا میری ہی عبارت کرو۔ اور چونکہ تم بت پرستی کی برائی اور انسانی کمالات کے مروجوں سے ان پتھروں کے گرسے ہوئے ہوئے کا بیان ہے تو مرتبہ خداوند کو کیسے پہنچ سکتے ہیں اور جو اب اس قوم کے لئے ذکر کیا گیا ہے جو بتوں کو عبور حقیقی سمجھتے ہیں۔

**فائدہ** | اس موقع پر زمین آئیں ذہن نشین رکھنے کی ہیں ① تمہیں اولاذانیاء و غیرہ کا ذکر کہیں تعداد و شمار کے لئے ہے ترتیب مقصود نہیں کھالا یعنی علی من لہ اذنی ملا ہے ہا سلوب القرآن۔ ② قرآن نے شرک کا جواب دینے کے لئے چار طریقے اختیار کئے ہیں۔ مطالبہ دلیل۔ رد استدلال۔ پروردگار اور بندوں میں سانکت و مساوات کے فقدان اور غایت تسلیم کے استحقاق میں حق کی انفرادیت کا بیان۔ بتوں کی نااہلی اور بت پرستی کی مذمت۔ ہر ایک کی مثالیں پیش خدمت ہیں۔

طلب دلیل کی مثال : سُر اور فی ما ذاخلقوا من الارض۔ ام ہم شرک۔  
 ان السموات ابیونی بکتاب من قبل هذا واثارہ من علمہ ان کنتہم و سابقین،  
 ترجمہ: مجھ کو یہ دکھلاؤ کہ انھوں نے کون سی زمین پیدا کی ہے یا ان کا آسمانوں میں  
 کچھ سا بجا ہے میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا کوئی اور مضمون منقول  
 لا اگر تم کہے ہو۔ سُر : قل ہل عندکم من علم فتنخرجوا لانا لانہ نام ہے، سُر  
 قل ہا تو ابرہہ ان کنتہم و سابقین و اظہر ہے، ام اتخذوا من دینہ آب قن  
 صافوا انوار الانبیاء آیہ ۲۳ :-

رواستدلال کی مثال : اے اذاقیل لہم اتبعوا ما انزل اللہ

قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اباؤنا اولوکنا ابائہم لا یعقلون شیئا ولا یہتدو  
بت : ان تتبعون الا اظہن وان استمر الا تخفصون (۱۱۸۴م ہے)

عدم مساوات کی مثال : اور مقرر سے تشریح :

جو اب شرک میں جو پار طریقے اختیار کئے تھے ہیں ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ قرآن نے حکم و لاعلمی کی رکشتی میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ یہ ہندکان خدا نہیں و جزئی و خصوصاً امور میں سہی) با اختیار بنایا جا رہا ہے اور خدائی کے مرتبے پر ان کو سرفراز ہونے کا عقیدہ اپنایا جا چکا ہے۔ الوہیت کی عظیم صفات کا لڑ سے کوسوں دور ہیں۔ کہاں واجب تعالیٰ شانہ جو ہمہ ہیں ہمدان اور ہمہ توان ہے نہیں کہ مثل شیء ولہ الحمد الاعلیٰ۔ اور کہاں یہ شان ہے ختم و گوش ؟

ایسرکون ما لا یخلق شیئا و ہم یخلفون (۱۱۸۵م)۔ انہ یخلق کن

لا یخلق (۱۱۸۶م)۔

استحقاق تعظیم میں اللہ تعالیٰ کی انفرادیت کی مثالیں :

وہو انذی فی السماء والارض والہم الحکیم العلیم (۱۱۸۷م ہے)۔

ان اللہ خالق الحب والنوی یخرج الحي من الميت (۱۱۸۸م ہے)۔ ہل من خالق غیر اللہ یرزقہم من السماء والارض لا الہ الاہو فانی تو فکرت (۱۱۸۹م ہے)

مسئلہ یہ تو عید پر اجماع انبیاء : تم میں مذکورہ مثال و ما رسلنا من قبلك : دوری مثال : ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا المعاصی (۱۱۹۰م ہے)۔ میری مثال : واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من ذور المرحلین المہتہ بعد وف -

ہت پرستی کی مذہب کی مثال : ومن امن من عوامین دون اللہ من لا یتجیب لہ الی بوجہ القیامۃ و ہر عن دعائہم غافلون (۱۱۹۱م ہے)

یفرک باللہ فکانما خرم من السماء و فتخطفہ الطیر او تہوی بہ الریح

فی مکان سقیم۔ (الحق پ)۔ ومن یشرک بالله فقد منیٰ منہ لا یعدا (نہج)  
 بتوں کی نا اہلی اور کالات انسانیت تک سے دوری و بھڑکی کی مثالیں؛  
 ان یطلبہم الذ باب شیئا لا یستغنون وہ منہ ضعف الطالب والمطلوب (نہج)  
 اہم راہیجیل ہمشون بہا ام لہم راہید یبطشون بہا امر لہم راہین یبصرون  
 بہا امر لہم راہان یسمعون بہا۔ (الاطلاق پ)۔

نوٹ: چونکہ حیاتیات میں کمال کا تحقق مذکورہ اعضاء پر موقوف ہوتا ہے  
 اس لئے ان کا ذکر فرمایا ورنہ مقصود تو یہ بیان کرنا ہے کہ یہ صورتیاں جنس انسان  
 اپنے سے بہتر و برتر مان کر پوجتا ہے انسانی خوبیوں سے بھی کسی قدر دور ہیں۔  
 پھر ان اندھے پرے گونجے جنوں کی عبادت و پرستش سراسر نادانی نہیں تو اور  
 کیا ہے؟ والقصود من ہذا الذیہ بیان ان الانسان افضل واكمل حالاً  
 من الصنم واشتغال الافضل الاكمل بعبادة الاخص الادنیٰ جہنم دلائل  
 (۳) پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مشرکین کا ایک طبقہ بتوں ہی کو مہبود و حقیقی  
 سمجھتا تھا لیکن دوسرا طبقہ اصل معبود ان دیوی و دیوتاؤں کو اپنا خدا جن کی  
 تصویریں اور صورتیاں سامنے ہوتی تھیں۔ یہ لوگ۔ صورتیوں کو محض قبلہ و  
 وسیلہ بنائے تھے اس لئے وہ اپنے کو بت پرست نہیں تسلیم کرتے تھے لہذا بت پرستی  
 کی مذمت اور صورتیوں کی نا اہلی کے ذکر وہ میں صرف ایک ہی طبقہ کی تردید ہے  
 دوسرے طبقہ کی تردید اس میں نہیں ہے۔ اسی وضاحت کے لئے معنیٰ طیارہ  
 نے وہ الذی الجاہل کی تصریح فرمائی ہے۔

سوال: اس دوسرے گروہ کی تردید میں قرآن کا رویہ کیا رہا؟  
 جواب: قرآن نے اس گروہ کی تردید میں دو چیزیں ذکر کی ہیں۔  
 ۱۔ ان لوگوں میں بلا اذن خداوند کی سفارش کی ہمت نہیں ہوگی اور وہ  
 سفارش کرنے میں خدا کی مرضی کے تابع ہوں گے۔ لا یشفعون الا لمن اراد فی  
 (انبیاء)۔ من ذ الذی یشفع عند الہا ذلک الذی (انکر)۔ لا یملکون منہ شیئاً  
 (انعام)

مک : ایس ویس سفارشات کا بارگاہ خداوندی میں اعتبار ہی نہیں ہوگا  
 وابتغوا یوثا لا تجزى نفس عن نفس شيئا ولا يقبل منها شفاعة، (انقرض) یومئذ  
 لا شفيع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضي له قولا (۷۴) - فماتوا  
 شفاعة الشانعين - (درغز) -

وجواب التشبیه اولاً لطلب الدلیل ونقص التمسك بتقليد  
 الاباء وثانياً بیان ضرورت المجانسة بين الوالد والولد و  
 هي مفقودة وثالثاً بیان شناعة اثبات ما هو مكروه و  
 مذموم عند انفسهم لله تبارک وتعالى الربك البنات و  
 لهم البنون وهذا الجواب موقوف لاجل قوم اعتادوا  
 المقدمات المشهورة والمتوهمات الشرعية واكثرهم على  
 هذه الصفة .

ترجمہ | اور تشبیہ کا جواب اولاً دلیل کا مطابقت اور تقلید آباء سے استدلال  
 کی تردید ہے اور ثانیاً والد و مولود کے درمیان مجانست کے  
 لازم ہونے کا بیان ہے جب کہ وہ مجانست ناجید ہے ، اور ثالثاً اللہ تعالیٰ کے  
 لئے ان چیز کے اثبات کی قیامت کا بیان ہے جو ان کے نزدیک ناپسندیدہ و  
 قابل مذمت ہے (جیسا کہ فرمان باری ہے الربک بنات) کیا تیرے پروردگار کے لئے  
 بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ؟ اور یہ جواب ایسی قوم کے لئے مذکور ہے جو  
 مقدمات مشہورہ اور وہی خیالات کی عادی ہیں اور اکثر مشرکین اسی حالت  
 پر تھے ۔

فائدہ | قرآن کریم نے مشرکین کے عقیدہ تشبیہ پر عین طرح ضرب لگائی ۔  
 ① ان کے اس عقیدہ کو دعویٰ بلا دلیل ٹھہراتے ہوئے ان کے

ذلیل کا مطالبہ کیا اصطلاحی البنات علی البنون ما لکم کیف تحکمون افلا  
تذکرون۔ اور لکم سلطان صبیح فأتوا بکتا بکمون کنتم جند قین ،  
و ترجمہ کیا اسی نے بیٹوں کے مقابل میں بیٹیوں کو منتخب کیا ہے تمہیں کیا ہو گیا  
ہے۔ کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تم دھیان نہیں دیتے ہو یا تمہارے پاس کوئی دلیل  
سند ہے۔ قولاً واپسی کتاب اگر تم سچ ہو۔ باطل پرست جہلاء عموماً ایسے مواقع  
پر بلا جواب ہو کر آبار و اجداد کی تقلید و پیروی کا سہارا لیتے ہیں قرآن نے اسے  
بھی رد کر دیا، وینذرا الذین قالوا اتخذنا الله ولدا ما لهم عرہ من عذر  
لا فلا یاترہم۔ یعنی نہ خود ان کے پاس کوئی دلیل ہے نہ ان کے آباء و  
اسلاف کے پاس کوئی سند تھی لہذا ان کی تقلید فریب در فریب۔ اور ناقابل  
اعتبار ہے۔

(۲) عقیدہ تشبیہ پر غریب کاری کا دو سرا طریقہ وہ ہے جسے ہم نے دیا تھا  
جسے بیان کیا ہے بظاہر اس عبارت سے یہ سمجھ جیسا کہ اسے کہ رب العالمین نے قرآن میں  
والد و مولود کے درمیان مماثلت کے ضروری ہونے کو بیان کیا ہے پھر دم بمانت  
کی وجہ سے حشہ ولایت کی نفی کا حکم لگایا ہے لیکن قرآن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے  
کہ حشہ ولایت کی نفی کے لئے دم بمانت کا ذکر اگرچہ مختلف عنوان سے مختلف  
مقام پر کیا گیا ہے، لیکن مماثلت کے ضروری ہونے کی تصریح کسی ایک آیت میں بھی  
نہیں ہے اسلئے یہی کہا جاسکے گا کہ۔ قرآن میں لزوم مماثلت کا بیان مراۃ اگر  
نہیں ہے تاہم عقیدہ ابوت کی تردید کے لئے جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے اس سے  
صاف ظاہر ہوتا ہے کہ والد و مولود کا ہم جنس ہونا قرآن کی نظر میں ضروری ہے  
کیونکہ تردید کے مواقع پر حشہ ابوت کی نفی کی بنیاد ہم ممانت پر رکھی  
گئی ہے۔ ثلاً وقالوا اتخذ الرحمن ولداً ما یجانہ بل عباد مکرہون جسے  
نکڑے کے بعد ہونے کی تصریح بعد و مہود کی جنسوں میں کھلا ہوا تفاوت و تضاد ظاہر  
کرنے کے بجائے ہے۔ وقالوا اتخذ الله ولداً ما یجانہ بل لنا ما فی السموات



والادمن کل لہ قانتون البقوم۔ اس میں بل لہ الارے واضح فرما دیا کہ جینے مانی  
السؤت والارمن مالک الملک کی ملک ہے سب اسی کے بندے ہیں اور وہ ہر  
ایک کا خالق و مالک ہے۔ اس جواب سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ  
و غیر میں خدائی و ہندگی کا رشتہ ہے لہذا ان میں مہانت نہیں اور جب مہانت  
نہیں ہے تو اولت و ولایت کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ وہیں یہ بھی معلوم  
ہو گیا کہ ولایت و ملکیت میں بھی منافات ہے اور پوری کائنات۔ عزیر و غیر  
علیہا السلام سمیت۔ اللہ تعالیٰ کی زیر ملکیت ہے اس وجہ سے بھی "رشتہ نبوت"  
کا ثبوت نامکن ہے۔ اسی طرح سورہ اعراف کی آیت کریمہ و لیسوا لہ کھوا نکد  
میں عدم مہانت کا بیان ہے۔ واللہ اعلم۔ خورشید انور غفرلہ۔

(۴) رد تنبیہ کا تیسرا طریقہ :- اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیوں کی تجویز پر نیکر و مذمت ہے  
کوجب خود اپنے لئے لڑکیاں محبوب اور ملک کا فائدہ سمجھتی جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کیلئے لڑکیوں  
کی تجویز کیوں دیکھی جاتی ہے۔ اکی ایک خال قن میں گزر چکی ہے (مری مثال آیت کریمہ اتخذ  
مما یخلق بنات واصفانہا بالبنین واذا ابشرا احدہم بہما صوب للرجوع  
مفلظن وجہہ مسودا وھو کظیم الرظن ۱۷۴)۔ تیسری مثال ارشاد بانی  
واذا ابشرا احدہم بالانثی ظل وجہہ مسودا وھو کظیم رتوازی من القوم  
من سورہ صافات ۱۷۳)۔

نوٹ :- انتوہات الشجرہ بظاہر مناطہ کی دو اصطلاحوں کا مجموعہ  
اس لئے اور ان دونوں اصطلاحوں کو مستطر سمجھئے۔

قال السید الشریف محمد بن علی العبرجانی: انوہیات فی فہنایا  
کاذبۃ بحکمہا انوہ فی امور غیر محسوسۃ کالحکمریات ماوراء العالم  
فضاء لا یقناہی، والشر فی اصطلاح المنطقیین قیاس مؤلف من  
المتخيلات والغرض منہا انفعال النفس بالترغیب والتنفید کقولہم انحر  
یا قومۃ سیالۃ والسن مرة مہرۃ۔

ان تعریضات کی رکعتی میں متوہیات شرعیہ کی تشریح میں یوں کہا ہوا کہ  
ہے کہ امور عقیدہ سے تعلق رکھنے والی وہ نجائی چیزیں جو وہم کے فیصلے سے وجود  
میں آتے ہیں اور انسانی طبیعتوں میں رغبت یا نفرت پیدا کرتے ہیں متوہیات  
شرعیہ کہلاتے ہیں۔ واللہ اعلم

و جواب التحریف ببیان عدم نقلہ عن النسخۃ الملتی و بیانی  
ان ذلک کلمۃ اختراع وابتداع غیر معصومہ

**ترجمہ** اور تحریف کا جواب قائم دین مذہب سے اس کے منقول نہ ہونے  
کی وضاحت اور اس بات کی تصریح کے ذریعہ ہے کہ جو سب  
غیر معصوم کی من گھڑت اور خود ساختہ ہے۔

**فائدہ** قرآن کریم نے تحریف کے رد میں دو باتیں کہی ہیں ① یہ عرفات  
ملت کے اندر یعنی انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے منقول  
ثابت نہیں، خلا مشرکین نے ملت اہل امی میں جانوروں کی ملت و حرمت سے  
متعلق بہت سی تعریضات کر رکھی تھیں جن کا ذکر سورۃ انفام کے رکوع میں  
میں تفصیل سے موجود ہے۔ رکوع ۱۱ میں ہے، ثلثۃ ازواج من العناتی  
اشیون ومن المعزاشین قل الذکون حرم ام الانشیین اما اشیت  
حنسہ اوحام الانشیین یدکونی بعلات کنسہ وند قین۔ آیت کے خاکشہ  
جز سے اسی بات پر متنبہ کرنا مقصود ہے کہ مذکورہ تحریم صحیح تحریف ہے۔ انبیاء کرام  
علیہم السلام سے منقول نہیں ہے، (۲) فکر فائدہ ظاہر علی ترجمہ بخش الہند (۲)۔

اسی طرح رکوع ۱۱ میں مشرکین کے قول لو شاعرنا شکما انکنا ولا اہلنا  
ونحرمنا من شیء کے جواب میں ارشاد الہی قل هل عندکم من علم فخر  
لنا سے بھی اسی پر متنبہ مقصود ہے کہ جو شرک و تحریم حضرات انبیاء سے منقول نہیں

(۲) غرضیات اور پھر بشرِ ثانی کی طرف انکا اشتباہ من الزار اور اللہ کے احکام سے روگردانی کرنے والوں کی ایجاد و اختراع ہے مثلاً فرمایا مسلجہ اللہ من بحیثیۃ ولا سائبۃ ولا وصیۃ ولا حام وکن الذین کفروا یطعرون علی اللہ الذنب (الانعام) وحرمو ما رزقہم اللہ افتراد علی اللہ (الباقہ)۔

وجواب استبعاد الحشر والنشر والقیاس علی احیاء الارض وما شہد ذلك وتنقیح المناط الذی هو شمول القدرة وامکان الاعادة وثانیاً بیان موافقت اهل الكتب الالهیة فی الاختیار بہ۔

**توضیح المفردات** المناط : تلا یطوئ یفطی ہے اسم ظرف ہے موقوف علیہ۔ یعنی دار و مدار۔ یہی سے مناط الحکم حکم کی علت کو کہا جاتا ہے۔ صحیح، واضح کرنا۔ تنقیح مناط سے مراد بحث بعد الموت کے موقوفہ عموم قدرت اور امکانی اعادہ کو دلائل و نظائری سے معنی کرنا ہے۔ شمول قدرہ یا عموم قدرت کا مطلب ہے امکانات کے ذرہ ذرہ میں ہر قسم کے تصرفات کے اختیار کے ساتھ ایجاد معدوم پر بھی قادر ہونا۔ امکانی اعادہ سے مراد ہے کسی چیز کو اس کی سابقہ حالت پر واپس کرنے کا امکان۔

**ترجمہ** اور مفرود بشر کو مستبعد سمجھنے کا جواب پہلے تو "ایجاد زمین" اور اس کے مشابہ اشیاء پر قیاس کرنا اور مفرود بشر کے موقوف علیہ کو منع کرنا ہے کہ وہ قدرت کا ہرگز ہونا اور اعادہ کا ممکن ہونا ہے۔ اور دوسرے اس مفرود بشر کی فردیت میں (قرآن کا) اہل تشبہ مساوی کے موافق ہونا ہے۔

**حاشیہ ۱ :** بحث بعد الموت کے انکار و استبعاد کے جواب میں قرآن نے دو طریقے اختیار کئے ہیں۔ پہلا قیاسی تنقیح مناط۔ دوسرا کتب سابقہ سے مفرود بشر کا ثبوت۔

قیاس و منہج منطوق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی منہج و منطوق  
انکار و نفی پر پیش فرمائی ہیں جن سے ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ہمد و ثناء کی قدرت کا ثبوت  
ہوتا ہے تو دوسری طرف یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اشیاء میں بگاڑ یا جہمی کے بعد بھی اپنی  
سابقہ حالت پر واپس آنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب قائل ہے  
قدرت کاملہ اور مفعول میں اس کے تصرفات کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو تو  
کوئی بھی فعل یا انفعال نامکن نہیں رہ سکتا ہے۔ اس لئے ایسا زمانہ کو ثابت کرنے  
کے لئے باری تعالیٰ نے چار قسم کے قیاس پیش کئے ہیں۔

قیاس کی پہلی قسم وہ ہے جس میں احوال زمین کے انقلاب و تغیر کو پیش نظر  
دیا گیا قیاس کی اساس قرار دے کر یہ سمجھا یا گیا ہے کہ جس طرح زمینیں خشک و پیرا  
ہو جاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ ہمارے رحمت کے ذریعہ سرسبز کر دیتا ہے اور اسی مردہ  
زمین میں نئی زندگی کی ہر دوڑ پڑتی ہے۔ وہ گل و لالہ لگاتے لگتی ہے اسی طرح  
انسانی کو بھی موت و فنا سے بھٹنا کر کے بھد ایک بار پھر حیات نو کی آغوش  
میں پیوچھا دیا جائے گا۔ ونا ذلك على الشريين۔ اس قیاس کا نام - القیاس على  
احیاء الارض ہے۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ **انك الذی ارسل الرياح فتثير  
سحابا متسفلا الى بلد میت فاحیئناہم الارض بعد موتها کذلک النشور  
و النعیم۔ فالنظر الى اثر رحمتہ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتها ان ذلک  
لمحیی الموق و ممدہ مدم ۵۴ پ ۲۱)۔ وهو الذی یرسل الرياح بشراہم یدی  
رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا متفلا مستفلا لبلد میت فانزلنا بہ الماء  
فاخرجنا بہ من کل الثمرات کذلک نخرج الموق لعنکم تذکرون۔  
(الاحزاب ۵۰)۔ ویحیی الارض بعد موتها کذلک نخرجہم (الم ۱۷)۔**

دیکھ لیجئے ہر آیت میں جث بعد الموت کی نظیر کے طور پر احیاء زمین کا ذکر فرمودہ  
ہے۔ قیاس کی قسم دوم وہ ہے جس میں قیاس کی اساس یا مقبض علیہ آسمان و زمین  
کی تخلیق کو بنایا گیا ہے۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ **اولیس الذی خلق السموات و**

الارض بقادر على ان يخلق مثلهم بل هو الخلاق العليم. (سورہ یونس: ۳۱)  
 اولعبروا ان الله الذي خلق السموات والارض قادر على ان يخلق مثلكم <sup>(الارض)</sup>  
 قیاس کی قسم سوم وہ ہے جس میں "کسی پر زحمت سے آگ پیدا کرنے" کو  
 قیاس کی اصل قرار دیا گیا ہے۔ قل یحییٰ الذی انشاها اول مرة وهو کل خلق  
 علیہ الذی جعل کل من الشجر الاخصی لانا رائتہ ) -

قیاس کی قسم چہارم وہ قیاس ہے جس میں "ابتداء تحقیق" کو بنیاد بنا کر یہ سمجھا  
 گیا ہے کہ جس ذات نے محبت سے محبت کیا اور اس وقت جب تمہارا نام و نشان کیا  
 تصور بھی نہیں تھا تمہیں پردہ عدم سے نکال کر صفحہ وجود پر نمودار کیا گیا وہ تعین سے  
 تباہ ہو جانے کے بعد ایک بار پھر زندگی اور وجود نہیں بخش سکتا ہے ۔  
 آنکھ پیدا کر تھیں کارش بود زندگ دادن ہے دشوارش بود  
 قسم سوم کی مثال کا خط کشیدہ ہے اس قسم چہارم کی ایک مثال ہے ۔ علامہ ابن  
 وهو الذی یبدئ الخلق ثم یمیدہ وهو اھون علیہ (۱) اور کما ہدۃ الکاظم  
 خلق یمیدہ بھی اسی قیاس کی مثالیں ہیں ۔

(نوٹ: پہلی قسم میں مراد مذکور ہے اور بقیہ تین قسموں کی حرج و مرج  
 ذلک میں اشارہ کیا گیا ہے ۔

کتب سادیہ سے مشروٹ نشر کا ثبوت پیش کرنے کی مثالیں ۔ س۱ "ان لم یکن کتابنا  
 فی صحیف موسیٰ و ابراہیم الذی ولی سے صحت ابراہیمی و صحت موسوی کے  
 شخصہ ضامن ہمیش فرمائے اقدانہ میں ارشاد ہوا ۔ وان علیہ النشأۃ الاخری (۲)  
 س۲ : کفار کی اخروی ذبوں حالی اور یونین کی خوشحالی کا تذکرہ کرنے کے بعد  
 فرمایا ان هذا الحق والصحت الا انی صحت ابراہیم و موسیٰ ۔ (۳) -

وجواب استبعاد ارسال الرسل اولآببیان وجودہائی الا  
 المتقدسة وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم و یقول

الَّذِينَ كَفَرُوا السَّيِّئَاتِ مَن لَّا يَلْقَئُ اللَّهَ بِإِلَهِةٍ يُشْرِكُ بِهِ إِنَّ اللَّهَ يَصِفُ السَّيِّئِينَ  
وَمَن عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ فَإِنِ اتَّخَذَ لِنَفْسِهِ إِلَٰهًا مِّدُونًا لِّمَا يَشَاءُ لَأُخَذَ بِرِصَصٍ مِّنْهُ  
وَلَا يَخْلُقُ سِوَا اللَّهِ لَئِن يَدْعُهُمْ إِنَّمَا يَكُونُ مَكَّالًا وَمَا كَانَ لِمَشْرِائِهِمْ  
قُدْرَةُ الْإِلَٰهَةِ

**ترجمہ** اور رسولوں کی بعثت کو بعید سمجھنے کا ایک بواب پہلی امتوں میں رسالت کے پائے جانے کی وضاحت کے ذریعہ ہے اور یہاں سورہ یوسف ۱۰۱ء سورہ قلم ۲۸ء اور سورہ انبیاء ۲۱ء میں ارشاد فرمائی ہے وَاَنَّا لَنُنَزِّلُ الْكِتَابَ لَئِن يَدْعُهُمْ إِنَّمَا يَكُونُ مَكَّالًا وَمَا كَانَ لِمَشْرِائِهِمْ قُدْرَةُ الْإِلَٰهَةِ اور سورہ مدثر میں فرمایا وَيَقُولُ لَمَّا أُوذِيَ كَافًا۔ کہتے ہیں کہ آپ بھیجے جوتے نہیں میں آپ کہہ دیجئے میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ اور میں کے پاس واسطی (کتاب کا علم ہے بطور گواہ کے کافی ہے)۔ اور دوسرے لوگوں نے اس بات کی وضاحت کے ذریعہ استہزاء کو رد کیا ہے کہ اس موقع پر رسالت کی کاتام ہے (جیسا کہ سورہ کہف و فہر میں فرمایا قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا نَذِيرٌ لَّكُمْ وَلَئِن يَدْعُهُمْ إِنَّمَا يَكُونُ مَكَّالًا وَمَا كَانَ لِمَشْرِائِهِمْ قُدْرَةُ الْإِلَٰهَةِ اور یہ کسی بشر کا مرتبہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے لہذا اس یا تو وحی سے یا کسی آؤ سے یا کسی قاصد (فرشتہ) کو بھیجے سورہ وحی پہونچا دے اللہ کے حکم سے جو اللہ کو مشغور ہو۔

**فائدہ** نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کے منکرین کو قرآن نے جو جوابات دیئے ہیں ان میں سے دوسرا عبارت میں مذکور ہیں وہ رسالت و پیغمبری کوئی نئی چیز نہیں ہے اسی کی تاریخ اس سے بنی آشتاد متعارف ہے اور آسمانی مصیغوں کا مظاہرہ کرنے والے اہل علم اس صداقت کے

شاہد ہیں۔ (۲) رسالت و نبوت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے پاس سے سفیر بنا کر بھیجتا ہے جیسے شہنشاہوں یا حکمرانوں کی طرف سے سفراء مبعوث کئے جاتے ہیں بلکہ رسالت کا مطلب "اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی برگزیدہ انسان کے پاس وحی کا بھیجنا ہے اور وحی کی آمد کوئی فیضی معاملہ نہیں بلکہ واقعہ ممکن ہونے کے ساتھ ساتھ ساتھ ہر اس فرد یا قوم کو تسلیم بھی ہے جن کا کسی رسول یا نبی کی ذات پر ایمان ہو۔" پس اگر وحی کی تقسیم و تعریف سے واضح ہو جائے گا۔ لہذا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر حیرت و استعجاب کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

**وحی کے لغوی معنی** | مصنف علامہ نے وحی کی تفسیر کیلئے جو آیت کریمہ پیش کی ہے اس کی تفسیر سے پہلے وحی کے لغوی و شرعی

معنی ذہن نشین کرتے چلیں۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں الوحي الاعلام الخفي للسریم امام رابعؒ کہتے ہیں اصل الوحي الاشارة للسریمیتا۔ دونوں عبارتوں کو سامنے رکھ کر فیصد کیجئے کہ وحی میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ رمز و اشارہ یعنی کئی مسودہ اور تفصیلی چیز کو مختصر پیرایہ میں بیان کر دینا۔ سریت یعنی بہت تھوڑے وقت میں مضمون کی ادائیگی، اختصار یعنی دوسروں سے راز و سری۔ چونکہ ان معجزات میں مذہبی رنگ غالب ہے اسلئے انھوں نے وحی کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ درجہ وحی کے لغوی معنی ہیں اشارہ کرنا، کھنکھانا، حکم کرنا، چیلنا اور جلدی کرنا۔

**تعریف وحی** | وحی اصطلاح الشرع: اعلام اللہ تعالیٰ انبیاء و  
المنہی بکتاب اور بحالۃ او مقام اور الہام اور اشارۃ

یٰٰسٰی اللہ مل مشائخ کا اپنے انبیاء و رسل کو کتاب و رسالت و خواب اور الہام میں سے کسی بھی نہیں واسطہ سے کسی چیز کی خبر پہنچانا وحی ہے۔ یہ ظہری ذرائع محض اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم ہی سے ممبر ہوتے ہیں۔ ان کے اصول میں غفر و مشورہ کسب و جہد یا تجربہ و استدلال کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے بلکہ آیت کریمہ و ما کان للبشر ان یکلمہ اللہ لا وحیاً او من وراء حجاب اور یومئذ رسولنا فیہ وحی ما ذنبنا





وَالشَّاهِدَانِ عَدَمَ ظُهُورِ الْعِجْزَاتِ الَّتِي يَقْتَرِحُونَ بِهَا الْمَصْلَحَةَ  
كَلِمَةً يَقْصُرُ عَنْهَا عَنْ ادْرَاكِهَا وَكَذَلِكَ عَدَمَ مُوَافَقَةِ الْحَقِّ  
لَهُمْ فِي تَعْيِينِ شَخْصٍ يَقْتَرِحُونَ بِنُبُوْتِهِ وَكَذَلِكَ لَمْ  
يَجْعَلِ الرَّسُولُ مَلَكًا وَلَمْ يُؤَخِّجْ إِلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ قَلِيلٌ  
مِنْ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا لِلْمَصْنُوحَةِ الْكَلِمَةِ ۔

### ترجمہ

اور میرے ان معجزات کے رونما نہ ہونے کی وضاحت ہے  
جن کا وہ لوگ مطالبہ کیا کرتے تھے ایسی کئی مصلحت و اہم  
منفعت کی وجہ سے جن کے ادراک سے ان کا علم قاصر ہے اور اسی طرح حق کا  
ان کے موافق نہ ہونا ایسے شخص کی تعین میں جس کی نبوت کا وہ مطالبہ کرتے تھے  
اور اسی طرح فرشتہ کو پیغمبر نہیں بنایا اور نہ لوگوں میں سے ہر ایک کے پاس وہی  
بھی تھی۔ تو ان میں سے کوئی بھی چیز مصلحت عام کے بغیر نہیں ہے۔

### فائدہ

مشترکین مکہ کی طرف سے رسالت محمدی (علیہا الصلوٰۃ والسلام)  
کے انکار اور اس میں تردد کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان کی فرمائشیں  
پوری نہیں ہو پا رہی تھیں اس عبارت میں فاتن علیہ الرحمۃ نے ان میں سے چار مطالبات  
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا ہے کہ حکمت خداوندی کا تقاضا یہی ہے  
کہ تمہاری فرمائشوں سے چشم پوشی کی جائے کیونکہ مطالبات کو پورا کر دینا مصلحت عامہ  
اور عمومی مفاد کے خلاف ہے اگرچہ یہ مصالح و حکم شمار سے ذہنوں کو ایل نہ کریں۔  
پہلا مطالبہ تھا لَوْلَا نَزَلْنَا عَلَيْهَا آيَاتِنَا مِنْ رَبِّهَا (الاعنار) لَوْلَا نَزَلْنَا عَلَيْهَا آيَاتِنَا مِنْ  
رَبِّهَا دِيْنَسَ۔ یعنی ان نشانوں اور معجزات میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اترے جن  
کی وہ فرمائش کیا کرتے تھے کَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تَنْزِلَ  
لَنَا مِنَ السَّمَاءِ بَنُوْنَ عِمَّا وَتَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ  
خِلَالَهَا تَفْجِيْزًا وَتَقَطَّ اَنْسَامُهَا فَتَكُنْ رِعْمًا عَلِيًّا كَيْفَ أَتَانَا بِأَنَاءٍ وَ

الملك قبلاً او يكون لك بيت من زخرف او ثوب في السماء ومن يؤمن  
لوقيت حتى تغزل علينا كتاباً ففرقوه قل سبحان ربي هل كنت الا بشراً  
ومجولاً (جنی اسرائیل)۔ اس مطالبہ کو پورا نہ کرنے کی جو حکمتیں علامہ نے قرآنی آیات  
کی روشنی میں تحریر فرمائی ہیں پیش خدمت میں۔

حکمت ۱۔ معاندین و متحصبین کے لئے۔ "فرمانشی و غیر فرمانشی ہر قسم  
کے معجزات بے سود ہوتے ہیں وان یروا کل آیت الا یؤمنوا بہا الا عذرنا ۲۰۶  
و ما نعذبنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الا دلون ربنا اسئل"۔

حکمت ۲۔ مظلوم معجزات کے ظہور کے بعد "زمان سے گریز" ہلاکت  
برہاد کی کا سبب بنتا ہے جب کہ مشیت الہی اس امت کو عمومی ہلاکت سے محفوظ  
رکھنے کے حق میں ہے۔ و ما کان اللہ لیعذب بہم ولا یت فیہم رافقاں

وقال الرازی ان سنة الله جارية بان عند ظهور الآية العظيمة  
ان الله يرمونوا اجارهم عذاب الاستيعسان

حکمت ۳۔ فرمانشی معجزات کو نہ ظاہر کر کے یہ جتنا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام  
بجميع الفضائل انشر تالی کے ہند سے اور ہر قدم پر اس کے محتاج ہوتے ہیں۔  
"معجزاتی" میں ان کا بس نہیں چلتا ہے۔ و ما کان لرسول ان یاتی بأمر الا اذن  
اللہ۔ و ھو۔

دوسرا مطالبہ تھا ولا نزل ھذا القرآن ھل رجل من القومین عظیم  
۲۰۶ حضرت ۲۰۶ یعنی اگر قرآن کو اتنا ہی تھا تو کہ یا طاغوت کے کسی بڑے سر مار پڑتا  
ہوتا۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو حق میں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تعالیٰ  
نظر یہ حق سے دور حقانیت سے خالی اور مالک الملک کی رضا کے خلاف ہے کیونکہ  
نبوت و رسالت کے لئے جس مخصوص صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی  
وقت کہ وطافت ہی نہیں پورے عالم میں اس صلاحیت کا حامل ایک ہی شخص ہے  
جس کا انتخاب کیا جا چکا۔۔۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسلنا۔ (انم)؛

دوئم یہ کہ نبوت و رسالت کا شرف تو ظاہری جان و مال اور دنیوی سائب

سامان سے کہیں اعلیٰ ہے، جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کی روزی، ان کی تجویز پر نہیں  
تقسیم فرمائی تو پتہ چلی کہ ان کی تجویز پر کیوں عطا کرے۔ اھم یتسمون رحمتا  
ربک نحن جئنا باینہر معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا۔ (الزمر: ۲۰)

تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ ہمارے پاس بحیثیت رسول کسی فرشتہ کو بھیجا جائے۔

و نوحا و اللہ لانزل ملکنا ما سمعنا بهذا فی ابلائنا الاولین: پوچھا طابہ تو کہ فرماؤ انہو  
ہر اہل کے نام و جن بھیج جائے قانونِ نوح میں حتیٰ نوحی مثل ما اوتیٰ رسول اللہ۔

پانچ کے بقول ان دونوں فرشتوں کا جواب بھی پہلی دونوں فرشتوں کے  
جواب جیسا ہے کہ ایسا ہونا مصلحتِ ماسر اور حکمتِ الہیہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہر

بشر میں اس کی اہلیت نہیں ہوتی ہے کہ اس پر وحی آئے یا یہ کہ فرشتہ کی تقلید و ریت  
کا تحمل کر سکے یہ صحیح ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو عام بشر میں یہ اسے تعداد پیدا

فرما دیتا مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہوتا آخر اسے عالم میں کافر و مسلم، ماضی و  
میں کی تقسیم کر کے اپنے قہر و ہر کے کمالات کا اظہار بھی منظور تھا اسلئے اگر وہ

سارے افراد اسی صلاحیت کے پیدا فرما دیتا تو انکار و نافرمانی کا قہر دینا بے مصلحت  
ابود ہو جاتا پھر اس کی اطاعت کے لئے فرشتوں کی مخلوق ہی کہا کہ تھی۔ (تو انہو اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: و انزلنا منکما القضاۃ الامم لعلہ لا یظنرون و لو

جعلناہم ملکا لعلہ لا یجحدوا و لا یسبنا علیہم ما یتلیمون۔ یعنی لاکھ کی

رویت کی اہلیت ان میں نہیں ہے اس لئے اگر فرشتے کو اصلی صورت میں نیچے  
پاس نہ بھیج دیا جائے تو قطعاً تحمل نہیں کر سکیں گے کیونکہ لاکھ کو ان کی اصلی صورت

میں دیکھنے کا ظرف صرف انبیاء علیہم السلام کے پاس ہوتا ہے۔ اور اگر فرشتے کو انسان  
کی صورت میں بھیجا جائے تو لقاء و رویت کا تحمل تو ضرور ہو جائے گا لیکن وہ شکوک و

شہات جو رسولِ بشر کے بارے میں ہیں رسولِ ملک کے بارے میں بھی نہیں جائیں  
گئے۔ واللہ اعلم۔

نوٹ :- عبارت کے چار اجزاء ہیں۔ معجزات کا عدم ظہور، انتخاب نبی میں حق کی عدم موافقت، فرشتہ کو رسول نہ بنانا، اور کبھی شخص پر وحی کا نہ آنا۔ فارسی نسخے صاف بیان ہے کہ یاقن کے قول لمصلحة کلیۃ بقصر علمہ و عن ادیانہ میں جز ثانی کے ملاوہ کسب اجزاء کی حکمت کا بیان ہے لہذا یہ جملہ بالکل آخر میں ہونی چاہئے تھی۔ واللہ اعلم۔

ولما کان اکثر من بعث الیہم مشرکین اثبت هذه المصای  
فی سور کثیرۃ باسالیب متعدده وتاکیدات بلیغۃ ولما  
یتحاش من اعادة قہامرات کثیرۃ نعم حکذا ینبغی ان یکون  
مخاطبۃ الحکیم المطلق بالنسبۃ الی هؤلاء الجہلۃ و  
الکلام فی مقابلۃ هؤلاء السفہاء بہذا التاکید ذلک تقدیر  
العزیز العظیم۔

**ترکیب لغت** | اکثر من بعث الیہم کی طرف مضاف ہے اکان کا اسم ہے  
مشرکین اکان کی خبر ہے۔ ہیئتہ مؤثر۔ لغت نجاشی باب  
تفاعل سے تحاشی دو زربہ بنا۔ پنا۔ الکلام: مخالفت کا معطوف ہے۔

**ترجمہ** | اور چونکہ ان کی اکثریت جن کی طرف آپؐ بعوث ہوئے تھے مشرک  
تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے ان مضامین کو بہت سی صورتوں میں مختلف  
اسانید اور مؤثر تاکیدات کے ساتھ ثابت فرمادیا اور بار بار ان (وہابیوں) کو  
دوبارے سے گریز نہیں فرمایا جنہوں نے اسی طرح حکیم مطلق کی گفتگو ان جاہلوں  
کے بارے میں اور ان بے عقلوں سے ہکلائی اسی تاکید کے ساتھ زدی چاہئے  
اور ویسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ اندازہ قائم کیا ہو اسے زبردست ملامت کا۔  
وہابیہ :- ذلک تقدیر العزیز العظیم سے اشارہ ہے کہ استنباط اس

کی تردید میں قرآن کا اسلوب بیان انتہائی مصلحت آمیز اور حکیمانہ ہے ۔

وكان اليهود قد امنوا بالتوراة وكانت ضلالا لهم تحريفت احكام التوراة تحريفاً لفظياً او معنوياً وكتبنا آياتها و  
الْحَقَّ مَا لَيْسَ مِنْهَا بِهَا افترأ منهم وتساكفوا في اقامته  
احكامها ومباغتة في النقص بمذاهيمهم واستبعاد رسالتنا  
نبينا صلى الله عليه وسلم وسوء الادب والطعن بالنسبة  
اليه صلى الله عليه وسلم بل بالنسبة الى حضرة الحق تبارك  
وتعالى ايضاً وابتلاء هم بالخل والحرص وغير ذلك :

**ترجمہ** اور یہود توریت پر ایمان رکھتے تھے ۔ اور ان کی گڑبازی تھی  
توریت کے احکام میں لفظی و معنوی تحریف کرنا اور اس کے  
آیات کو چھپانا اور اپنی طرف سے مکر کر اس کے ساتھ ایسی چیز کا الحاق کرنا جو اس  
میں سے نہ ہو اور احکام توریت کے نفاذ و اتباع میں سستی و لا پرواہی برتنا اور  
اپنے غمہ ب کے ساتھ تعصب میں شدت اختیار کرنا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کی رسالت کو بعید سمجھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بلکہ حضرت حق جل جلالہ  
کی شان میں بھی گستاخی و لعنہ زنی اور ان کا بخل و حرص ۔ وغیرہ میں مبتلا ہونا ۔

**فائدہ** مشرکین کی گڑبازیوں اور ان کے خلاف قرآنِ مجید کے بعد اب یہودی  
گڑبازیوں اور ان کے جواب کی بحث شروع کی جا رہی ہے ۔ اس بحث  
میں یہودی کی آٹھ گڑبازیوں کی فہرست پیش کی گئی ہے جیسا کہ عبارت پر لکھے خبر شمار  
سے ظاہر ہے یہ ساری گڑبازیاں قرآنِ کریم میں مذکور ہیں ۔ چنانچہ احکام توریت کے اندر  
تحریق کا ذکر متعدد آیات میں ہے مثلاً فبما نفضهم میثاقهم لئلا هم يرجعوا  
قلوبهم قسیر یہ حروف الکلم عن مواضعه و شوا حفظاً ما ذکرناہ ۔  
(البقرہ ۷۷)

حافظ ابن رجب حنبلی نے کیا خوب کلمہ ہے کہ - نقص عہد کے سبب سے اسے  
میں دو باتیں آئیں طعنیت اور تسوٹ قلب (اور ان دونوں کے نتیجے میں تحریف  
کلام اللہ اور عدم انتفاع بالذکر کی برائیوں سے دوچار ہوئے یعنی عہد شکنی کی وجہ سے  
ایک طرف اللہ تعالیٰ کی سنت نے عقل و دماغ کو مسخ کر دیا تو انتہائی بے باکی و بد عقلی  
سے کتب سادیہ کی تحریف پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف قلوب سخت ہو گئے تو قبول  
حق اور یسینوں سے جفا کر ہونے کا مادہ نہ رہا۔ اس طرح علمی و علمی دونوں قسم کی توہمات  
منابع کر بیٹھے۔ سورہ مائدہ ہی کے چھٹے رکوع میں فرمایا یحرفون الکلم عن بعد  
مواضعہا اسی طرح آیت کریمہ اصطعمون ان یوصوا لکم قد کان القرآن ہزء ۱۴  
میں بھی تحریف کا ذکر ہے۔

اور تین آیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ان الذین یکتون ما انزلنا  
من الہدیت والہدئی من بعد ما بینا للناس فی الکتاب اولئک یلعنہم اللہ  
بلعنہم اللعنون (بقراء)۔ الذین یبخلون وبأحرون الناس بالبخل ویکتون  
ما آتاهم اللہ من فضله وانشاء۔ ما آتاهم اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے وہ اوصاف مراد ہیں جو تورات میں مذکور تھے۔ سورہ آل عمران میں اہل کتاب  
کو کہنا ہی حق کے جرم پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا یا اہل الکتاب لعلکم تلحقون الحق  
بالباطل ویکلمون الحق وانشاء تلحقون۔ (ع، آیت ۷۱)۔

توریت میں من مانی اضافہ جسے مانتا نے واثاق الہیں الخ کے ذریعہ بیان  
کیا ہے باری تعالیٰ کے ارشاد وان منہم فرقۃ یلینون السیفہم بالکتاب  
لنحسبہ من الکتاب وما ہو من الکتاب ویقولون ہو من عند اللہ و  
ما ہو من عند اللہ ویقولون علی اللہ الکذاب وہم یعلمون میں مذکور  
ہے۔ احکام تورات کے نفاذ و اتباع میں لاپرواہی کا تذکرہ مندرجہ ذیل آیات  
میں ہے۔

ولوا نہزقا هو الفؤادہ والاخیل اور اگر وہ قائم رکھتے تورات و انجیل کو اور

ملائزل الیہم من رہم لاکلوا اور اس کو جو نازل ہوا ان پر ان کے رب  
من فوقہم ومن تحت ارجلہم دائرہ کی طرف سے تو کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے  
پاؤں کے نیچے سے۔

یعنی ارضی و سماوی برکات سے عروجی اور ذلت و بدعالی سے دوچار ہونے  
کا سبب توریت و انجیل اور قرآن کے احکام سے انحراف ہے۔

۱۲) یقولون ان او تسمع من الخنازم کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے کر نانی اور زری کو کوڑ  
وان لہم توخوہ فاحذر وہ۔ (۱۳) لگاؤ تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم ملے تو بچو رہنا  
توریت کے مطابق صحن منانی و زائید کی سزا دہم ہے جیسا کہ ابن صوریانے آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کا اقرار کیا تھا پھر بھی اس کو قبول کرنے سے انحراف  
کرنا کھلی ہوئی لاپرواہی نہیں تو اور کیا ہے؟

فہی تعصب میں شدت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا وناوان یدخل  
الجنة الامن کان ہودا و نصاری ثلاث اما ینہر قل ہا تو ابراہانکم ان  
کنتم صادقیین (البقرہ) و قالت الیہو لیست النصرانی علی شیء و قالت النصرانی  
لیست الیہود علی شیء (البقرہ)۔ و لن ترمنی عنک الیہود ولا النصرانی یکتفی  
تشیع ملتہم (البقرہ)۔ قالوا الحمد للہ نعم ما فتم اللہ علیکم لیحاجوکم وہ عند  
ربکم تو کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو ان سے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر تاکر جلاویں  
تم کو اس سے تمہارے رب کے آگے۔

مناقصین یہود مسلمانوں کے سامنے توریت اور مذہب یہودی وہ باتیں جن  
سے آپ کا رسول پونا اور دین اسلام کا برحق ہونا ثابت ہوتا تھا بیان کر دیا کرتے تھے  
تو غیر منافق یہودی اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے تھے ہاتھ تو ہم تم کو اپنی  
کتاب کی سند ان کے ہاتھ میں کیوں ایفہ دیکھا میں خبر نہیں کہ مسلمان تمہارے اس  
بیان کو بنیاد بنا کر رب العالمین کی بارگاہ میں تمہارے خلاف الزام قائم کریں گے؟  
ہاں مستعدا متعباد نبوت محمدی کا تو حنی الوسیح کافی غور و فکر کے بعد بندہ قبول

اس پیغمبر پر پہونچا کر عمار، سہو و تونی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل تھے  
 تو ریت نے ان کے سامنے آپ کے اوصاف و نشانات اتنی وضاحت کے ساتھ  
 پیش کر دیئے تھے کہ شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ تھی اَلَّذِیْنَ اٰتٰنَاھُمْ الْکِتٰبَ  
 یَعْرِفُوْنَ مَا کُنَّا بِغَیْرِ حُوقٍ اَبْنَاھُمْ وَاِنْ فَرِیقًا مِّنْھُمْ لَیَکُفُّوْنَ الْخَوَیْ  
 فَہُمْ یَعْلَمُوْنَ (البقرہ)۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرتے  
 تھے اور اپنی خاص مجلسوں میں اس کی پیروی کی تلقین کرتے تھے اگرچہ خود ان  
 کو ایمان کی توفیق نہیں ہوتی تھی۔ اَتَا مَرْءٌ اِنْتَسٰی بِالْاٰیٰتِ وَتَنسَوْنَ اَنۡتُمْ  
 مِنْ اللّٰہِ بَقَاۗءُ لَیْسَ اِیۡہِ اِیۡہِ رَوٰیہِ پر طاقت کی ہے۔ اس عام یہود جنہیں منصوبہ  
 طریقہ پر اصل ملت و شریعت سے علماء یہود نے واقف کر رکھا تھا وہ مختلف وجوہ  
 سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے تھے جسے قرآن کریم نے صراحتاً  
 کہیں نہیں ذکر کیا ہے۔ اَلِیٰ حٰجِلِ اسْتَبَدَّ دِرَسَالَتِہِ کی پیروی جاہل عوام میں تھی۔  
 اور یہ دلیل تھی اس لئے قرآن نے اسے قابل اعتناء و اوقات نہیں سمجھا۔ وَاللّٰہُ اَلَمُّ

یہود کی سابقین گرامی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ جل شانہ کی شان  
 میں گستاخی و طعنہ زنی کا تذکرہ قرآن کی مندرجہ ذیل آیتوں میں ہے۔

۱۔ اِنۡتَہٰی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡتُلُوۡا اَزۡوَاجَہُمۡاَوْ حُلَمٰۤا وَحُلَمٰۤا اَنۡظُرُوۡا اِنۡظُرُنَا تَرٰہُمۡ اِیۡ  
 اٰیۡمَانَ وَاَلُوۡرَ اَعۡمَارَتِ کَبُوۡا اَنۡظُرَا کَبَا کَرُوۡا۔

یہود و یہیہود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے  
 راعنا کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کے ظاہری معنی ہمارے رعایت فرمائیں۔  
 لیکن درحقیقت اس لفظ کے استعمال میں ان کی بد نیتی اور شرارت نفس کا زیادہ دخل  
 ہوتا تھا کیونکہ وہ راع کے معنی کے زیر کو سمجھ کر راعینا کہا کرتے تھے جس کے معنی  
 ہمیں ہمارا چرواہا۔ یا راعنا بمعنی اتحق کی ریت کرتے تھے والیاء باللہ کیونکہ عبرانی  
 زبان میں اس لفظ کے یہی معنی ہیں۔ گنا ذکرہ فی اللہ ہندو متہ اللہ علیہ۔



مِنْ الَّذِينَ هَٰذَا يُخَوِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهَا وَيَقُولُونَ  
 سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا غَيْرَ مُسْمِعٍ وَرَاعَيْنَا لِبُيَا السَّبِيحَتِمْ وَطَلَعْنَا فِي الْبُيْنَ  
 یعنی بعض یہودی ایسے ہیں جو توریت میں تحریف کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی زبان کوئی حکم سنستے ہیں تو کہتے ہیں سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا غَيْرَ مُسْمِعٍ ایسی  
 صوابہ و رسول خدا کو سنا کر تو سمجھتے کہ ہم نے سن لیا قبول کر لیا۔ اور آہستہ آہستہ  
 کہتے عَصَيْنَا ہم نے نافرمانی کی۔ اور اسی کے ساتھ غیر تسبیح بھی کہتے ہیں عَاظِرِی مَعْنٰی  
 ہے آپ کو کوئی بری یا غلام مرتعی بات نہ سننی پڑے لیکن یہود اس کلمہ کو بددعا کے  
 طور پر بولتے تھے کہ تم کچھ نہ سن سکو، بہرے ہو جاؤ۔ ان کلمات کو یہود غلط معنی میں  
 اس انداز سے استعمال کرتے کہ بولے جیسے سنان ان کو ظاہری اور اچھے معانی  
 پر محمول کر لیتے تو یہود دین محمدی پر طعنہ زنی کرتے ہوتے کہتے کہ اگر محمد سچے رسول  
 ہوتے اور ان کا دین سچا ہوتا تو آپ ہماری ہر فریب زبان اور ہماری ہمتوں کو کچھ نہ  
 رَمَا اِنَّ اِلَهَهُ قَبِيْزٌ وَنَحْنُ اَعْبَادُ رَسَاۗءِ ۚ يٰۤاَللّٰهُ عَقْلُوْكَ ذَاۤاَلْاَوْتُوْنِ  
 یہودی کی آغوش گمراہی، بخل و حرص اور دوسرے اخلاق رذیلہ میں مبتلا ہے  
 یہ بھی مختلف آیات میں مذکور ہے مثلاً اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ذٰۤاِ الْاَوْتُوْنِ  
 النَّاسُ قَتَلُوْۤا اٰی نَعْمَ بَعْدَهُمُ رَاطِلٰیۙ ۱۔ الَّذِیْنَ یُتَخَلَّوْنَ وَیَآمُرُوْنَ  
 النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنۡهَیۡمُ الْاَشْعٰیۙ فَعَلٰیۙ (سہ ۱۵)۔ وَیَمْنُکُمْ مِّنۡ  
 اِنَّ تَامَسُۢمُ یَبۡنَیۡ لَا یُوۡدِیۡ ۚ اِنَّکَ الْاَمَّاۤءُ صُنْتَ عَلَیۡہِ قَابِیۡۤاۤءُۙ (سہ ۱۷)  
 علاوہ ازیں قرآن نے ان کی ہر شکلیں کفری بات اللہ اور انبیاء کے قس نامحق اور۔  
 سود خوری و حرام خوری وغیرہ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ قصہ۔

اما التحریف اللفظی فانہم کانوا یزیدون فی ترجمۃ التورۃ  
 وامثالہا لا فی اصل التورۃ ہذا ہوالحق عند الفقیر وھو  
 قول ابن عباسؓ والتحریف المعنوی تاویل فاسد مجمل الایۃ

على غير معناها بتحكم وانحراف عن الصراط المستقيم

## ترجمہ

ہر مال تحریف لفظی، تو لوگ اسے توریت کے ترجمہ وغیرہ میں اختیار کرتے تھے مگر اصل توریت میں، فقیر کے نزدیک یہ حق ہے اور یہی حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے۔ اور تحریف معنوی تفسیر زور سے، (بلا دلیل کے) اور سیدھی راہ سے ہٹ کر آیت کو اس کے مقصود کے برخلاف محول کرتے ہوئے غلط تفسیر کرنا ہے۔

## فائدہ

یہاں سے مذکورہ انواع ضلالت کی تفصیلات و تقریبات و معائنات، اسباب و اسباب اور جواب کی بحث کا آغاز ہے۔ تحریف کی دو قسمیں ہیں۔ لفظی، معنوی۔ تحریف معنوی، مراد حکم کے خلاف کلام کی ایسی غلط تشریح کرنا جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔

تحریف لفظی، کسی کلام کے حروف یا کلمات میں تبدیلی کرنا، جس کی تین صورتیں ہیں۔ افعال میں رد و بدل، افعال میں زیادتی، افعال میں کمی۔ اہل علم الزمرہ نے اپنا نظریہ پیش کیا ہے کہ توریت کے اصل افعال و کلمات میں لفظی تحریف ہرگز نہیں ہوئی ہے۔ ان توریت کے ترجمہ و تفسیر کے اندر یقیناً تحریف ہوئی ہے۔ گو یا ان کے اصناف و اکابر نے جو صحیح ترجمہ و تفسیر نکلی تھی، افعال نے اس میں ترمیم اور حذف و اضافہ کر کے قوم کے سامنے پیش کیا اور توریت کی اصل عبارت جوں کی تو سے باقی و برقرار رہی۔ یہاں دو کشیں بہت اہم ہیں۔

کتاب سادہ میں تحریف لفظی کے وقوع و عدم وقوع کے بحث اول

سلسلے میں تین مذاہب ہیں۔ (۱) تحریف معنوی کی طرح تحریف لفظی بھی خوب کی گئی ہے۔ جیہور علماء اور ابن خزیمہ اندلسی کی یہی رائے ہے۔ (۲) تحریف لفظی ہوئی ہے لیکن قلیل مقدار میں۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اسی طرف ہے۔ (۳) ان کتابوں میں صرف تحریف معنوی کی گئی ہے۔ تحریف لفظی بالکل نہیں ہوئی ہے۔

ان طرز الرحۃ کے عبارت کا یہی مطلب ہے اور ان کے خیال میں ابن عباس بھی اسی فقرہ کے حامل تھے۔

تحقیق یہ ہے کہ آیات قرآنہ اور تاریخی شواہد سے مسلک مسہور کی تائید ہوتی ہے۔۔۔ آیات قرآنہ: يَخْرُجُونَ الْكَلْبَرِ عَنْ خَوَاصِعِهَا، فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ، الْكِتَابَ، بِأَيِّدٍ لَهُمْ يُخْرُجُونَ، هَٰذَا، مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، لِيُخْرَجُوا بِهِم، نُكُتًا، فَلْيَلْزَمُوا الْكَلْبَرِ، بَعْدَ خَوَاصِعِهَا۔

**تاریخی شواہد** | یہود اور توریت کی تاریخ سے واقف حضرات کو معلوم ہے کہ توریت کے تین نسخے ہیں۔ عبرانی، یونانی اور سامری۔ اور ہر نسخہ پر اعتماد و اعتبار کرنے والے فرقے الگ الگ ہیں۔ اور تینوں نسخوں میں اچھا خاصا فرق بھی ہے۔ یہاں وہ ہے کہ ہر فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کی توریت پر محرف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مولانا رحمت اللہ علیؒ قوی قدس سرہ الامریز (متوفی ۱۳۷۱ھ رمضان ۱۲ شوال ۱۲۸۸ھ) نے تحریف لفظی کی تینوں اقسام کی سو سے زائد مثالیں پیش فرمائی ہیں جس میں ۳۵ مثالیں تحریف بالتبديل کی ہیں اور ۵۴ تحریف بالزیادہ کی اور تین تحریف بالتقصیر کی ہیں۔ ہم ہر ایک کی ایک ایک مثال نقل کرتے ہیں۔

تحریف بالتبديل :- حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور طوفان نوحؑ کے درمیان جہاں نسخہ کے اعتبار سے ایک ہزار چھ سو چھپن (۱۶۵۶) سال کا فاصلہ ہے جبکہ یونانی نسخہ میں اس فاصلہ کی مدت دو ہزار دو سو بائیس (۲۲۵۳) سال اور سامری نسخہ میں ایک ہزار تین سو سات (۱۳۰۷) سال لکھی ہے۔ (الطہارۃ ج ۱ ص ۲۹۱)

تحریف بالزیادہ :- سفر صموئیل اول کے باب ششم کی انیسویں آیت ہے اور پروردگار نے بیت الشمس والوں کو ہلاک کر دیا کیونکہ انھوں نے پروردگار کی صندوق کھولی اور اسے دیکھا تو اس نے ان میں سے ہر ایک ہزار سترائسالیوں کو ہلاک کر دیا۔ مفسر توریت آدم کلارک کافی رد و قدح کے بعد لکھتا ہے۔

”غالب گمان ہے کہ عبری متن تحریف ہے یا تو کچھ الفاظ اس میں سے کم ہو گئے ہیں۔

یا "جہاں ہزار" کے الفاظ کا راستہ یا راستہ طور پر مٹا دیا گیا ہے۔ (صفحہ ۳۸۶)۔

**تحریف بالنقصان** ۱۔ سفر خرد در باب ششم کی بیسیویں آیت فولدت لیسہ  
 عارون و موسیٰ ہے جبکہ سامری نسخہ اور یونانی ترجمہ میں "فولدت لیسہ و  
 موسیٰ و عویر و خنحما" ہے۔ خط کشیدہ الفاظ عبرانی نسخہ سے غائب ہیں۔ مفسر  
 آدم کلارک کے بقول بعض جدید نسخہ کے محققین کی رائے میں یہ الفاظ عبرانی متن میں بھی  
 موجود تھے۔ (صفحہ ۲۱) بعد میں کمی ہو گئی جسے تحریف بالنقصان کہا جاتا ہے۔

**علامہ کشمیری کی تنقید** | تحریف لفظی کے انکار کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے  
 محدث کشمیری نے فرمایا ہے۔ بلزم علی هذا۔۔۔

المذهب ان يكون القرآن ايضا محررفا فان التحريف المعنوي غير قليل  
 فيه. مطلب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا محرف ہونا تو مسلم ہے۔ اب اگر تحریف لفظی  
 کا انکار کر دیا جائے تو محرف ہونے کا وار و مدار تحریف معنوی پر ہو گا اور چونکہ  
 خود قرآن مجید میں بھی معنوی تحریفات کی گئی ہیں اس لئے اسے بھی محرف اور غیر محفوظ  
 تسلیم کرنا ہو گا جب کہ اس کی حفاظت کا وعدہ رب العالمین نے خود فرمایا ہے۔  
 إِنَّا نَحْنُ قَرِيبٌ مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَا فِعْلُوْنَ اور تحریفات سے محفوظ رہے گا بھی  
 اعلان خود قرآن میں موجود ہے۔ لَا يَأْتِيهِمُ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ وَلَا مِنْ خَلْفِهِمْ  
 تُثَبِّتُ لَهُمْ قُلُوبَهُمْ عَلَيْهِمْ حَافِظٌ اِس طرح الیہا ذالہ اللہ جل شانہ کی صدا  
 مجروح ہو جائے گی وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ظِلْمًا۔

**بحث دوم** | ماتن نے تحریف لفظی کا انکار کر کے دعویٰ کیا ہے کہ یہی حق ہے اور  
 ابن عباس بھی اسی کے قائل تھے۔ حقایق و مصواب ہونے  
 کا مال تو گذشتہ صفحات میں معلوم ہو چکا ہے لیکن دوسرے جز۔ وہو قول ابن  
 عباس۔ یہی سرگزشت بھی بڑے جتنے چلے۔

**علامہ کشمیری کی رائے** | علامہ کشمیری نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف تحریف  
 لفظی کے انکار کی نسبت کو بعید از قیاس قرار

دیتے ہوئے فرمایا کیف وقد نعى عليهم القرآن انهم كانوا يغيثون بايديهم  
 ثم يقولون هذا من عند الله وما هو من عند الله وهل هذا الا متحرفين  
 لفظی، یعنی جب خود قرآن کی تصریح ہے کہ یہود اپنے ہاتھوں سے لکھ کر تھو من عند اللہ  
 کہہ دیتے تھے تو حضرت ابن عباسؓ بعد ازاں ہر قرآن اس کا انکار کیسے کر سکتا ہے کہ کیا  
 تحریف عقلی اس کے علاوہ کوئی اور شے ہے ؟

### ابن عباسؓ تحریف عقلی کے قائل تھے امام بخاریؒ کی شہادت ۱۔

حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کے زمانہ حیات میں کچھ مسلمان ایسے بھی تھے  
 جو اپنے سوالات اہل کتاب کے سامنے پیش کرتے، اور ان کے جواب و اقوال پڑھا...  
 مجلسوں میں نقل کیا کرتے تھے جب حضرت کو اس کی خبر ملی تو انہیں اس کا اظہار فرمایا۔  
 مسلمانوں کو غیرت و نالی اور فرمایا تمہیں اہل کتاب کے سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے  
 جب کہ تمہارے پاس وہ مقدس کتاب موجود ہے جو تمہارے نبیؐ آخر زمان صلی  
 اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو کر خداوند قدوس کے پاس سے من تادمہ اور جدید ترین  
 معلومات فراہم کر رہی ہے جس کی تم ضرورت کرتے ہو اور تمہیں اہل کتاب کے سامنے  
 سوالات پیش کرنے کی جرأت کیسے ہوتی ہے جبکہ ”فقد صدقہ اللہ ان اهل الكتاب  
 بدلوا ما كتب الله وغيروا بايديهم الكتاب فقالوا هو من عند الله لم يشعروا  
 بدلتا قليلاً“ یعنی اللہ رب العالمین نے بہت واضح نکتوں میں تمہیں بتا دیا ہے  
 کہ اہل کتاب نے فحش طور پر غلط فہمی میں غلطی کر ڈالی ہے اور اللہ کی کتاب کو اپنے  
 ہاتھوں بدل ڈالا ہے اور بڑی ڈھٹائی سے اعلان کر دیا کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے  
 تاکہ اس تحریف کے ذریعہ تھوڑی پونجی یعنی دنیا کے مال و منال حاصل کر سکیں۔  
 (انظر المحون ص ۳۰ و البخاری ص ۲۱۹)

قرآنی آیات تاریخی شواہد اور امام بخاریؒ کی تصریح بالکل واضح  
 کر دیا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تحریف عقلی ہے انکار بے لایا

اہم سوال

اور خلاف عقل ہے۔ لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتن علیہ الرحمہ نے اسے حضرت والا کی مرث کیونکر منسوب کیا؟

**جواب** علامہ آگوستی صاحب روح المعانی نے آیت کریمہ وقد کلام ذوق منہم یسمعون کلام اللہ ثم یخبرونہ من بعدہا عقلوہ وہہ یسمون کی تفسیر میں لکھا ہے۔

یسعون النورۃ ویخبرونہا تاویلہا  
تأویت کو سکر اپنی اغراض کے مطابق اس کی  
ماسد احسب اغراضہم والی ذلک  
ذہب ابن عباس و الجہود علی بن  
تخوفہ تبدیلی کلام من تلقائہ  
اور امام بخاری نور الثرمندہ باب قول اللہ تعالیٰ بل ھو قوآن مجیدی فی  
لوح محفوظ میں رقم طراز ہیں۔

عن ابن عباس ینسخون ذلک  
ولیس احد یزید لہ فلا کتاب  
من کتب اللہ ولکنہم یخبرونہ  
علی غیر تاویلہ  
ابن عباس سے منقول ہے کہ کبر فون کے معنی ہیں،  
یزیدون (زائل کر دیتے ہیں) اور کسی بھی اسلامی کتاب  
کے کسی لفظ کو کوئی زائل نہیں کر سکتا ہے بلکہ لوگ  
اس کی مراد سے ہٹ کر تفسیر بیان کرتے ہیں۔

یہ دو عبارتیں ہیں جن سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ تحریر  
فعلی کے قائل نہیں تھے، لیکن ہے۔ وائشوا تم بالصواب۔ کہ ہم علامہ کو اسے  
جہارتوں کی بنیاد پر معاف ہوا ہو (ذوق کل ذی علم عظیم)

لیکن حق یہ ہے کہ "انکار قرین" کو ابن عباسؓ کا مذہب ثابت کرنے کے  
لئے دونوں عبارتیں ناکافی ہیں کیونکہ پہلی عبارت کا تعلق "مطلق قرین" سے نہیں  
بلکہ ایک خاص واقعہ سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں براہ راست  
اللہ تعالیٰ کا کلام سناؤ۔ تو ہم ایمان لائیں گے، حضرت موسیٰ علی بنینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

ان میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کر کے کوہ طور پر لے گئے وہاں پہنچ کر انھوں نے اپنے کافروں سے کلام الہی کو سنا تو کہنے لگے لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ خُفِّ نَوَى اللّٰهِ جَبْرُوتِ یعنی کلام سن کر نہیں تسلیم کرو گے کچھ کراہان بول کریں گے۔ غضبِ خداوندی کو جوش آیا اور ان پر ستر رجز اور مصافحہ کا عذاب نازل ہوا جس کے قیام میں وہ مرد یا نیم مرد ہو گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ ہولناک کیفیت ختم ہوئی تو اپنی قوم میں اپس آئے اور اللہ تعالیٰ کا جو کلام ان کے کانوں نے سنا تھا قوم کے سامنے پیش کیا اور ان پر اپنی طرف سے دوحوں کا اضافہ کر دیا ان استطعتن ان قتلوه و هذا الاشارة فافعلوا وان شئتم فلا تفعلوا ہو سکے تو ان احکام پر عمل کر لینا ورنہ چھوڑ دینا۔  
 المحاصیل اس خاص واقعہ میں حضرت ابن عباسؓ نے تحریف سے تعریف معنوی مراد لینے ہیں جب کہ ہم ہر کے نزدیک تحریف لفظی مراد ہے۔ یہی بخاری کی عبارت توجہ اس لئے ناقابل استدلال و نا کافی ہے کہ وہیں احد الف میں جہاں ابن عباسؓ کا ارشاد ہونے کا احتمال ہے وہیں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ امام بخاری کا قول ہو بلکہ یہی راجح ہے کیونکہ اگر اسے ابن عباسؓ کا فرمان تسلیم کر لیا جائے تو ان کے گذشتہ ارشاد "و قد حرمکم الشر" سے اس کا تعارض ہو گا۔ خدا بر و تشکر۔

چنانچہ مشہور بخاری لکھتے ہیں بقولہ ولیس احد یزیل الخ من کلام البخاری ذیل یہ تفسیر ابن عباسؓ و یحصل ان یمکن عقیدۃ کلام ابن عباسؓ فی تفسیر الایۃ راجعۃ

فمن جملة ذلك انما قد بلیت الفرق بین المتدین الفاسق و الکافر الجاحد فی کل ملة و اثبت العذاب الشدید و الخلود للکافر و جوز خروج الفاسق من النار بشفاعۃ الانبیاء و اظهر فی تقریر هذه المعنی اسم المتدین فی کل ملة بتلك الملة فانبت فی التوراة هذه المنزلة لليهود و المعبری و فی الانجیل للنصرانی و فی القرآن العظیم للمسلمین و من ط

الْحُكْمَ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْإِنْقِيَادُ لِنَبِيِّهِمْ  
وَالْعَمَلُ بِشَرَائِعِ الْمِلَّةِ وَاجْتِنَابُ الْمُنْهَبَاتِ مِنْ تِلْكَ الْمِلَّةِ  
لَا خُصُوصَ فَرْقَةٍ مِنَ الْفِرَقِ لَهَا أَهْلٌ -

## ترجمہ

توین جملہ ان کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مذہب میں مذہب کے ماننے والے فاسق اور کافر شکر کے درمیان فرق کی وضاحت کی ہے اور کافر کے لئے سخت عذاب اور دام کو ثابت فرمایا ہے اور انبیاء و اہلیم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے جہنم سے نجات کی نجات کو جائز (ممن) بتایا ہے اور اس مضمون کے اثبات (دویان) میں ہر مذہب کے اندر اس مذہب کو ماننے والے کا اسم (نوعی) ذکر کیا ہے چنانچہ توراۃ میں یہ مرتبہ یہودی و عبرانی کے لئے اور انجیل میں نصرانی کے لئے اور قرآن کریم میں مسلمین کے لئے ثابت فرمایا ہے اور نجات کے حکم کا مدار ہر مذہب میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانا اور اس نبی کی اطاعت ہے جو ان میں مبعوث ہوا ہوا اور ملت کے احکام پر عمل کرنا اور اس مذہب کے منوعات و محرمات سے بچنا ہے ذکر فرقوں میں سے کسی فرقہ کی خصوصیت نوٹ ہے۔ چونکہ عبارت میں مذکور افعال کا فاعل متعین ہے اس لئے ان کو معروف پڑھنا ہی اولیٰ مضمون ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

## فائدہ

تحریف معنوی کی پہلی مثال کے لئے بطور تفسیر ماقبل نے یہ عبارت پیش کی ہے۔ حاصل عبارت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے یہاں نہات و بخشش کا معیار ہمیشہ ایک ہی رہا ہے اللہ کی ذات و صفات پر ایمان، نبی مبعوث کی اطاعت اور عمرات شریفہ سے اجتناب، لیکن چونکہ ہر نبی و رسول کی تعلیمات کا معنی متوین وہی لوگ ہوتے ہیں جو تصدیق و اطاعت کر کے اس کے دامن سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ اس لئے سنتہ اللہیہ جاری ہے کہ نہات و بخشش اور بشارتوں کے موقعوں پر کتب سلوٰۃ میں ان ہی لوگوں کے نوعی نام ذکر کئے جاتے ہیں جس کی بنیاد ان کی



قومی حیثیت ہرگز نہیں ہوتی ہے بلکہ موسیٰ و ملیح ہونے کی حیثیت سے ان کے نام لئے جاتے ہیں اور نہ پھر کفر و ایمان اور موسیٰ و کافر کا فرق ہی ختم ہو جانا چاہئے کیونکہ قومیت میں سب یکساں ہوتے ہیں۔ اسی سنت اللہ کے مطابق ۔۔۔  
 . . . . . دور موسیٰ میں یہود کو دور عیسوی میں نصاریٰ اور دور محمدی میں مسلمانوں کو نجات و انعام کا اہل قرار دیا گیا اور ان کے خلاف دین و مذہب کے اختیار کرنے والوں کو سختی سزا بتایا گیا۔ تمہید کے بعد مقصود مثال فرما دیکھو۔

فَحَسِبَ الْيَهُودُ أَنْ إِلَهُهُمُ الَّذِي وَعَدَهُمْ لَمْ يَكُنْ بِعَهْدِهِمْ صِدْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ أَلَمْ يَأْتِ الْيَهُودَ الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّهِمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَتَفْتَقُهَا شَتَاغَةً ۚ الْأَنْبِيَاءُ قَالُوا لَوْ أَنَّكُمْ تَعْلَمُونَ مَا عَلَيْكُمْ صِدْقًا لَوَلَّيْتُمْ مِنْكُمْ قُلُوبًا ۚ وَلَوْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ الْيَهُودِ الْإِسْلَامُ وَرَسُولُهُ الْتَمِسُ الْيَهُودَ لَوَلَّيْتُمْ مِنْكُمْ قُلُوبًا ۚ وَلَوْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ الْيَهُودِ الْإِسْلَامُ وَرَسُولُهُ الْتَمِسُ الْيَهُودَ لَوَلَّيْتُمْ مِنْكُمْ قُلُوبًا ۚ وَلَوْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ الْيَهُودِ الْإِسْلَامُ وَرَسُولُهُ الْتَمِسُ الْيَهُودَ لَوَلَّيْتُمْ مِنْكُمْ قُلُوبًا ۚ

ترجمہ | تو یہودیہ سمجھ بیٹھے کہ یہودی و عبری بہت میں ضرور رہیں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شفاعت ان کے حق میں سفید ہوئی اور کہنے لگے ہمیں آگ ہرگز نہ جھوٹے کی مگر چند گنے جنے دیو میں اگرچہ علم کا انداز تفق ز ہو۔ اگرچہ وہ اللہ کی ذات پر غلط خلیفہ پر ایمان رکھتا ہو اگرچہ اسی کو آخرت پر اور اس نبی کی رسالت پر ایمان ہو کوئی قصہ ۔۔۔  
 حاصل نہ ہو جو اس کی طرف بھیجا گیا ہے۔

الحاصل اس مسئلہ کی صحت و حکمت پر یہودیہ یہودیوں نے غور نہیں کیا اور دانستہ طور پر اس غلط فہمی کا بھکا ہوا گئے کہ ہم قوم یہودی ہونے کی حیثیت سے خدا کے پیار سے اور بشارتوں کے حقدار ہیں لہذا ہمیں کسی بھی آنے والے نبی سے وابستہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ ان سے دور رہنا و یہودیہ ہی میں فرما

العبری حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم آباء و اجداد میں عابر نام کے کوئی صاحب گزرے ہیں جن کی نسبت سے خود حضرت یعقوب بھی اور ان کی اولاد بھی عبری کہلاتے ہیں اور یہی اولاد یعقوب آگے چل کر اسرائیل سے کہلائی۔ گویا عبری متحدہ مین یہود ہیں اور اسرائیل متاخرین، عبری اصول ہیں اور اسرائیلی فرد ہے۔ (النبی اور النون الکبیر)۔ لیکن الغوزا کبیر فارسی نسخہ کے حاشیہ پر "یہودی باعتبار زبان عبری" لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے عبرانی زبان ان ہی عابروں کی طرف منسوب ہو۔ والقرا علم بالصواب۔ خورشید انور حضرت ولوالہ ہے۔

وهذا غلط صرف وجهل محض ولما كان القرآن العظيم  
مهيئاً على الكتب الستة ومبيناً لوضع الاشكال فيها  
كشف الغطاء عن هذه الشبهة على وجه اتم "بلى من كتب  
سيتئذ واحاطت به خطيئته فاوذلك اصحاب النار  
هم ذيب نخلدون"

**ترجمہ** اور یہ بالکل غلط اور نری جہالت ہے اور چونکہ قرآن مجید مذکور  
کتبوں کا محافظ اور ان کے مواقع اشکال کا شارح ہے اسلئے اس شہرت  
پر وہ کو پورے طور پر بٹاتا ہے۔ ارشاد ہے بلی من کتب انہم ہاں جس نے  
بدی گئی اور اس کی خطاؤں نے اس کو گھیر لیا تو یہی لوگ دوزخی ہیں۔ وہ  
ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

**فائدہ** یہود کی تحریف منوی کو ذکر کرنے کے بعد اس عبارت میں ان  
کی تغلیط و تردید اور وجہ تردید کا تذکرہ فرمایا ہے جیسے اخبار  
باہر ہے۔ یاد رہے کہ ہمیں بہت سے مسانی کے لئے مسئل ہے، این غالب  
حاکم محافظ و نگہبان۔ اور قرآن کریم ہر معنی کے اعتبار سے کتب سابقہ کے لئے

ہیں ہے خدا کی جو خاص امانت تو ریت و انجیل وغیرہ میں اور وحیت کی گئی تھی قرآن  
مع مزید عزیز کے اس کا امین و محافظ ہے اور جن مخصوص احکام کا عمری تقاضوں کے  
مطابق نجات اسرائیلی کو نکالت کیا گیا تھا لیکن اب اس کی ضرورت نہ رہی قرآن ان  
کے مشورے ہونے کا فیصلہ سن کر حاکم و غالب ٹھہرا۔ ہذا الشہادت سے مراد یہ صورت  
نجات پانٹ کی خام خیالی ہے اس خام خیالی کو دوسری جگہ قرآن نے اس سے بھی زیادہ  
واضح نظروں میں رکھا ہے لیس یا معانیکم و لا امانی اهل الکتاب من یعصل  
سورہ یحزبہ۔ ولسلام۔

ومن جملة ذلك انه قد بين في كل ملة احكاما تناسب  
مصالح ذلك العصر وقد سلك في الشرع مسلك عادات  
القوم وامر بان تاييد البليغ بالاختذ بها وادامة الاعتقاد والعل  
عليها تاييد اي جبر الحقيقة فيها والمراد ان الحقيقة لم خصوصيتها  
ذلك العصر وذلك الزمان والمراد هنالك الادامة الظاهر  
لا الادامة الحقيقية بمعنى ما لم ياتي نبي آخر ولم يكشف الخط  
عن وجوه النبوة وهم حملوا ذلك على استحالته ثم اليهودية  
ومعنى وصية الاختذ بتلك الملة في الحقيقة وصية بالانبات  
والاعمال الصالحة ولم تعتبر خصوصية تلك الملة لذاتها  
وهؤلاء اعتبروا الخصوصية فظنوا ان يعقوب علي نبينا و  
عليه الصلوة والسلام وصلى اولادك باليهودية

ترجمہ | اور جہلان کے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مذہب میں ایسے احکام بیان  
کئے ہیں جو اس زمانہ (رواوں) کی مصلحتوں کے مناسب ہوں اور  
شریعت کی دستور سازی میں۔ قوم کی عادتوں کی راہ پر چلے ہیں اور ایسی پرزور

تاکید کے ساتھ اس ملت کے اختیار کرنے اور واقعی اعتقاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا جو اسی مذہب میں حقانیت کو منحصر کرتی ہے حالانکہ مراد یہ ہے کہ حقانیت اس دو درجہ نامہ میں اس ملت میں منحصر ہے نہ کہ ہر دور میں (اور اولادت سے) مراد وہاں ملامت ظاہری ہے نہ کہ ملامت حقیقی یعنی جب تک کوئی دوسرا نبی نہ آئے اور حجت نبوت کے چہرے سے یہ دو نہ اٹھ جائے اور ان لوگوں نے اسے نسخہ یہودیت کے محال ہونے پر محمول کر لیا حالانکہ اس ملت کو اختیار کرنے کی وصیت کا مطلب درحقیقت رہبان و اعمال صالحہ کی وصیت کرنا ہے اور بعینہ اس ملت کی خصوصیت کا اعتبار نہیں کیا ہے اور ان لوگوں نے خصوصیت کا اعتبار کر لیا۔ تو یہ خیال قائم کر لیا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی ذریات کو یہودیت و اختیار کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔

**فائدہ** صالح عصری سے عصری تقاضے اور اہل زمانہ کی صلاحیتیں اور ضروریات مراد ہیں جن کی بنیاد و پاسداری میں شریعتوں میں رد و بدل اور خدشہ و اضافہ کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ **بَلَّغْنَا حَقَّقْنَا مَسْكُوذَاتِنَا وَمِنْهَا جَا، حَتَّىٰ كَرَّمَ** حاتم النبیین رحمۃ اللہ علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ترین واسطے ایک ناقابل نسخہ اور مکمل شریعت آئی **الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَارْتَضَيْتُمْ** **عَقِيدَتَكُمْ فِعْلِيَّتِي وَرَضَيْتُمْ لَكُمْ الدِّينَ سَلَامًا دِينًا۔**

قولہ **وَرَضَيْتُمْ لَكُمْ الدِّينَ سَلَامًا دِينًا۔** آسمان شریعتوں میں قوموں کی عادات کی...

حتی الامکان رعایت کی جاتی ہے اس کی مثال خود مذہب اسلام میں موجود ہے، کہ (مغرب سالانہ دو میلے لگایا کرتے تھے۔ شریعت نے ان کے بدلے میں دو عیدیں مقرر کر دیں اور پھر بقول علامہ ابراہیم صاحب بلایا وئی ان عیدوں میں بیلوں کی ہنگے سے جھلک بھی موجود رہے مثلاً ذیہ و زینت کا اہتمام آبادی سے باہر اجتماع، نماز کی بھول چوک سے چشم پوشی، مسجد مسجد کی معافی وغیرہ، (مکرم زید لفظ)

قولہ **وَمِنْهَا جَا، حَتَّىٰ كَرَّمَ** اس پر بے بہو واپسے مذہب کی ناجائز حریت

میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت کا سہارا لیتے تھے جو حضرت نے اپنے  
 اولاد کو مرحلہ الوفاۃ میں فرمائی تھی اور کہتے تھے کہ اگر یہودیت کو منسوخ ہونا  
 تھا اور کسی دوسرے نبی کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہوتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام  
 اتنے اہتمام و تاکید کے ساتھ ہرگز وصیت نہ کرتے۔ مانتے تھے اس عبارت میں  
 یہودیوں کے اس ادا و زعم باطل کا رد فرمایا ہے۔ بن کا حاصل یہ ہے کہ وصیت کا  
 مقصد نفس، ایمان و اعمال صالحہ کی مطلق تاکید ہے نہ کہ یہودیت پر درودست کی  
 تلقین۔ دیکھو قرآن نے کتنے صحابہ غلوں میں ان کی تردید ہے۔ **لَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ**  
**اِذْ خَضَعَ يَعْقُوبُ الْعَمُوتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا مَا تَعْبُدُ**  
**اِلَهًا - وَانَا ابائُكَ اِبْرَاهِيمَ وَاسْمَاعِيلَ وَاسْحَقَ لَهَا وَاحِدًا وَكَفَرْنَا**  
**وَاَنْتَ مُسْلِمٌ**۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وصیت کے وقت تم تو موجود نہیں تھے تمہیں  
 کیا خبر؟ او میں تمہیں بتاؤں گا سوال و جواب ہوا تھا۔ حضرت یعقوب نے توحید اور  
 اسلام (فرمانبرداری) کی وصیت کی تھی۔ یہودیت کا تو اس مجلس میں کوئی بھوسہ  
 ڈگر نہ تھا یا سنو **اِنَّ اِلَهَاصْطَفٰى لَكُمْ اِلٰهًا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّكُمْ لَعَالَمٌ**  
**فَرٰى اَحْمٰرًا**۔

بہر حال احکام و عقائد کے بیان کے وقت کتب سادہ کا انداز بیان کچھ  
 ایسا رہا جس کے ظاہری الفاظ سے اسی ملت میں حقانیت کے انحصار اور ہمیشہ ہمیش  
 اسی ملت پر ثبات قدم رہنے کی تاکید مفہوم ہوتی ہے۔۔۔ بلکہ سیاق و سباق  
 اور باتوں میں نبیؐ: **اَلْاَوَّلُ اَلْاَوَّلُ** صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے متعلق پیشین گوئی سے  
 اس گھر کے اضافی اور دوام کے ظاہری ہونے کا واضح ثبوت فرم کرتی تھیں۔ یہودی  
 نے ان پیشین گوئیوں میں تعریف کر کے معترضانی و دوام ظاہری میں بھی تحریف  
 کرنے کی راہ چھوڑ کر لی پھر دوام کو سمجھاتے رہے کہ مقابلت ہماری ملت کے ساتھ۔  
 خاص ہے اور ہمیشہ ہمیش اس پر ثبات قدم رہنے کی پر زور تاکید کی ہے۔

الحاصل معترضانی و دوام ظاہری کو تہہ بقی و دوام حقیقی پر معمول کرنا ترجیح

منوی کی دوسری مثال ہے۔

ومن جملة ذلك ان الله عز وجل شرف الانبياء وتابعهم في كل  
ملة بلقب المقرب والمحبوب ودم الذين يتكبرون الملة بصفة  
المغفوض وقد وقع التكلم في هذا الباب بلفظ شائع في  
كل قوم فلا عجب ان يكون قد ذكر لفظ الانبياء مع اسم  
المحبوبين فظن اليهود ان ذلك التشرية دائمة مع اسم  
اليهودي والعبري والاسرائيلي ولم يعلموا انه دائمة على  
صفة الانقياد والخضوع وتمشية ما اراد الله سبحانه  
ببعثه الانبياء لا غير وكان ارتكاز من هذا القبيل في خواطرم  
كثير من التاويلات الفاسدة المأخوذة من آباءهم واجدادهم  
فازال القرآن هذه التسميات على وجه اخر

ترجمہ

اور نملہ ان کے یہ بھی ہے کہ ان پر بزرگ و پرترے ہر مذہب کے  
اندر اختیار اور اس کے ہمیں کو مقرب و محبوب کے لقب سے نوازا  
ہے اور ان لوگوں کی خدمت فرمائی ہے صفت ہمنوں کے ساتھ جو اس ملت کا انکار کرتے  
اور اس باب دیا موقع پہنچا پاپے سے الفاظ سے ہوا جو ہر قوم میں رائج رہا تو کچھ  
تعب نہیں ہے کہ "محبوبین" کی جگہ پر لفظ انباء کو ذکر فرمایا ہوا اور یہ خیال کر  
لیجئے کہ یہ اعزاز، یہودی، عبرانی اور اسرائیلی کے نام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ نہیں  
جان سکے کہ یہ اعزاز، اطاعت و انکساری اور اس چیز کی تکمیل ریاں احکام کے  
نفاذ اور اس پر منحصر ہے۔ یہی کارارہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بہشتی انبیاء کے ذریعہ  
کہ کسی اور چیز پر اور ان کے دلوں میں اسی قسم کی ایسی ہیئت سے فاسد تاویلات جاگزیلا  
ہو چکی تھیں جو ان کے اپنے آباء و اجداد سے مستفاد تھیں تو قرآن نے ان اشکالات کو

پورست طور پر رائج کیا۔

**فائدہ** | بلا تفسیر ملت بعض صفت انقیاد و اطاعت کی بغیر دہر نجات کا اور نسخ  
اعلان بلی من استقر وجهہ للہ و هو حسن فلما اخرجوا عند  
ربہم اور من یقل من العالیات من ذکر او اثنی و هو مؤمن فاقولون  
بذلک لئن لم یفعلوا وغیرہ میں کیسی چیزوں آیات میں موجود ہے۔ اسی طرح بلا طاعت  
فرمانبرداری میں بنیت و محبوبیت کی بنیاد پر نجات و بخشش کے دعوں پر دہر  
کاری لگاتے ہوئے رشاد فرمایا لکم بعدکم بد مؤمنکم بل انتم فیشر منکم  
خلق وائدہ ای لا مزیة کم علی غیرکم و ان غیر انکم۔ دوسری جگہ پر زور  
تردید و روائی ام تخذتم عند اللہ عہد اقلن یحلیف اللہ عہدہ ام تقولون  
قلی اللہ ما لا تعلمون۔

اما کتمان الایات ذہوا انہم کانوا یخفون بعض الاحکام و  
الایات لیحافظوا علی جاہ شریف اولاجل ریاستہ یطلبونہا  
وکانوا یحذرون ان یضمحل اعتقاد الناس فیہم ویلاہوا  
بتروک العمل بتلک الایات۔

النفائس کتمان دن چھپانا۔ یخفون انظار سے چھپانا۔ جاہ  
مرتبہ۔ ریاستہ۔ امارت۔ سرداری۔ یحذرون۔ باب سے بچنا۔ ڈرنا۔  
یضمحل۔ اضلال سے کمزور ہونا۔

**ترجمہ** | بہر حال کتمان آیات تو یہ ہے کہ یہ د رتوریت کے بعض احکام و  
آیات کا اس نے انکار کرتے تھے تا کہ کسی عزت دار کی حیثیت  
دو قیام کی حفاظت کر سکیں یا کسی ریاست کے لئے جس کے دو طالب ہوتے تھے  
اور اس سے خائف رہتے تھے کہ ان کے بارے میں لوگوں کی عقیدت کمزور نہ ہو جائے  
اور ان آیات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان کی ملامت کی جائے۔

فمن جملته ذلك ان رجم الزاني المذكور في التوراة وكافوا لتركوبه  
لاجل اصابه رمي على ترك الرجم واقامته الجلد وتسخيتم  
الوجه مقامه ويكتمون ذلك مخافة الفضيحة .

**ترجمہ** چنانچہ بخبر ان کے یہ ہے کہ زانی کو سنگسار کرنا توریت میں مذکور  
ہے اور لوگ اسے نظر انداز کرتے تھے ترک جرم پر اور ”کوٹے  
مارنے اور منہ کالا کرنے“ کا رجم کے قائم مقام کرنے پر ان کے علماء نے اجماع کر لینے  
کی وجہ سے اور وہ اسے رسوائی کے ڈر سے راز میں رکھتے تھے۔

**فائدہ** گذشتہ عبارت میں یہودیوں کی دوسری ضلالت و مغررات ”کنہان“  
کی وضاحت اور اس کے مختلف اسباب کا بیان تھا۔ اس عبارت  
میں اس کی ایک مثال پیش کی گئی ہے جس کی تائید حضرت برابر بن عانب کے اس بیان  
سے ہوتی ہے کہ یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک ایسے یہودی کو لیکر گزرتے  
جس کا منہ کالا کر دیا گیا تھا اور اس پر دہنے اسے گتے گتے تھے آپ نے جاکر ان سے  
پوچھا ”اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟“ انھوں نے بڑی ڈھٹائی سے  
جواب دیا میں ہاں۔ تو آپ نے ان کے ایک عالم کو بلا کر فرمایا: انشدك باقله الذی  
انزل التوراة علی موسیٰ علیہ السلام اھکذا التجدد وبتعد الزمانی کتابکما  
میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی۔  
بتاؤ کیا تم اپنا کتاب میں زنا کی یہی سزا . . . پاتے ہو؟ عالم آپ کے سوال سے دم بخود  
ہو گیا اور کہنے لگا: اگر آپ نے مجھے یہ قسم نہ دلائی ہوتی تو میں آپ کو صبح صحت حال  
نہ بتاتا۔ ہماری کتاب میں زنا کی حد سزا، تو رجم ہی ہے لیکن یہ (خبیث روگ) ہمارے  
لذاتوں اور دنیاوی مخرقہ فار میں عام ہو چکا ہے اور ان پر حد رجم جاری کرنا  
مشکل ہے اگرچہ غریبوں پر یہی حد جاری ہوتی رہی ہے اس لئے باہمی مشورے  
لے ہو اگر رجم کے بجائے ”کوٹے مارنا اور منہ کالا کرنا“ مناسب رہے گا۔ یہ ایسی



مزا ہے جو دھیر و دنیہ سب چربا رہی ہو سکے گی۔ (دیکھئے العون ص ۴۷۔ سلم شریف ص ۲۱۲)  
 حضرت ابن عمرؓ کے بیان سے بھی تائید ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت سلی اللہ علیہ وسلم کی  
 خدمت میں ایک یہودی مرزا اور ایک یہودی عورت کو حاضر کیا گیا جنہوں نے زبانیا تو  
 آپ نے ان سے پوچھا، تمہاری کتاب میں اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے  
 اکابر ملاد کہتے ہیں کہ زانی کو کوڑے لگائے جائیں اور ستر کا لاکر کے گرد سے پراٹھا سوار  
 کر کے گشت کرایا جائے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرج و خود توریث کے بہت  
 بڑے عالم بلکہ حافظ بھی تھے) بڑے یار رسول اللہؐ ان سے توریث منگائیے، توریث  
 لائی گئی اسی کو بڑھنے کے لئے کہا گیا تو ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھا اور آگے  
 پیچھے سے پڑھنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ ٹاٹ گئے اور فرمایا ہاتھ ہٹائیے۔ ہاتھ  
 ہٹایا تو آیت رجم نکلی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم فرمایا دونوں کو سنگسار  
 کیا گیا۔ (دیکھئے العون ص ۴۷۔ سلم شریف ص ۲۱۲)

ومن جملة ذلك انهم كانوا يؤذون ايات فيها بشارة هاجرو  
 اسماعيل - عليها الصلوة والسلام - بعبثة نبي في اولادهم  
 وفيها اشارة بوجود ملته يتم ظهورها وشهرتها في ارض الحجاز  
 وتمتلئ بها جبال عرفة من التلبية، ويقصدون ذلك الموضع  
 من اطراف الاقاليم وهي ثابتة في التوراة الى الان وكانوا  
 يؤذونهم بان ذلك اخبار بوجود هذا الملة وانما ليس فيها  
 امر بالاختذ بها وكانوا يقولون ملحمته كتبت علينا۔

اللفات  
 ہاجرو: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ۔ تمتلئ: امتلاء سے  
 بھرنا، مراد گوشت اٹھنا۔ التلبیۃ: یعنی تبتی تلبیۃ، الہیک کہنا۔ دعار  
 تلبیۃ پڑھنا۔ الاف تلبیۃ، الاکیم (بالکسر) کی جمع ہے۔ یوں تو رجب سکون کے

ساتویں حصہ کو اعلیم کہا جاتا ہے لیکن جمع بولی کہ پوری آبادی یا پورا عالم بھی مراد لیتے ہیں  
 دہوا اور ہنا۔ مگر تاج طاجم بڑی جنگ، ٹھکان کی لڑائی۔

**ترجمہ** | اور ان میں سے وہ ہے کہ وہ لوگ تاویل کرتے تھے ان آیات کے  
 جن میں معذرت، ہجر اور اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا  
 ہے ان کی ادلا دیں بے پشت نبی کی اور اس میں اشارہ ہے ایسی ملت کے ہائے جانے  
 کا جس کا غلبہ اور اس کی شہرت سرزمین حجاز میں کامل ہوگی۔ (یانیوں ترجمہ کر دیجے  
 سرزمین حجاز میں غلبہ و شہرت کا کمال حاصل ہوگا) اور صبر کی وجہ سے عرفات کی..  
 پہاڑیاں تلبد سے گونج اٹھیں گی اور اس مقام کا سفر کریں گے لوگ دینا کے گوشہ  
 گوشہ سے اور یہ (بشارت) اب تک توریت میں موجود ہے چنانچہ وہ لوگ ان آیات  
 کی یہ تاویل کرتے تھے کہ یہ تو اس ملت کے وجود کی خبر ہے اور یہ کہ اس میں اس  
 پر عمل پیرا ہونے کا حکم نہیں ہے اور کہا کرتے تھے "یہ ایک جنگ ہے جو ہم برزخ  
 کی ٹہنی ہے۔"

**فائدہ** | اتنی خریف و قصیف کے باوجود مروجہ توریت بلکہ انجیل میں بھی یہ  
 بشارتیں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ  
 جلوہ گر ہو۔ کس ہزار تھریسوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتش  
 شریعت ان کے لئے تھی۔ (استثناہ ۱۴: ۲)۔ آتش شریعت ہمارے رسول پاک  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ ختمیہ کے وقت کس ہزار پاک نفس و پاک جنت صابریہ  
 (قدوسیوں) کے جلو میں آپ ہی داخل شہر کہہ دے۔ فاران (جو کہ کا ایک پہاڑ ہے)  
 سے جو نور نبوت جلوہ گر ہوا وہ بھی آفاقے میں و مدنی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نور تھا۔  
 دوسرا حوالہ ملاحظہ ہو:۔ خداوند نے مجھ سے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا اچھا کیا میں  
 ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کر دوں گا اور اپنا کلام اس کے  
 منہ میں ڈالوں گا۔ (استثناہ ۱۴: ۱۵)۔ غور فرمائیں "نبی اسرائیل کے بھائیوں"  
 سے مراد بنی اسماعیل کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے خود بنی اسرائیل تو ہو نہیں سکتے۔

کیونکہ ایسی صورت میں "ان کے بھائیوں" کے بھائے - (ان ہی) کہنا چاہئے تھا۔ اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں آپ کے سوا کوئی بنی نہیں لہذا اس بشارت کا مصلوق آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔

نوٹ: یہ تورات کے یہ دونوں حوالے تفسیر راہدی سے مستند ہیں اور دوسرا حق تعالیٰ میں اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

یہودیہ یہود وان بشارتوں کو خبر لیکن اور صرف اطلاع پر محمول کرتے تھے جب کہ خود تورات میں دوسری جگہ آپ کی ابتداء کا حکم ہی موجود ہے۔

کتب یسایہ باب ۴۱ میں ہے اے سمندر پر گذر یواوا اور اس میں بسنے والو اے جزیرہ اور ان کے باشندہ خداوند کے لئے نیابت کا ذکر زمین پر سراسر اسی کی رہائش کرو۔ اس عبارت میں "نیابت" سے مراد عبادت کے واسطے طریقہ

اور نئے احکام ہیں جو شریعت موسیٰ میں شروع ہیں۔ انیل میں ہے: "جب وہ

روح الحق آئے گا تو ساری سپائی کے لئے تمہاری عبادت کرے گا اور عبادت ایزد ملکہ کتب ملیسا: کتب بنی فرشتہ و فرشتہ یہودیوں کا مقولہ ہے

جس کا مطلب یہ ہے کہ ہنگ جو ہمارے اور "بنی اسرائیل" کے درمیان ہل رہی ہے یہ ہم پر نہایت اللہ فرض کی گئی ہے اور ان کے ظہر و غفلت کی خبر کا مقصد ان سے ہمارے

کی تردید و تشویش ہے۔ نہا ہوا ظاہر۔ لیکن ناچیز کا خیال ہے کہ کتب بنی قدرت بھی ہوسکتا ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ یہ ہنگ و جدال یہ خونریزی و شکست خوردگی میں

سے ہم (بنی اسرائیل) دوچار ہو رہے ہیں لیکن قدر و قصا ہے شریعت محمدیہ کی مخالفت با حق سے دعویٰ و مجوری کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ چنانچہ یہود کے ایک رئیس

عی بن اخطب کو فرقہ بنی قریظہ کے موقع پر جب مکہ کے لئے پیش کیا گیا تو اس نے کہا یا ایہا الناس لا ہاس بامر اللہ کتاب و کدر و ملحمہ کتبہا اللہ علی بنی

اسرائیل - واللہ اعلم بالصواب، رحمہ اللہ عبد انہض علی خطیبی،

ولما كان هذا التاويل ركيكاً فلا يسمعه احد ولا يكاد يصح  
عند احد وكانوا يتواصون باخفاء ولا يجوزون اظهار  
لكل عام وخاص ان تحدثونهم بما فتح الله عليكم ليحاجوكم  
به عند ربكم. ما اجهلهم وكيف تحمل منه الله سبحانه وتعالى  
على هاجرو اسماعيل بهذا المبالغه وذكر هذه الامه بهذا  
التشريف على ان لا يكون فيه حش وتخرين وتوغيب في  
الاخذ بالتدين بها سبحانه هذا ابرهتان عظيم

**ترجمہ** اور چونکہ یہ تاویل زیادہ تر رکیک تھی اس وجہ سے اسے کوئی  
نہیں سنتا تھا۔ اور نہ وہ کسی کے نزدیک صحیح تھی لہذا وہ اس بڑے  
کو غلط سمجھنے کی باہم ناکید کیا کرتے تھے اور ہر خاص و عام کے سامنے اس کے انہاد  
کی جازت نہیں دیتے تھے۔ جب قرآن نے بھی ذکر کیا وہ باخلاص منہم الیٰ جعلن  
قالوا اتخذوا ثونہم اذ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہو وجب تنہائی میں ایک دوسرے سے  
بٹتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم سہلوں کو وہ بتا رہے ہو جسے اللہ نے تم پر ظاہر کیا ہے۔  
تاکہ اس کے سہارے وہ تم سے تمہارے پروردگار کے روبرو جھکنا میں آگئے ہو  
جاہل ہیں وہ لوگ، حضرت ہاجرہ واسماعیل پر اللہ تعالیٰ کے اس مبالغہ کے ساتھ ملنا  
رکھنے کو اور اس اعزاز کے ساتھ اس امت کے تذکرہ کو اس پر کیسے محو کیا جاسکتا  
ہے کہ اس میں اس دین کو اختیار کرنے کی ترغیب و تشویق اور تحریک نہ ہو۔ یہاں اللہ  
یہ توبہ بڑا بہتان ہے۔

**فائدہ** اس عبارت کا مقصد ان کی بے ہودہ تادیبات کی تردید ہے۔  
کیونکہ مدح سرائی اور خوشخبریاں ترغیب و تشویق کہنے ہوتی ہیں کوئی  
بالکل یہاں مد و بد خواہ ہی ہو گا جو مدح و ستائش سے متاثر ہو کر مخالفت و سازش  
پیش نہ کرے گا۔

اما الافتراء والسبب فيه دخول التعمق والتشدد على احكامهم  
ورهبانهم والاستحسان يعني استنباط بعض الاحكام لادراك  
بعض المصنحة فيه بدون نص الشارع وترويج الاستنباط  
الواهيبة فالحقوا اتباعه بالاصل وكافوا بزعيمون ان انفلات  
سلفهم من الحجج القاطعة فليس لهم في انكار نبوة عيسى  
عليه الصلوة والسلام مستند الا قول السلف وكذلك في  
الكثير من الاحكام

**النفات** | الافتراء: جھوٹ کرنا۔ التعمق: تہر تک پہنچنے کی کوشش  
کرنا، گہری نظر ڈالنا۔ الاستحسان: خوب رائے رکھنا  
گماشتن۔ (راجا جھٹا)۔ اخبار: خبر (انکسرو الفتح) کی جمع ہے۔ عالم افتاء۔ رهبان:  
راہب کی جمع ہے۔ پادری۔ الاستناہ: مستفیذ کرنا۔ اخذ کرنا۔ الواجبة: کزیر  
بے بنیاد۔ اتباعاً: اتباع پیروی کرنا، منہر پر درکار مع الاستحسان ہے کہ جن  
شارعین کی نظریں ابتداء کی مع ہے اور الحقوا کا فاعل ہے ان کے یہاں عبارت کا  
ترجمہ یہ ہے جن کو ان کے اتباع نے اصل کتاب میں ملا دیا ہے۔ جلد کے خیال میں یہاں  
کہ از کم دو غلطیاں ہیں۔ (۱) نوی مشہور قانون اذا كان الفاعل مظهرًا فخذ الفاعل  
اذا: اسکی مخالفت۔ (۲) ضمیر ومرت میں عدم مطابقت کیونکہ انکی نظریں ضمیر ومرت  
تو بارور یہاں ہے جب کہ ضمیر واحد ہے۔ (۳) الصحيح ان الضمیر يرجع ال الاستحسان  
لا الی الاخبار

نوٹ: ۱۔ ہمارے اس ترجمہ کا تعلق مترجم دمشق کی عربی عبارت سے ہے۔  
۲۔ مسئلہ ملام کی اصل فارسی عبارت کا تو اس میں اتباع کو مصدر اور جمع دونوں  
پڑھنے کی گنجائش نظر آتی ہے۔

**ترجمہ** | ہر مال انفراد قواس کا سبب ان کے غلام و مشارع پر تشدد و تعق  
اور استحسان کا غلبہ ہے۔ راستہ ان سے مراد لیتے ہیں شارع کی

تشریح کے بغیر کوئی حکم مستنبط کرنا اس میں کسی مصلحت کا اور ایک کرنے کی وجہ سے اور ان بے بنیاد جہتوں کو رد و ارج و بنا کر ناخذ کرنا) چنانچہ عام یہودیوں نے اس پر استہسان کی پیروی کو اصل کے ساتھ ملحق کر دیا اور یہ لوگ سمجھتے تھے کہ ان کے گذشتہ اکار کا اجماع قطعی و ناقل میں سے ہے۔ چنانچہ ان کے پاس حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی نبوت کے انکار کے بارے میں اصناف کے اقوال کے علاوہ کوئی سند نہ تھی اور یہی حال صحابہؓ سے احکام میں۔

## ف

مصنف علامؒ نے یہودی اقوال و منکرات میں تحریف و تورات اور کتاب آیات کے ساتھ و الحاق مانیں منہا بہا افتراء کا بھی تذکرہ کیا ہے یعنی ان کی ایک گمراہی یہ بھی تھی کہ من گھڑت اور خارجی باتوں کی تورات میں شامل کر دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بھی کلام ربانی اور حکم الہی ہے۔ یہ درحقیقت ایک طرح کی تحریف ہے جسے آپ تحریف افتراء کے نام سے یاد کر سکتے ہیں یہاں اس تحریف افتراء کی تشریح اور اس کے اسباب کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے جس کے لئے ۱۰ افتراء کا مختصر عنوان اختیار کیا گیا ہے اس عبارت میں مصنف نے تحریف افتراء کے تین اسباب ذکر کئے ہیں۔ تفسیر، تشدّد اور مستحسان۔ جب کہ حقہ افتراء الہیہ میں سات اسباب ذکر کئے ہیں ہم اولاً مذکورہ تین اسباب کی تشریح کرتے ہیں اور اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ابقی اسباب کو بھی ذکر کریں گے۔

**تفسیر** بمعنی تفسیر میں ایک وسیع المعنی اور طویل الذیل اصطلاح ہے جس کے شبہ یا محلیٰ تین ہیں۔

۱۔ ایسی امتی کا حسب استعداد اپنی داخلی کاوش سے کسی حکم شرعی کو۔۔۔  
 ۲۔ شائبہ یا جز علت میں اشتراک کی وجہ سے غیر مخصوص موقع پر منطبق (فٹ) کرنا۔  
 ۳۔ آنکھ مخصوص جگہ اجزاء اس کے احتمال مواقع اور اسباب و دواعی میں سے کسی پر حکم شرعی مخصوص کو لاگو کرنا۔

۴۔ اعتبار میں روایات کے وقت احکام شاذ کو اختیار کرنا۔

۳: نبی کریم ﷺ کے تمام افعال کو عبارتہ اور واجب کا درجہ

دینا واجب کہ بہت سے امور مذکورہ سرزد ہوتے ہیں۔ مثلاً حالت عیام میں جامع کی حرمت ایک مخصوص حکم ہے جسکی علت یہ ہے کہ وقت مندرجہ میں قضاء ضرورت ہے۔ اور نفس کی میرانی پر شریعت نے پابندی مقرر کر رکھی ہے اب اگر کوئی شخص "حرمت جامع" پر قیاس کر کے "سحری کھانے" اور "بوی کے بوسہ لینے" کو بھی ناجائز کہہ دے کیونکہ سحری کھانے میں "غنا وضو" اور نفس کی میرانی ہے۔

الحاصل حرمت جامع پر قیاس کر کے سحری کو حرام کہنا "جزء علت میں شریک" کی بنیاد پر قیاس کرنا ہے اور تقبیل زوجہ کو حرام کہنا اسباب پر حکم لگانا ہے۔ یہ دونوں قیاس ایک قسم کا تحقق ہیں اور فتنہ شریعت کے خلاف ہیں۔

تشدید کے لغوی معنی سختی کرنا اور دل انہی اصطلاح میں تشدد دان و تشدد رجفائشی کی بنیادوں کو اختیار کرنا ہے جن کا شریعت نے حکم نہیں فرمایا ہے (اختیار مبادیۃ شافعیۃ لہذا تقررہا بالشارع کی، وام العیام والقیام والتقبل وتوکی المیزان وان یلزم السنن والأداب کالتزام الواجبات۔ درمہ)۔

الاسیتمتان دل انہی اصطلاح میں اس سے مراد ہے، کسی حکم شرعی کو عقلاً حکمت و مصلحت سمجھ کر بدل دینا "بالفائدہ پھر اپنی ہی فہمی سے حکم شرعی کو مضرباً برعینہ سمجھ کر اس میں ترمیم و تغیر کر دینا، مستحسن ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نقل شرعی کے مقابلہ میں عقل بشری کو ترجیح دینا اور شیطان لعین کی پیروی کرنا ہے اسی ہمیشہ عقلیت فواری اور اسی جیسے نفسانی قیاس کے بارے میں محدثین سیرین اور من بھری نے اولیٰ حق قائم یابین فرمایا اور ابن سیرین نے اسے شرک کی اصل قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ مَا عِبَدَتْ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ إِلَّا بِالْفَقَائِیسِ، مثلاً زنا کی حد شرعی سنگسار ہی ہے وہ کو خلاف حکمت انھرائی ہو کہ عتبہ مال و حب جاہ اور اُمراء کی خوشنودی کے جذبات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ اس کو رحیم و سنگسار کی کا فیصلہ سنا یا جائے۔ لہذا عرف باب۔ و شغل رہی پر یہ مدعا رہی تھی جس سے لوگوں کو شرکایات ہوئیں اور افکارات

رو نما ہوتے تھے مگر یا رحم کا شکر خیر باء اٹ اٹکات تھا اس لئے اس کی جگہ پر "سنگلا" کرنے اور کوڑا مارنے کی سزا تھوڑی کر کے پیشہ کے لئے رو کیا ہوئے ۔

**تہذیب** | تقویٰ قیاس خاص اور بے اصل ہونے کی وجہ سے اور استسنان بھی بولی تھوڑی اور شہوت پرستی ہونے کی وجہ سے ممنوع و حرام ہے اور

مشدد و سناہر سے عوام ہے کہ اس میں نفساں حق تکلف ہے ۔ وان لذہ فیہ علیلہ حقا ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عثمان بن عفرون رضی اللہ عنہما جب نہایت پر مشقت و پرہیزگار بنادوات پر موعظت کا قصد فرمایا تو یمنی اہل کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کرتے چلائے ارشاد فرمایا : لن یتا الذین اخذوا الاغلیہ یعنی جب کو کرتے شخص دینی امور میں بے جا تشدد کی راہ اختیار کرتا ہے تو دین اس پر نالایق و ناجائز اور یہ مطلوب ہو کر ۔ ۔ دین کی روح سے دور ہو جاتا ہے ۔ طوا و ازین مشدد فی العبادۃ اگر تادم و مقتدی بن جائے تو دین کا نقشہ ہی بدل جائے کیونکہ مومن اس کے اعمال کو شریعتی و دینی حکم کا درجہ دیں گے ۔ والہ اعلم بالصواب ۔

**تہذیب** | استسنان و حق دونوں ہی بادی النظر میں قیاس کے ساتھ قدرے مشابہت دیکھتے ہیں تاہم فرق ہیں واضح ہے کیونکہ قیاس فقہی کے لئے

حجت تارکہ کا اشتراک لازمی ہے اس کے غیر قیاس خاص اور منہ الخارق ہوتا ہے ۔ اور حق کے لئے جزء علت بلکہ اسباب دو دینی حکم میں شرکت کافی ہے بلکہ تقویٰ کا اخلاق عادات وغیرہ علی سائرہ بالصلاۃ والسلام کو جزوئے کادرجہ دینے اور متعارف روایات میں سے اشتد یعنی سخت حکم والی روایت کو ترجیح دینے پر بھی ہوتا ہے ۔

حالانکہ قیاس فقہی کو ان اواخر اندک صورتوں سے دور رکھا بھی واسطہ نہیں ہے اسی طرح ان کا استسنان بھارے قیاس سے یوں ہی دور ہے کہ استسنان نفس صرف کے مقابل اور نفسی مصلحت حق کے پیش نظر ہوتا ہے جب کہ قیاس غیر مخصوص وقت پر مبنی و اشتراک ملت کی بنیاد پر ہے خواہ عقل کا تکرار ۔ یاد کرئے ۔

**تہذیب** | و نشان ما بین استحضارہم و استحضارہم اتقان متعین



استصحابهم مصداقاً للحكم الدينيوية: \_\_\_\_\_ على ما اقتضاه  
القول عن ربح الشرع ومبنى استصحابنا مصداقاً للشرعية خلافاً لما  
ذهب إليه عقولنا وترجيح دليل أقوى عن القياس مع أن قياساً أقرب  
إلى الشرع وأصوب وأبعد عن إشباع الأهوى. والله أعلم بالصواب.

## تحریر کے بقایا رہا

ایسے آخر میں شریف سے بقیہ چار اسباب کا بھی مطالعہ کرتے چلتے۔

۱) تہاؤن: میں دینی احکام کی بجا آوری میں کسستی ولا پر وای دین کی تبلیغ و اشاعت اور تعلیم و تعلم سے چشم پوشی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سروسرہی، فرائض سے غفلت، نواہی سے دلچسپی جس کے نتیجہ میں سہاشرہ رسوم و عبادت اور فرائض و منکرات سترے تنکوں میں پھنس جائے اور طبیعتیں خلاف شرع جذبات و جہالات کی زد میں پھرنے لگیں۔

(۲) اتباعِ اجملع: یعنی مسندِ راستہ (کو دلیلِ شرعی کا درجہ دے کر اس کی پیروی کرنا۔ قوم کے اکابر اور مذہبی قائدین ہر کسی دلیلِ شرعی کے کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں اور قوم اس کو قلعن و یقینی دلیل کی حیثیت سے تسلیم کر کے اس کے سامنے سب تسلیم خم کر دے تو ظاہر ہے۔۔۔ کہ تعریف کی راہیں یقیناً ہوا رہوں گی۔

(۲) تقلید غبیروہ صوم: یعنی غیر نبی کے اجتہاد کو محبت و صوفیہ کے ایسے درجہ پر شیعہ کرنا اگر اس کی وجہ سے احادیث صحیحہ کی تردید اور نصوص کی مخالفت ہو رہا ہو جاسے۔ رہی وہ تقلید جس میں "العاجلین یخطئ" و "تأییبہ" کی روشنی میں مجتہد کے دلائل و احکام کو محض مقلد الغلط سمجھتے ہوئے یہ غزم و عقیدہ پایا جاتا ہے کہ اگر اسکے خلاف کوئی حدیث صحیح معلوم ہو جائے تو تقلید کو چھوڑ کر "صحیح حدیث" پر عمل کرنے ہی میں نجات ہے وہ نہ صرف صحیح بلکہ نفس پروری و شہوت پرستی کے لئے مضبوط سزاوارہ ہے۔

(۴) مخلص صلی اللہ علیہ وسلم ایک مذہب کو دوسرے مذہب کے ساتھ

اختلاف کر دو تئوں میں اپنا زور ہو سکے۔ ایک شخص ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کو اختیار کرے اور سابقہ امت کے عوم و عقائد سے اس کے دل و دماغ مانوس ہوں تو اس شخص کا دونوں تئوں میں موافقت و ہم آہنگی کی منکر کرنا قرین بناس ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام کا ایک زمانہ تک اونٹ کا گوشت نہ کھانا اسی جذبہ کے تحت تھا ایسے حالات میں کبھی کبھی دین جدید کی لغوص و تعلیمات میں ایسی توجہات و تشریحات کی جاتی ہیں جو قدیم ملت کی تعلیمات سے ہم آہنگ اور قریب تر ہوں بلکہ شاد صائب کے بقول اس سلسلے میں روایات وضع کرنے کو بھی روادار کھا جاتا ہے گویا سے ”جو گندہ کیجئے ثواب ہے آج“ کا نظریہ کار فرما ہوتا ہے۔

نظر منکر کی اس غلطی کے نتیجے میں تحریف کی راہیں کھلتی ہیں اور اختلاف مذاہب کی راہیں بنم بنتی ہے اسی وجہ سے آثارِ امامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ لعل یول احرینی: اسرائیل معتدلا حتی نأیہم المولدون وابتاد سبابا التعمقوا بالوای خصلوا واصلوا یعنی اسرائیلیں کے وحشیانہ رویے میں اس وقت تک اعتدال رہا جب تک ان میں دوسرے مذاہب کے لوگ داخل نہیں ہوئے اور جب دوسرے داخل ہوئے اور رائے زنی کا سلسلہ چل پڑا تو خود بھی صراطِ مستقیم سے ہٹنے لگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ہذا ما استفتت من العون الکبیر وصاحبہ اخذ من الامام فی اللہ رحمہ اللہ۔

واما التبساہل فی اقامۃ احکامہا وارکانہ البخل والحرص  
اظاہر انہ مقتضی النفس الامارۃ ولا یخفی انہا تغلب الناس  
الا من شاء اللہ ان النفس لا مثارۃ بالتواء الامار حمری الا ان  
ہذا الذی بلتہ قد تلونت فی اہل الکتاب بکیفیتہ اخری کانوا  
یتکلفون تصحیحہا بتاویل فاسد وکانوا یظہرون فی صورۃ انتمشیع

## ترجمہ

بہر حال احکامِ تہذیب کی تعمیل میں سستی (دلا پر دای) اور خیل کا ارتکاب اور (دنیا کا ہلاک) تو ظاہر ہے کہ وہ نفسِ امارہ کا تقاضا ہے اور یہ نفس نہیں کہ وہ (نفسِ امارہ) لوگوں پر غالب آجائے ادا شاء، نشر دار شاد ہارگا ہے ان النفس (و) بیشک نفسِ توبہ کی ہی بات کا بھلانے والا ہے مجزاس کے میں ہر میرا پر دور و کار رحم فرما دے۔ مگر اس دنیا، ت (دکینہ پن) ہونے اہل کتاب میں دوسرے لوگوں سے رنگ پکڑا تھا۔ وہ لوگ ان (بد اعمالیوں) کو فاسد تاویلات کے ذریعہ صیح ثابت کرنے پر زور صرف کرتے تھے۔ اور اسے تہذیب کی شکل میں ظاہر کرتے تھے۔

## فائدہ

انلا ان هذا الذیلة ایک اعتراضِ مقدور کا جواب ہے کہ جب نفسِ امارہ کے تقاضے سے خلافِ شرع زور و شہ پیدا ہوتی ہے اور نفسِ امارہ ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے جس کی پیروی کر کے امتِ محمدیہ (علی صاحبہ العلیہ والسلام) بھی مبتلا تھے، مصلحانِ وطنیان ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے تو پھر اس منظرِ امت کے ساتھ یہود کی تفصیص چھپ سنی دار و ؟

## جواب

ان اخلافی مذہبہ وافعال غشیہ کو وہ لوگ نہ بھی روپ دے کر اختیار کئے ہوئے تھے اس لئے اسے منکالت و گمراہی کہا گیا اور یہی وجہ تفصیص ہے اور اگر شرعی حیثیت نہ دیتے تو عامی و خاص کی ہی کہلاتے منکالت و منکالت نہ کہے جاتے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی خیال رہے کہ اس امت کے جو افراد جو جانتیں یہود کے طرز پر ملتے ہیں اور اپنی مذکورہ کاریوں کو فاسد تاویلات کے ذریعہ صیح ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہیں جیسے قبر کے پیاری اور صحابہ کو تنقید کا نشانہ بنانے والے اور رب وشم کرنے والے "اتباعِ حدیث" کے نام پر نفسِ امارہ کے لئے آزمادی کی راہ ہموار کرنے والے، یہ سب فرق بنا کر ہیں جو انشعاقِ شیعہ من قبلہ کے مطابق یہود کی مذہب و حکامزین ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَمَا اسْتَبْعَادَ رِسَالَتَنَا بَيْنَا عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبِيَهُ  
اِخْتِلَافَ عَادَاتِ الْاَنْبِيَاءِ وَاَحْوَالِهِمْ فِي اَكْثَارِ التَّزْوِجِ وَ  
الْاَقْلَالِ وَمَا اسْتَبْعَادَ ذَلِكَ وَاِخْتِلَافَ شَرَائِعِهِمْ وَاِخْتِلَافَ  
سُنَنِهِمْ فِي مَعَاصِلَةِ الْاَنْبِيَاءِ وَبِعَثَةِ الْبَنِي مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيلَ  
وَلَقَدْ كَانَ جَمْعُهُمْ وَالْاَنْبِيَاءُ مِنْ بَنِي اِسْرَآئِيلَ وَافْتِثَالِ ذَلِكَ .

## اللغات

اکثر معدد زبان نثر ہے۔ زیادہ کرنا۔ اقلال: جنت سے کم کرنا۔ احکام: مضامین التزوج کے عرصے میں ہے۔

## ترجمہ

اور ہم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو بید کہنا تو اس کا سبب انبیاء کی عادات اور ان کے احوال کا مختلف ہونا ہے کچھ کی کمی بیشی میں اور ان چیزوں میں جو اس کے مشابہ میں (جیسے غنا و فقر) اور ان کی شریعتوں کا اختلاف ہے (جیسے تم اہل اور مال غنیمت کی حالت و حرمت کا اختلاف) اور انبیاء بنی اسرائیل کے معاملات میں اسلئے ایسے کا اختلاف: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی اسرائیل میں سے نبوت کرنا مالا لنگھ (عمر و دراز سے) کل انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہوتے رہے ہیں (یہ چار اسباب ہوئے رسالت محمدی کو بید سمجھنے کے) اور اس جیسے اور دوسری چیزیں (مثلاً یہود بے شریعت ہو سکیں گونا قابل نیک بکھانا)۔

## فائدہ

اختلاف سنۃ اللہ اور افعال و ملک کی ایک ایک مثال ترجمہ کے ساتھ بنی الصمد درج ہے ایک ایک اور ملاحظہ کریں۔

اختلاف سنۃ اللہ کی مثال :- انبیاء بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے دلیل نبوت کے طور پر یہ مجرہ عطا کیا تھا کہ اللہ کے نام کی پناہ کریں تو آسمان سے آگ آکر اسے کھا جائے لیکن نہ سب نبیلہ بنی اسرائیل کے ساتھ یہ معاملہ رہا اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم و السلام کے ساتھ۔ قولی و افعال و ملک مثل انزال العذاب بعد ظہور الحجۃ بظلال صافی و زمان تعینا علیہ السلوة وانشلا محیث ما انزل ید ما شق القصور و التزم

والاصل فی هذه المسئلة ان النبوة بمنزلة اصلاح نفوس  
العالم وتسوية عاداتهم وعباداتهم لا ايجاد اصول برة  
واشعة ولكل قوم عادة فی العبادات وتدين المنزل و...  
السياسة المدنية فاذا حدثت النبوة فی اولئك القوم  
لا تقضي تلك العادة بالصرة ولا تستأنف ايجاد عادة اخرى  
بل يميز النبي من العادات ما كان على القاعدة وموافقا  
لما يرضى الله سبحانه وتعالى وما كان منها بخلاف ذلك  
فيخير به بقدر الضرورة، والتذكير بالاعمال التي باياد الله ايضا  
يكون على هذا الاسلوب كما يكون شائعا فيما بينهم في الفنون  
فاختلفت شوائع الانبياء بهذه النكتة،

## اللغات

المسئلة سے شریعتوں کے اختلاف کو مسئلہ قرار ہے۔

تسوية درست کرنا حدثت : حدث محمد و ثناء و ثناء

ہونا، ظاہر ہونا۔ لا تقضي : افعال کے مضارع معروف، ضمیر کا جمع نبوة ہے۔  
الكل يتم کر دینا، شادنا (قوم من العادات کے بجائے میں العادات السب ہے، ہی عرب  
موافقا صحت کے ساتھ یعنی وموافقا ہونا چاہئے کیونکہ فارسی عبارت "بلکہ تمیز ساید  
در میان عادات آنچہ بر تامله باشد وموافق مرعنی حق بود باقی گذارد و" ہے خیال  
رہے کہ سابقہ شریعت میں موافقا باطل ہے۔

اور اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ نبوت نفوس عالم کی اصلاح اور

ترجمہ

ان کی عادات و عبادات کی درستگی کے درجے میں ہے نہ ان کی  
بدی کے اصول کی ایجاد کے نظام پر اور عبادات و تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ  
میں ہر قوم کی نفوس عادتیں ہوتی ہیں۔ پھر جب نبوت ان اقوام میں رونما ہوتی  
ہے تو اس سارے کو بالکل ختم نہیں کرتی ہے اور نہ دوسری مادیوں کو اسے مرنے

ایجاد کرتی ہے بلکہ نبی عادتوں میں سے منتخب کر لیتے ہیں۔ ان کو  
 جو قاعدہ کے مطابق اور اللہ کی مرضی کے موافق ہوتی ہیں اور تذکیر بالآلاء اللہ و  
 بایام اللہ بھی اسی اسلوب پر ہوتی ہے جیسا کہ ان کے درمیان رائج ہوتا ہے۔ بذا  
 نوگہ اس سے مانوس ہوتے ہیں اسی نکتہ کی وجہ سے ایمان کی شرطیں مختلف  
 ہو گئیں۔

**فائدہ** | اس عبارت میں اقلام و شرائع کے سبب اور حکمت پر روشنی  
 ڈالی گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کارِ نبوت و مقصد رسالت نفوس  
 بشریہ و بنیہ کی اصلاح و تطہیر اور ان کی عادات و عبادات کی تہذیب ہے۔  
 لیکن چونکہ اس طویل و عریض کائنات میں بسنے والے لوگ تہذیب تمدن  
 معاشرہ اور عادات و عبادات اسی طرح ملکی و سیاسی قوانین اور خانہ جنگی  
 کے اعتبار سے مجموعہ اصناف میں اور کوئی بھی قوم اپنے معاشرتی طور  
 طریقے اور رسوم و عادات سے کلی طور پر دستبردار ہونا گوارا نہیں کرتی  
 ہے اور نہ ہی حکمت خداوندی اقوام کی عادات کا استحصال و خاتمہ چاہتی ہے  
 اس لئے ہر قوم کے ہادی و رسول کو قومی و علاقائی مصالح و ضروریات کے  
 مطابق ایسی شریعت عطا کی گئی جو قومی مزاج و طبیعت سے ہم آہنگ ہو۔  
 ہذا اصغر اربعۃ اعیان علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اقوام کے بذات کا لحاظ  
 کرتے ہوئے ان کی عادات و عبادات میں ترمیم کرتے ہیں۔ جب تک مرضی  
 ہوئی کے خلاف ہونا ثابت نہ ہو جائے کسی عادت یا معمول پر پابندی نہیں  
 عائد کرتے ہیں اسی طرح تذکیر کے مواقع پر اگر دو پیش کے احوال کی رعایت  
 کی گئی ہے چنانچہ قرآن میں تذکیر بالآلاء اللہ سے موقعوں پر ان ہی نعمتوں کے  
 تذکرے کئے گئے ہیں جن سے قوم عرب (جو قرآن کریم کی اولین مخاطب تھی)  
 مانوس تھی مثلاً ذراعت تجارت اونٹن گائے اور اونٹونکھجور وغیرہ ذراعت  
 سبب مرغ بھینس وغیرہ اسی طرح تذکیر بایام اللہ کے موقعوں پر فرعون

ابو حضرت موسیٰ، اصحاب قبل اور حضرت ابراہیم وغیرہ کے واقعات آپ کو ملیں گے  
 وارا کرسم اور فراد و شیریں کی کہانیاں زمین سے عرب ناواقف تھے قرآن میں  
 مذکور نہیں۔

ومثل هذا الاختلاف كاختلاف الطبيب اذا دبر امراض المرض  
 فيصنف لاحد همداء واء بارداً او غداء بارداً او ياء مرّاً لاخربد واء  
 بارداً وغرض الطبيب في الموضعين واحد وهو اصلاح الطبع  
 وازالة المفسد لاغير وقد يصنف في كل اقليم دواء واء واء  
 على حد تقريبي حسب عادة الاقليم ويختار في كل فصل تدبيراً  
 موافقاً بحسب ضيق الفصل۔

دبتر: تدبیر سے ماعلیٰ غور کرنا۔ وَصَفَتْ (رض) وصفاء و صفہ  
 بیان کرنا، تجویز کرنا۔ الفصل موسم۔

## اللغات

اور اس اختلاف کی مثال معالج کے احوال کے اختلاف میں  
 ہے، جوہ و درجنوں کے مسائل میں غور کرتا ہے تو درجنوں کے احوال میں

## ترجمہ

سے ایک کے لئے ٹھنڈی دوا، ٹھنڈی غذا تجویز کرتا ہے اور دوسرے کو گرم  
 دوا اور گرم غذا (کے استعمال) کا حکم دیتا ہے جبکہ معالج کا مقصد دونوں جگہوں  
 پر ایک ہی ہے اور وہ مقصد طبیعت کی اصلاح اور طبیعت میں بگاڑ پرینہ  
 کرنے واسطے (مفسد مادہ) کا ازالہ (واخراج) ہے نہ کہ کچھ اور۔ اور کسی بھی  
 علاقوں کی عادات اور ان کے احوال کے مطابق ہر علاقہ میں الگ غذاؤں  
 الگ دوا تجویز کرتا ہے اور ہر موسم میں موسم کے مزاج کے موافق تدبیر اختیار کرتا

وهكذا الحكيم الحقيقي جل مجدته نصارادان يعالج من

من ابتغى بالمرض النفسانى ويقوى الطبع والقوة الملكية  
ويزيل الفساد اختلقت المعالجة بمسبب اختلاف اقوام  
كل عصر واختلاف عاداتهم ومشهوراتهم ومسلماتهم

### ترجمہ

اور اسی طرح جو فکر عظیم حقیقی بل مجدد نے چاہا کہ ان کا علاج کرے  
جو نفسانیت کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اور اس میں چاہا کہ طبیعت  
اور عقلی صلاحیت (روحانیت کی پاکیزہ استعداد) کو تقویت پہنچائے اور روحانیت  
میں (جگاڑ پیدا کرنے والے) اسباب کا ازالہ کرے ہذا ہر دور کی قوموں کے اخلاق  
اور ان کی عادات و مشہورات اور مسلمات کے اختلاف کے اعتبار سے علاج (الامریقہ)  
تختلف رہا۔

وبالجملة فان شئت ان ترى النموذج اليهود فانظر الى علماء  
السوء من الذين يطلبون الدنيا وقد اعتادوا تقليد السلف و  
اعرضوا عن نصوص الكتاب والسنة وتمسكوا بتعمق عالم  
وتشددوا واشتحنوا فاعرضوا عن كلام الشارع المعصوم و  
تمسكوا باحادیث موضوعية وتاويلات فاسدة كانت سبب هلاكهم

### ترجمہ

غرض یہ کہ تم اگر یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان علماء سوء  
و بدکردار علماء کو دیکھو جو دنیا کی طلب میں رہتے ہیں اور اسلاف  
کی تقلید کے عادی ہو چکے ہیں اور کتاب و سنت کی نصوص سے گریزاں ہیں۔ اور  
علمائے عمیق و قشہ راہ و راستحسان سے استدلال کرتے ہیں اسی وجہ سے شایع معصوم  
رسید المرسل جیل الطلوۃ والسلام کے کلام سے بیزار ہیں اور موضوع احادیث اور ایسی  
فاسد تاویلات کو اپنا عقیدہ بنا رکھا ہے جو ان کی بربادی کا سبب ہیں۔





## اللغات

تَجَمُّعٌ (جمع الثمن) جمع شئہ۔ مصدر تَجَمُّعٌ: اتجاہ جمع  
اَتَجَمُّعُ (جمع ہمزہ) کسی چیز کی اصل۔ بنیادی جز۔

ترجمہ: ہر حال نصاریٰ تو وہ ہیں علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور ان کی  
ایک گڑبادی تھی کہ وہ لوگ دعویٰ کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ  
کے تین اجزاء ہیں جو من وہ (بعض حیثیت سے) مختلف اور من وہ (بعض متہد ہیں) اور یہ لوگ  
ان تینوں اجزاء کا نام "اقانیم ثلاثہ" رکھتے ہیں۔

## فوائد

ف: نصاریٰ جمع نصرانی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آباؤ و اجداد اور  
جائے پیدائش کا نام ناصروہ ہے جس کی طرف منسوب ہو کر حضرت کے  
تبیین نصرانی کہلاتے ہیں۔ - ناصروہ "ملک شام (ممالک فلسطین) کے علاقہ گلیل میں  
بیت المقدس سے شتر میل کے فاصلے پر شمال میں اور مکہ و مدینہ سے جس میل کے فاصلے  
پر مشرق میں واقع ایک قصبہ کا نام ہے۔ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے "یسوع ناصروہ"  
کہلاتے ہیں۔ - سموا بدلت انتسابا الی قریبہ یقال لہا مصورات (مصوران و فیم)  
وہو قول ابن عباس و قتادہ و ابن جریر و دیگر۔ - نصرانی ناصروہ کا معرب ہے۔  
تفسیر ابوری سئہ: مطبوعہ تاج کتب خانہ لاہور

ف: قرآن نے بن چار فرقوں پر رو و قدر کی ہے ان میں سے تیسرا فرقہ  
نصارا، مل کا ہے۔ وہ حقیقت یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق ایمان  
لذہب پر اعتقاد رکھتے تھے ان کی آسمانی کتاب کا نام انجیل تھا یقیناً انہیں سے حضرت  
عیسیٰ کی تعلیمات حتیٰ کہ انجیل سادھی بھی تادیب محفوظ نہ رہ سکی۔ تبصرہ ہو کہ ان میں  
مگر انہیں، بد اسالیماں اور برے عقائد پیدا ہو گئے جن میں بد سے بدتر "عقیدہ تثلیث"  
ہے یعنی خدائی کے تین اقنوم یا اجزاء ہیں۔ پھر تینوں مل کر ایک خدا ہیں۔ نصاریٰ  
اسے "توحید فی التثلیث" کہتے ہیں۔ - آئندہ جہازت میں اقامہ تلک کی تفصیل آجی  
اس کی تشریح کے ذیل میں اقامہ کی جہت اشعار و مفذیرت کو بھی بیان سے کیا  
جائے گا۔ انشاء اللہ۔

احدھا الاب وذلک بازاء المبدء للعالم واثانی الابن و  
 هو بازاء المصادر الاول وهو معنی عام شامل لجميع الوجودات  
 والثالث روح القدس وهو بازاء العقول المجردة .

## اللغات

المبدء اسم ظرف ہے۔ بدایت سے، ہائے ابتداء، فلاسفہ  
 واجب تعالیٰ کو مبدء سے تعبیر کرتے ہیں، مانتے تھاری کی  
 تخلیق کو "نبوٹ فلاسفہ" کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش کی ہے اس لئے یحییٰ  
 کی اصطلاحات کو ذکر فرمایا ہے۔ ورد مسلم نظریہ کے مطابق مبدء ہونا چاہیے۔ مثلاً  
 هُوَ يَبْدِي وَيُفْعِلُ (بروند)، والشراطم۔ المصادر: مصدر اسم فاعل، فاعله  
 روحنا ہونے والا۔ روح القدس: الروح القدس، العقول المجردة: نفس  
 عقول جو مہنیاات سے مبرا ہیں۔ فلاسفہ کی اصطلاح میں عقل ایسا جو پروردگار ہے  
 جسے اپنے افعال میں اسباب و آلات کی امتیاز نہیں۔ یہی ہے اور جو واجب تعالیٰ  
 دوران کی مخلوقات کے درمیان وجودی اعتبار سے واسطہ ہوتا ہے یعنی ذات تعالیٰ  
 ہیئت غزل اعلیٰ عقول کے واسطے سے گویا مخلوق کو وجود دیتے ہیں جو جوہر  
 مجرد مستغن عن الالات الجسمانیۃ متوسط بین الواجب موصوماً  
 فی اضافة الوجود۔ (امون ۴)

## ترجمہ

ایک اقنوم "اب" ہے اور وہ مبدء عالم کے درجہ میں ہے  
 اور دوسرا "ابن" ہے اور وہ مبدء اولیٰ کے درجہ میں  
 ہے اور یہ ایسا نام بنتی ہے جو تمام موجودات کو شافی ہے اور میرے روح القدس  
 ہے اور وہ عقولِ مجردہ کے درجہ میں ہے۔

تسمیہ کے طور پر پہلے "نبوٹ فلاسفہ" کو بھی یحییٰ کو فاعل کے الفاظ  
 کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ نظریہ فلاسفہ کے مطابق ذات واجب تعالیٰ  
 (جو ان کی اصطلاح میں مبدء عالم میں) سے جو چیزیں سب سے پہلے وجود میں آئی،

اس کا نام "عقل اول" ہے۔ (الفصل الاول هو العقل الاول) جس کی تین حیثیتیں ہیں۔ (۱) اس کا نفس وجود اور موجود بالواجب ہونا وغویہ اس کے وجود کے مستقار اور غیر سے حاصل ہونا (۲) اس کا ممکن بالذات ہونا یعنی قبل وجود قیام وجود اور ممکن الوقوع ہونا۔ واجب تعالیٰ واجب الوجود ہے فلاسفہ نے اس کو لا یصدق بعین الانوار کہتے ہیں اور اس سے ایک سے زائد چیز کا صدور نہیں ہو سکتا ہے لہذا واجب تعالیٰ سے شئی واحد "عقل اول" ہی کا صدور ہوا اور اس کے بعد واجب تعالیٰ ماضی ہو گئے (وقال الله عن ذلك علو کبریا)۔ پھر عقل اول کو جو تین حیثیتیں حاصل ہیں (۱) کماثر (۲) لہذا (۳) عین پرزیر وجود میں آئیں گی۔ پہلی حیثیت (نفس ہوتی) کی وجہ سے عقل ثانی اور تیسری حیثیت (وجود بالواجب) کی وجہ سے فلک اول (وہی فلک) لا فلک فلک! اعظم اور عرش اعظم بھی کہا جاتا ہے اور دوسری حیثیت ممکن ذاتی ہونے کی حیثیت سے فلک اول کی نفس مدبرہ۔ پھر عقل ثانی نے اپنی ان ہی تینوں حیثیتوں سے عقل ثالث، فلک ثوابت (مکرمی) اور اس کی نفس مدبرہ کو پیدا کیا۔ اسی طرح عقل ثالث نے عقل رابع فلک ثالث اور نفس مدبرہ کو پیدا کیا۔ پھر سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ عقل تاسع سے عقل عاشر فلک تاسع اور نفس مدبرہ صفیہ وجود پر آئے اور یہی عقل ماضی مدبرہ ہے عالم حاضر کی۔

**مقصود یا تشریح** | جیسا کہ فلاسفہ نے شئی واحد مثلاً عقل اول (۱) تین حیثیتوں کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح نصاریٰ کی تخلیق کو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کے تین اجزاء یا تین اقوام ہیں۔ ماقبل از ہستی کے مطابق اقوام اول، اب، ہے جس کی نصاریٰ کے یہاں وہی حیثیت ہے جو فلاسفہ کے یہاں مسدہ عالم کی ہے۔ اقوام ثانی، ابن، ہے جس کی حیثیت نصاریٰ کی نظر میں وہی ہے جو فلاسفہ کے یہاں صادر اول و عقل اول، کی ہے۔ اقوام ثالث، نع، اللہ کی ہے۔ نصاریٰ کے نظریہ میں اس کی وہی حیثیت ہے جو فلاسفہ کے خیال میں عقل مجرور کی ہے۔ یہ اقوام ثلاثہ من وجہ مغائر اور من وجہ متحدہ ہیں، عہد ہدایت (موجودہ) نامیل (میں)

عہد عرش اعظم اور عرش اسماء میں اصلاح ہے۔



کی اسلامی تشریح ہو اور اس نے پہلی اول سے صادر ہونے والی پہلی چیز زاد ہو جسے  
ہم "وجود" کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وجود ایسا معنی ہے جو کائنات کی ہر شے میں پایا  
جاتا ہے۔

وكانوا يعتقدون ان اقنوم الابن تدّرّع بروح عيسى عليه  
الصلوة والسلام. يعني تصور الابن بصورة روح عيسى كما ان  
جبرئيل عليه السلام يظهر بصورة الانسان ويرزقهمون ابن  
عيسى على نبينا وعليه الصلوة والسلام الله وان ابن الله  
ايضا وان بشر يجري عليه الاحكام البشرية والالهية معا

## اللغات

تدّرّع: باب تفضل سے ماضی، زرہ یا قیض پہننا۔ تصور میں باب  
تفضل سے۔ التصور بصورة فلان، فلاں کی شکل امتیاز کرنا۔

## ترجمہ

اور (نصارائی عقیدہ رکھتے تھے کہ اقنوم ابن نے عیسیٰ علیہ السلام  
کی روح کا بارہ اوڑھ لیا یعنی "بیٹے" نے روح میسوی کی  
صورت اختیار کر لی جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام انسانی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔  
(صحیح روایت کے مطابق اکثر حضرت وحیہ کلبی کی صورت میں) اور نصاریٰ دعویٰ  
کرتے تھے کہ عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام "اللہ" بھی ہیں اور یہ کہ وہ ابن اللہ  
بھی ہیں اور یہ کہ وہ ایسے انسان ہیں جن پر بشری اور خداوندی (دونوں قسم کے)  
احکام ساتھ ساتھ جاری ہوتے ہیں۔

وكانوا يتصورون في هذا الباب بعض تصورات الانجيل حيث  
وقع فيه لفظ الابن وقد نسبت الى نفسه بعض الافعال  
الالهية.

## ترجمہ

اور وہ لوگ اس معاملہ میں انجیل کی بعض عبارتوں سے استدلال کیا کرتے تھے اس وجہ سے کہ اس میں لفظ ابن (کا ہم معنی لفظ آیا ہے اور حضرت عیسیٰ نے بعض خدائی افعال کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔

## فائدہ

خدائی انجیل کی عبارتوں سے مختلف طریقوں پر استدلال کرتے تھے بطور نمونہ چند استدلال پیش خدمت ہیں۔

۱۔ انجیل میں لفظ ابن کا اطلاق حضرت مسیح پر ہوا ہے۔ خود مسیح نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا اور خدا کو اپنا باپ کہا ہے۔ انجیل (ربوہ میں) سیکڑوں شاہین مل جائیں گی مثلاً انجیل مرقس میں حضرت کی دعا منقول ہے۔ ابا! اسے اپن سب کچھ تم سے مکن ہے اس پر اسے کو بخود سے بٹائے (لوقا باب ۱۰: ۳۶)۔ انجیل لوقا میں ہے اسے باپ آسمان اور زمین کے خداوند میں تیرا شکریہ کرتا ہوں۔ (ربا ۱۰: ۳۱) (اس کا جواب کتاب میں آگے آ رہا ہے۔)

۲۔ حضرت مسیح نے اپنے بارے میں اس عالم سے ہونے کی نفی کی ہے چنانچہ انجیل یوحنا میں ہے فقال لہم انتہ من اسفل اما انافضن فوق انتہ من ہذا العالم اما انافضت من ہذا العالم کا مطلب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ جو اب یہ ہے کہ اسی طرح کی بات حضرت مسیح نے اپنے مخالفین کے حق میں بھی کی ہے چنانچہ انجیل یوحنا میں ہے۔ تم تم دنیا کے ہوئے تو دنیا اپنوں کو پیار کرتی لیکن تم دنیا کے نہیں بلکہ میں نے تمہیں دنیا میں سے چوں کیا ہے اس واسطے دنیا تم سے کیڑہ نکلتی ہے۔ (ربا ۱۵: ۱۸)۔ اگر اس سے الوہیت ثابت ہوتی تب تو یسوع مسیح کے سارے قہیں مہو و ہو جاتے۔ (لوقا ۱۸: ۳۱)۔ اس لئے عالم سے ہونے کی نفی کا مطلب یہ دنیا کا طالب نہ ہونا۔ بلکہ طالب آخرت اور رضا

ملکہ باب ۴ بیت ۴۔ جیسے میں دنیا کا نہیں ہوں وہی دنیا کے نہیں ہوں۔





بار کی بیٹی کو جو کسی عبادت خانے کا مردار تھا جیسا کہ لوقا، مٹی اور مرقس میں ہے اور ایک نوجوان کو جیسا کہ لوقا نے ساتویں باب میں نقل کیا ہے اور ایک مزدور کو جسے مرقس یوحنا نے اپنی انجیل کے گیارہویں باب میں نقل کیا ہے ۔

اور حضرت قیال کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے ہزاروں کو زندہ کیا ہے ۔ جیسا کہ ان کی کتاب کے سببندیوں باب میں ہے ۔ نیز حضرت الیاس علیہ السلام کا مردہ کو زندہ کر دینا اول کتاب سلاطین کے سترہویں باب میں لکھا ہے تو ان سب کو خدا اپنا چاہنے والا بنانا سب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں حالانکہ اس کے وہ بھی قائل نہیں ۔

قولہ الانجیل "اما اب خدا نے لکھا ہے کہ یہ یونانی لکھ ہے جس کے معنی بشارت کے ہیں ہمارے نزدیک انجیل وہ آسمانی کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی ۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاتَّخَذْنَا الْإِنجِيلَ

یہ کتاب کتنی بڑی تھی ؛ کس طرح اور کس وقت لکھی گئی تھی ؛ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کس کے پاس رہا کرتی تھی ؛ یہ اور اس طرح کے سوالات کے جواب صرف اللہ ہی کو معلوم ہیں ، البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہلماں کو جمع کر لیا تھا اور یہی کتاب وہ مقدس انجیل تھی جس کے "نثرل من السماء" ہونے کا یقین کرتا ہوں اسلام کے مخالفین میں سے ہے ۔ (الرومہ، بغیر تخریر)

لیکن حضرت عیسیٰ کے "روح الی السما" کے بعد ہی لغاری انجیل مقدس سے محروم ہو گئے ۔ تاویہ اس کی حفاظت رکھ سکے ۔ اور حضرت کے بچائے ہوئے پوروس طریقہ کی تنبیہات کی پیروی کر لی اور رفتہ رفتہ ایک انجیل کی جگہ بہت ساری انجیلوں نے لے لی اور پہلی صدی عیسوی سے چوتھی صدی عیسوی کے اوائل تک انیس سے زائد انجیل کی بھرمار ہو گئی تھی کیونکہ "انجیل مٹی" کی گندگی کے بعد "انجیل" کا مادہ کثرت اہام پر ہو گیا تھا ۔ لہذا اسے "ہرگز تہ عمارت نو ساخت" : انجیل کی اس بڑھتی تعداد کو دیکھ کر اگر باب لغاریت کو تشویش ہوئی تو اس سے "میں" "ناسیا کو فصل" نے بقول

حاضر من غرض حسن تیرا فی بیاری انبیوں کو اکٹھا کر کے ”جھولی گر جائے بھو روہ سے“ کے ورہ و دعا کے ذریعہ چار کھانتا ب کیا اور باقی نکالنا ذکر دی گئیں تاہم ان کا عمل بھی انامین کے قریب کی چیز سے کچھ زیادہ مختلف نہیں رہا اور ہم القرآن کا سچا تفسیر انہا کتب تاریخیہ مضطرب اصدا در منہا ما ہو تذب و منہا ما ہو متناہی حرف بھون صادقی ہے۔ حوالہات اور تفصیلات مطلوب ہوں تو قصص القرآن اور اصون البکر لا حظہ فرمائیں۔ انجیل کے شارح ۳ ہورن اپنی تفسیر و مضمون (۱۸۸۸ء) کی جگہ پارہا باب دوم کی دوسری قسمیں انجیل کے زمانہ تالیف کے بارے میں صحیح معلومات فراہم نہ ہونے کا شکوکہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

الف الانجیل سنہ ۱۰۳۷ء و نصف ۳۸ء و سنہ ۱۰۴۱ء و سنہ ۱۰۴۳ء  
 و سنہ ۱۰۴۸ء و سنہ ۱۰۵۱ء و سنہ ۱۰۶۶ء و سنہ ۱۰۶۳ء و سنہ ۱۰۶۴ء من المیلاد و  
 الف الانجیل الثانی سنہ ۱۰۵۶ء و ما بعد ہالی سنہ ۱۰۶۵ء والاغلب الف  
 سنہ ۱۰۶۰ء و سنہ ۱۰۶۳ء و الف الانجیل الثالث سنہ ۱۰۵۳ء و سنہ ۱۰۶۳ء و سنہ  
 ۱۰۶۳ء و الف الانجیل الرابع سنہ ۱۰۶۸ء و سنہ ۱۰۶۹ء و سنہ ۱۰۷۰ء و سنہ  
 ۱۰۹۷ء و سنہ ۱۰۹۸ء من المیلاد و (المبارکین ص ۱۲۷)۔

اس صورت حال میں ایسے آسمانی کتاب کہنا اور قرآن کریم کے مقابلہ میں اختیار کرنا کیا نفسانیت و نارائی کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے؟  
 قولہ وقد نسب ابن شریح جہا آپ نصاریٰ کے پانچ استدلال کہہ دیا ہے  
 کر چکے ہیں۔ ماتن نے اس عبارت میں پچھلے استدلال کو ذکر کیا ہے چنانچہ انجیل  
 اس کے ذکر سے بھی خالی نہیں۔ نئی میں ہے ”بب وہ پہاڑ سے اتر آتو بڑا بھاری  
 بھوم اس کے پیچھے ہو گیا اور دیکھو ایک کوڑھی آکر اسے مسجد دیکھا اور کہا:  
 اے خداوند! اگر تو چاہے تو مجھے صاف کر سکتا ہے۔ تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے  
 چھوا اور کہا میں چاہتا ہوں تو پاک صاف ہو جاؤ۔ خدا اس کا کوڑھ جاتا رہا۔“

حضرت کا پاک و صاف یعنی صحتیاب ہونے کی شہادت کا اپنی طرف منسوب کرنا  
فسادی کی نظر میں خدائی کی دلیل ہے۔

## ابطال تثنیث

عقیدہ تثنیث بدیعہ البطلان ہے تاہم علماء اسلام نے  
اس کے باطل ہونے کی مختلف دلیلیں پیش کی ہیں۔

۱۔ انی الضمیر کو سیدہ کے ساتھ منقطع ہر اسے میں بیان کرنے کی خاطر ان دلائل کا  
مطالعہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو گا۔ <sup>تثنیث کے ناکم بھی کہتے ہیں کچھ ایک</sup> <sup>میں ہیں ہر سو، ہر سو بیٹ کے ناکم</sup>

۲۔ یہ یحیٰی اپنے وجود اور شخص میں نہیں ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو تین اشخاص  
جدا گانہ ہوئے نہ کہ ایک، پھر ایک کہنا غلط ہے۔ اور اگر نہیں ہیں تو تین نہ ہوئے  
ایک ہی ہوا پھر تین کہنا غلط ہے۔ (۲) یسوں مل کر مستقل خدا ہوتے ہیں یا جدا گانہ  
ہیں ہر ایک خدا ہے۔ ۳۔ پہلی صورت میں ہر ایک کو خدا کہنا غلط ہے نہ خود خدا خدا  
ہے نہ روح القدس خدا ہے نہ حضرت مسیح خدا ہیں۔ دوسری صورت میں یحیٰی سے  
مستقل خدا ہوئے نہ کہ ایک پس توحید نہ رہی۔ (۴) حضرت مسیح کو جب خدا کا بیٹا  
کہا جاتا ہے تو باپ اور بیٹے میں ضرور تقدم ذاتی اور تقدم زمانی ہے اب اسے  
مرتبہ میں کہ جب خدا مسیح کا بیٹا نہ تھا تو خدا خدا تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو پھر یہ کہنا  
کہ یحیٰی مل کر ایک خدا ہوا غلط ہے کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی خدا تھا۔ اور اگر  
وہ خدا نہیں تھا تو مسیح بھی خدا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جب باپ ہی خدا نہ تھا  
اور نقص کی حالت میں اس سے مسیح پیدا ہوئے تو یہ کیونکر خدا ہو گئے؟ پھر سے  
گھوڑا پیدا نہیں ہو سکتا۔ (البدیان)۔

(قطب صفحہ ۵)؛ علامہ غزالی نے ماسون کی مجلس میں ابو ترہ افغانی سے سوال  
کیا کہ حضرت مسیح کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بولا خدا کے بیٹے ہیں۔ غزالی نے کہا،  
بعض کل سے بھڑوق تجزی، ولد مؤالد سے بر سبیل تامل، بسر خراب سے بطریق  
استمال اور مخلوق خالق سے بچہت صنعت ہے۔ تو کیا اس کے علاوہ باتوں کی صورت  
ہم ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ لیکن اگر میں ان میں سے کسی ایک کا قول کرؤں تو تم کیا

کہو گے؟ مخاطبی نے کہا، باری تعالیٰ متبزی نہیں ہونے کیونکہ اگر یہ بات جائز ہو تو صورت دوم و سوم بھی جائز ہو گئی۔ اور چونکہ صورت ہمارا مذہب ہے، ہیئت النمرانی۔ (الروض)۔

**دلیپ واقعہ** | یہی اشخاص نے نمرانی مذہب اختیار کیا۔ ایک پادری نے بڑے اہتمام سے انہیں اپنے مذہب کے ضروری عقائد سکھائے بالخصوص عقیدہ تخلیق پر اچھا خاصہ زور صرف کیا۔ یہ تینوں اشخاص ابھی اسی پادری کی خدمت میں تھے کہ پادری کا کوئی قدیم عقیدہ قلم آگیا جس کے سوال و جواب بازو حق حضرات کے لئے پیش خدمت ہیں۔

عقیدہ قلم: کیا کچھ لوگوں نے نمرانیت اختیار کیا؟ پادری: ان میں سے افراد نے یسوع مسیح کا مذہب اختیار کیا ہے۔ عقیدہ قلم: ان لوگوں نے کچھ... ضروری عقائد بھی سیکھ لئے؟ پادری نے انتہاء میں جواب دیا اور ان میں سے ایک کو عقیدہ قلم کے سامنے بلا کر سوال کیا۔ عقیدہ تخلیق کے بارے میں تمہیں کیا معلوم ہے؟ مجدد نمرانی: آپ نے مجھے بتایا کہ خدا تین ہیں ایک وہ جو آسمان میں ہے۔ دوسرے وہ جو حضرت مریم حذرا کے شکم سے پیدا ہوئے اور تیسرے وہ جس نے بشکل کبوتر مسعود ثانی (جسین) پر تیس سال کی عمر میں نزول فرمایا۔ پادری یہ جواب سن کر چہا رخ ہوا ہو گیا اور مجدد نمرانی کو ہلکا بھول کہہ کر بھگادیا۔ پھر دوسرے نمرانی جدید کو بلا کر وہی سوال کیا۔

دوسرا نمرانی: آپ کی تعلیم کے مطابق تین آجہ تھے ایک کو سولی دیدی گئی تو اب دو خدا بچے ہیں۔ پادری نے اس پر کئی ناراضگی کا اظہار کیا اور بھگادیا۔ پھر تیسرے نمرانی کو بلایا جو سابقہ دونوں سے زیادہ ذکی و ذہین اور عقائد کو سمجھنے دیا کرنے کا شوقین تھا۔ اس سے بھی عقیدہ تثلیث کی توضیح چاہی جواب ملا: میرے آقا و مولا! جو کچھ آنحضرم نے بتایا ہے۔ رب مسیح کے فضل سے بندہ نے اسے خوب سمجھ کر اچھی طرح یاد کر لیا ہے یعنی الواحد ثلاثہ و الثلاثہ

واحد<sup>۱۱</sup> ایک تین ہیں اور تین ایک ہے۔ ان میں سے ایک کو سولی دے کر  
 فائدے کے گھاٹ پہنچا دیا گیا۔ لہذا (تین ایک کے اتحاد سے) سب فنا ہو گئے اور  
 اب کوئی خدا نہیں رہا اور نہ اتحاد کی نفس لازم آئے گی۔ میں کہتا ہوں اس  
 میں ان مضامینوں کا کوئی تصور نہیں۔ یہ عقیدہ ہی ایسا ہے کہ عوام و خواہم  
 دونوں اس میں اٹھے ہوئے ہیں۔ علماء، بیہوت و حیران ہو کر کہتے ہیں نعتقد  
 ولا نضمہ کہ ہم تو بغیر کے اس کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ بس۔ اسی وجہ سے  
 امام رازی نے فرمایا۔ لا غری من هذا فی الدنیا اشدد وکانتا وبعد امن  
 العقل من من هذا هب التصادی، ہیں دنیا میں نصاریٰ کے دھرم سے زیادہ  
 بوکس و لچر اور بیدار عقل مذہب نظر نہیں آیا۔ (از انوار الحق ص ۵۹)۔

والجواب عن الاشکال الاولی علی تقدیر تسلیم ان کلام  
 عیسیٰ علیہ السلام لیس فیہ تحریف ان لفظ الابن کان  
 فی الزمان القدریم معنی المحبوب والمقرب والمختار  
 كما يدل علیه کثیر من القرائن فی الانجیل،

**ترجمہ** پہلے اشکال کا جواب "اس بات کو ان پنے کی صورت میں کہ  
 وہ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ اس میں تحریف نہیں ہے۔"  
 یہ ہے کہ لفظ ابن قدیم زمانہ میں محبوب و مقرب اور مختار (پسندیدہ و ہمارا)  
 کے معنی میں تھا جیسا کہ اس پر انجیل کے بہت سے قرائن دلالت کرتے ہیں۔

**فائدہ** یہود و نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الٰہیت کا اشتباہ و  
 وہیوں سے ہوتا تھا۔ عا: انجیل میں حضرت عیسیٰ پر "ابن" کے  
 اطلاق سے۔ عا: حضرت عیسیٰ کا اپنی طرف بعض افعال "ابن" کی نسبت کرتے تھے۔  
 پہلے اشتباہ کے جواب میں حضرت مہم غلام فرماتے ہیں کہ اول تو یہ تسلیم کرنا مشکل ہے

کہ جن جہوں پر حضرت پر لفظ ابن کا اطلاق ہوا ہے وہ حضرت ہی کا کلام ہے۔ تحریر نہیں ہے کیونکہ کتب الاناجیل کا حرف ہونا یقینی ہے جیسا کہ صوبہ پر کئی مثالیں گزر چکی ہیں۔ تاہم اگر تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے "اہلیت والوہیت" کا اثبات نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لفظ یا تو حقیقی معنی میں استعمال ہوتا ہے یا مجازی معنی میں۔ معنی حقیقی میں وہ حیوان جو والدین کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو۔ یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے کئی یوں اسے ولد و نوزائیدہ صاحبہ اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بیوی تو ہے نہ بہن۔ لہذا معنی مجازی مراد لے جائیں گے جیسا کہ انجیل کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں کو لفظ "ابن" مقرب و محبوب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لوقا باب سوم میں نسب نامہ مسیح میں آدم کو "ابن خدا" کہا گیا ہے۔ (آیت ۳۸)۔ اسی طرح متی میں حضرت یسٰی کی زبانی خدا کو نیسیائیوں کا باپ کہا گیا ہے۔ (ربا آیت ۳)۔ لہذا سارے انجیل میں بیٹے ہوئے جیسا کہ انجیل لوقا باب عنوان - میدانی وعظ - آیت ۳۶ میں لکھا "تم خدا سے تعلق کے نزدیک ہو گے" ان حوالوں سے بات سمجھنا ہوتا ہے کہ "ابن" لفظ مقرب و محبوب کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور مقرب و محبوب خدا ہونا ہوتا ہے جو صالح و راست باز ہو۔ یہی وہ ہے کہ انجیل مرقس میں حضرت یسٰی کی وفات کے تذکرہ میں صوبہ دار کا جملہ دہشت ہے آدمی در حقیقت خدا کا بیٹا تھا۔ (آیت ۱۴) جب کہ لوقا میں اسی واقعہ میں اسی صوبہ دار کا مقولہ ہے "یہ شک ہے آدمی راست باز ہے" (ربا آیت ۳۷)۔

والجواب عن الاشكال الثاني انه على سبيل الحكاية كما يقول رسول مَلِكٍ من المَلُوكِ قد ظلمنا المَلِكَ الفلاني وقد كَفَرنا قلعته كذا وفي الحقيقة هذا الامر راجع الى المَلِكِ واما الرسول فانما هو ترجمان معصوم وايضا يحتمل ان يكون طريق الوحي الى عيسى عليه الصلوة والسلام انطباع المعاني

فی لوح نفسه من قبل العالم الاعلی لا تمثل جبریل بالصورة  
البشریة والقاء الکلام فرما یمجرى بسبب هذا الانطباع  
منه علیه الصلوة والسلام کلام مشعر بنسبة تلك الافعال  
الی نفسه والحقیقة غیر خفیة .

## اللغات

رسول : قاصد و سفیر - دھونا : تدریس یا لک کرنا - انطباع :  
منقش ہونا - لٹھنا : لوح : تختی : جسے الواح : نقش : کس  
کی صورت اختیار کرنا ۔

## ترجمہ

اور دوسرے اشتباہ کا جو لب یہ کہ وہ بعض افعال الہیہ کو اپنی  
طرف منسوب کرنا ، حکایت کے طور پر ہے جیسا کہ بادشاہوں میں  
کسی بادشاہ کا سفیر ترجمان کہتے ہیں نلاں ملک پر غالب آگئے اور ہم نے نلاں  
قطع کو تباہ کر دیا اور حقیقت میں یہ چیزیں بادشاہ کی طرف منسوب ہوتی ہے اور  
بہر حال قاصد تو وہ سفیر بعض دھونے والا ہے ۔ نیز افعال پر بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام  
کی طرف وحی کا طریقہ عالم بالا کی جانب سے ان کے لوح دل پر مضامین کے منقشے  
ہونے کا رہا ہو جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیث قدسی کا انکاس و انعکاس ہوتا  
تھا ، نہ کہ جبریل کا بشکل انسانی آنا اور کلام کا انعکاس کرنا ۔ چنانچہ بعض اوقات اسی  
ابہام کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایسا کلام صادر ہوتا تھا ۔ جو آپ کی طرف  
ان افعال کے انتساب کا پتہ دیتا ہے اور حقیقت محض نہیں ہے ۔

حاصل یہ کہ حضرت کے کلام میں جہاں کہیں خدائی افعال کو محکم کے صیغہ  
سے بیان کیا گیا ہے وہ اپنی طرف انتساب کے طور پر نہیں بلکہ کلام ربانی کی نقل و  
حکایت کے طور پر ہے ۔ لہذا آپ کی ذات گرامی محض ترجمان و قاصد یا سفیر و  
نمائندہ ہے اور ظاہر ہے کہ رسول جن افعال و اقوال کو صیغہ محکم سے بیان کرتا  
ہے وہ درحقیقت مرسل ہی کے اقوال و افعال ہوتے اور سمجھے جاتے ہیں ۔

اس نے معرفت کے اقوال سے (موجود حقیقت حق رسالت کی ادائیگی کے طور پر) ہماری ہوتے ہیں، استدلال کر کے آپ کی الوہیت کے راہ الاہنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بادشاہ کے قاصد و سفیر کی گفتگو سن کر کوئی شخص قاصد کی سلطنت پر استدلال کر کے اس کے اقتدار کے گیت گانے لگے۔

والحقیقۃ الاما مطلب یہ ہے کہ کسی جانتے ہیں کہ رسول کے کلام میں صیغہ متکلم کی نسبت حقیق نہیں ہماری ہوتی ہے بذا کلام سبحانے استدلال غلط ہے۔

وبالجملة فقد رَدَّ اللهُ سبحانه وتعالى هذا المذهب  
الباطل وقرآن عيسى عبد الله وروحه القدس نفتح في  
رحم مريم الصديقة وايداه بروح القدس ونظر اليه  
بالعناية الخاصة الموعودة في حقه .

قرآن: تقریر ثابت کرنا۔ نفتح: (رن) نفاذ پہونکنا۔ مریوہ  
بنت عمران والدہ عیسیٰ و افضل نساء زمانہ۔ ایدہ:

اللغات

تايد قوي کرنا۔ مدد کرنا۔ الصلوة يقدونه۔

الحاصل اللہ تعالیٰ نے اس باطل مذہب کا رد فرمایا اور  
غابت کیا کہ جس خدا کا بندہ اور اس کی وہ پاک روح

ترجمہ

ہے جس کو اس نے مریم صدیقہ کے رحم میں ڈالا اور اس کی روح القدس سے  
تايد فرمائی اور اس پر وہ خاص عنایت رکھی جو ان کے حق میں ملحوظ تھی۔

قوله فقد رد الله آجیے سورہ مائدہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فائدہ

نَحْنُ نَعْلَمُ الْغَيْبِ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ  
فَاٰلَآؤُنَا اِنَّهٗ ثَلٰثٌ ثَلٰثٌ  
ہمیں میں کا ایک مالا نمہ کوئی سبوت نہیں ہنر  
ایک ہووے۔





(استغفر اللہ)۔ بات اصل یہ ہے کہ روح کی اصناف جو اپنی طرف کی ہے یہ حسن و شرف و کرم اور روح انسانی کا امتیاز ظاہر کرنے کے لئے ہے یعنی وہ خاص جان ہیں جو نمود ہے میری صفات کا اور بسبب خصوصی لطافت کے مجھ سے نسبت قریب ہے ملا کر رکھنے والی ہے۔

امام غزالی نے دوسرے عنوان سے اس اصناف پر روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں۔ اگر آفتاب کو قوت گویائی مل جائے اور وہ کہے کہ میں نے اپنے نور کا فیض زمین کو پہنچایا تو کیا یہ لفظ ان پناور غلط ہوگا؟ جب یہ کہنا صحیح ہے حالانکہ آفتاب زمین میں طول کرتا ہے نہ اس کا نور اس سے جدا ہوتا ہے بلکہ زمین کے لاکھوں میل دور رہ کر بھی روشنی کی باگ اسی کے قبضہ میں ہے، زمین کا کچھ امتیاز نہیں چلتا بلکہ اس کے کہ اس سے بعد راہی استعداد کے قطع حاصل کرتی رہے، تو وراہ اور ارحام کا آدم کے حق میں یہ فرمانا کو نفعت و فائدہ ہوتا تو میں نے آدم میں اپنی روح بھونکی یا عین مسیح کی بابت یہ فرمانا کو کوئی فائدہ طول و اعتماد و خبرہ کی دلیل کیسے بنا سکتی ہے۔

قوله وَاَنْتَ ذُو الْفَرْدِ الْقَدْسِ "جیسے سورہ مائدہ میں ارشاد کیا ہے۔ اِذَا أَنْتَ تَنْفُخُ بِنُفْحِ الْقَدْسِ جب مدد کی میں نے تیری پاک روح سے۔ یوں تو تو روح القدس سے سب مراتب سب انبیاء طیبہ السلام بلکہ جملہ مومنین کی بھی تائید ہوتی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن کا وجود ہی "نفس بریلو" سے ہوا کوئی خاص قسم کی فطری مناسبت اور تائید حاصل ہے۔

روح القدس کی مثال عالم ارواح میں ایسی کچھ جیسے عالم مادیات میں قوت کبریا پر (مکمل کا خزانہ) میں وقت اس خزانہ کا مدیر عین اصول کے موافق کرنا چھوڑتا اور عین انبیاء میں بھی اس کا اثر پہنچاتا ہے۔ ان کا انگشتن درست کر دیتا ہے تو فوٹا خاموشی اور ساکن مشینیں بڑے زور سے گھومنے لگتی ہیں۔ اگر کسی مریض پر زہلی کا عمل کیا گیا ہو تو مشلول اعضاء اور بے حس ہونے والے اعصاب میں بھی اس کے

جو پنچے سے حس و حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسے بیمار کے معنوم میں جس کی زبان بالکل بند ہو گئی ہو، قوت کبریا تیرے سے پوچھنے سے قوت گویائی واپس کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض غائی ڈاکٹروں نے تو یہ دعویٰ کر دیا کہ ہر قسم کی بیماری کا علاج قوت کبریا تیرے سے کیا جاسکتا ہے۔ (رواۃ العارف فرید دہلی)

جب اس معمولی آدمی کبریا تیرے کا حال یہ ہے کہ تو انداز کر لو کہ عالم اولیٰ کی کبریا تیرے میں جس کا خزانہ روح القدس ہے کیا کچھ طاقت ہوگی۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی ذات گرامی کا تعلق روح القدس سے کسی ایسی خاص نوعیت اور اصول کے ماتحت رکھا ہے جس کا اثر کھلے ہوئے قلبہ روحیت، تجرد اور مخصوص آثار حیات کی شکل میں ظاہر ہوا، ان کا روح اللہ سے ملقب ہونا، پچھن جوانی اور کمبخت میں یکساں کلام کرنا، طرہ اس کے حکم سے افاضہ حیات کے قابل کا بکثرت یا کی تیار کر لینا اس میں باذن اللہ روح حیات پھونکنا، ایوس! العلاج مریموں کی حیات کو... باذن اللہ بدین توسط اسباب مادیہ کے کار آمد اور بہت عیب بنادینا وغیرہ سب آثار اسی تعلق خصوصی سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر یہ سب امتیازی سمالات ہیں جن کی کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتی پر جاتیکہ الوہیت ثابت ہو۔ (الروح من مشن ۱۲)

وَبِالْجَمَلَةِ لَوْظَهَرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي الْكِسُوتَةِ الرَّوْحِيَّةِ  
الَّتِي هِيَ مِنْ جَنْبِ سَامِرِ الْأَرْوَاحِ وَتَدْرُعُ بِالْبَشَرِيَّةِ فَهِيَ  
لَا يَنْطَبِقُ لَفْظُ الْإِتِّحَادِ عَلَى هَذَا الصَّعْنِ عِنْدَ التَّدْقِيقِ وَ  
الْإِمْعَانِ الْإِبْتِسَامِ وَأَقْرَبُ الْأَلْفَافِ لِهَذَا الصَّعْنِ...  
النَّعْوِيَّةِ وَمِثْلُهُ - تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا

کیسوتہ: لباس، پوشاک، تدقیق: تدبر غائرہ یا چادر پہننا، تدقیق  
باریک بینی سے کام لینا، ایمعات: نہایت غور سے سوچنا، تسامع

اللغات

چشم پوشی از مبرناؤ۔ تقویم: سید عاکرنا۔

**ترجمہ** | غلام کلام بالغرض اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس "روحی" لباس میں ظہور فرمایا جو تمام ارواح کی جنس سے ہے اور بشریت کا پلادہ اور ڈھ بیا تو (بھی) وقت نظر اور تہی سوئے سے کام لینے کی صورت میں لفظ اتحاد اس معنی پر منطبق نہیں ہو سکتا ہے (فٹ نہیں آ سکتا ہے) مگر معنی "تقیق" سے چشم پوشی کے ساتھ اور اس مفہوم کا قریب ترین لفظ تقویم ہے اور اس بیجا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اس سے بہت بلند و بالا ہے جسے یہ ظالم لوگ کہتے ہیں۔

**فائدہ** | اتحاد کے معنی میں در ذاتوں کا اس طرح ایک ہو جانا کہ دویت کا تصور ہی ختم ہو جائے۔ تقویم کے معنی ہیں کسی چیز کے قوام میں رہنے میں داخل ہونا۔

ما تین علیہ السلام کا کہنا ہے کہ بعض جمالی اگر فطری کی یہ بات مان لی جائے کہ اللہ تعالیٰ "فخلق جنودا وروا" جیسی روح بن کر بشر کی صورت میں جلوہ گر ہوا تو بھی اس جلوہ گری کو "اتحاد" کا نام دینے کے لئے بڑے سے پاڑ بیٹھ پڑیں گے پھر بھی کامیابی مشکل ہوگی۔ جیسے کسی انسان پر جن یا شیئیں آجائے تو دونوں کو متحد کہنا مشکل ہے۔ راہیاد اللہ ثم الیہا بالشر۔ بشریت کے لباس میں روح مذکورہ کی جلوہ گری کو زیادہ سے زیادہ تقویم کہا جاسکتا ہے کیونکہ مجموعہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ بشر یعنی یسوع مسیح کے ایک جزء کی حیثیت سے اس کے قوام میں داخل ہے۔

تقویم کا دوسرا معنی: تقویم کا ایک معنی "صورت" بھی ہے اس معنی کے اعتبار سے تقویم "مثال بشری" کا ہم معنی ہوگا۔ یعنی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشری صورت اختیار کر لی۔ جیسے جبریل علیہ السلام وغیرہ کبھی کی صورت میں ظہور فرمایا کرتے تھے۔

نوٹ: یہ بہت قریب ہے ورنہ ہمارے نزدیک تقویم کا تقویم بھی ذات خداوندی کے پند ہے۔

وان شئت ان توی انموذجا لہذا الخریق فانظر الیوم الی

اولاد المشائخ والاولیاء ما یظنون بانا بهم فمتجد هم قد  
اخرطوا فی اجل لهم کل الافراط وسیعلم الذین ظلموا انی  
مُنْقَلَبٌ یَنْقَلِبُونَ .

## اللغات

مَعْقُودٌ ج . نوز - خرقہ جماعت ، گڑھ - اخرطوا : افراما  
مدرسے بڑھو جانا - اجنک : تعلیم کرنا - منقلب : اقلاب  
کا اصل لغت ہے لوٹنے کی جگہ کہا جاتا ہے ۔ کل امری بیداری منقلب ۔  
ترجمہ اور اگر تو دیکھ نہ ہے نوز اس قوم کا تو دیکھ آج دنیا والہ کڑواؤ شاخ  
کی اولاد کو کہ وہ اپنے آپ کے حق میں کس قسم کے نیات رکھتے ہیں  
پس تو ان کو پائے ٹاکر وہ ان کی خیمہ میں مدرسے بڑھے ہوئے ہیں ۔ اور بہت بلند بانی  
گئے وہ لوگ جو ظلم کرتے ہیں کہ کون سی پھر نے کی جگہ پھر ہیں ۔

وایضاً فمن ضلالتہ اولئک انہم یجزون انہ قد قتل  
عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الواقع انہ قد اشتبہا فی  
قصتہ فلما رُفِعَ الی السماء ظنوا انہ قد قُتِلَ ویزرون  
ہذا الغلط کابر عن کابر فاذا انہ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی  
ہذہ الشبہۃ فی القرآن العظیم فقال " وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا  
صَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شَبَّہُوْا لَہُمْ " وَمَا ذِکْرُیْ اِلَّا بَعْلِیْ مِنْ مَّقُولَہِ  
عیسیٰ علیہ السلام فصنعنا اخباراً بجرأۃ الیہود واقدامہم  
علی قتلہ وان کان انہ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی یُنَجِّیْہِ مِنْ ہذہ  
المریئکہ واما مقولۃ الخواریج فمشتاہا وقوْع اشتبہا و  
عدم اطلاق علی حقیقۃ الریح الذی لا تالفہ الا ذہاب  
وان سماع ۔

## اللفات

بجوتھوں۔ (یعنی) جڑ یا کسی امر کا تعلق فیصلہ کرنا یا یقین کرنا۔ کتابوں ہند  
مرتبہ سردار، مورث، اعلا، مکتوبہ، دن، من، منہا سول دنیا جہاں،  
دیرری، اقدام، دیرری کرنا۔ بنجینہ، تھیمہ، رانی دلانا، مہنگتہ، ہلاکت کی جگہ۔  
حواریین، جمع حواری۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار و اخوان، مائتہ، اوس،  
الغالب اوس ہونا۔ اجتماع، جمع، شیعہ کی، مکان۔

## ترجمہ

نیز ایک مگر ایسی نصاریٰ کی یہ ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ  
مقتول ہو گئے حالانکہ درحقیقت ان کے قتل کے قصہ میرت  
ایک اشتباہ ہو گیا تھا کہ جب آپ آسمان پر اٹھائے گئے تو وہ (یہود) سمجھے کہ  
آپ کو قتل کر دیا گیا۔ اور سلا بعد نسبی اس غلط روایت کو مسلسل نقل کرتے رہے  
خداوند تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اس شبہہ کا ازالہ کیا اور فرمایا۔ حال یہ ہے کہ انھوں  
نے مسیح کو نہ تو قتل کیا ہے اور نہ سولی پر چڑھا دیا۔ مگر یہ کہ ان کو ایسا ہی معلوم ہوا  
اور انجیل میں اس قصہ کے متعلق جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ذکر کیا گیا ہے۔ تو  
اس سے مراد یہودیوں کی دیرری اور ان کے اقدام قتل کی خبر دینا ہے۔ اگرچہ  
خدا تعالیٰ اس سانحہ سے ان کو نجات عطا فرمائے گا۔ یہ حواریین کا مقولہ تو اس  
کا منشاء ہے اشتباہ کا ہونا اور اس رفع والی اسناد کی حقیقت سے ناواقف ہونا  
ہے جس سے ان کے ذہن اور کان مانوس نہ تھے۔

## تشریح

تو لا واپست، اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ آدم نے جو خدا کی...  
نافرمانی کی تھی یہی اس کے حکم بغیر و رخت منوع سے کھایا تھا  
و گناہ نہ ان کی اس سزا سے معاف ہو اگر وہ ہمت سے بچائے گئے۔ مگر یہ پیشانی  
و تے پھرے نہ ان کی توبہ و استغفار سے معاف ہوا بلکہ وہ منسل و منسل ہر خفا دم  
پر منتقل ہوتا پلا آتا تھا اور خدا کو اس کی سزا دے بغیر جاہ نہ تھا۔ کیونکہ عیسائی  
عقیدہ میں ہر گناہ کی سزا جہنم ہے۔ اس گناہ و موروثی سے حضرت انبیاء علیہم السلام بھی  
بچ نہ سکے اب اس کی سزا بھی دی تو کس کو؟ اپنے پیارے مسیح کو، وہ باوجودیکہ

فریاد و لہو و زری بھی کرتے رہے مگر خدا نے عادل کب تو بھر فرمائے والا تھا، آخر اس معصوم و صلیب پر بیہودہ کے ہاتھ چڑھوا دیے دیا اور انھوں نے بڑی تکلیف سے بیچ کر جان دی، ورتام مخلوق کے گناہوں میں انھیں کوٹھنوں بنا کر تین روز جہنم میں رکھا، اور وہ تمام دنیا کے لئے کفارہ ہو گئے (البیاض بالشر)۔ اصل اس پست کے موجد حضرت پونٹوس مقدس میں جن کی اصل غرض اس سے شریعت انبیاء اور احکام تواریت سے آزاد کر دینا تھا۔ اور اس کے رواج دینے کے لئے وہ بھڑک بولنا بھی جائز سمجھتا تھا۔ (الربیع)۔

قولاً واقع اشتہار: اشتہار سے مراد بزرگ کو مسیح سمجھ کر قتل کر بیٹھا ہے اور نوعیت اشتہار کی روایات مختلف ہیں۔ حضرت الامام ذی العون میں ابن کثیر کے حوالہ سے بسند صحیح حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ ہے کہ ایک مکان میں بارہ حواریین تشریف فرما تھے، حضرت مسیحؑ کے نفع الی السام کا وقت قریب آیا تو حضرت بھی اسی حجرہ میں رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ تم میں کون میرا ہم شکل ہو کر میری جگہ مقبول ہونا پسند کرے گا؟ اور اس کے موقع میں جنت میں میری رفاقت سے سرفراز کیا جائے گا۔ ایک نوجوان انھیں سب سے کم عمر تھا اٹھاؤ اس اپنا رومسارت کے لئے اپنا نام پیش کیا۔ آپ نے اسے پہچانیا اسی طرح تین نوجوان حضرت نے اعلان فرمایا اور ہر مرتبہ وہی نوجوان اپنا نام پیش کرتا رہا۔ آپ نے تیسری مرتبہ منظوری دیدی، چنانچہ آٹا فانا وہ نوجوان حضرت کا ہم شکل ہو گیا اور حضرت بلا امتلا حرمہ کے روشن دان سے۔۔۔ آسمان کو اٹھائے گئے۔ یہودیوں نے حضرت کے شبیہ کو بچا کر قتل کیا اور وار پر چڑھا دیا۔ (الذی یزید)۔

دوسری روایت وہ ہے جسے علامہ ثنائیؒ نے آیت کریمہ وَمَا قَسَتْؤُهُ وَمَا قَسَتْؤُهُ الزکی تفسیر میں لکھا ہے۔ یعنی پوری آیت مع ترجمہ و تفسیر طالع فرمائیے۔ وَمَا قَسَتْؤُهُ وَمَا قَسَتْؤُهُ وَمَا قَسَتْؤُهُ انھوں نے زامی کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن سُبْحَہ کُفْرَکَ الذِّیْ یُرْسِ صورت بن گئی ان کے اُٹھے اور جو لوگ اس میں

اختلفوا فيه، كفى شلق ترشا ما مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ  
 کہم ربہ من علموا لا ابتاع . شک میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو  
 انفلک وما قتلوا یقینا بنی زرقہ . ان کی خبر صرف مشکل پر چل رہے ہیں اور  
 اللہ والہو کا ان اللہ قریبوں کی کیا . اس کو قتل نہیں کیا یہ شک بلکہ اس کو اٹھایا  
 اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا ۔

یعنی یہودیوں نے نہ جیسی طیر السلام کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا۔ یہودیوں میں  
 بارے میں مختلف باتیں کر رہے ہیں اپنی اپنی شکل سے کر رہے ہیں۔ اللہ نے ان کو  
 شبہ میں ڈال دیا۔ خبر کسی کو بھی نہیں واقعی بات یہ ہے کہ اللہ نے حضرت جیسی طیر السلام  
 کو آسمان پر اٹھالیا۔ قصہ یہ ہوا کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا عزم کیا  
 تو پہلے ایک آدمی ان کے گھر میں داخل ہوا۔ حق تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھایا  
 اور اس شخص کی صورت مسیح کی صورت کے مشابہ کر دی جب باقی لوگ گھر  
 میں تھے تو اس کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا۔ پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح  
 کے چہرے کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساقی کا معلوم ہوتا ہے کسی نے  
 کہا کہ یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے؟  
 اب صرف مشکل سے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔ علم کسی کو بھی نہیں (خود انسانی)۔  
 یہاں تک کہ اسکے پاس میں تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ یقویہ، جنہوں نے یہ کہا کہ  
 اللہ ہم میں رہا جب تک چاہا۔ پھر وہ آسمان پر چلا گیا۔ دوسرے فرقہ منطوریہ جنہوں نے  
 یہ کہا کہ ابن الزکریا میں رہا جب تک چاہا۔ پھر اللہ نے اس کو اپنے پاس بلالیا۔ سوم  
 فرقہ مسلمین، جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہم میں رہا جب تک  
 چاہا پھر اللہ نے اس کو آسمان پر اٹھالیا اور حق یہی ہے کہ حضرت جیسی طیر السلام ہرگز  
 مقتول نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا اور یہودیوں کو شبہ میں ڈال دیا۔

والر من مک، اللون مثلاً

پھر یقوتیہ و منطوریہ دونوں کا فرقہ مسمیٰ فرقہ پر فائدہ آگئے اور انہیں



قتل کر دیا اس طرح اسلام کا چراغ بجھ گیا اور بھجار ہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے  
سید الگوین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

اس موقع پر یہ بات افادیت سے خالی نہ ہو گی کہ ”وقوع اشتباہ“ معنی  
قرآن و اسلام ہی کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ سیموں کے قدیم فرقے باسلیہ یہ کہہ رہی  
عقیدہ رہا ہے کہ مصنوب و مقبول حضرت مسیح نہیں مسمون کر دینا ہے۔ (تفسیر جامعہ)  
مقدور میں سے مراد حضرت کا فرمان ”دیکھو دو گدڑی آپہنچی ہے کہ ابن انسان  
گنہگاروں کے نوالہ کیا جائے گا“۔ جو حضرت نے اپنی گرفتاری کے بارے میں  
فرمایا تھا۔ (دیکھو مٹی باب نمبر ۲)۔ مصنف علام نے جواب دیا کہ اس کا مقصد یہ  
کی ناکام ہر آتوں اور اقدام قتل کی اطلاع دینا ہے جس میں کامیابی ضرور کی  
مقدور توار میں دیکھو نے پھر بڑی آواز سے ہلا کر جان دیدی۔ (مٹی باب نمبر ۲)  
اس نے سرحد کا کر جان دیدی۔ (یومنا باب نمبر ۲)۔

وَمَنْ مِّثْلَهُمْ أَيْضًا أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ قَارِ قَلِيْطَ الْمَوْعِدِ هُوَ عِيسَى  
رُوحَ الَّذِي جَاءَهُمْ بَعْدَ الْقَتْلِ وَوَعَا هُمْ لِمَسْكَ  
بِالْأَنْجِيلِ وَيَقُولُونَ إِنَّ عِيسَى وَصَّى بِأَنَّ الْمُتَّبِعِينَ يَكْتُلُونَ  
أَنْفُسَ سَمَائِي فَأَقْبِلُوا كَلَامَنَا وَالْأَفْلَا۔

**ترجمہ** | اور نیز ان کی ایکے گراہی یہ کہی ہے کہ ”قار قلیط“ موعود وہ  
عیسیٰ روح اللہ میں جو قتل ہو جانے کے بعد ان کے پاس آئے  
اور ان کو انجیل کے کامل اتباع کی وصیت فرمائی اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ  
نے فرمایا کہ میرے بعد مدعیان نبوت بکثرت ہوں گے۔ پس (ان میں) جو شخصیں ہرگز  
نے اس کی بات مان لینا اور نہ نہیں۔

**فائدہ** | دو باتیں ذہن نشین کریں۔ ۱۔ نمبر ۱: قار قلیط کسے

زبان کا لفظ ہے اس میں چند اقوال ہیں۔ اے زبانِ خالدیہ کسے جو بابل اور اس کے اطراف کی زبان تھی جس کو کلدیہ اور کلدانی بھی کہتے ہیں۔ مگر یہ بات قابل غور ہے اس واسطے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہر زبان خود وی تھی اور یہ مسلم ہے کہ آپ کی زبان عبرانی تھی جو ملک یہودیہ کی زبان ہے مکن ہے کلدانی کے خلیہ اور بنی اسرائیلی کے مت و درازت ان میں رہنے سے اس زبان کے الفاظ بھی عبرانی میں شامل ہو گئے ہوں۔ پھر یونانی میں یا تو اس کا ترجمہ ”پیرکلوٹس“ کیا گیا یا تغیر کر کے لایا گیا جس کے سنی احمد کے ہیں و شبہ برضہ یوہیسیائیوں میں مستحکم شخص ہیں اسی کے قائل تھے۔ اے سریانی لفظ ہے۔ اے عربی لفظ ہے۔ شبہ مذکور ان دونوں قولوں کو بھی مانتے ہیں مگر عربی زبان میں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ عہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں پیشین گوئی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص نام احمد دیا۔ مگر جب اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اس کے ہم معنی لفظ ”پیرکلوٹس“ کو ذکر کیا گیا جس کا معرب فارسی لفظ ہوا۔ (الرومن ص ۱۷)۔

(مغربی) فارسی لفظ موعود سے مراد وہ شخصیت ہے جس کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نصاریٰ کو بشارت دی تھی کہ میرے بعد وہ تم میں آئے گا اور خیر و حق کی ساری باتیں تمہیں بتائیگا۔ اس کی تعلیم ابدی ہوگی۔ وہ میری عظمت کا قائل ہوگا۔ اس سلسلہ میں چند حوالہ جات پیش کروں گا۔

لیکن انہی کے خواہے پیش کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بندہ کے پاس انابیل اربعہ کا اردو ترجمہ موجود ہے ”عہد جدید“ کے نام سے۔ ”سومانی آف سینٹ پال“ سے ۱۹۵۹ء میں پاکستان کے استغف صاحب کی اجازت سے طبع کیا تھا اس نسخہ میں فارسی لفظ کی جگہ پر لفظ ”وکیل“ درج ہے (حوالہ ۱) اور میں باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا وکیل بخشیگا۔ کہ اب تک تمہارے ساتھ رہے۔ (یوحنا ۱۶ آیت ۱۶)۔

(حوالہ ۲) مگر جب وہ وکیل جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے

بیسوں جا یعنی روح الحق جو آپ سے منبثق ہے تو وہ میری گواہی دے گا کہ آپ (جنت)  
(واللہ اعلم) لیکن انہیں سچ کہتا ہوں تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے  
کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ وکیل تمہارے پاس نہ آئے گا۔ (دہقان آیت ۱)۔  
اود تیرہویں آیت میں ہے لیکن بب وہ یعنی روح الحق آئے گا تو وہ ساری  
سچائی کے لئے تمہاری ہدایت کرے گا۔

یونان کے جو عربی ترجمے ۱۸۱۲ء اور ۱۸۲۲ء اور ۱۸۳۲ء میں لندن سے  
طبع ہو کر شائع ہوئے تھے ان سب میں مذکورہ بالا آیتوں میں وکیل کے بجائے  
فارقلیط موجود ہے۔

فارقلیط کی جگہ وکیل کیوں؟ | اس کا پس منظر نصاریٰ کو یہ بیان کرتے  
ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان صحابہ

پر یونانی لفظ "ہارکلی طوس" استعمال فرمایا تھا جس کے معنی ہیں وکیل عیسائی سبزی  
اور علماء اسلام نے اسے "بیرکلو طوس" سمجھ لیا جو تمہارا دھوکا قریب الحقیقت ہے اور اس  
کی تقریب کی تو "فارقلیط" ہو گیا۔ (دیکھئے اہل الحق ج ۲ ص ۴۲۲)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نصاریٰ کی ایک شاطرانہ چال۔ اور مجمع فصلت  
"تخریص" کا مظاہرہ ہے۔ درندہ سوال یہ ہے کہ عربی ترجمے جن میں "فارقلیط" طبع  
ہوا ہے کس کے ہیں؟ علماء اسلام کے یا تمہارے؟ اس کو جمع کس نے کیا؟ اور  
کیا تمہاری اجازت کے بغیر وہ طبع ہو گئے تھے؟

جب نصاریٰ نے دیکھا کہ یہ بشارتیں اور پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے حق میں واضح طور پر صادق آرہی ہیں مٹی کے نام بھی ملنا چلتا ہے تو یہ شوشہ  
چھوڑا گیا اور عافیت اسی میں نظر آئی کہ رفتہ رفتہ لفظ فارقلیط کو غائب کر دیا جائے  
چنانچہ اردو ترجمہ میں "وکیل" لفظ استعمال کیا گیا۔

بیرکلو طوس یا فارقلیط یا وکیل کا مصداق | نصاریٰ کے بقول  
اس کا مصداق وہ

روح القدس یا روح الحق یہی جگہ ترقی یافتہ ہرگز روزِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے  
تلاذہ اور رسولوں پر ہوا تھا۔ (تفصیل کہنے دیکھئے رسولوں کے اعمال باب)۔

**جواب** مذکورہ بتاتے ہیں روح القدس ہر کس طرح بھی منطبق نہیں ہو سکتی یہی  
اولاً اس وجہ سے کہ روح القدس ان تلاذہ اور رسولوں کے

ساتھ صرف چند ساعت رہے جب کہ روحانہ کے مطابق غارِ کلیطہ کے بارے میں حضرت  
عیسیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔

ثانیاً اس وجہ سے کہ اس معجزہ کی آمد و رفت حضرت عیسیٰ کی موجودگی میں ہی  
رہی ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر میں نہ ہاؤں تو وہ وکیل  
تمہارے پاس نہ آئے۔

ثالثاً اس وجہ سے کہ روح القدس حضرت عیسیٰ کی طرح آلا کا ایک انوم  
ہے لہذا عیسیٰ و روح القدس میں اتحاد ہے۔ اس لئے روح القدس کے حق میں  
آمد و رفت وال بات صادق نہیں آ سکتی ہے۔

رابعاً اس وجہ سے کہ ہر اکیلی طوس کے معنی وکیل یا شافع ہیں۔ اور معلوم ہے کہ  
وکالت اور شفاعت نبوت کے اوصاف میں سے ہے وہ روح الحق جو متحدہ باخلاق  
ہیں وکیل یا شافع ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ شافع و مشفع الہی اور وکیل و موکل میں امتیاز  
موجود ہے۔

خاصتاً اس وجہ سے کہ حضرت نے غارِ کلیطہ کے بارے میں فرمایا وہ میری گواہی  
دیگا اور تم بھی گواہی دو گے۔ ظاہر ہے کہ اس گواہی کا مقصد منکرینِ تک حق بات کو  
چھوڑنا اور حضرت کی رسالت و صداقت کا اعلان ہے۔ اور یہ مقصد جب ہی پورا  
ہو سکتا ہے جب منکرین کے سامنے شہادت ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ روح کا  
رابطہ و تعلق تلاذہ ہی تک محدود رہا۔ اس کے برخلاف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عیسیٰؑ کی صداقت و طہارت، دعویٰ الوہیت سے ان کی بیزاری اور ان کی والدہ کی برائت و پاکدامنی کے بارے میں کمال کرشمہ ادھم فراہم کی ہیں جنہیں قرآن آیات اور احادیثِ نبویہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح دوسری صفات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بڑی بڑی تعلقوں کے ساتھ صادق آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دور رسالت میں بھی بہت سے یہودی مشرک باسلام ہوئے اور بعد میں بھی (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے اکھارالحق ج ۲ ص ۱۰۴ تا ۱۰۵)۔

سادہ سنا اس وجہ سے کہ رسولوں پر روح القدس کی آمد کا واقعہ حضرت عیسیٰؑ کے رشح الی السمار (یا عقیدہ نصاریٰ کے مطابق وفات) کے دس روز بعد پیش آگیا تھا اگر کوئی شائع و نثار قلیل سے روح القدس مراد ہوتے تو نصاریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک ان کے انتظار میں کیوں رہتے؟ شاد و شہنشاہی اور مقوقس اسی طرح جاوید و دین الملیٰ (حضری جیسے نصاریٰ نے آپ کو نبی منظور قرار دیا اگر قلیل موعود سے روح القدس مراد ہوتے جو رسولوں پر نازل فرما چکے تھے تو آپ کو نبی منظور قرار دینے کا کیا موقع تھا؟

### حضرت عیسیٰؑ کی وصیت جھوٹے نبیوں کے سلسلہ میں :-

جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بیٹروں کے سبب میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بیٹریئے ہیں۔ (متی باب آیت ۲۱۵)۔

فَبَيِّنَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ اِنْ بَشَارَةً عِيسَىٰ اِنَّا نَنْطَبِقُ عَلَىٰ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ لَاعَلَىٰ صُورَةِ الرُّوحَانِيَّةِ -  
لَعِيسَىٰ لَانَّ قَالَ فِي الْاِنْجِيلِ اَنَّ فَاَرْقَلِيْطُ يَلْبَثُ فَيْتُكُمْ  
مُدَّةً مِّنَ الدَّهْرِ وَيُعَلِّمُ الْعِلْمَ وَيُظَمِّرُ النَّاسَ وَيُزَكِّيهِمْ  
وَلَا يَظْهَرُ هَذَا الْمَعْنَىٰ فِي غَيْرِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَأَمَّا ذِكْرُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهُوَ عِبَارَةٌ عَنِ اثْبَاتِ نُبُوْتِهِ  
لَا أَنْ يُسَمِّيَهُ اللَّهُ، وَأَوَّلُ بَنِي آدَمَ،

ترجمہ

پس قرآن عظیم نے واضح کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہدایت  
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہوتی ہے ذکر حضرت عیسیٰ  
کی روحانی صورت پر ان کیونکہ انجیل میں کہا ہے کہ فارغ علیہ السلام میں مدت و زمانہ تک  
رہ کر علم سکھائے گا اور لوگوں کے نفوس کو پاک کرے گا اور یہ بات ہمارے نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال اور کسی میں ظاہر نہیں، باقی حضرت عیسیٰ کے ذکر سے مراد  
یہ ہے کہ ان کی نبوت کی تصدیق کرے زیر کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہے۔

قولہ ان ہدایت عیسیٰ اہل اسلام کا سالفا و خلفا یہ دعویٰ ہے کہ  
پیشین گوئی جس کا ذکر کتاب یوحنا میں ہے جن میں لفظ فارغ علیہ السلام ہے وہ خاص مقرر  
صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں حضرت مسیح علیہ السلام نے لفظ احمد دی ہے جس کا مراد  
سے یونانی میں ترجمہ کیا اور پھر یونانی سے عربی میں فارغ علیہ السلام آیا ہے۔ جیسا کہ  
قرآن مجید میں خبر دی گئی ہے۔ سورہ صافات میں ہے۔

وَإِذْ نَادَىٰ عِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ بَنِي إِسْرَءِيلَ  
يَسْمِعُوا لِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي  
فَقَسَبَهُ فَأَمَّا بَنِي إِسْرَءِيلَ  
فَمَا يَكْفُرُوا لِي وَأَتِيتُهُمْ  
بِآيَاتٍ فَكَفَرُوا  
بِئْسَ الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ

اور جب کہا میں مریم کے بیٹے اے بنی اسرائیل  
میں سمجھا ہوا آیا ہوں اللہ کا احسانے پاس مقیم  
کرنا والا اس پر جو فہم سے آگے ہے تو برکت اور  
خوشخبری سناؤ والا ایک رسول کی جو آئینہ گامی  
بعد اس کا نام ہے احمد

یوں تو دوسرے انبیاء سابقین بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری  
کا خرد و برابر نہ تھے آئے ہیں لیکن جس مراحت و وضاحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت  
مسیح علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری دی وہ کسی اور سے منقون نہیں، شاید قرب ہد  
کی بنا پر خصوصیت ————— ان کے حصے میں آئی ہو۔ کیونکہ ان کے بعد نبی

آخر الزمان کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ (دار و منبر ص ۱۵۴)

قولہ "واما ذکر عیسیٰ" حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی نبوت "اور" کہے تھے نبی "کے لئے اپنے تذکرہ کا جو میاں قائم فرمایا اور جسے اتن نے فصیح سمانی فاقہ کلامت والا خلاصہ بیان کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص میری نبوت کی تصدیق کرے اس کی بات مان لینا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص آپ کو اللہ رب العزت نے اس کی اطاعت کرنا اور نہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

اما المنافقون فهم على قسمين قوم يقولون الكلمة الطيبة باللسان ثم وقتلوبهم مطمئنة بالكفر ويضمرون الجحود الصريح في انفسهم قال تعالى في حقهم "ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار" وطائفة دخلوا في الاسلام بضعت

المنافقون: اس کی اصل نفاق ہے جس کے معنی ہیں اظہار

الایمان و إخفاء الکفر یا اظہار الخیر و إخفاء الشر۔ اما

معنی کے اعتبار سے یہ لفظ اسلامی ہے۔ دو درجہ جہلیت میں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل

نہیں تھا، یہ باخوابے منافق اسے جس کے معنی ہیں گمراہ کا مسکن جس میں وہ بھیجتے ہیں

وهو السرب الذي يستقر فيه الضمير (المنافق) مطمئنة۔ الطيبة: پاکیزہ

یضمرون: اعمار سے پوشیدہ رکھنا، چھپانا۔ مطمئنة: راضی، برقرار۔ الجحود:

و تنقذهم الیہم علی الحرام انکار کفر الدارک: وجہ۔

بہر حال منافقین تو وہ دو قسموں پر ہیں۔ (۱) وہ لوگ جو اپنے

زبانوں سے (تو امید و رسالت کے) پاکیزہ کلمہ کے قائل تھے۔

اور ان کے دل کفر پر (یعنی) اور اپنے دلوں میں یہ لوگ برا کفر چھپاتے۔ کہتے

## اللغات

ترجمہ و

تھے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "منافقین" یعنی ایمان کے سب سے بچے درجہ میں ہوں گے۔ (۱) اور وہ مردہ جو اسلام میں ضلّت (ایمان کی گمراہی) کے ساتھ داخل ہوا قرآن کریم نے جن چار گروہ فرقوں کی تردید کی ہے ان میں سے "مبین" (مشرکین) یہود اور نصاریٰ کے تذکرے گزر چکے۔ یہاں سے جو تھے فرقہ منافقین، ان کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے۔ چنانچہ مذکورہ عبارت میں منافقین کی دو قسمیں مذکور ہیں۔

(۱) وہ کفار جو زبان سے تو اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل تھے لیکن دل سے توحید و رسالت کے منکر اور کفر و شرک کے معتقد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَ مِنْ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ هُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ مَا يَقُولُوْنَ اِذَا خَاطَبَهُ النَّاسُ فِيْ الْاٰمَانَةِ فَقَالُوْا نَحْنُ مُسْلِمُوْنَ وَ اللّٰهُ يَسْتَعْلِفُ ذٰلِكَ كُرْهُوْهُمُ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّ الْمَنَافِقِيْنَ كَذٰبُوْنَ (۲) وہ لوگ جنہوں نے دل سے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اسلامی عقائد پر پورا یقین ان کو حاصل نہیں تھا بلکہ ضلّت یقین کا شکار تھے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اندیشہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا مَا اخَذْتُ عَلَىٰ هٰمِ الْاَضْعَفِ الْيَقِيْنَ، مگر میں اپنی امت کے بارے میں غمزدہ نہیں محسوس کرتا ہوں مگر ضلّت یقین کا۔

**لفظ نفاق قرآن و حدیث میں** ایمان کی دو قسمیں ہیں۔ ایمان حقیقی

میں پر اخروی احکام مرتب ہوتے ہیں مثلاً جہنم سے نجات، جنت میں داخلہ وغیرہ۔ ایمان ظاہری، جس پر مرنے والی احکام مرتب ہوتے ہیں مثلاً حلال و حرام کی عصمت وغیرہ۔ ایمان حقیقی کے عین مقابلہ میں۔ فسق، نفاق، اصلی اور نفاق ظاہری۔ کیونکہ ایمان حقیقی کا عارضہ نہیں چیزوں پر



۱) التقدیر قطعی۔ (۲) اختار میں منتخبی۔ (۳) اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ۔ تقدیر قطعی  
 قلب نہ ہو تو نفاق اصل ہے۔ عقائد میں تزلزل اور کمزوری ہو جس کی وجہ سے  
 اعمال میں لاپرواہی آتی ہے تو نفاق قطعی ہے۔ قرآن و حدیث میں نفاق ان دونوں  
 معانی میں استعمال ہوا ہے۔ اگر اعمال صالحہ کی جگہ پر بد عملی قابض ہو تو نفس ہے اور  
 ایمان ظاہری کا مقابل کفر ہے۔ ایمان ظاہری کا مطلب صرف زبان سے اقرار یا کوئی  
 رسالت ہے لہذا جب زبان سے بھی انکار ہوئے گئے تو کفر ہی ہوگا۔

فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُونَ عَادَةَ قَوْمِهِمْ وَيَعْتَادُونَ مَوَاقِفَهُمْ  
 اِنَّ اَمِنَ الْقَوْمُ اٰمَنُوا وَاِنْ كَفَرُوا كَفَرُوا وَمِنْهُمْ مَنْ هَجَرَ عَلَى  
 قُلُوبِهِمْ اِتِّبَاعَ لِدَا اَلدِّنْيَا اَلدِّنْيَةُ بِحَيْثُ لَمْ يَتْرَكْ  
 فِي الْقَلْبِ مَحَلًّا لِمُحِبَّةِ اَللّٰهِ وَمُحِبَّةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اَللّٰهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَمَلِّكَ قَلْبِهِمْ اَلْحَرَمُ عَلَى الْمَالِ وَالْحَسَدِ  
 وَالْحَقْدِ وَغَوْدَ لَكَ حَتَّى لَا يَخْطُرُ بِاَلِهِمْ مَحَلَّةُ الْمُنَاجَاةِ  
 وَلَا بَرَكَاتِ الْعِبَادَاتِ، وَمِنْهُمْ مَنْ شَغَفُوا بِأُمُورِ الْمَعَاشِ  
 وَاشْتَغَلُوا بِمَا حَقَّقَ لِمَرِيْقٍ لَهُمْ فُرْصَةً لِاَلِهَتَامٍ بِأَمْرِ الْمَعَادِ  
 وَتَوَقَّعَهُ وَتَمَنَّاهُ وَمِنْهُمْ مَنْ تَخَطَّرُ بِاَلِهِمْ ظَنُّونَ وَاهِيَةٌ  
 وَشَبَاهَاتِ رَكِيكَةٍ فِي رِسَالَةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ  
 اَنْ لَمْ يَبْلُغُوا دَرَجَةً يَخْلَعُونَ بِهَا رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ وَيَخْرُجُونَ  
 مِنْهُ بِالْكَلِيَّةِ ا

**اللغات والترکیب** | يتبعون، اتباع سے پیروی کرنا۔ يعتادون، اعتیاد  
 سے توڑ کر ہونا۔ ماری ہونا۔ هجر، هجر من، علیہ قرآن  
 یا امر و ناهیات۔ اتباع، ہم کا ناطل ہے۔ المعتاد، عود سے اسم غزن، لوٹنے کی

جنگ (آخرت) - فتنوں، ظن کی جمع - واہیۃ، کمزور رہے بنیاد - وقت : وصلیہ ہے -  
مخلعون : دن، خلفاء، اناروینا - نکال دینا - ربتۃ، رسی کا پھندا - طوق -

**ترجمہ** | پناہ بخوان (منافقین) میں سے وہ ہیں جو اپنی قوم کی عادت کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی موافقت کے مادی ہیں اگر قوم ایمان لائے تو ایمان لادیں اور اگر کفر کرے تو کفر کریں۔ اور ان میں سے وہ رہی ہیں جن کے دلوں پر کینہ دنیا کی لذتوں کے پیچھے پڑنا اس طرح غالب آچکا ہے کہ اس نے دل میں اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کے لئے کوئی جگہ (خالی) نہیں چھوڑی۔ یا ان کے قلب پر مال کی حرص اور حسد اور کینہ اور اس جیسے (دشمنوں) کا قبضہ ہو گیا۔ مگر ان کے دلوں میں مناجات کی شعاس کا گزند نہیں آتا ہے اور وہ عبادتوں کی برکتوں کا گزند ہو جاتا ہے (اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو مہربانوں اور نادر زندگی کے وسائل میں شہک ہو گئے اور اس میں لگ گئے حتیٰ کہ ان کو از سر مباحث کے معاملات ہٹکے لئے اہتمام اور اس سے چن مید ہونے اور اس کی منکر کرنے کی فرصت نہ رہ گئی اور ان میں وہ بھی ہیں جن کے دل دوائے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کے بارے میں بے بنیاد خیالات اور مرکز و شبہات کا گزند ہوتا رہتا ہے اگرچہ وہ رشک و شہری۔۔۔ ایسی منزل پر نہیں پہنچے جس کی وجہ سے اسلام کا حقوق انار دیں اور اس سے کلی طور پر علاحدہ ہو جائیں۔

باقی نے ضیف الاسلامت، فتنیں کی پناہ قبول، ایمان کی میان میں سے چار کا ذکر وہ ذکر وہ عبارت میں ہے۔

**ف**

(۱) جن پر قوم کی اتباع دھیر دی اور ان کی موافقت کا اتنا طلبہ تھا کہ ان کا کفر و ایمان بھی قوم ہی کے کفر و ایمان کے تابع تھا۔ چنانچہ غزوہٴ احد کے موقع پر عبداللہ بن ابی بن سلول کے ساتھ تین سو افراد کی میدان جنگ سے واپسی اسی طرح مسجد منار کی تعمیر اسی ذہنیت



عروج کے لئے بنیاد بنیالات اور ترک و ترک و ترک و ترک کے اہام و شکوک کے نشان تھے۔ اگرچہ  
ابھی اس منزل تک نہیں پہنچے تھے کہ دامن اسلام سے اپنی وابستگی ختم کر لیں۔

وَمِنْ شَأْنِكَ الشُّكُوكُ جَزَاءُ الْأَحْكَامِ الْبَشَرِيَّةِ عَلَى حَضْرَةِ  
نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَظَهَرَ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ فِي صُورَةِ  
غَلْبَةِ الْمُشْكُوكِ عَلَى أَطْوَافِ الصَّالِكِ وَمَا شَبَّهَ ذَلِكَ :

**ترجمہ** اولیٰ ناقین کے، ان شکوک کا نشان اور سبب، ہمارے حضرت نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم پر بشری احکام (دو احوال) کا ظہور اور ملکوں کے  
اطراف پر غلبہ سلاطین کی صورت میں ملت اسلامیہ کا غالب آنا اور اس کے مشابہ  
چیزیں تھیں (مثلاً یہودی مخالفت جب کہ وہ اپنی کتاب تھے)۔

یعنی جو عہد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں بغیرت اور اس کے آثار و خواص  
نمایاں تھے اسی طرح آپ کی ملت اسلامیہ کو عالم کے مختلف حصوں پر ایسی تیزی اور  
شان و شوکت کے ساتھ غلبہ حاصل ہوا جیسا کہ سلاطین ناز اور دنیاوی بادشاہوں  
کو فتوحات حاصل ہوتے ہیں اس لئے منافقین آپ کے بارے میں خدشہ کرتے تھے۔  
ملا کہ نبوت کے کئے ہوئے سببات ان شکوک کو ناکرستہ کئے گئے کافی تھے اور  
قیل و مرر میں اتنی بڑی کامیابی یہ عظیم الشان فتوحات ایمان و یقین میں استحکام و خوشگلی  
پیدا کرنے کے لئے کافی و کافی تھیں، لیکن طریت و صلاح تو غنائے عظیم و حکیم ہی کے  
اتحاد میں ہے۔ اور دل اسی کے کنٹرول میں ہیں، ان القلوب بین اصبعین  
من اصابع اللہ، یحببنا کھنڈ و (مکملہ) مہلک، یہ وہی توفیق و انعام

وَمِنْهُمْ مَنْ جَمَلَتْهُمُ مَّحَبَّةُ الْقَبَائِلِ وَالْعَشَائِرِ عَلَى أَنْ يَبْذُلُوا  
الْجِهْدَ الْبَاطِنِي فِي نَفْسِهِمْ وَتَقْوِيَتِهِمْ وَتَأْيِيدِهِمْ وَانْكَارَاتِ

فیه علی خلاف اهل الاسلام ویتماونون فی امر الاسلام  
عند هذه المقابلة وهذا القسم من نفاق العمل ونفاق  
الاخلاق ۔

المشاعر، المشيرة کی جمع ہے۔ خاندان۔ یتماونون اور فرج  
کرنا۔ تہاؤن بہت کرنا۔

## اللغات

### ترجمہ

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہیں قبیلوں اور خاندانوں کی  
محبت نے اس پر آمادہ کیا کہ ان کی حمایت اور امداد و تعاون  
میں پورا زور دیا پوری قوت صرف کر دیں اگرچہ اس میں اسلام کے برخلاف  
ہو جائے اور اسلام کے معاملے میں اس تعادل کے وقت سستی کریں (ضعف اسلام)  
کی یہ قسم اپنی تمام انواع کے ساتھ نفاقِ عمل اور نفاقِ اخلاق ہے۔

### فائدہ

اس کی ایک مثال یہ ہے عیسٰی بن النفاک بن العفیرہ، عیسٰی بن الولید  
ابن العفیرہ، عمارت بن زحرہ بن الاسود، ابو العاص بن سہم بن  
النجار اور علی بن امیر بن خلف، ان پانچوں مشرکین نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن  
جنگ بدر کے موقع پر اپنی قوم قریش کے ساتھ ہو کر وٹے اور واصل جہنم ہو گئے  
معاذی عن حکومتہ وعن بی جعفر رضی اللہ عنہما (کنز الدقائق: ۱۰۷)۔

### اہم نوٹ

عربِ ہجرت (قن) کے الجھاد کو دور کرنے کے لئے فارسی  
عبارت لاخلف کرتے ہیں۔

”وخللا و محبت قبائل عشا کریشاں را بر آں داشت کہ در نھرت ایناں تقویت  
تا ید ایناں ہر مذ طواف اہل اسلام باشد سعی یلیغ بہ تقدیم رساند و درین مقابلہ امر  
اسلام را سست کنند“

### ترجمہ فارسی

اور مثال کے طور پر خاندانوں اور قبیلوں کی محبت نے ان کو  
اس پر آمادہ کر رکھا تھا کہ خاندان کے تعاون اور ان کی حمایت

و اہل اسلام کی کئی ہی مخالفت ہو۔ کماں بہر و جہد باوہیت وینا  
اسے تقد بل یسلا اسلامی امور کو کوکڑ و کرین۔

فارسی اور اس کے ترجمہ کی روشنی میں صاف اظہار ہے کہ کتب غریبہ  
خطہ "فیض" کی ضرورت نہیں ہے اور یہ باوجود اس کے کہ خطہ پہلا دوا ہے۔ یہ پہلا نسخہ  
ہونا چاہئے۔ وائے اے۔ نویشید اور تا کی پرتیم پوری غفرلہ۔

وَلَا يَمُنُّ الْإِطْلَاعُ عَلَى النِّفَاقِ إِلَّا بَعْدَ حَضْرَةِ الرَّسُولِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ قَبِيلِ عِلْمِ الْغَيْبِ وَلَا  
يَمُنُّ الْإِطْلَاعُ عَلَى مَا ارْتَكَبَ فِي الْقُلُوبِ وَالنِّفَاقِ الثَّانِي كَثِيرٌ  
الْوَقُوعُ لِأَسْمَاءِ زَيْنَبَ وَآلِهَا الْإِشَارَةُ فِي الْحَدِيثِ "ثَلَاثٌ  
مَنْ كُنَ فِيهِ كَانَ مِنْهَا فَقَا خَالِصًا" إِذَا حَدَّثَ كَذِبًا إِذَا وَعَدَ  
إِخْلَافًا وَإِذَا خَاصِمٌ فَجَرٌ وَهُمْ أَمَنَافِقُ بَصْنِهِ وَهُمْ أَلْمُومُونَ  
فَرَسَهُ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْأَحَادِيثِ وَقَدْ بَيَّنَّ اللَّهُ سُبْحَانَهُ  
وَتَعَالَى أَعْمَالُ الْهَرَمِ وَأَخْلَاقُهُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَقَدْ ذَكَرْنَا  
أَحْوَالَ الْغُرَبَاءِ أَشْيَاءَ كَثِيرَةً لِنَحْتَرِزَ الْأَمَلَةَ مِنْهَا .

ارستو، ایشکار، ایسٹ، یونا، اپنی بگم جانا، خاصتر  
مقام پر بیکروا، خجائے ان، کوزا، ہوائی کر، کمال کمال۔

النفاستہ

ہفت روزہ

دو اتفاق کی پہل صورت اتفاق اعتقادی ہکا پتہ دکانیز رسول قرم  
مترجمہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یہ علم غیب کی قسم ہے  
جہ۔ اور اس پنا کا پتہ نکالنا جو دلوں میں رہتا رہتا ہے، ہو ممکن نہیں ہوتا ہے اور  
دو اتفاق کثیر الوقوع ہے۔ (بہت پایا جاتا ہے)۔ ان خصوص ہمارے نزدیک

اور حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے، یہیں جھلکیں ہیں جس شخص میں وہ پائی جائیں وہ پکا منافق ہے، جُت بات کرے جھوٹ ہوئے، اور جُت وعدہ کرے مگر پہنچے اور جب جھگڑا کرے گالی بکے، اور منافق کا مقصود اس کا پیٹ ہے، اور یوں مہا مقصود اس کا گھوڑا ہے، اس کے علاوہ احادیث، اور تحقیق کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے اطلاق و اعمال بیان فرمائے ہیں، اور (مذہب فقہ کی) دونوں فریق کے احوال میں سے بہت کچھ ذکر فرمایا تاکہ امت ان سے اجتناب کرے۔

## فائدہ

ففاق اعتقادی (جس میں نہ ان پر کلمہ توحید و رسالت اور خدا میں عقیدہ کفر و شرک ہوتا ہے) ایک مخفی اور بھی ہرزبے مفسور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی فتوحات اور آمدنی کا سلسلہ جاری تھا، اس نے ففاق کو انکشاف پذیر و یومی ممکن بلکہ واقعہ چنانچہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا: "اخرج فانك منافق" تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ لکافی اللہ رحمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: اور فراموشی میں لکھا ہے: بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے منافقین کو نام بنام پکارا اور اپنی مجلس سے اٹھا دیا (بنت)۔ لیکن اب جب کہ سلسلہ و قیام ہو چکا ہے ففاق: اعتقادی کا سراغ لگانا ممکن ہو گیا۔ ہاں ففاق کلی و اخلاقی کی علامتیں چونکہ قرآن و حدیث میں مذکور ہیں، اس لئے اس کی شناخت ہو سکتی ہے مثلاً ارشاد نبوی ہے: تلك صلوة المنافق يجلس يرقب الشمس - حتى اذا كانت بين قرني الشيطان قام فنقر أربع نقرات - ردة سلم من السن، یعنی یہ منافق کی علامت ہے کہ بیٹھا سوڑا کھانا اُڑا کر مارے، یہاں تک جب سورج شیطان کی دو سیلگون کے درمیان ہو جائے تو دو چار ٹھوکے مارے۔

اس کے علاوہ تین حدیثیں متن میں آئیں، آپہ ملاحظہ کر چکے ہیں جن میں سے آخری دو حدیثوں کے بارے میں استاد حدیث، صاحب المعون نے اپنی لاٹھی کا ڈھار فرمایا تو

ہمارا کیا بساط ہے ؟ اور اول الذکر حدیث شریف میں کن کن کے بارے میں فرمایا کہ ان الفاظ میں یہ حدیث مجھے نہیں مل سکی ہے۔ ابن ابی مامہ کے علاوہ صحاح ستہ نے ابن عمرؓ سے اس مضمون کی جو حدیث نبوی روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ **من کن فیہ کان منافقا فقلنا المنافق من کانت فیہ خصلۃ منہن کانت خصلۃ من النفاق حتی یدعیہا۔ اذا وثق بخان واذا حدث کذب واذا اعاد غدر رواذا خلاصہ منہ** یعنی چار باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ چاروں باتیں موجود ہوں وہ خالص منافق ہو گا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کر بیٹھے اور جب بوسے جھوٹ بولے اور جب عہد کرے۔ خداری کر جائے اور جب جھگڑے کا مگلوں کرے۔

**نوٹ** | **المون اور المون** دونوں معنیوں میں "راوی کا نام غلط ہے۔" **المون** میں "ابن عمر اور المون" میں "ابن عمر" چھپا ہوا ہے جب کہ صحیح "ابن عمر" ہے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۱) **مسلم شریف** ۱۵ ص ۵۶۔ **املاو الباری** ج ۲ ص ۵۶۸

پانچویں حدیث ۱۰۔ **ایۃ الایمان حب الافصا وایۃ النفاق بغض الافصا** (بخاری ۱۴۰۷ ص ۱۴۰)

**سوال** | حدیث ۱۰ ص ۱۴۰ مے کن کن خصلۃ (فہم جوٹ (فساد قول) وفساد فی (فساد بیت) اور خیانت (فساد عمل) کو خصلت نفاق اور منافقین کا شیوہ بتایا گیا ہے حالانکہ یہ باتیں مسلمانوں میں بھی پائی باقی ہیں۔ ؟

**جواب** | جس مسلمان میں بری باتیں پائی جاتی ہیں وہ از روئے حدیث اخلاقی منافق ہے۔ اسے اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ تاہم کسی کو منافق کہنے میں ہمیشہ محتاط رہنا بھی ضروری ہے۔

**جواب** |۔ حدیث میں تشبیہ مقصود ہے ذکر حقیقت یعنی جس شخص میں



یہ صفات و عادات ہوں گی وہ منافقین کے مشابہ ہو گا۔ جیسے جس میں شجاعت ہو تو وہ شیر کہا جاتا ہے۔

جواب ہے :۔ حدیث کاغشا یہ ہے کہ منافق وہ شخص ہے جو ان برائیوں کا مادی ہو نہ کہ وہ جو افعالاً اس میں ملوث ہو جائے پھر نارم ہو۔

بہر حال قرآن و حدیث میں منافقین کے اخلاق و اعمال کو بیان کیا گیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ ان سے اجتناب و احتیاط کرتے رہے بشرکین کے احوال بیان کرتے ہوئے رب العالمین فرماتا ہے :  
 تَذٰلِکَ نَفْسٌ لِّقَبْلِ الْاٰیٰتِ وَلَشٰہِدٌ لِّسَیِّئٰتِہٖمْ لَعَنَ الْجُحُوْمُہُمْ ۚ وَ دُوسَرٰی لِّہُمْ فَرَاۤءَا  
 یٰۤاٰیُّہَا النَّاسُ تَصٰوَرُوْا

وَاِنْ شِئْتَ اِنَّ تَرٰی اَنۡمُوْذَجًا مِّنَ الْمُنٰفِقِیۡنَ فَاَنْطَلِقْ اِلٰی  
 مَجْلِسِ الْاَمْرَآءِ وَاَنْظُرْ اِلٰی مُّصَاحِبِہِمۡ بِرِجْحٍ حٰثِرٍ مَّرْمِیۡہِمۡ  
 عَلٰی مَرَضٍ الشَّرَیْعِ وَلَا فَرَقَ عِنۡدَ الْاِنۡصَافِ بَیۡنَ مَنْ  
 سَمِعَ کَلَامَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بِلَا وَاَسْطَہٗ وَسَلَّکَ  
 مَسَلَّکَ النِّفَاقِ وَبَیۡنَ مَنْ خَدَّ ثَوَابِیۡ هٰذَا الزَّمٰنِ وَ  
 عَلِمُوْا حَکَمَ الشَّرَیْعِ بِطَرِیْقِ الْیَقِیۡنِ ثُمَّ اَثَرُوْا خِلَافَ  
 ذٰلِکَ وَاَقْدَمُوْا عَلٰی مَخَالَفَتِہٖ ۚ وَ عَلٰی هٰذَا الْقِیَاسِ جَمَاعَۃٌ  
 مِّنَ الْعُقُوْلِیۡنَ تَمَکَّنَتْ فِیۡ خَاطِرِہُمۡ شُکُوکٌ وَ شَبَہَاتٌ  
 حَتّٰی جَعَلُوْا الْمَعَادِیَۃَ مَنِیَّۃً ۚ فَبِزَیۡلِہٖ اَنۡمُوْذَجَ الْمُنٰفِقِیۡنَ  
 وَ بِالْجَلَلَةِ اِذَا قُرِیۡتِ الْقُرْاٰنَ فَلَا تَحْسِبَنَّ اَنَّ الْمَخَاصِیۡہَ کَانَتْ  
 مَعَ قَوْمٍ اَنْقَرَضُوْا بِلِ الْوَاقِعِ اِنَّہُمْ مِّنۡ بَلَدٍ کَانَ فِیۡہَا سَبَقُ  
 مِّنَ الزَّمٰنِ الْاَوَّلِ وَ هُوَ مَوْجُوْدٌ الْیَوْمَ بِطَرِیْقِ الْاَنۡمُوْذَجِ بِحَکَمِ  
 الْحَدِیۡثِ "لَتَتَّبِعَنَّ سَنَہً مِّنۡ قَبْلِکُمْ" فَالْمَقْصُوْدُ الْاَصْلٰی

بَيَانُ كَلِمَاتِ تِلْكَ الْمَفَاسِدِ لِأَخْصُوصِ تِلْكَ الْحِكَايَاتِ وَ  
هَذَا مَا تَسْتَرْكِي فِي هَذَا الْكِتَابِ مِنْ بَيَانِ عَقَائِدِ الْفِرَقِ  
الضَّالَّةِ الْمَذْكُورَةِ وَتَقْرِيرِ أَجَوِبَتِهَا وَهَذَا الْقَدْرُ كَافِي  
فِيهِ مَعَ غَالِي آيَاتِ الْمَخَاصِمَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

**اللغات** الامراء: جمع امير، حاکم، والی قوم، مصاحبہ، مصاحب  
کی جمع ہے۔ اصل میں مصاحبین تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے  
ساقط ہو گیا۔ ہم نشین۔ مَنَّكَ، رامتہ۔ حَذَلُوا: ان احدوئا۔ نوید ہونا۔  
اتروا: ایشاٹا۔ دوسرے کو ترجیح دینا۔ تَمَنَّتْ: تمکنا۔ جاگزین ہونا۔ غَاظُوا:  
دن۔ المصاد: آخرت۔ فیما بینہما بھولی ہوئی چیز۔ افتروا: افتراء۔  
ختم ہونا، گھڑنا۔ مَنَعْنِ: طریقہ۔ حَزَقَ: جمع فرقہ۔ گروہ۔ جماعت۔  
المتقللہ نگراہ۔ اجوبہ: جمع جواب۔ (بالوصف)۔

**ترجمہ** اور اگر تو منافقین کا نمونہ دیکھنا چاہے تو امراء کی مجالس میں  
جا کسان کے مصاحبین کو دیکھ لے کہ امراء کی مرضی کو شارسا  
کی مرضی پر ترجیح دیتے ہیں اور کوئی فرق نہیں انصاف کی رو سے ان منافقین  
میں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ کلام سنا۔ اور اتفاق کی روش  
انتیار کی اور ان میں جو اس زمانہ میں پیدا ہوئے اور ضرورت کے حکم کو یقین  
کے طور پر جان لیا۔ علی ہذا القیاس معقولیوں کا وہ جماعت ہے جن کے دلوں  
میں بہت سے شکوک و شبہات جاگزین ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مصاد  
کو بھولی بھری چیز کر دیا ہے۔ بالکل جب تو قرآن کی تلاوت کرے تو یہ نہ گمان کرے  
کہ مائدہ ایک خاص قوم سے تھا جو گذر چکی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی بلا گذشتہ  
زمانہ میں نہ تھی مگر یہ کہ اس کا نمونہ آج بھی موجود ہے برصداق حدیث لتنبھن  
ممن من قبلکم۔ اس لئے مقصود اصل ان مصاد کے کلیات کا بیان ہے نہ

کر ان حکایات کی خصوصیات، اور مذکورہ گزراہ فرقوں کے عقائد کا وہ بیان اور ان کے جوابوں کی وہ تقریر ہے جو اس کتاب میں مجھ سے ہو سکی ہے۔ اور یہ مقدار آیات خاصہ کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

**فصل فی بقیۃ مباحث العلوم الخمسة، لیعلم ان المقصود من نزول القرآن تہذیب طوائف الناس من العرب والعجم والحضر والبدو فاقترنت الحکمة الالہیة ان لا یخاطب فی التذکیر بالآلاء اللہ بالکثر مما یعلمہ اکثر افراد بنی آدم ولعربی بالغ فی البحث والتفتیش مہل العتہ زائدہ**

**اللغات** طوائف، طائفہ کی جمع ہے، جماعت۔ الحضر و آبادی، شہر ہو یا دیہات۔ البدو و غائبہ، عربی قبائل۔

**ترجمہ** (دوسری) فصل باقی علوم پر نگاہ کے مباحث میں، اجانا چاہئے کہ نزول قرآن کا مقصد لوگوں کی جماعتوں یعنی عرب و عجم اور آباد و غائبہ دونوں کی تہذیب (و اصلاح) ہے لہذا حکمت، الہیہ اس کی متفہمی ہوئی کہ تذکیر بالآلاء اللہ میں اس سے زیادہ خطاب دیکھا جائے جسے بنی آدم کے اکثر افراد جانتے ہوں اور بحث و تحقیق میں زیادہ ہائلہ نہ کیا جائے۔

**فائدہ** یہ باب اول کی دوسری فصل ہے جس میں اولاً علم التذکیر بالآلاء اللہ ثانیاً علم التذکیر بالیام اللہ ثالثاً علم التذکیر بالمعاد اور آخر میں علم الاحکام کا بیان ہے۔ مندرجہ بالا من علم التذکیر بالآلاء اللہ کی تہدیدہ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جن بے شمار نعمتوں کی مشب و روزگار میں ہو رہی ہے اور انسان جن سے ہر وقت ملاحظہ ہو رہا ہے ان کی دو قسمیں ہیں: (۱) جن کا فیضان عربی و عجمی اور شہری و بدوی وغیرہ سب پر عام اور آفاقی

ہے۔ (۲) جو مخصوص اشخاص اور خاص خاص علاقوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں ان کو معرفت دہی لوگ جانتے ہیں جو ان سے مستفیض ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے ”تذکرہ آلہ اللہ“ میں عمومی اور عام فہم۔۔۔ نعمتوں کے ذکر و بیان پر اکتفاء کیا ہے جس سے اکثر افراد بنی آدم واقف ہوتے ہیں خصوصاً انعامات جن سے اکثریت نابلد و ناواقف ہوتی ہے اسی طرح فلسفیانہ اور سائنسی سوئٹھ گائیڈاں بھی یکے بے دیگر انداز کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ انسان کے اندر قدرت نے نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنے کی جو قدرت و ولایت فرمائی ہے وہ اس کے دل و دماغ کو مہیولانہ کی تحصیل و تحقیق میں ایسا جھبک کر دیتی ہے کہ عبرت و موعظت جیسے پہلو بات و نظروں سے بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں یا بہت دور جا پہنچتے ہیں لہذا انھوں نے نعمتوں کا تذکرہ مقصد تذکرہ کے لئے نکل ہوتا۔ اس وجہ سے عمومی اور مکمل ہوتی نعمتوں پر اکتفاء کیا گیا۔

وسيق الكلام في اسماء الله وصفاته عز وجل بوجوب  
يمكن فهمه والاحاطة به بادراك وفطانه خلق الانسان  
في اصل الفطرة عينها بدون ممارسة الحكمة الالهية و  
بدون مزاوله علم الكلام فان ثبت ذات المبدئي اجمالا  
لان هذا العلم سار في جميع افراد بني آدم لا ترى طائفة  
منهم في الاقاليم الصالحة والامكنة القريبة من الاعتدال  
ينكرون ذلك .

**ترجمہ** | اور اللہ تعالیٰ کے اسرار و صفات میں کلام اس طریقہ پر کیا گیا ہے کہ اس کا سمجھنا اور اس کا احوط کرنا محبت اس عقل و زبانیت کے ذریعہ ممکن ہے جس پر انسان صلِ فطرت میں پیدا کیا گیا ہے

حکمت الہیہ میں مہارت کے بغیر اور علم کلام کے سہارے کے بغیر لہذا ذات مہدی (خالق) کو اجالا ثابت کر دیا گیا۔ اس لئے کہ یہ علم تمام افراد بنی آدم میں جاری ہے۔ تم متدل مالک اور اعتدال سے قریب غلطوں (اور علاقوں) میں ان کی کس ایک جماعت کو (یہی) اس کا شکر نہیں پاؤ گے۔

**فائدہ** | الا قالیم العالِم سے مراد وہ طاقت ہے جو متدل المزاج اور سلیم الطبع شخصیات کو بخم دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے حجاز مقدس جہاں سرور کوئین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے مزاج و عظمت میں جو اعتدال تھا اس کی نظیر خالق کائنات نے روئے زمین کے کسی حصہ پر پیدا نہیں فرمایا اور جیسے ملک شام جسے اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ کا تہ خود خالق کائنات نے دیا۔ تاہم یہ صلاحیت انھیں دونوں علاقوں تک محدود نہیں۔

تذکرہ آلاء اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسانات کی یاد دہانی کرنا کہ بندوں میں شکر و اطاعت کے جذبات بیدار ہوں اور معصیت و نافرمانی کی صورت میں احسان فراموشی کا احساس پیدا ہو جو عاقل کو منہم مبعی کی بارگاہ میں ندامت کے آنسو بہانے اور توبہ و استغفار کرنے پر آمادہ کرے اور نعمتیں و قسم کی ہیں۔ قدیم و ازلی اور مخلوق و حادث۔ قدیم نعمتوں سے مراد باری تعالیٰ کی صفات حسنیٰ ہیں۔

**سوال :-** صفات حسنیٰ نعمت کیونکر ہیں ؟

**جواب :-** چونکہ باری تعالیٰ کی صفات جلیلہ، محمودہ، ربوبیت و رزاقیت و فیرواہت جذب و کشش میں اور موصوف سے تعلق پیدا کرنے کا سبب بنتی ہیں جب کہ صفات جلیلہ (قبیہ جبار اور شدید العقاب و ذوالانعام ہونا) تمہید کا موجب کا سبب ہیں اس لئے ان صفات کی وجہ سے اطاعت و عبادت کا جذبہ اور سرکشی و نافرمانی سے تنفر پیدا ہوتا ہے جو علاج دہین کا کئی ہے۔ اس

حقیقت سے صفات مسنی کو نعمتوں کی فہرست میں اولین مرتبہ حاصل ہے۔ اور قرآن کریم کی ابتدائی آیات میں اسماء مسنی و صفات ظنی کا تذکرہ بھی شاید اس سے نکتہ کا حامل ہے۔ یا بقول مصنف عظام: صفات باری پر ایمان و اعتقاد ہے جو کہ بندے کو موتی کی عظمت و کبریا کی کائنات کا انکشاف ہوتا ہے اور تعلق مع اللہ کی راہ کھلتی ہے۔ اس لئے صفات باری تعالیٰ کو نعمتوں میں شمار کیا گیا ہے اگر عقل حبیب سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب ہے۔ بہر حال جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مسنی بھی "امراء اللہ" میں داخل ہیں۔ اس لئے تذکرہ امراء اللہ کے مواقع پر قرآن میں ان صفات کو بھی بار بار ذکر کیا گیا ہے لہذا ماتن نے "تذکرہ امراء اللہ" کی بحث کا آغاز صفات خداوندی کے ذکر سے فرمایا ہے۔ اور زیر مطالعہ عبارت میں اس سلسلہ میں قرآن کریم کے انداز بیان پر ایمانی روشنی ڈالی ہے جسے مختصر غفلتوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ صفات خداوندی کے بیان میں قرآن نے عام فہم اور ایسا سہل طرز اختیار کیا ہے کہ اسے سمجھنے کے لئے معقولات و فلسفہ اور علم کلام جیسے دقیق و مشکل علوم کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مرن صبیح المزان کو تسلیم الطبع انسان ہونا کافی ہے۔

ولما امتنع بالنسبة اليهم اثبات الصفات بطريق تحقيق  
الحقائق مع انهم لم يطلعوا على الصفات الالهية فلم  
ينالوا معرفة الربوبية التي هي النفع الاشياء في تهذيب  
النفوس اقتضت الحكمة الالهية ان يختار شي من  
الصفات البشرية الكاملة مما يعلمونها ويعبروا التمدح  
بها فيما بينهم فتعمل بأزاد المعاني الغامضة التي لا

مدخل للعقول البشرية في ساحتها جلالها وجعل نكتته  
 "ليس كمثله شيء" تريبا قال لداء العضال من النجمل المركب  
 ومنع من الصفات البشرية التي تشبه الاوهام بهجانب  
 انعقاد الباطلة في اثبات مثلها كاثبات الولد والبنات  
 والجزع

لما امتنعت كل جزاء افتقت الهمم - اثبات  
 الصفات - امتن كاقابل في فقرتنا الواو - نيل

## اللغات والترکیب

لئے حاصل کرنا۔ الفاصنۃ الی الحقیۃ النقی لاسمیل الی اذوال حقیقتہا۔  
 الداء والعضال: لاعلاج بیماری۔ تنہیں: اثار تو، جوش مارنا۔ الجزع: گھبراہٹ۔  
 اور چونکہ ان صفات کو تحقیق، حقائق کے طریقہ پر ثابت (بیان)  
 کرنا ان کی (ہندوں کی) بہ نسبت محال تھ باوجودیکہ اگر لوگ

## ترجمہ

صفات الہیہ سے واقف نہ ہوں تو اس ربوبیت کی معرفت نہ حاصل کر سکیں۔  
 جو ترکیب نفوس کے لئے مفید ترجمہ ہے۔ (اس لئے) حکمت خداوندی کا۔  
 قضا خدا ہو اگر انسان کی صفات کمالیہ میں سے چند (اوصاف) کا انتخاب کیا جائے  
 جن کو وہ لوگ جانتے ہیں، وہ جن پر غر کرنا (یا جن کے ذریعہ قابل تعریف و  
 لائق ستائش ہونا) ان میں مانع ہے۔ پھر ان (صفات بشریہ) کو اللہ تعالیٰ  
 کے، ان دقیق اوصاف کی جگہ پر استعمال کیا جائے جن کے میدان عظمت میں  
 انسانی عقول کا کوئی دخل نہیں ہے اور نکتہ "لیس کمثلہ شیء" کو لا اعلان یہاں  
 یعنی "بہل مرکب" کے لئے تریاق زہر نہ رہا دیا۔ اور ان صفات بشریہ سے  
 منع کر دیا جو خیالات کو عقائد باطلہ کی طرف لے جاتی ہیں ان کے مثل کے اثبات  
 میں جیسے اونا داد اور گریہ اور گھبراہٹ کا اثبات۔

متن کی عبارت و منہ منہ الصفات الخ کی فارسی عبارت  
 ملاحظہ فرمائیں "و چند از صفات بشریہ کہ در اثبات خدا

## مفید نوٹ

توران اوہام بجانب عقائد باطلہ حاصل می شد مثل اثبات ولد و بکار و جوع و منہ  
فرمودہ (الفوز الکبیر فارسی ص ۱۰۱)۔

اس فارسی کے پیش نظر اگر عربی عبارت تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ یوں  
ہوئی تو بہتر ہوتا۔ ”وہی عن الصفات البشرية التي تنور الادھام فی اثبات  
مثلاً نحو العقائد الباطلة الخ“ بالخصوص خط کشیدہ ترمیم زیادہ ضروری ہے۔  
خافہم۔

## تشریح

اولاً ذہن نشیں کریں کہ مفسر کا عقائد سے نجات حق تعالیٰ  
کی معرفت پر موقوف ہے۔ اور اس کی معرفت صفات  
کمال پر موقوف ہے کیونکہ جو شخص صفات خداوندی سے نا آشنا ہو گا وہ مخلوق  
میں ایسے اوصاف و کمالات کا معتقد ہو سکتا ہے جو حق تعالیٰ ہی کے ساتھ  
مخصوص ہیں مثلاً ربوبیت و رزاقیت۔۔۔ جیسی صفات کو مخلوقات میں تسلیم  
کرے گا۔ کسان کو ان ”اتما“ میں سے کہا گیا ہے۔ خداوند قدوس کا واقعہ  
آدمی ہر اس مخلوق کو رازق سمجھ سکتا ہے جس سے بظاہر ربوبی کا سہارا مل رہا ہو۔  
جیسے کارخانوں اور فیکٹریوں کے مالک۔ جو مزدوروں کو مزدوری دیتے ہیں  
اور مثلاً شوہر جو بیوی کے نان نفقہ کا انتظام کرتا ہے۔ اور مثلاً سربراہان مملکت  
ملاطین اور وزیر اور جو رعایا کی ضرورتوں کے کفیل و ذمہ دار ہوتے ہیں، خداوندی  
صفات سے ناواقف انسانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرعون  
مصر نے انارو بکھرا لایا۔ ”کا دعویٰ کر رکھا تھا جس کے لئے الیہستی فی

مملکت مصر و هذه الانهار تجري عن تحتي“ سے استدلال بھی کیا کرتا تھا۔  
اسی طرح جو شخص رب الغلین کی شان ربوبیت سے ناواقف ہو گا وہ کسی بھی  
نفع بخش و سود مند چیز کو ”رب“ تسلیم کرے گا۔ ”لجھی“ کی پوجا میں اسی کمزوری کی  
کار فرمائی ہے کیونکہ وہ بظاہر ربوبی پکڑا اور مکان کے علاوہ عزت و تقدیر کا بھی  
ذریعہ اور سبب ہے۔ گاؤں، سوئے دیوتا وغیرہ کی پوجا میں یہی بڑا قریب قریب



کار فرما ہے ۔

ثانیاً : ذہن نشین کریں کہ جیسے خود ذات باری تعالیٰ محبوب و مَحَبُّ ہیں۔ اور ان کی کثر و حقیقت کا ادراک ممکن نہیں ہے اسی طرح صفات باری کی حقیقت ماہیت کے ادراک سے بھی عقل انسانی ماہر ہے۔ کیونکہ صفات خداوندی کے بیان و تعارف کے لئے دو ہی قسم کے الفاظ کا استعمال ممکن ہے۔ یا تو وہ الفاظ استعمال کئے جائیں جو انسانی محاسن و کمالات کی ترجمانی کرتے ہیں اور جن سے ہمارے کان آشنا ہیں۔ یا پھر ایسے جدید الفاظ کا استعمال کیا جائے جن سے حق تعالیٰ کی صفات کا اندازہ کی حقیقی ترجمانی ہو سکے۔ پہلی صورت میں بات سمجھ میں آجائے گی۔ لیکن حق ترجمانی نہیں دے سکتے گا۔ کیونکہ یہ الفاظ صنوق و عوارث اور ناقصہ و صاف کی ترجمانی کرتے ہیں جب کہ باری تعالیٰ کی صفات کا ایہ مخلوق کے اوصاف سے بالکل ممتاز و مختلف ہیں۔ اور دوسری صورت میں ترجمانی ماحق اور اوجھائے گا لیکن بات سمجھ میں نہیں آ سکے گی۔

صفات خداوندی کے بیان میں یہ ایک سیمپیدگی ہے۔ مانتے عبارت بالا میں اسی کا حل پیش کیا ہے کہ ”ما لا یدرک کلام لا یتعزک کلام“ کی روشنی میں باری تعالیٰ کی عظیم صفات کے لئے وہ الفاظ استعمال کئے گئے جو انسانی محاسن و کمالات کے لئے مانع تھے تاکہ انسان اپنی قوت فہم اور بساط کے مطابق ہی یہی اپنے خالق و مالک کی صفات بتلائیہ و جاہلیہ سے آشنا و واقف ہو سکے لیکن ساتھ ہی ساتھ ”لیس کمنہ شیء“ کی تصریح فرما کر وہ اہم باتوں کی طرف اشارہ فرمادیا۔ ایک یہ کہ خالق و مخلوق کی صفات میں اشتراک صرف لفظی ہے معانی و حقائق کے اعتبار سے دونوں میں بہت بڑا فرق ہے لہذا خالق کی صفات کو مخلوق کے اوصاف پر قیاس نہ کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ ان مشترک الفاظ کے ذریعہ حق تعالیٰ کی جو معرفت حاصل ہو اسے معرفت کا ایک آدھ ہی قطرہ سمجھ کر غافلانہ حق مطلقہ قدس کے

میانہ انداز اعتراف پر ہر حال قائم رہا جائے اور اگر غرض مخفی ہو کسی کو کمال معرفت حاصل ہونے کی غلط فہمی ہو جائے تو اپنے کو "ہرگز نہ داند و بداند کرداند و نہیل مرکب است" کا مصداق سمجھے اور اس میں ہل مرکب کے علاوہ کچھ کی فکر کرے ۔  
 قولہ و منبع من الصفات الاثباتی چونکہ تہذیب نفوس یعنی عقائد باطلہ سے لوگوں کا تعلق ہی صفات الہیہ کے بیان کا بنیادی مقصد ہے اس لئے ہر اسی شان میں ایسے الفاظ کا استعمال ممنوع قرار پایا جن سے غلط فہمیاں اور غلط عقائد کی راہ کھلتی ہو ۔

وان تأملت بتعمق النظر وجدت الجزيان على مسطر العلوم  
 الانسانية غير المتكسبة وتميز صفات يمكن اثباتها ولا يقع  
 بها خلل من الصفات التي تشترى الاوهام الباطلة امراد قيقا  
 لا تذكر كما اذهان العامة لا جرم كان هذا العلم توقيفيا و  
 لم يؤذن له في التكلم بكل ما يشتهون ،

## اللفات

تعمق : مصدر از تفعل گہری نگاہ ڈالنا ، خوب غور کرنا ۔

وجدت : وجود ذات افعال قلب میں سے ہے ۔ مستدی بدو

مفعول ہوتا ہے ۔ یعنی پاتا ۔ یہاں مفعول اول الجزیان (الفتح الجیم والراء)

ہے ۔ اور مفعول ثانی امراد قیقا ہے ۔ مسطر : رولر ، مسطح بننے کا آلہ من بستا :

تیز کے متعلق ہے ۔ خلل : نقص ، ناسد ، نہ ہونا ؛ اذعان سے اجازت پنا ۔

اور اگر تو وقت نظر کے ساتھ غور و مستور کر گیا تو انسانی غیر کی

علوم کی راہ پر چلنے کو اور ان صفات کو ۔ جن کا اثبات ممکن

ہے اور ان سے کوئی قسم نہیں آتا ہے ۔ ایسی صفات سے الگ کرنے کو جو

خیالات باطلہ کو بھڑکاتے ہیں ۔ ایسی دقیق (ولیف) چیزیں گاہیں کا دیراک

ترجمہ

عوام کے ذہن نہیں کر سکتے ہیں (اسی وجہ سے) لاجمالہ یہ علم توقیفی ٹھہرا اور لوگوں کو وہ سب کچھ بولنے کی اجازت نہیں دی گئی جسے وہ چاہیں۔  
 فائدہ: توقیفی ایسے امور شرعیہ کو کہا جاتا ہے جو سماع اور نقل خری پر موقوف ہوں قیاس راہرو مجاہلے بناتند۔

اس عبارت میں صفاتِ ظنی و اسما مسمیٰ کے توقیفی و غیر قیاسی ہونے کی حکمت پر روشنی ڈالی گئی ہے تاہل کی عبارت میں بتایا گیا ہے کہ صفاتِ ہائری کی ترجمانی کے لئے "ادمان انسانی" پر دلالت کرنے والے الفاظ کا استعمال ہوتا ہے جب کہ بظاہر اس طرح کے الفاظ الشریعہ کی عظیم الشان صفات کی تعبیر میں ناقص بلکہ موہم نقص ہیں۔ مثلاً لفظ صلیح احتیاج الی الاذین کا موہم ہے اور لفظ بطش احتیاج الی الید کا اسلئے حق تعالیٰ کی شان میں ان الفاظ کا استعمال کرنا نامناسب معلوم ہوتا ہے لیکن بغیر کی حدود و مطلوبات اور حق تعالیٰ کے تعارف کی ضرورت کے پیش نظر ان الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے یعنی انسان کیلئے استعمال ہونے والے بعض الفاظ ممنوع الاستعمال رہے۔

اس پر سوال ہو کر یہ تفریق کیوں ہے کہ بعض کا استعمال جائز اور بعض کا ناجائز ہے۔

جواب ہے: جو زیر مطالعہ عبارت میں دیا گیا یہ ہے کہ۔ مباح و ممنوع الفاظ میں انتہائی لطیف فرق ہے جسے عامۃ الناس کو نہیں سمجھایا جاسکتا ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں بندوں کو کوئی اختیار نہیں دیا گیا بلکہ نقل و سماع پر اسے موقوف رکھا گیا۔

**مباح و ممنوع الفاظ کا لطیف فرق** | مسند احمد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

جز اللہ العلیہ میں اس فرق کو بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

والحق ان صفات و اسماء توقیفیۃ اور حق یہ ہے کہ اسکا اسماء صفات توقیفی

بعض انا وان عرفنا انقراعد  
 النبی علی الشارح بیان صفاتی  
 تعالیٰ علیہ السلام و فی صدر  
 الباب (فوجب ان یستعمل ...  
 البسائط بمعنی وجود غایا تھا  
 لا بمعنی وجود مبادیہا و ان  
 تتعارف الفاظ تعدل علی تسخیر  
 اصطلاح لمدینتہ بتسخیر و تعالیٰ  
 لجمع الموجدات وان تتعدل  
 تشبیہات بشرط ان لا یقتصر  
 ان القسماء فی مقام مناسبتہ  
 لشیء المشرق و بشرط ان لا یلزم  
 یوحد البسائط بحدودہا  
 صریحا انما فی العوائد البیہیمہ)

لکن کثیرا من الناس نواہی  
 لیس الخیر فی الصفات لکن  
 و احسن و کثیرا من الصفات  
 وان کان الوحدۃ بہا جاستزا  
 لکن قوما من الکفار وحمسوا  
 ثلاث الا یفاد علی غیر محسبہا  
 و شاع ذلک فیما بینہم و کانت  
 حکم الشرع النہی عن استعمالہا

میں اس معنی کر کے ہم اگرچہ ان اصول و قوانین  
 کو جانتے ہیں جن پر شریعت نے انشاء تعالیٰ کی  
 صفات کے بیان کی بنیاد رکھی ہے جیسا کہ ہم  
 نے باب کے شروع میں لکھا ہے کہ ضروری ہے  
 کہ صفات کا استعمال "وجودیات" کے معنی  
 میں کیا جائے نہ کہ "وجود مبادی" کے معنی  
 میں اور یہ کہ تمام موجودات پر بشر تعالیٰ کی  
 تسخیر و قدرت کے لئے وہ الفاظ مستعار لئے  
 جائیں جو بشروں اور ملکوں پر بادشاہوں  
 کی تسخیر کو بیان کرتے ہیں اور یہ کہ تشبیہات کا  
 استعمال کیا جائے بشرطیکہ تشبیہات کے کامل  
 معنی امر اور نہ ہوں بلکہ ان کے وہ معانی ملد  
 ہوں جو اہل عرف میں ان کے مناسب ہوں  
 اور اس شرط کے ساتھ کہ تشبیہات کا استعمال  
 غلطیہ کو اس مرتبہ شبہہ میں نہ ڈال دے کہ  
 وہ یہاں ناگوار گویا میں سے ہے لیکن بہت  
 سے لوگ اگر انہیں صفات میں طور و فکر کی کراہت  
 دیدی جاتے تو خود بھی اگرچہ ہوا تیں اور لاہوت  
 کو بھی اگرچہ کہیں اور بہت سی صفات ہیں کہ  
 اگرچہ ان کے ساتھ مصنف نے نہایت ہے مگر  
 کفار کی ایک جماعت نے ان الفاظ کو ان کی  
 مراد کے خلاف و معنی پر گول کر لیا ہے اور کہا  
 ان لوگوں میں راستہ ہو چکا ہے نہ ان کے استعمال

دفعات انتقلت المفصلة والكثير  
 من الصفات بوجه استعمالها  
 على ظواهرها خلافا للموارد  
 فيرجب الاحترار عندها .  
 فليست هي المعينة منها انما  
 توقيفية وتبريجها المنوصب  
 فيها بالوجوه والاشهاد .  
 پر پابندی کا حکم شرعی اسی قرآنی کو دور  
 کرنے کے لئے ہے ۔ اور بہت سی صفات  
 ہیں جن کا ظاہری معنی پر استعمال خلاف  
 مقصود کا وہم پیدا کرتا ہے نیز ان سے بچنا بھی  
 ضروری ہے ان ہی نکتوں کی وجہ شریعت  
 نے صفات کو توقیفی قرار دیا اور اس حدت  
 رائے زنی کی اجازت نہیں دی ۔

اس عبارت میں صفات کے توقیفی ہونے کی متعدد دلائلوں کے ساتھ  
 فرق لطیف کا بیان بھی آگیا ہے کہ جو صفات کا استعمال صحیح معرفت کا سبب ہوتا ہے  
 ان کی اجازت دے دی اور جو صفات کا استعمال گمراہی اور غلط عقائد کا سبب  
 ہوتا ہے ان پر پابندی لگا دی ۔ واللہ اعلم

واختار سبحانه وتعالى من الآلهة وآيات قدرته جل جلاله  
 ما تساوت في فهمها الحضرة والبدو والعرب والعجم  
 لهذا المريد كرا نعيم النفسانية المخصوصة بالاولياء و  
 العلاء ولم يخبر بالنعمة الارقافية المخصوصة بالملوك  
 وانما ذكر سبحانه وتعالى ما ينبغي ذكره كخلق السماوات  
 والارضين وانزال الماء من السحاب واخراجها من  
 الارض واخراج الفواخيل والحيوب والازهار  
 بواسطة الماء والهام الصناعات الضرورية والافكار  
 على فعلها -

اللغات : الآلاء : یعنی الی نعمتیں ۔ (کہا در مل مل) ۔ ما تصادف : نامو موافق

اختیار کا مفعول پر نہ تھوٹا، واحد موصوف غائب لکھا وی سے برابر ہونا۔ البتہ،  
 بروزن لیکن جمع نعتیہ۔ انفس انفسہ۔ نفس کی طرف موصوف ہے اس سے مراد روحانی  
 و مسموی عنایات ربانی ہیں پیسے جلالت عبادت جس کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ  
 ابن آدمؑ نے فرمایا۔ وانشاءنا لعل لذلک لو علمها الملوک لجادلونا علیہا بالسیوف  
 اور کہا گیا ہے۔ اهل اللیل فی لیلہم الدمن اهل النہر فی لیلہم و صند بیدار کیا اور  
 تجلیات ربانی کا مشاہدہ۔ ان نعمتوں کا فیضان اولیاء کرام پر ہوتا ہے۔ اس کے  
 طرح علمی لطائف و حکم کے انکشافات پر فرصت و مسرت جو علم و مسرت معجزات کو  
 حاصل ہوتی ہے۔ البتہ الارفاقینہ، وہ مادی نعمتیں اور راحتیں جن سے  
 پوری نوع انسانی مستفیض ہو رہی ہے۔ جیسے مٹھویاں، مشروبات اور  
 ازواج و بیوت وغیرہ۔ انشاء جمع خبر ماضی، الخبیب، جمع حبیب، دارنے غلے  
 الاوتار، جمع زہرہ، کل بخسوف۔ الاقدار، احوال سے۔ قدرت دینا۔

ترجمہ | اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور قدرت کی آیات میں سے۔ جو رنگ و  
 برتے۔۔۔ لکھ چیزوں کا اختیار (و تفہیم) فرمایا جن کے سمجھنے  
 میں دیہاتی، شہری اور عرب و عجمی برابر ہیں اور اسی وجہ سے ان روحانی نعمتوں  
 کا تذکرہ نہیں فرمایا جو اولیاء و علماء کے ساتھ خاص تھیں اور زبان ارتقائی نعمتوں  
 کی خبر دی جو بادشاہوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تو وہی  
 چیز ذکر فرمائی جس کا تذکرہ مناسب تھا جیسے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق اور  
 باطن سے پانی نازل کرنا اور زمین سے پانی مکان اور پانی کے واسطے سے قسم  
 کے پھل ملنے اور پھول اگانا۔ اور ضروری صنعتوں (کارگریوں) کا اہام و اعلان  
 کے کرنے پر قدرت دینا۔

خلق السموات والارض ۱۔ الحمد لله الذی خلق السموات والارض وخلق  
 النظمات والنور والاشیاء۔ الحمد لله ناطق السموات والارض والخال۔ وغیر ذلک من الایات کثیرہ  
 انزال الماعز۔ و انزل من السماء ماء فخرج بہ من الثمرات رزقا لکم والجزء۔  
 وانزلنا من السماء ماء فقدر فی سکناء فی الارض وانا علی ذہاب بہا لیس ویرون ناشنا

مکثور جنات من نخول واعتاب لکم فیہا کثیرۃ ومن ہاتھا کلون۔

**اخراج الماء :** اتم جعل الارض خرازا وجعل خلایفہا انہا را والفل

اولعبر بالذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقناھما والزمون۔

**اخراج النصار :** - انزلنا من المعصرات ما رشحنا لجا النخرج بہ

حباً ونباتاً وجنات الفا فارانہا وهو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا بہا

نبات کل شیء فاخرجنا منہ خضرًا نخرج منہ حباً متزکياً ومن الثقل من طلعا

قنوان زائیدہ وجنت من اعتاب والزمین والزمون مشتہا وغیر مشتہا <sup>۱۰</sup>

اس آیت میں نباتات مشککہ زیادہ ہیں لہذا ترجمہ بھی زیب قرط میں کیا گیا تھا

۱۰ اور وہی وہ ذات ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ

ربا وجود اس کے واحد ہونے کے کما فی ۱۰ اذینہ و یسفی من ماء واحد ہر قسم

کے نباتات کو زمین سے نکالا پھر ہم نے اس نباتات کے اول نمودار ہونے والی

چیز سے جسے بعض علاقوں میں سولی یا کھوٹی کہتے ہیں، سبز شاخ نکالی کہ ہم اس

سے اور پیسے دانے پڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کچور کے درختوں سے یعنی ان کے پتے

میں سے خوشے (نیکلتے) ہیں جو راسے ہوتے ہیں (بچے کو شکے جاتے ہیں اور انگوٹوں

کے بانگ اور نہ تیوں اور انارہ جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور ملتے جلتے

نبین ہوتے ہیں :-

**الہام الصناعات :-** حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وعمیناۃ خدمت لبوس لکم لیتحصنکم من باسکم والابیہ :- اور ہم نے ان کو

زردہ رہانے کی خدمت تم لوگوں کے رخن کے واسطے سکھائی تاکہ وہ زردہ تم کو

ایک دوسرے کی زد سے بچائے ۔ واثانہ الحدید ان اعمل صنایع وقدور

فی لحدود واعملوا صاۃ لکم لیتحصنکم من باسکم والابیہ :- اور ہم نے ان کے واسطے لوسے زردہ کر دیے

کہ تم پوری زردہ نہیں بناؤ اور کھڑیوں کے جوڑنے میں مناسب، انما زہ لکم خیانۃ

زکھوۃ واؤکروا اذ جملکم خلقا دمن ہمد عاؤ وبقوۃ کھڑی لارضۃ تھنہ :-

من سہولہا قصورا وتحتونہ الجبال بیوتنا ذکروا الذلۃ اللہ علیہ السلام  
نومٹ :- مذکورہ بالا کبھی نفیس مائیکر ہیں اور مذہب اسلام ہرگز  
اس لئے اس کے دستوراساس کی حمایت اسی کو متقاضی تھی کہ اس میں  
ہرگز احسانات و انعامات کا ذکر کیا جائے ۔ واللہ اعلم ۔

وقد قرر فی مواضع كثيرة من التنبیه علی اختلاف احوال  
الناس عند هجوم المصائب وانکشافها من الامراض  
النفسانية الكثيرة الوقوع ۔

قررنا ماضی معروض تقریر سے بعض اثبات و بیان ۔ عند  
اللفات اختلاف کا فرق ہے ۔ هجوم ، ان اچانک آنا ، الكثيرة  
قرر کا مفعول ہے ۔

ترجمہ اور الترتیبی شائد نے مصائب کی افواہ اور ان کے ختم ہونے  
کے وقت لوگوں کے اختلاف احوال پر تنبیہ کے بہت سے  
موقعوں پر نفسانی امراض میں سے زیادہ پائے جانے والے امراض کو ثابت  
فرمایا ہے ۔ یعنی : جس طرح تذکرہ انعامات میں عموماً ملحوظ رہا ہے اسی طرح  
ان کے نفسانی امراض اور طبی تغیرات (جو ایام مصیبت اور عیش کی گھڑیوں میں  
پیش آتے ہیں ان کے ذکر میں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ جو عیوب نوع انسانی  
میں عام اور کثیر الوقوع ہیں ۔ ان کا ہی تذکرہ کیا جائے ۔ مثلاً غرضاتی میں غفلت  
لا پرواہی اور زہیوں مالی میں آہ و زاری اسی طرح عجزت پسندی و جلد بازی یا  
حرص و بخل کی بیماریاں ۔ بالترتیب ہر ایک سے متعلق آیات و احادیث فرمائیں ۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ دَعَا ظِلْمًا فَكُفُّوا عَنَّهُ  
هُوَ يَدْعُو لِمَنْ دَعَا إِلَى ضَرْبٍ مِمَّا (یونس) ۔ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضَرْبٌ مِمَّا





مدن مذکور ہو چکے تھے جیسے قوم نوح و شمعون اور قوم عاد کے تھے اور عرب ان واقعات کو اہل داروں سے سنا چکے آتے تھے۔ اور جیسے حضرت ابراہیم اور انبیاء بنی اسرائیل علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تھے کیونکہ وہ ان کے کانوں کے لئے مانوس تھے۔ بہت عرصے تک عرب کے ساتھ یہودیوں کے اشتقاق کی وجہ سے۔ نہ کہ نادر و غیر معروف قہوں کو اور نہ فارس و ہند کی جزائر و سڑکی خبروں کو۔

یعنی تذکرہ یا مائتہ اللہ کے لئے انتخاب ایسے واقعات کا کیا گیا جن سے اہل عرب مانوس و واقف تھے اور اپنے جڑوں سے اچھا سنتے چلے آئے تھے۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے واقعات اور احوال اسی طرح انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام، و ان کی امتوں کے تذکرے جو حکم عرب اور یہودی بود و باش مرفقہ دراز سے ایک ساتھ تھے اس لئے انبیاء بنی اسرائیل کے احوال سے بھی عرب مانوس ہو گئے تھے لہذا ان کے تذکرے بھی کہئے گئے لیکن ایسی قوموں کے قصص و واقعات جن سے عرب نا آشنا تھے، قرآن میں نہیں ذکر کئے گئے مثلاً ہندو سندھ اور ایران و افغانستان وغیرہ میں بھی قومیں بستی تھیں، یقیناً ان میں بھی حضرات انبیاء کرام مبعوث ہوئے ہیں اور یہ قومیں بھی انکار تسلیم اور ایمان و کفر کی روش پر چل کر ثواب و عذاب کی مستحق ہوتی ہوں گی لیکن قرآن نے ذیل قوم ہاد اور نصار و سنیہ رسول الالبان قومہ" جیسے اجمالی تذکروں سے زیادہ کچھ نہیں بیان کیا کیونکہ ان واقعات کا مقصد تذکرہ و ترہیب اور ترغیب و تحریض ہے۔ انسان کی فطرت کچھ ایسی ہے کہ جب ملوث کلام سے استحضار ہوتا ہے تو تحقیق و جستجو اور جدت پسندی کا مادہ اس کے دل و دماغ کو فوائد و نتائج کی طرف لے جاتا ہے۔ لہذا عبرت و موعظت بھی ہوتی ہے لیکن جب کوئی نامعلوم واقعہ اس کے علم میں آتا ہے یا نئی خبر سنتا ہے تو نفس واقعہ اور نفس خبر ہی کی طرف اچھی خاصی توجہ مبذول ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں نتائج کی طرف سے کلیئر غفلت ہو جاتی ہے ورنہ کم از کم تاخیر تو ہو ہی جاتی

ہے ہذا تذکرہ جو عظمت کے مواقع پر مشہور و مانوس تھے ہی مفید ہوتے ہیں  
(کما سیاتی)۔ والٹر ایلم۔

(۱) قن کی عبارت و ذکر یہ جو جملہ لائق تھے کہ ہجرت  
مولانا سلمان حسنی ندوی زید محمدیم کی عبارت  
”و کا واقعہ سمعوا قصصا بضمیر اجملیة“ اصح دامن ہے کیونکہ فارسی و ہند  
ہے ”واجباً لا ذکر سے انکارا مشنید و باشد“۔

(۲) دلائل اخبار و المعجزات (۱) اس عبارت کے نقطہ مجازات کا ترجمہ  
راقم الحروف نے ”جزاؤ سزا“ کیا ہے اور مراد فارس و ہند کے سہ طبعوں کی تنسیم  
اور مصفاۃ کی تہذیب ہے جب کہ انھوں میں مجازات سے چٹکیں مراد لی گئی  
ہیں۔ قدیر۔

(۳) فانہا کانت حالوۃ لاسماعیعی ترکیب قبول ہے۔ مستعد شاید  
مہاجر ہو اصل عبارت فان اسماعیعی کانت حالوۃ لہا ہے۔ کہا ہوا لظاہر۔  
(۴) کانت العرب لہ اس عبارت میں قوم نوح وغیرہ کے احوال و واقعات  
سے اہل عرب کی واقفیت کا سبب و ذریعہ بتایا گیا ہے۔ جب کہ مصطفیٰ علیہ السلام  
میں فانہا کانت حالوۃ کا سبب بتایا گیا ہے۔

وانتزع من القصص المشہورۃ جملاً لا تنفع فی تذکیرہ و ہرولہ لم یسر  
القصص بتامہا مع جمیع خصوصیاتہا و الحکمۃ فی ذلک ان العوا  
اذا سمعوا القصص النادرۃ غایۃ الندرۃ او استقصیٰ بین ایدیہم  
ذکر لخصوصیات یمیلون الی القصص لشہادۃ و یفوتہم التذکر  
الذی ہو الغرض الاصلیٰ فیہا،

اللغات ۱۔ انتزع، نکالنا، منتخب کرنا۔ یسر، اسراڈ، پورا نقل کرنا۔

استقصاء، اشتقاق سے ماضی بہول۔ انذکر، نصیحت حاصل کرنا۔ ویرہ پیری۔  
**ترجمہ** اور مشہور قصوں میں سے ایسے چھ منتخب فرمائے جو ان کی تذکیر  
 (تنبیہ) کے لئے مفید ہوں اور پورے قصبے ان کی تمام خصوصیات  
 کے ساتھ نقل نہیں کئے۔ اور حکمت اس کی یہ ہے کہ غایت الناس جب بہت عجیب  
 غریب قصبے سنتے ہیں اور ان کے سامنے خصوصیات کے تذکرہ کا اعلا کر لیا جاتا  
 تو نفس واقعات ہی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اور عبرت حاصل کرنا، جو قصوں  
 کا مقصد اصلی ہوتا ہے ان تمام سے فوت ہو جاتا ہے۔

ونظیر هذا الكلام ما قاله بعض العارفين ان الناس لما حفظوا  
 قواعد التجويد شذبوا عن الخشوع في التلاوة، ولما ساقى  
 المفسرون الوجوه البديعة في التفسير صار علم التفسير نازلاً كالمدد

**ترجمہ** اور اس کلام کی نظیر وہ بات ہے جسے کس مارت نے کہا کہ جب  
 سے لوگوں نے تجوید کے قاعدے (اور ہیپے) یاد کئے تلاوت  
 کے مشروع (و مشروع) سے محروم ہو گئے۔ اور جب سے مفسرین نے تفسیر میں وجوہ ہیپے  
 کو ذکر کرنا مشروع کیا علم تفسیر ایسا کیسا ہو گیا جیسے معدوم (ہو گیا ہو)۔  
**فائدہ** مصنف علیہ الرحمۃ نے اوپر فرمایا تھا کہ وعظ و تذکر کے مقصد میں لایا جانا  
 حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو بھی واقعہ بیان کیا جائے اس  
 کے صریح اہم اور عبرت انگیز پہلو ذکر کئے جائیں کیونکہ ”مفصل واقعات مع جزئیات  
 اور خصوصیات کے جب عام آدمی کے سامنے آتے ہیں تو وہ ان ہی خصوصیات و  
 جزئیات میں الجھ کر اصل مقصد سے غافل رہ جاتا ہے۔ زیر مطالعہ عبارت میں ”م“  
 نے اپنی اس رائے کی تائید و نظیر کے طور پر کسی عارف کا قول پیش فرمایا ہے۔ کہ  
 سے نا جانا ان سے معذرت میں ہماری طرز الرفض مراد ہیں۔ غور شدہ اور۔

قواعد تہذیب کی طرف جب سے توجہ ہوئی تبادلات قرآن کا اصل مقصد انابت الی اللہ اور خشوع و خضوع ختم ہو گیا۔ اسی طرح جب سے تفسیری نکات کو مفسرین نے اہمیت دی علم تفسیر کا اصل مقصد "قرآن نہیں" مختار ہو گیا، مفسرین کیا بات کہتے

وہما تکرر من القصص قصة خلق آدم من الارض وسجود  
الملائكة له وامتناع الشيطان منه وكونه ملعوناً وسعيه  
بعد ذلك في اغواء بني آدم وقصة مخاضة نوح وهود وصالح  
وإبراهيم ولوط وشعيب عليهم الصلوة والسلام وإخوانهم في بلاد  
النوحين والامور المعروفة والهي عن المنكر وامتناع الاقوام من  
الامتناع بشبهات ركيكة مع ذكر جواب الانبياء وابتلاء الاقوام بالعقول  
الالهية وظهور نصرتهم عز وجل للانبياء وتأييدهم وقصة موسى  
مع فرعون وقومه ومع سفهاء بني اسرائيل ومكابرة هذه الجماعة  
مع حضرتهم عليه الصلوة والسلام وقيام الله سبحانه وتعالى بعقوب  
الانقياء وظهور نصرة نبيه موسى مرة بعد مرة وقصة خلافته  
داود وسليمان وآياتهما وكرامتهما وعنة ايوب ويونس وظهور رحمة  
الله سبحانه لهما واستجابة دعاء زكريا وقصص سيدنا عيسى العجبة  
من تولد هلا اب وتكلم في المهد وظهور الخوارق منه فذكرت  
هذه القصص باطوار مختلفة اجمالاً وتفصيلاً بحسب ما اقتضاء  
اسلوب السور

## الذوات

ملعون: لعنة: نفرت سے دور کرنا، دھتکارنا، انکار۔  
گمراہ کرنا، بہکانا، مکابرة: مخالفت کرنا، محنت۔ دین، آزمائش۔  
جمع سخن۔ خوارق: خارق کی جمع ہے، خلاف عادت اور خلاف معمول احوال و افعال۔

## ترجمہ

اور ان قصوں میں سے جو قرآن میں مکرر ہیں زمین سے آدمؑ کی تخلیق اور فرشتوں کا انھیں سجدہ کرنا اور شیطان کا اس سے باز رہنا اور ملعون ہونا اور اس کے بعد بنی آدم کو گمراہ کرنے کی کوشش کرنا اور توحید اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں حضرت نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ، ابراہیمؑ اور لوطؑ و شعیبؑ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اقوام کے مجاور و مباحضہ اور پھر شبہات کی وجہ سے اطاعت سے قوموں کے انحراف کا قصہ ہے۔ انبیاء کے جواب اور خدا کی عذاب میں قوموں کے اہلکار اور انبیاء و قبیعین انبیاء کے حق میں نصرت خداوندی کے ظہور کے ساتھ۔ اور ران ہی مکرر قصوں میں سے فرعون و قوم فرعون کے ساتھ اور بنی اسرائیل کے نادانوں کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کا قصہ ہے اور حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اس جماعت کی دشمنی دہشت و ہری اور بد مذہبوں کو اللہ جل شانہ کی سزا اور اپنے نبی موسیٰؑ کے حق میں بار بار اپنی نصرت کے اظہار کا قصہ ہے اور ران ہی میں سے داؤد و سلیمان کی خلافت اور ان کے معجزات و کمالات اور ایوبؑ و یونسؑ کے متناں اور ان کے حق میں رحمت خداوندی کے ظہور اور وعادہ ذکر یا کی قبولیت کا قصہ ہے اور ران ہی میں سے عیسیٰؑ کے عجیب و غریب واقعات میں یعنی بغیر باپ کے آپ کی ولادت اور آپ کا گھوڑا میں گفتگو کرنا اور آپ سے ظلمات معمول افعال کا صبر و راجنا نیز یہ قصے مختلف طریقوں پر اجمالاً و تفصیلاً اس اسلوب کے مطابق بیان کئے گئے ہیں جس کا سورتوں کے اس ایڈیٹ نے تقاضا کیا۔

قرآن عزیز کا یہ بھی ایک اٹھارہ ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کو مختلف سورتوں میں ان سورتوں کے مضامین کے مناسب سے اور اچھوتے انداز میں بیان کرنے کے باوجود واقعہ کی اصل حقیقت اور اس کی شناخت اور سمجھدگی میں ادنیٰ سا فرق بھی نہیں آنے دیتا کہیں واقعہ کی تفصیل ہے کہیں اجمال انہی مقام پر اس کا ایک پہلو نظر انداز کر دیا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اسی کو سب سے زیادہ نمایاں حقیقت (اہمیت) دی گئی ہے۔ ایک جگہ اسی واقعہ

## فائدہ

سے مسرت و ایسا لذت و سرور پیدا کرنے والے خالقِ مگرے تھے ہیں تو دورِ مری  
 بنگہ واقعہ میں معمولی سا تفریح کے بغیر غوث و درویش کا نقشہ پیش کیا گیا ہے بلکہ بعض  
 مرتبہ ایک ہی مقام پر لذت و ظلم و دونوں کا مظاہرہ نظر آتا ہے مگر عبرت و موعظت کے  
 اس تمام ذخیرہ میں ناگہان ہے کہ نفسِ واقعہ کی حقیقت و حقائق میں معمولی سا تفریح  
 بھی پیدا ہو جائے، بلاشبہ یہ کلامِ الہی کے ہی خایانِ شان ہے۔ (قصہ القرآن)؛

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ نُصُورًا ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُنَّا لِلْعَالَمِ الْكَافِرِ  
 قَصَّةُ تَخْلِيقِ آدَمَ ﴿۱﴾ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَاللَّامِيسُ اللَّهُمَّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلٰوٰتٍ مِّنْ حَمَآءٍ مِّنْۢ بَرٍّ ۝ فَادَّٰسُوْهُ ۝ وَفَخَلَّ فِيْهِ  
 مِّنْ رُّوْحِیْ فَقَوَّالًا سَاجِدًا ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اِجْمَعًا اِلَّا الْاِبْلِیْسَ اِلٰی اَنْ  
 یَّكُوْنَ مَعَ السَّٰجِدِیْنَ ۝ وَتَرٰۤیٓتَ ذٰلَکَ ۝ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا  
 مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَادَّٰسُوْهُ ۝ وَفَخَلَّ فِيْهِ مِّنْ رُّوْحِیْ فَقَوَّالًا سَاجِدًا ۝ فَسَجَدَ  
 الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اِجْمَعًا ۝ اِلَّا الْاِبْلِیْسَ اَسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَٰفِرِیْنَ ۝ وَهَآٓئِٓتَ  
 اِنَّ اٰیٰتِیْ فِیْ تَخْلِیْقِ اٰدَمَ عَلٰی نَبِیْیَا وَطِیْرٍ اَصْلُوْةٍ وَالسَّلَامُ كَسَا تَحْبُوْرًا طَٰمِرًا ۝  
 اِذَا رَٰی شَیْطٰنًا كَسَا ۝ كَسَا ۝ اِسْمُ كَالْمَلٰٓئِكَةِ ۝ اِسْمُ كَالْمَلٰٓئِكَةِ ۝ اِسْمُ كَالْمَلٰٓئِكَةِ ۝ اِسْمُ كَالْمَلٰٓئِكَةِ ۝  
 كَسَا ۝ اِسْمُ كَالْمَلٰٓئِكَةِ ۝ اِسْمُ كَالْمَلٰٓئِكَةِ ۝ اِسْمُ كَالْمَلٰٓئِكَةِ ۝ اِسْمُ كَالْمَلٰٓئِكَةِ ۝

## شیطان کی ملعونیت اور انسان کو بدکاری کی کوشش

قَالَ رَبُّهُ تَعَالٰی (۱) اِنَّا خَلَقْنَاكَ اِنْ لَّا تَسْجُدْ اِذْ هَوٰیۤتَ ذٰلَکَ فَخَبِّرْهُ مِنْهُ خَلَقْتَنِیْ  
 نَارًا وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَاَیُّکُمْ لَکَ اِنْ تَسْکِبُ عَنْهَا فَاَخْرِجْ  
 نٰکَ مِنَ النَّصْفِیْنِ ۝ قَالَ اِذْ طَرَدْتَنِیْ اِلٰی یَوْمٍ یَّجْعَلُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝  
 قَالَ فَبِمَا اَعٰیوٰتِیْ لَا تُفْعَلُ لَّهِمْ عَصٰی طُغٰی الْمُسْتَقِیْمِ ۝ ثُمَّ لَا یَنْتَهَرُ مِنْ بَیْنِ  
 اَیْدِیْهِمْ وَهُمْ خَلْفَهُمْ وَرَعَوْنَ اِیْمَانَهُمْ وَرَعَوْنَ شَمَانَتِهِمْ وَلَا یُجِیْدُ اَکْثَرَهُمْ  
 شَاکِرِیْنَ ۝ (۲) وَرَبِّیْٓتَ «نَارًا» قَالَ فَخَرَجَ مِنْهَا فَانْکَرَجَ رَجِیْمًا ۝ اِنَّ تَخْلِیْقَ الْمَلٰٓئِكَةِ

انی یوم الدین • قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون • قال فانک من المنتظرین  
 الی یوم الوقت المعلوم قال رب بما اعوذ بیتی لاریتین لیسرقن الاارض و...  
 لا عوینہما جمعین • (۲۹۲ تا ۲۹۶) - قال فلیس ارایتک هذا الذی کرمت  
 علی لمن اخرتہنی الی یوم القیامۃ لا تحکرت ذریئہ الا لقلیل • قال اذهب  
 فمن تبعک منہم فانی جہنم جزاؤکم جزاء موفور • (الاسراء ۷۷ تا ۷۹) -  
 قال فاخرج منها فانک رجیم • وان علیک لعنتی الی یوم الدین • قال رب  
 فانظرنی الی یوم یبعثون • قال فانک من المنتظرین • الی یوم الوقت المعلوم  
 قال فہیئتک لا عوینہما جمعین الا عبادک منہم الخالصین من دوس (نامہ)  
 ان آیات کے علاوہ سورۃ بقرہ آیت (۲ تا ۳) سورۃ کہف آیت (۵۰)۔  
 اور سورۃ طہ آیت (۱۲۳ تا ۱۲۷) میں مذکور بعض مضامین موجود ہیں۔  
 حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کی قوم کا یہ خاصہ کہ :-

وقد ارسلنا نوحا الی قومہ انما نکون ذریر مبین • ان لا تعبدوا الا الله الی  
 اخاف علیکم عذاب یوم الیوم فقال المملؤ الذین کفروا ومن قومہ ما فرغ الا بشرا  
 مشنوا وما نزلک اہلک الا الذین ہم اعداؤنا بادی الہوی وما نری لکم منہما من  
 فضل بل نضنکم کاذبین • قال یقوم ارایتما ان کنت علی بینۃ من ربی وان انی  
 رحمۃ من عندہ فمیت علیکم انزل منکم ما وانتم لہا کڑھون • یہ سورۃ ہود  
 کی آیات ہیں۔ آپ آیت ۹۳ تک پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو جاہلین سے مختلف سراں و جواب کے  
 علاوہ مختصر نوع کی ہدایت و تبلیغ سے شرمورٹے والوں پر عذاب خداوندی • یہین لئے  
 والوں کی تہات اور ان کے ساتھ خدا کی نصرت و رحمت کا تذکرہ اس طرح ملے گا: حق  
 اذ جاء امرنا و قال استنبروا فلما احمل فیہا من کل زوجین اثنين و اهلك الہن سبق  
 علیہ القول من اصح ما اہن معہ الا قبلہ قال اور ہوا یہ بسم اللہ بھی رہا و مرضہ القابض  
 اسی طرح سورۃ اعراف میں اجمالاً وہ سارے مضامین موجود ہیں۔ جن کی طرف باتیں اشارہ  
 کیا ہے۔ وقد ارسلنا نوحا الی قومہ فقال یقوم ذعبدوا الله ما لکم من اللہ غیرہ الی الخ



علیکم عذاب یوم عظیمہ قال اخلا من قومہ انا لفریت فی ضللی مبین قال  
 یقوم لیس فی حلالک وکنی رسول من رب العالمین اہلکم رسل ربی وانکم  
 لکم واعلم من اللہ صالا تلمون ۵ او عجبت ان جاء کمرہ کوم من ربکم علی  
 رجل منکم لیلذ ربکم فلتفقوا ولیدکم ترحمون ۶ فکذبروا فانجیمتہ والذین  
 معہ فی الظلم واغرقنا الذین کذبوا بآیتنا انہم کانوا قوما عسین ۷ (۱۳۳)  
 علامہ ازہبی سورہ اسرار، سورہ طہ، سورہ نوح و سورہ قمر وغیرہ میں یہ مضامین مرقوم ہیں۔

## حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کا مذاکرہ

والی عاد اخاہم ہود اقال یقوم ۱ محمد و اللہ ما لکم من اللہ غیرہ اخلا تحون ۲ قال  
 المد الذین کفروا من قومہ انا لفریت فی سفاہتہ وانا لنظنک من الکذبین ۳  
 قال یقوم لیس لی سفاہتہ وکنی رسول من رب العالمین ۴ اہلکم رسل  
 ربی وانا لکم ناصح امین ۵ او عجبت ان جاء کمرہ کوم من ربکم علی رجل منکم  
 لیلذ ربکم واذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح وذاذ کمر فی الخلق ...  
 بصطۃ فاذکروا لا الہ الا اللہ تسمو فقلحون ۶ قالوا اجئنا لنعبد اللہ وحدہ و  
 نذرہما کان یعبدا یا ونا فاعتابا بقصدنا ان کنت من الصادقین ۷ قال قد فرغ  
 علیکم من ربکم رجس و غصبت التجار لونی فی اسماؤ سمیعوہا انتہوا یا اہلکم  
 ما نزلی اللہ بہنا من سلطان فانظروا الی محکم من المنتظرین فانجیمتہ والذین  
 معہ برحمتہ منا وقطنا دابر الذین کذبوا بآیتنا واما کانوا یومنین ۸ (۱۳۴)  
 یہ سورہ ہود و سورہ شمر اور سورہ قمر وغیرہ میں ہیں ان مضامین کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔  
 حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کا مذاکرہ ۱۔ والی قوم الذام  
 ضلیح فان یقوم اعبدوا اللہ ما لکم من اللہ غیرہ قد جاء تکم رجیۃ من ربکم  
 ہذا فاقا اللہ لکم امیۃ فذروہا تا کل فی ارضی اللہ ولا تقسوها بسوا لیاخذکم  
 عذاب الیمہ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد و ہود کمر فی الارض فخذون

من سہلہا قصورا ومنحتون الجبال بیوتاً فاذا کورد الادمۃ ولا تقربوا فی الاشی  
مضدین • قال اللہ الذین استکبروا من قومہ الذین استضعفوا من امن  
منہم العلمون ان صالحتہم وکیل من ربہم قالوا انما ہما اربیل بہم وجہون •  
قال الذین استکبروا انما بالذی استکبر بہم کفرون • فحقوا الذانیۃ وعقوا من  
امرہم ہم و قالوا یا حاکم التنازعاً قد نانا ان کنت من المرسلین فاخذتہم  
الرجفۃ فاصبحوا فی دار صوفیین • فتولی عنہم وقال یقوم لقد ابغضتکم  
رسالتی ویضحت بکم و لکن لا تمہون لانا صحین (۱۶۴۳) عزراۃ (۱۶۴۳) عزراۃ  
ہود سورۃ شجرہ سورۃ نمل سورۃ فصلت سورۃ النجم سورۃ قمر سورۃ الحاکم اور اللہ  
کاسط اللہ کیجیے

### حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قوم کی مخالفت سے گفتگو :-

واخی یسہدنی ابراہیمہ • الا قال الایمہ وقومہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد  
اھناماً فظنل لہا عتکذین قال ہل یسہو کراؤ تہعون • او یفتریکم او  
یعزرون • قالوا بل و جہدنا بأہانتا کذالت یعزرون • قال اذرا یعزما کتم تبذنا  
انتہوا باء کما الاقدعون • فانہم عدو فی الارب العالمین • الذی خلقنی نہو  
یمدین • والذی ہو یطعمنی ویسقنی • واذا امرضت فہو یشفی • والذی  
یموتنی یشرف یمین • سورۃ شجرہ (۱۶۴۹) • حضرت ابراہیمؑ کے حق میں ضرر خداوندی  
کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ انبیاء میں کہا گیا : قلنا یا ناکر کونی ہودا و سلاما علی  
ابراہیمہ • والا وراہیمہ کید افجعتہم الا خسریں ونجینہ • ولوطا الذی الارض  
القی بکنا فیہا للکمالین • اور سورۃ ملکوت میں ارشاد ہے : خاکا کما جواب  
قومہ الا ان قالوا قتلوا و حرقوا فانجسہ اللہ من النار ان فی ذلک لآیت  
لقوم یمقلون (۲۲۲) • نیز سورۃ انبیاء (آیت ۶۸) سورۃ النام (آیت ۸۰) اور  
سورۃ الصافات (آیت ۹۷) وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت لوط علیہ السلام اور قوم لوط کے درمیان مباحثہ :- اذ قال لہم قوم

لوط الا تتقون • اِنی لکم رسول امین • فاتقوا اللہ واطیعون • وما اسئکم علیہ  
 من اجر ان اجری الا علی رب العالمین • اتقون الذکوان من العالمین • و  
 تذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم لیتزکون عادیون • قالوا لکن لہم  
 تنہ بلوط لکن من المخرجین • قال اِنی لعملکم من القالین • رب نجنی  
 واهنی مما یعملون • فنجینہ واهلہ اجمعون (النور ۱۹ تا ۲۴) • ﴿وَکَافِرٌ  
 سُوْرَةُ اَعْرَافٍ • سُوْرَةُ بُرُوْدٍ • سُوْرَةُ نَحْلٍ • وَغَیْرُہُمْ کَاسَاطِلُہُمْ کَیْۤاۤیَۤاۤتُہُمْ ۚ

عَفَرْتُ شَیْۤیْۤءً عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوْ رَاحِلُہُ الَّذِیْ کَرَّۤاۤیَۤاۤتُہُمْ ۚ

کذب الصحاب الثبکة المرسلین • اذ قال لہم شعیب الا تتقون • اِنی لکم  
 رسول امین • فاتقوا اللہ واطیعون • وما اسئکم علیہ من اجر ان اجری  
 الا علی رب العالمین • او خذوا النکیل ولا تکتوبوا من المخرمین • ورنوا  
 بالقسطناس المستقیمہ • ولا یتخسروا الناس اشیاءہم ولا تغشوا فی الارض  
 مفسدين • واتقوا الذی بخلقکم ولا تجبلة • لا رلین • قالوا انما انت من  
 المسحورین • وما انت الا بشرا مثنا وک فظننت لمن الکذبین فاسقط  
 علینا کف من السماء ان کنت من الصادقین • قال رب اعلمہما فعملون  
 فکذبوا فاخذہم عذاب یوم الظلۃ انه کان عذاب یوم عظیم (المزدر ۱ تا ۱۰۰)  
 مزید تفصیلات کے لئے سورۃ اعراف (۷ تا ۱۰۶) اور سورۃ ہود (۴۱ تا ۹۵) پر بھی  
 قصہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے پڑھئے سورۃ اعراف کی سورۃ طہ کی سورۃ یوسف کی وغیرہ •  
 داؤد و سلیمان علیہما السلام کی خلافت وغیرہ کا قصہ (۱) و نقد ابنسداد و  
 و سلیمان علیہما و قال الحمد لله الذی فضلتنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین  
 و ویت سلیمان داؤد و قال یا ایہا الناس علمنا من خلق الطیر و اویمان من  
 کل شیء • ان ہذا هو الفضل البین • و حشر سلیمان جودۃ من الجن  
 و الالی و الطیر فہم یوزعون • (المن آیہ ۷۵ تا ۷۷) عزو آیت ۲۲ تک پڑھ جائیے •  
 (۲) و نقد ابنسداد داؤد و منا فضلہ • یجبال اونی معہ و الطیر و الناکل •

المخديد \* ان اعمل بكتابات وقد رقي السرد واعملوا صانعاً الى بها  
تعملون بصير \* والسليطين الريح عندوها شهر وردها شهر \* قال  
خزيمت الجن ان لو كانوا يعلمون الخب ما لبثوا في العذاب المدين \*  
(٣) يدادونا جعلتلك خليفة في الارض فاحكم بين الناس بالحق <sup>رسالة</sup>  
لا تقمع المهرج فغضبك عن سبيل الله \* فسخونا لله الريح تجوى بامره  
رعا حيث اصاب والشيطن كل بناء وعواصم من بيت ٢٦٦ م ٣٠٠ م  
آيت ١٢٠٤١ - نيز في سورة انباء آيت ٨٢ (٢٦٦ م)

مكة اليوب عليه السلام \* - (١) وايوب اذ نادى ربه الى منى  
الضر و انت ارحم الراحمين \* (٢) وايوب اذ نادى ربه الى منى  
نادى ربه الى منى الشيطان بنصب عذاب تا تقول البديهة اواب  
(من آيت ٢٢٢ م)

حضرت يونس عليه السلام في ازمائش ١ - (١) وان يونس من  
الموسلين \* الا اتي الى الفلك المضحون \* ناهم وفكات من المدحفين \*  
فالتقى الحوت وهو مليح \* فلولوا انه كان من المسبحين \* الليث في بطح  
في يوم يمشون \* سورة العنكبوت آيت ٢٩ م ١٢٠ م ١٢٠ م ١٢٠ م  
اذ ذهب مضاضاً فظن ان لن نقدر عليه فنادى في الظلمات ان لا اله الا  
انت سبحانك اني كنت من الظالمين \* فاستجبنا له ونجينا له من الضرد  
كذلك نجى المؤمنين \* (٢) وايوب اذ نادى ربه فاستجبنا له ونجينا له  
فانصبر وحكم ربك ولا  
تكن كالعاصي العوت اذ نادى وهو مكظوم \* فلولوا ان تدركهم فتنة من ربهم  
فنبذوا القراء وهو من موم \* فاجتنبه ربه فخلصه من احوال الحين (٢٢٢ م)  
استجابة دعاءه ذكر يا عليه السلام \* - (١) هناك دعاه بربك يا رب  
هبط من نذرتك ذبيحة طيبة انت سميع الدعاء \* فنادى الملائكة وهو  
في القريص في المحراب ان الله بغيرك يبيحني معدي بكلمة من الله يتد

والمقصود (الابن) - (۲) التمهيد من ذكر حمة ربه \* يذكرها \* اذ يادى  
 ربه ندا خفيا \* تا يذكروا انما بشركهم بطغراسه \* ويحيى امر يجعل له من قبل  
 سميتا. لقيات - (برج ۱۰۱) - (۳) وذكروا اذ نادى ربهم فلا تجذبوا ثودا و  
 انه مخير الوارثين \* فاستجبنا له ووهبنا له يحيى وامننا به ثوبا نقي وبعثنا به  
 قصص سيدنا عيسى عليه السلام ۱ - را: اذ قالت الملائكة يرميهم  
 الله بيشرك بكلمت منهم اسم الميعه عيسى بن مريم ووجهها في الدنيا  
 والاخرة ومن المقربين \* ما وكرها وكرها الله والله خير المذكرين (۲۰۴)  
 (۲) اذ كوفي الكتاب مريم اذ انتبذت من اهلها مكانا شرقيا \* فواتى  
 على يوم ولدت ويوم اصوت ويوم بعث نحيلا \* (برج ۳۲) - (۳) واتي الحضر  
 ورحها فنفخت فيها من روحنا وجمعنا لها وابنها آية للعالمين \* را: اياها \* يزلزل  
 كفى سورة نساء آيت ۱۵۹ تا ۱۵۷ اور سورة مده آيت ۱۱ تا ۱۵ -

ومن القصص التي ذكرت مرة او مرتين فقط رفع سيدنا  
 ادریس وعناظره سيدنا ابراهيم لهرود ورويته احيا الطير  
 ذبح ولده وقصة سيدنا يوسف وقصة ولادة سيدنا موسى  
 والقائه في اليم وقتله القبط وخروجه الى مدين وتزوجه  
 هناك ورويته النار على الشجرة وسماع الكلام منها وقصة  
 ذبح البقرة وقصة النقاء موسى والخضر وقصة طالوت و  
 الجالوت وقصة بلقيس وقصة ذي القرنين وقصة اصحاب  
 الكهف وقصة رجلين تحاورا فيا بينهما وقصة اصحاب الجنة  
 وقصة رسل عيسى الثلاثة والمؤمن الذي قتل الكفار شهيدا  
 وقصة اصحاب الفيل \* فليس المقصود من هذه القصص  
 معرفتها بانفسها بل المقصود انتقال ذهن السامع الى خامسة

النَّشْرُ وَالْمَعَاصِي وَعَقُوبَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهَا وَأَطْمِئِنَّا الْمَخْلَصِينَ  
بِنَصْرَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَظُهُورِ عِزَّتِهِ عَزَّ وَجَلَّ بِهِمْ.

## اللغات

رمیع : رت بلند کرنا اور پر اٹھانا۔ مناظرۃ : بحث و  
مباحثہ کرنا۔ لاف : ڈالنا۔ الیہ : سندر۔ استغناء گہرائی  
مدین : بحر قزح کے مشرقی ساحل اور عرب کے مغرب و شمال میں تبوک کے  
بالقابل ایسی جگہ آباد تھا جس کو شام متصل حجاز کا آخری حصہ کہا جاسکتا ہے۔  
شام : فلسطین بلکہ مصر تک جانیوالی حجازی شاہراہ و مدین سے ہو کر گذرتی ہے۔  
آغاز اسلام میں یہ شہر یہودیوں کے قبضہ میں تھا اور یہاں بڑے بڑے قلعے تھے  
جن کو اسلام نے عہد نبوت ہی میں یکے بعد دیگرے منسوخ کر دیا تھا۔

(دیکھیے قصص القرآن ج ۱ ص ۳۳۰، ابن القرآن سیدان مذکور)

استادہ : ملاقات۔ تھاوڑا : تھاوڑ سے ماضی، باہم گفتگو کرنا۔ دشنامہ : دشمنی  
صحت : ہونا۔

## ترجمہ

اور ان قصوں میں صبرن ایک بار مرتبہ ذکر کئے گئے ہیں،  
میدنا : دیرینہ کارِ فتح اور غرور سے میدانِ ابراہیم کا مہلت  
اور آپ کا پرندوں کو زندہ کرتے دیکھنا اور اپنے صاحبزادے کو زندہ کرنا  
اور سیدنا یوسف کا قہر اور سیدنا موسیٰ کی ولادت، ورنہ ان کو دریا میں ڈالنے  
جانے اور قبلی کو قس کرنے اور مدین کا سفر کرنے اور وہاں نکاح کرنے اور  
درخت پر آگ دیکھنے اور راسخ (درخت) سے کلام کو سننے کا قہر (ہے)۔ اور  
سوی و قنقری ملاقات کا واقعہ اور طاقت و مالوت (کی جنگ) کا واقعہ اور  
قصہ بلقیس و واقعہ زوال قرین و قصہ اصحاب کعبہ اور قصہ ان دو آدمیوں کا  
جنہوں نے آپس میں گفتگو کی، اور بات و انوں کا قہر اور حضرت عیسیٰ کے  
یمینوں قاصدوں کا قہر اور اس مؤمن کا واقعہ میں کو کھا۔ نے شہید کیا۔

اور اصحابِ قبل کا واقعہ ہے اور ان تھوڑے کامقصد نفس واقعات کا جاننا نہیں ہے بلکہ مقصد سات کے ذہن کی توجہ (مبذول کرنا) ہے شرک و معاصی کے غرر اور ان پر اللہ تعالیٰ کی سزا کی طرف اور نصرت خداوندی پر مخلصین کے اطمینان اور ان پر اللہ عزوجل کی عنایت کی طرف۔

**فائدہ** | ۱۔ (وَرَفَعْنَا سَكَانًا عَلَيَا رِمٍ)۔ کعب اہواز کی تفسیر کے مطابق من کی ترتیب کے مطابق قرآنی آیات ملاحظہ کریں۔  
 رفیع اور پس سے جو تھے آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے جو اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس سے نبوت و قرب الہی کی ہندویوں پر پہونچنا مراد ہے۔ (ملاحظہ ہو العون اور نواد عثمانی)۔

**مُناظرۃ ابراہیم** ۱۔ الم تر انا الذی کانت ابراہیم بنی ربہ ان انا واللہ انکلت اذ قال ابراہیم رب الذی یحیی و یمیت قال انا اچس و اُمیت قال ابراہیم فان اللہ یاتئ بالشمس من المشرق فأت بہا من المغرب فہیت الذی کفر۔ (البقرہ ۲)۔

**رویت احمدا** ۱۔ واذ قال ابراہیم رب اے کیف تمہیں الموقی قال اور یز قومون قال بنی وکن لیطمئن قلبی قال فخذنا ربکم من الطیر فصرھن الیہ ثم اجعل علی کل جبل منھن جزء ثم ادعھن یا یمکت سحبا واعلم ان اللہ عزیز حکیم۔ (البقرہ ۲)۔

**ذبح ولد** ۱۔ قال بنی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یا ایت اقل ما قرع من سجد فی ان شاد اللہ من الطیر فلما اُسُفَا وُلْمًا تلجج بین و نادینہ ان یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا۔ (الحافات ۲)۔

**قصہ سید نایوسف** ۱۔ اس کے لئے سورۃ یوسف کی تلاوت اور مطالعہ کی زحمت خود فرمائیں۔

**قصہ ولادت موسیٰ** ۱۔ و اوحینا الی ام موسیٰ ان رضیمہ فاذا

خفت علیہ فالقیہ فی الیمر ولا تخافی ولا تحزنی (اور۔ (انقص)۔ وقد حدثنا  
علیک مرة اخرى اذ اوجینا الی امک حایوحنی ان اقله فیہ فی التابوت فاقبضہ  
فی الیمر فلیقہ الیمر بالتاجل (اور لڑا)۔

**قتل قبطی ۱۔** ودخل المدینة علی مین غفتم من اهلہا فوجد  
فیہا رجلین یقتلان ہذا من شیمت، وھذا من عدوہ فاستغاث الذی  
من شیمتہ علی الذی من عدوہ فوکزہ موسیٰ فقتل علیہ الاذ وخصرہم۔

**خروج الی المذین ۲۔** وجاد رجل من اقصاب المدینة یسعی

قال یوسى ان المکلا یا ضررون بث لیفتلوك فاخرج الی ذلک من النضجین  
فخرج منها حائلیترقب قال رب نجی من القوم الظالمین۔ (انقص)

**تزوج موسیٰ ۳۔** قال رجب (لی اریذ ان اکتک اعدی ابنی

ھانین علی ان تلجونی ثمانی حبیج فان اتعت عشرين عندک وما ایدان  
ہش علیک ستجدنی ان شاء اللہ من الظلمون قال ذلک یحییٰ وبنیک ایسا الاجلین  
فتمیت فلانعد وان علی واثقہ علی ما نقول وکیل۔ (انقص)

**رویتہ النار ۴۔** جہاں تک راتم الحروت کی فکر کا تعلق ہے۔

قرآن کریم نے "درخت پر آگ دیکھنے کی تصریح کہیں نہیں کی ہے۔ لیکن مفسرین  
کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت موسیٰ نے جو آگ دیکھی تھی وہ درخت پر تھی لہذا  
قرآن کریم نے رویت نار کا تذکرہ جن آیتوں میں کیا ہے۔ وہی آیتیں اس  
موقع پر پیش کی جا رہی ہیں۔

وھل اذک حدیث موسیٰ ۵  
اذ دانہ فخال لا ھلہ کمکثر الی  
است نارہ فلی اکتک منہا  
بقبب او اجد علی النار ھذی  
کیا آپ کو موسیٰ کی خبر بھی پہنچی ہے۔ جب کہ  
انھوں نے ایک آگ دیکھی سو اپنے گھروالوں سے  
فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے  
خاید میں اس میں سے تمہارے پاس ایک شعلہ  
لاؤں یا آگ کے پاس راستہ کا پتہ جو کوئل جائے



فلما قضیٰ موسیٰ الاجل و  
ساربا هذه النس من جانب  
انصور ناراً۔ قال لا هذه فمکتبا  
ان ائتت ناراً لعلیٰ تیکومنها  
بخبر او جذوة من النار  
لعلکم تصطلون ،  
فرمن بیت موسیٰ اس مدت کو یو را کر پک و  
انجانی بی کوئے کر و۔ ہوئے توں کو کو دم فلو  
کی جانب سے ایک آگ دیکھائی دی انھوں  
نے اپنے گھر لوں سے کہا تم گھر سے رہو میں  
ایک آگ دیکھی: شاید میں تمہارے پاس ہوں  
مے کچہ غیر اڈنا یا کوئی آگ کا اچھا ڈاؤں ۔  
تا کہ تم بیٹک لو ۔

فلما انشأ فرعی من سفط طی  
انورد الایمن فی البقرة  
الحب رکما من الشجرة ان یلوسی  
فی تال الله رب العالمین (القصر) ،  
سو بہت وہ اس آگ کے پاس پہنچے تو ان  
اس میدان کے داہنے جانب سے اس جابرک  
مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ  
موسیٰ میں رب العالمین ہوں ۔

وسمع الکلام من الشجرة :- اس کا تذکرہ سورہ قصص کی  
صہت اسی ایک آیت میں ہے اچھی آپ نے پڑھا یعنی فلما انشأ

قصة ذبح البقرة :- واذ قال موسیٰ لقومه ان الله یمکون  
ند یحوی بقرة قالوا انتخذنا هذوا قال استوزانہ ان یمکون من الیعاہلین قالوا  
ادع لنا ربک یمیر لنا ما ہی قال انہ یقول انہا بقرة لا فادرس ولا یکون غواہ بین  
ذلک فاحملواھا فومرون :- قالوا ادع لنا ربک یمیر لنا ما نؤمنہا قال انہ یقول انہا  
بقرة صفراء ذابغ غونہا تسر الذن ظہون :- قالوا ادع لنا ربک یمیر لنا ما ہی ان استمر  
نشیہ نغیرا وان ان شاء الله نھتدون قال انہ یقول انہا بقرة لا ذلول تنذر لارض  
ولا تنقی الخرف مسلمة لانتیہ فیما قالوا انی جئت بانحق فذبحوها وما کادوا  
یفعلون (البقرة ۷۴)

موسیٰ ونبی کی ملاقات کا قصہ :- واذ قال موسیٰ لفتی لا یبرح حتیٰ ان  
مجمع البحرین اور بعضی حقبا " فلما بلغنا مجمع بینہما فسیاحا قریبا فالتفتنا

فی البحر سیراۃ فلما جا وزا قال لفتیۃ اتنا عندنا ما نقد لقینا من سفرتنا هذا انشاء  
قال ارايت اذا دینا الی الصخرۃ فانی نسیت لغوت وما استنبیہ الا الضیطن  
انما ذکرہ وانخذ سبیلہ فی البحر عجباۃ قال ذلک ما کننا شیخ فارتد اعلی آثارہا  
قصصنا فوجد عبد من عبدا دنا اتیننا رجلا من عندنا وعلمنا من لدنا  
علمنا انک انکین بام۔ پورا واقعہ سحر آیتوں پر مشتمل ہے۔

قصص طالوت و جالوت :۔ طالوت و جالوت بنی اسرائیل کے دو شخص ہیں طالوت  
کو حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کا ماکم مقرر کیا تھا اور جالوت ایک کافر بادشاہ تھا جس نے  
لاکھوں مسلح فوجیوں کے ساتھ حضرت طالوت کے مین موٹر و ٹینس مین سے  
مبارز آرائی کی تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ طالوت و  
جالوت کا واقعہ سورہ بقرہ پ کے آخر میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔

المر ترالی السلامین بنی اسرائیل من بعد موسیٰ اذ قالوا للذی لہم ربنا انما نلکنا  
لقتال فی سبیل اللہ قال ہل عسیتم ان کتب علیکم القتال ان لا قتالوا قالوا  
وما ان لا نقتال فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنا منا فلما کتب  
علیہم القتال ثوبوا الا قلیلا منهم واللہ علیم بالظلمین وقال لہم ربہم عزرا  
اللہ قد بعث لکم طالوت حدکا قالوا انما یکون لنا الملک علینا ونحن احقر بالک  
منہم والمر بوت سعة من النمل قال ان اللہ اصطفیٰ علیکم وزادہ بسطة فی  
العلم والجسد واللہ یولک ملککم من یشاء واللہ واسع علیم۔ وقال لہم ربہم ان  
ایۃ ملککم ان یتکم التابوت فیہ سکینتہ من ربکم وبقیۃ مما ترکہ الی موسیٰ  
والیٰ ہرون تحملہ النمل فکنت ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کفتم مومنین۔ فلما  
فصل جالوت بالجند قال ان اللہ جبت لکم نہرا فمن شرب منه فلیس منی  
ومن لم یطعمہ فانی منی الا من اغترف غرفة بیدہ فشر بہ منہ الا خلیل  
منہم فلما جا وزہ هو والذین امنوا مکہ قالوا لا طاقۃ لنا الیوم بجالوت وجنودہ  
قال الذین یضلون الہم مفلحون واللہ کرم من یناہ فلیلة غلبت فکنت کثیرۃ باذن اللہ

واللہ مع الصابرين • ولما برزوا لجالوت وجہودہ قالوا ربنا افرغ علينا صبرا وثبت  
اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين • فہر موہم بآیات اللہ و قتل داؤد جالوت  
گنہ اللہ الخالق الحکیمہ وعلیہ صلی اللہ علیہ وسلم واولادہ فی اللہ الناس بعضهم ببعض  
لقدست الارضون ولكن اللہ ذو فضل علی العالمین •

**قصہ بلقیس کے لئے سورہ نمل پارہ ۱۹، رکوع ۷ اور پارہ ۲۰**  
بجے قرآن نے پد پد سلیمانی کے الفاظ "انی احطت بما لم تحيط به وجئتک من  
سبأ نبأ یقین" انی جدت امرأتک لکھو داوید من کل شیء ولہا عرش عظیم  
سے شروع کر کے بلقیس (ملکہ سبا) کے الفاظ رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع  
سلیمان اللہ رب العالمین • پر ختم کر رہا ہے •

**قصہ ذوالقرنین کے لئے سورہ کہف پارہ ۲۰، رکوع ۱۷ جس کا آغاز**  
وبسملونک من ذی القربین قل سالتوا علیکم عنہ لکونامکان فی الارض فانیذک  
من کل شیء سبیتا سے اور اختتام قال ہذا رحمۃ من ربی فاذلجوا وعد ربی بعبد  
ذکاء ولان وعد ربی حقا • پر پڑتا ہے اور اصحاب کہف کا قصہ پڑھئے سورہ کہف میں  
جو سورہ کی آیت قرآنیہ ہے ان اصحاب الکہف والواقیم کا نام آیاتنا عجبا •  
سے شروع ہو کر آیت رکا وکن لک اعتراف علیہم یسلموا ان وعد اللہ حق وان  
التاعة لا ریب فیہا اذیننا ذرعوں میں ہمارے رفقاء ابنوا ابنوا علیہم نبینا نا وہم اعظم  
ہم قال الذین علیوا علی امرہم لنتخذن علیہم مسجدا پر ختم ہو جاتا ہے جس کا  
خلاصہ یہ ہے کہ مذہب سببی کے ابتدائی دور (تخفینا سنہ) میں شہر ریم جس پر غلبہ  
کی حکومت تھی اور بہت پرستی کا گہوارہ بنا ہوا تھا • کی چند نوجوان سیدرو عین  
شرک سے بیزار و منفرد ہو کر دین عیسوی سے وابستہ ہو گئیں اور شرک بادشاہ و شرک  
قوم کے شر سے دامن بچا کر ایک پہاڑ کی غار میں جا چکے جہاں رب العالمین نے  
ان پر زندگاری کر دی اور تین سو نو سال تک سوئے رہے • پھر مشیت خداوندی  
کہ وہ توحید پرست نوجوان بیدار ہوئے اور رب قوم کے سلسلہ میں بے نتیجہ و مختصر

سی گفتگو کرنے کے بعد ایک شخص کو مکہ کے شہر میں بھیج دیا کہ پوری رازداری کے ساتھ شہر سے کچھ کھانے کی چیز لائے، شہر پہنچا تو دنیا بدلی ہوئی ملی، قدیم ترین سکنہ سے راز آؤٹ ہو گیا جو کچھ اب شہر قدیم پر غریبوں کے بھائے رومی جیسا یوں کی حکومت تھی اس نے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ لوگوں نے فارس سے نکال کر شہر لانے کی کوشش کی لیکن اصحاب کہف نے غار کی راہ پانہ زندگی کو ترجیح دی اور مدت مہات پوری کر کے غار ہی سے آخر کے سفر پر روانہ ہو گئے، دسمہ ہزار سالہ رحمتہ واسعہ۔ وفات کے بعد شہریوں میں آنکی ایک ادکار قائم کرنے کا ہر چاہوا تو باقاعدہ ارباب اثر و رسوخ نے غار کے سامنے پر ایک سہرہ بیکل تعمیر کرائی۔

**قصۃ رجلین** الخ اس سے مراد سورۃ کہف ہے، رکوع ۱۷، لکھا واقعہ

ہے۔ بے قرآن تھے واضرب لہم مثلاً رجلین جبلنا لہما حصہ مہاجتین مراعاتاً وحققنا لہما بغفل رجلین بینہما زرعا، اسے شروع فرما کر (والمیط بشیرہ فاسمہ یقلب کفہ علی ما ائقن بہما و علی خاویۃ علی عثر و شہاد یعول بیلوتی لہما شراک یولی احدا لہم تکن لہ فشتا بنصر و نہ من دوت اللہ وما کان منقصراً) مثالان الاولایتہ اللہ الحق ہو خیر فوا با و خیر عقباتہ برنعم کیا ہے۔ واقعہ مہاجریت کے لفظوں میں ملاحظہ ہو!

”کسی جگہ دو آدمی تھے ایک کو خداوند تعالیٰ نے دنیوی مہنت و مشرت کے کل زمانہ دے رکھے تھے اور دوسرا مگدست اور پریشان حال تھا۔ وہ خدا کا منکر اور دولت کے نشہ میں چور اپنے نادار دوست سے ضرور و نحوث کے ساتھ یہ کہتا رہتا تھا کہ میری یہ دولت و مشرت پائدار ہے کوئی طاقت نہیں کہ اس کو مجھ سے چھین لے۔ وعاظن ان قبیحہ ہذا ابداً“ اور ایک تو یہ ہے کہ اخلاص و تنگی میں اس پر کیا ہے بغل و دست اگرچہ تنگ دست تھا، مگر خدا نے ہرگز کاہر کستار تھا۔ اس نے جواب میں کہا: اپنی دولت کے نشہ میں اس در پر مغرور نہ ہو۔ کون جانتا ہے کہ تو میں کیا سے کیا ہو جائے اور کس کو خبر ہے کہ وہ جو کون ان بکشا فتنوں سے نواز دے جس پر آج تو غرور و مکر رہے غنی رہے نہ

یونہی خبراؤں بھٹکتی۔ سزا کار نہیں ہوا کہ اس کے وہ تمام باغ جن کی شادابی اور طربیزیوں پر اس کو گھنٹہ تھا اچانک جل نہیں کر خاٹ ہو گئے۔ درکل ملک جہاں بہن زار تھا آج وہاں ویرانی کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا۔ (قصص القرآن ج ۱۰ ص ۱۰۰)  
**وقصصنا أصحاب الجنة ارباع دالوں کا قصہ سورہ جن**  
 لپٹا میں ہے جس کی پہلی آیت انابدوناھم کعبادونا اصحاب الجنة اذا قصصوا  
 بضرہم ہام صبحین ہے اور آخری آیت عسی ربنا ان یبد لنا خیر منھا  
 انانی ربنا وغبون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے جو ان اہل عہ کو سزا دلانے  
 نیش دے رکھا ہے جس پر یہ مغرور ہو رہے ہیں تو ہم نے ان کی آزمائش  
 کر رکھی ہے کہ دیکھیں یہ نعمتوں کے شکر میں یہاں لاتے ہیں یا ہمشکری و  
 بقدری کر کے کفر کرتے ہیں جیسا کہ ان سے پہلے نعمتیں دے کر ہم نے باغ  
 والوں کی آزمائش کی تھی۔

**باغ دالوں کا قصہ ۱۔** اہل کتاب میں ایک بہت ہمدرد و دیندار  
 آدمی تھا۔ اپنی زمین کی پیداوار کا بڑا حصہ فقراء و مساکین پر خرچ کر کرتا  
 تھا۔ وفات کے بعد جائیداد پہلے وارث کا قبضہ ہوا تو ان لوگوں نے باپ کی  
 فیاضی و سخاوت کو حرافت و نادانی پر محمول کیا اور بھلے توڑنے کے لئے  
 باغ پاکیزت میں علی الصبح پہونچے اور اتنی عجلت و سستی سے کام کر دے کہ فقراء و  
 مساکین کو ہماری کھیتی سٹھنے کی ہوا بھی نہ لگے۔ ادھر خدا نے اس بھلے پر مشورہ  
 کر رہے تھے ادھر رب المسکین انھم یکیدون یکید ادا یکید ادا کی  
 شان انتقام کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ راتوں رات ان کی سرسبز و شاداب  
 کھیتی اور چنبٹا ہوا باغ خدائی مذاہب کا شکار ہو جاتا ہے۔ مفسرین کے اقوال  
 نکلتے ہیں یہ مذاہب یا تو خدا تعالیٰ کا تھا یا تیز اور گرم ہوا کا جسے نو کہتے ہیں

سہ یا باغ فواہن جہنم میں اور غفوں سعیدین میں یہ زمین جس تھا۔ کہ فی اللہ ربنا القرآن

ہر حال فیصلہ خداوندی سے ہے غریب لوگ اپنی تیار کشتی کاٹے پہونچے تو معاملہ  
ابتدا دگرگوں پایا کہ ابتدائی مرحلہ میں اپنا باغ نہیں رہا پھان سکے۔ پھر کچھ آثار و  
نشانات سے باغ کا تعین ہوا تو آنکھیں کھل گئیں اور سمجھ گئے کہ ہمارے  
بہل اور فقر کی حق تلفی کا یہ کرشمہ ہے۔ پھر کیا تھا۔ اپنی ضلالت و گمراہی  
کا احساس ہوا۔ محرومی و بد قسمتی کا شکوہ کرنے لگے۔ آپس ہی میں لیکڑوڑ  
کو ملا تیس کرنے لگے۔ تسبیح و استغفار میں لگت گئے لیکن پاداشِ عمل کے  
طور پر جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔

### وَقِصَّةُ رَسُولِ عِيسَى الْثَلَاثَةِ ۱۔ یہ سورہ یسین کا ایک

مقررہ ائمہ ہیں جو آپت کریمہ و احرب تہم و مثلاً اصحاب القریۃ الذی جاءوا  
الموسى لیسوں سے شروع ہو کر ان کا انتہائی وحدۃ فاذا هم یخجلون  
پر ختم ہو جاتا ہے۔ سورہ کی نہایت سے اس کو واقعہ اصحاب یسین اور آیات  
کے اسلوب بیان کے مطابق واقعہ اصحاب قریہ کہتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے  
کہ ایک بستی میں (جس کا نام مغربین نے (الطاکیرہ رشام) لکھا ہے) اللہ رب العالمین  
نے کفر و شرک کو مٹانے اور رشد و ہدایت پھیلانے کے لئے دو رسول بھیجے۔  
قوم نے ان کی دعوت حق کو ٹھکرا دیا۔ رسالت کی کذب کر دی۔ تو اللہ جل شانہ  
نے ان دونوں رسول کی تصدیق کے لئے ایک اور رسول بھیجا۔ اللہ کے ان جین  
پیغمبروں نے اپنی رسالت کا اعلان کیا قوم کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ قوم  
نے ایمان تسلیم کرنے بجائے مذاق اڑایا۔ اور ان نفوس قدسہ کو مغوس بنایا۔  
سنگسار کرنے کی دھکی دی۔ قَالُوا اِنَّا ظَلَمْنَا بَكُورِ بْنِ لَعْنَتُهُمْ وَانْفِرْ حَتَّى  
وَلَيْسَ لَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْاِلهِ بَسْتِی کے آخری کنارے پر ایک نیک مرد رہتا  
تھا اسے معلوم ہوا کہ قوم جہالت و نادانی اور کذبِ انبیاء پر مبنی ہوئی ہے۔ تو  
بڑی محنت کے ساتھ موقع پر پہونچ کر قوم کو سمجھایا یا قوم اتبعوا المرسلین  
اتبعوا من لا یستلکم اجراً وھو یمتدون الاہات۔ قوم اپنی مخالفت اور سفس

و پاکباز رسولوں کی تصدیق و موافقت پر غیظ و غضب میں آگئی اور اسے قتل کر دیا۔ انٹرنیٹ شانہ نے حق گوئی کی اس جرات و بیباکی کے بدلہ میں اسے جنت عطا کی۔ بسکافکار کہنے کے بعد اس مرد صالح نے وہ آخری انداز میں کہا۔ یا لیت قومی یصمون بما غفرتی ربی وجعلنی من المکرمین۔ کاش میری قوم مجھے کرم سے رہنے میری بخشش کیوں فرمائی اور کس وجہ سے میری عزت افزائی فرمائی ؟

تمن میں الصوم الذی قتله الکفار خبیثہ : اسے مراد یہی مرد مجاہد ہے جس کا واقعہ وجہ من اقصا المدینہ رجل یسعی قال یا قوم سے شروع ہو کر من المکرمین پر ختم ہو گیا ہے ۔

وقصتها اصحاب الفیل کیلئے سورۃ فیل پڑھئے ۔

یہ کل پانچ واقعے ہوئے جن میں سے صرف دو واقعے و دو مرتبہ مذکور ہیں باقی صرف ایک ایک مرتبہ مذکور ہیں۔ مآئن نے فلیس المقصود سے بیان واقعات کے اصل مقصود کی وضاحت فرمائی ہے کہ یہ واقعات اصلاً مقصود نہیں کیونکہ قرآن زواقعات کی کتاب ہے اور نہ تاریخ کے قرآن اصلاً کتاب ہدایت ہے جس کا مقصد اصلی دعوت الی الخیر ہے لہذا واقعات کو اس لئے ذکر کرتا ہے تاکہ قرآن پڑھنے اور سننے والے ہجرت و موعظت حاصل کریں۔ اپنے پیشروں کے اچھے انجام پڑھ کر غیر وفارح کے لئے سستی کریں اور برے انجام سے ہجرت حاصل کرتے ہوئے برائیوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ ربوبی عیش و راحت کے مقابلہ میں اخروی چین و سکون کو ترجیح دیں۔ جیسا کہ قرآن نے بھی ذکر واقعات کا یہی مقصد بیان کیا ہے۔ سورۃ طہ میں حضرت آدم کا قصہ اور نیک و بر کا انجام ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ ان فی ذلک لآیات لا ولی لہن۔ قصہ یوسف کے بعد فرمایا لقد کان فی قصصہم عبرۃ لا ولی الا لہاب۔ سورۃ ہود میں فرمایا و محمد نفس نبیک من اناء الوہیل ما ثبت بہا قوادک وجادلک فی ہذا الحق۔

موعظتہ و ذکر فی المومنین و لہذا قال الامام الرازی ان القصص و ہذا کوم  
التقصص والا قصص فی القرآن العبرة لایہود الخباۃ - زکیر -

وقد ذکرہ جل شانہ من الموت وما بعدہ کیفیۃ موت الانسان  
وجزئہ فی تلك الساعۃ و عرض الجنة والنار علیہا بعد الموت  
وظہور ملائکۃ العذاب -

**ترجمہ** | اور انجیل مثلاً نے موت اور اس کے بعد (کے احوال پر)  
سے انسان کی موت کی کیفیت اور اس کی عمری وقت میں  
اس کی بے بسی (کو ذکر کیا ہے) اور اس کے سلسلے بخت و دوزخ کی پہنچی اور  
عذاب کے فرشتوں کے ظاہر ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے -

**فائدہ** | یہاں سے علوم غیبیہ میں سے جو کچھ علم تذکیر الموت و ما بعدہ میں  
کا دوسرا نام تذکیر العاویہ ہے (کا آواز ہو رہا ہے) - اس سلسلہ میں  
قرآن نے جدا جدا مختلف اسالیب میں بہت ساری چیزیں ذکر کی ہیں ان میں سے  
ہر چیز پر پیش نظر متن میں آگئی ہیں - چنانچہ موت انسانی کی کیفیت یوں بیان  
فرمائی کہ اذ ابطلت اللہ والحق و کذب ما و اقل و کذب ما و اقل و کذب ما و اقل  
الساقي بالساقي - الی رتبہ الموت و المصاق - یعنی آخرت کو ہرگز دوسری جگہ  
جب مرین کی روح سمٹ کر منسلک ہوئے اور سانس علق میں رکنے لگے  
ظاہری علاج سے ایسے ہو کر جھاڑ پھونک اور قویہ گندوں کی سوچھ لگے  
اور مرنے پر کچھ پیٹھے کہ اب رحلت و مفارقت کے بغیر جا رہے ہیں ایک ہڈی  
دوسری ہڈی پر ہے اختیار جا کرے، پس کچھ باؤ کر مفر آخرت شروع ہو گیا (تذکرہ)  
عَلَّ فَلَوْلَا اِذَا ابْطَلَتْ الْخَلْقُ وَمَا تَرَحُّبُتُ تَنْظُرُونَ وَفَنِّ اقْرَبِ  
اِلَيْهَا مَنْ كَسِرَ وَمَنْ لَا يَنْصُرُونَ - فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ مَا تَدْعُوْنَ



ان کنتھم عند قبیلہ (الہامیہ)۔

(۳) وَلَوْ تَرَىٰ اِذَا الظَّالِمُونَ فِي عُصْوَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو اَيْدِيهِمْ اَخْرِجُوا اَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تُجْرَوْنَ عَذَابَ الْهُبُوبِ بِمَا كُنْتُمْ تَقْرَوْنَ عَلَىٰ اَسْنَانٍ غَيْرِ الْحَقِّ، الْآیۃ۔ (الہامیہ)۔

**نوٹ ۱۔** قرآن کریم نے ان آیات میں انسانی موت کی جو کیفیت بیان کی ہے اسی سے موت کے وقت کی عاجزی و بے بسی بھی خوب سمجھ میں آجاتی ہے۔ ہذا ”عجز عن الموت“ کے لئے ”تثقل آیت“ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ”عذاب انروض النضیر“ اس موقع پر جو آیات پیش کی ہیں وہ۔۔۔ بے عمل ہیں۔ کیونکہ تم میں عجز عن الموت کا ذکر ہے جب کہ ان آیات میں روزِ عشر کی بے بسی کا بیان ہے۔ وَاللَّعَلَّكُمْ

تَعْرِضُ الْجَنَّةَ اَو النَّارَ:۔ لَنَارٍ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا (النار)  
ظہور و ملامت (۱)۔ وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَاُذُنَاهُمْ الْآیۃ۔ (الانعام)۔ وَلَوْ تَرَىٰ اِذَا الظَّالِمُونَ فِي عُصْوَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو اَيْدِيهِمْ الْآیۃ۔ ان الذین قرأوا ہذا الصلۃ کتبت علیہم قالوا فیم کنتھم قالوا کنا مستضعفین فی الارض، الْآیۃ۔

یہ یعنی جس وقت تمہارے کسی عزیز کی جان بچانے والی ہوشیاری میں اٹک جائے وہ موت کی شدت کے سامنے بے بسی ہو اور تم ہمت و بے بسی کی تصویر بنے ہوئے پاس بیٹھے اس کی بے بسی و درماندگی کا تماشہ دیکھ رہے ہو، دوسری طرف خدا یا اس کے فرشتے تم سے زیادہ اس سے نزدیک ہیں جنہیں تم دیکھ نہیں پاتے۔ اگر تم کسی دوسرے کے قابو میں نہیں ہو تو اس کی جان کو روک کیوں نہیں پھینک دیتے یا لوٹا کیوں نہیں مانتے؟  
تو وہ لوگ بیچ و دم آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ (بیان القرآن)۔

وقد ذكر الشراط الثاثة من نزول عيسى وخروج الدجال و  
خروج دابة الارض وخروج ياجوج وماجوج ونفخة  
الصعق ونفخة القيام .

**ترجمہ** اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کی علامتیں ذکر فرمائی ہیں ، یعنی  
عیسیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نزول اور دجال کا ظہور اور دابۃ الارض  
کا اترنا اور یاجوج و ماجوج کا خروج اور بے ہوشی (موت) کی پھونک  
(مراد غمخواروں سے جس سے عالم فہم ہو جائے گا) اور غمخیز قیام (کو ذکر کیا ہے)۔

خروج یاجوج و ماجوج تک تو علامات قیامت مذکور ہیں۔ اور  
**فائدہ** نفخۃ الصعق سے خود قیامت کا تذکرہ شروع ہے

**مکمل** شرائط ذکر کا مفعول ہے اور اسکی پہ نفخۃ الصعق اور انفخۃ الصعق  
کا مفعول ہو رہا ہے۔ نزول معطوف علیہ خروج الدجال خروج دابۃ الارض اور  
خروج یاجوج و ماجوج معطوف۔ لہذا خروج عیسیٰ بھی یہ مجرور۔

**نزول عیسیٰ** پہلی نبوت سے لے کر آج تک پوری امت کو یہ دعویٰ  
ساجد اہل الصلوٰۃ والسلام کے طرہ و صلہ اور مہدیین و  
مفسرین کا اتفاق ہے کہ عیسیٰ بن مریم جو نبی اللہ اہل میں مریم خدیجہ کے بیٹے سے  
بنیساپ کے لغو جبرئیل سے پیدا ہو کر نبی اسرائیل میں بعوث ہوئے اور جن کو اللہ  
رب العزت نے اندر آسمان پر اٹھایا "الک یہ وہ ہے یہود کی اپانک سہ شخص  
"تمک عیسیٰ" کا کام ہو جائے وہی عیسیٰ بن مریم قیامت کے قریب آسمان سے  
نزول فرمائیں گے عیسیٰ اس فلسفیانہ انداز فکر کی حامل روشن خیالی نے قیامت

عصر شیخ برنقومات تحریر کی گئی ہیں الامارات فی اندلیغزلیہ فی اخر الزماں . البقیہ ان شاء  
اللہ ہے . الامان عزاؤہ عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و اللہ یغزلی فی اخر الزماں علیہ الصلوٰۃ  
خدیجہ المصنوعہ . رقم برنقومات ۲۰۰۰ میں ۲۰۰۰ کی کتاب فی القرون المکرمہ فی الزمان ص ۱۰۰

اور احادیث نبویہ کو نہیں پشت ڈال کر اس اجماعی عقیدہ کی مخالفت کی ہے۔  
 روشن خیالی اس تاریخی میں ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کا نزول بحیثیت نبی ہوتا ہے  
 تو عقیدہ ختم نبوت کو ٹھیس پہونچتی ہے اور اگر امتی یا رئیس الامت کی حیثیت  
 سے نزول فرماتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے کس تصور کی سزا  
 میں نبوت عیسیٰؑ کی ؟ ذرا لیا ذرا بالشرع۔ ظاہر ہے کہ ہمارے روشن ضمیر طلبہ اس سوال  
 کو جنگیوں میں حل کریں گے۔ لولا الجفائات لبطلت الحکمت، ماس کا مختصر  
 جواب ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی واپسی بحیثیت رسول نہیں ہوگی  
 لیکن اس سے "سلب نبوت" لازم نہیں آتا ہے کیونکہ امتی یا نائب نبی یا رئیس الامت  
 ہونا نبوت و رسالت کے منافی نہیں حضرت ہارون بیک وقت نبی، نائب  
 نبی اور امت موسوی کے نگران و رئیس رہے۔ خورشید انور غفرلہ۔

خروج و جمال :- دجال دجل سے مہاندھ کا صیغہ ہے۔ بڑا دھوکہ باز۔  
 دجال ایک طویل العمر مخلوق ہے جو حقیقت و فطرۃ خیطان ہے لیکن صورۃ انسان  
 ہے جس کو حضرت سیدنا علیہ السلام نے ایک جزیرہ میں مجوس و مقید فرما دیا تھا  
 حضرت عیسیٰؑ کا دجال سے خوب تعالٰی ہے وہ ایک طویل العمر بد فطرت غیرت الغم  
 مخلوق ہے اگرچہ صورۃ انسان ہے۔ آپ ایک طویل العمر زرخستہ صفت پاکیزہ  
 نفس مخلوق ہیں۔ جن کی فطرت جبریلی اور شکل انسانی ہے وہ یہ صفت  
 آپ سچ ہدایت ہیں۔ وہ جزیرہ میں مجوس و نظر مند ہے۔ آپ آسمان پر محفوظ  
 ہیں۔ وہ الوہیت کا دعویدار ہو گا۔ آپ عبدیت کے علمبردار ہیں۔ و  
 خروفا و کاکیرا، نام کے بیشتر حصوں میں انار کی و ہد امنی پھیلانے کا اور اپنے  
 پورے عالم پر باد عدل و انصاف بچھائیں گے۔ حاصل یہ کہ خداوند قد و  
 نے آپ کو اس کی کاٹ کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ جب خروج و جمال ہوگا  
 تو حضرت کو آسمان سے روئے زمین پر اتارا جائے گا۔ اور آپ دجال کو  
 قتل کریں گے۔ اس طرح نزول مسیح و خروج دجال میں ابلیس مناسبت ہے

لہذا آیت کریمہ کا ناسخ و منسوخ اعتبار میں نزولِ مسیح اور اس کے ضمن میں خروج  
وہال بھی گویا کہ مذکور ہے۔ ویدس لغروج و دجال ذکر فی القرآن اصرح من  
ذکرہ فی القرآن منہ۔

**خروج ذابۃ الارض**۔ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً  
مِّنَ الْأَرْضِ يَتْلُمُ لَهُمِ الْآيَاتِ النَّاسِ كَمَا نُوَايِتُنَا الْيُحْيُونَ (۱۰۰) راسل مت۔  
وَابۡتِ الْأَرْضِ مِّنْ شَعْلِقِ بَہت سارے ربط یا پس اقوال تفسیری کتابوں  
میں ملتے ہیں۔ مگر مسترر و آیات سے تقریباً اتنا ہی ثابت ہے جتنا حضرت شاہ  
عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے کہ "قیامت سے پہلے کہ کا کوہ صفا پہنچے گا اس  
میں سے ایک چانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک  
ہے اور مجھے اہل ایمان کو اور چھپے سنگروں کو نشان دے کر جدا کر دے گا۔"  
(دیکھئے فوائد ثنائی)۔ وروی ابو داؤد الطیالسی عن ابی ہریرۃ مرفوعاً عن  
ذَابۡتِ الْأَرْضِ وَفَعَلَهَا عَصَا مُوسٰی وَخَاتَمُ سُلَیْمٰنَ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ الرَّسُوْلُ (۱۰۱)  
وورد فی حدیث صحیحہ "ان اول الایات خروج جاثون الشمس من مغربہا  
وخرج الدابة علی الناس فطعنوا وایہما ما کانت قبل صاحبہا فالآخری علی  
اخرها غریبا۔" (۱۰۲) مسموع عن عبد اللہ بن عمرو

وخرجوا یا جوج ورجوج۔ یعنی اُذ افتحت یا جوج ورجوج وھرم من کل

حدیب یسعون، (۱۰۳) ابیہار ۱۰۳

یعنی قرآن میں ظہور وہال کا ذکر فرما رہا ہے۔ غور فرمائیے انشاء اللہ عز و ما فاؤ  
نہ اور جب دہرہ قیامت کا زمانہ ہو جائے کہ ہو گا تو ہم ان کیلئے نیزا سے ایک جانور نکالیں  
گئے کہ وہ ان سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری باتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔ (زیان القرآن)  
تو یہاں تک کہ جب وہ وقت موعود آ پہنچے گا جس کا ابتدائی زمانہ ہو گا کہ یا جوج ورجوج  
سکھائے جائیں گے اور وہ رعایت کثرت کی وجہ سے ہر بندہ سے کچلے (مسموم) ہوں گے۔

وَنَفَخْتَ الصُّعُوفَ وَنَفَخْتَ الْقِيَامَ ۱۔ وَنَفَخْتُ فِي الصُّعُوفِ فَصَمْتُ مَنْ فِي  
السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ الْأَمِنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نَفَخْتُ فِيهِ الْخُرْقَى ثَاثًا هُوَ قِيَامُ  
يَنْظُرُونَ (الزمر ۲۴)۔

وَالْحَشْرَ وَالنَّشْرَ وَالسَّوَالَ وَالْجَوَابَ وَالْمِيزَانَ وَاخْذُ صُحُفَ  
الْأَعْمَالِ بِالْيَمِينِ وَالشَّمَالِ وَدُخُولَ الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّةَ وَدُخُولَ  
الْكَافِرِينَ النَّارَ وَاخْتِصَامَ أَهْلِ النَّارِ مِنَ التَّابِعِينَ وَالْمُتَّبِعِينَ فِيهَا  
بَيْنَهُمْ وَانْكَارَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَلَعْنُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَاخْتِصَامَ  
أَهْلِ الْإِيمَانِ بِرُوحَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتِلْكَ الْأَنْوَاعُ الْمُتَعَذِّبُ مِنَ  
السَّلَاسِلِ وَالْأَغْلَالِ وَالْحَمِيمِ وَالْخَسَافِ وَالزُّقُومِ وَالْأَنْوَاعُ  
الْمُتَعَذِّبُ مِنَ الْحُورِ وَالْقُصُورِ وَالْأَنْهَارِ وَالطَّاعِمِ الْهَيْئَةِ وَاللَّائِسِ  
النَّاعِمَةِ وَالنِّسَاءِ الْجَمِيلَةِ وَصَحْبَتِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيهَا يَنْزِلُ  
صَحْبَتٌ طَيِّبَةٌ مَفْرُجَةٌ لِلْقُلُوبِ فَتَفْرُقُ هَذِهِ الْقِصَصَ فِي سُورِ  
مُخْتَلِفَةٍ بِأَجْمَالٍ وَتَفْصِيلٍ بِحَسَبِ اقْتِضَاءِ اسْلُوبِهَا ۱۔

## اللغات

الْحَشْرُ: جمع کرنا۔ النَشْرُ: نشر الشرائع؛ زائدہ کرنا۔ سَلَسِلٌ  
توں بستی رنگ؛ فصل ہے مختلف ہونا۔ السَّلَاسِلُ: جمع سلسلہ؛

نہ معزیت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں ایک بار فتح مہر ہے عالم کے ناکام و سوزے زندہ ہو  
کا یہ میرا بعد مشرک ہے بیوقوفی کا، چھٹا فردا ہوئے گا، اس کے بعد اللہ کے سامنے سب کی پیشی  
ہوگی؛ البتہ میرا لیکن اگر ظالم عقیدت کے نزدیک کل دو مرتبہ فتح مہر ہوگا۔ پہلی مرتبہ میرا سب کے  
بکوش اور باغی ہوئے۔ پھر زندہ تو مردہ ہو جائیں گے اور ہر دم بچے گئے ان کی ارواح کہے ہوئے کی  
کیلیت طاری ہو جائیں گے۔ بعد دو مرتبہ ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس  
آجائیں گی اور بے پوختوں کو اقامت ہوگا، اس وقت کفر کے عجیب غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر دیکھتے ہیں گے۔  
و غرض حق مستند

الاعلان، جمع غل، غلوط، شکری۔ الفتی: بدلو یا ہمہمیوں کا پیپ، الخور  
جمع خور۔ خوب صورت آنکھ والی، جنت کی عینائیں۔ الفتور: جمع الفتور، الفتور  
جمع المظم، خوراک، غذا، طبیعت، پاکیزہ، دلکش، پُر طبع۔

ترجمہ | اور (ذکر فرمایا) شہر و لشکر اور سوال و جواب اور میزان اور  
اعمال ناموں کے چنے کو داہنے یا بائیں ہاتھ میں اور جنت میں  
موسیقی کے جانے اور بہن میں غبار کے جانے کو اور جہنمیوں یعنی نابینوں و قیومین  
کی باہمی مخالفت (وجہ پک کو) اور ان میں سے بعض پر دوسروں کی نیر اور بعض  
پر بعض کی منہن کو اور دیدار خداوندی کے ساتھ اہل ایمان کی خصوصیت کو  
اور عذاب کی مختلف انواع و اقسام یعنی تکلیف اور سختیاں اور کھوتا ہوا پانی  
اور پیپ اور تھوٹر اور انعام کی مختلف اقسام یعنی حور و قصور اور نہریں اور  
پسندیدہ کھانے اور عمدہ لباس اور خوبصورت عورتیں اور اہل جنت کی آپس  
میں ایسی پُر طبع ہم نشینی جو دلوں کے لئے فرحت بخش ہو۔ پھر یہ فقہ (اور تفسیر)  
مختلف سورتوں میں ان کے بقائے اسلوب کے مطابق اجمال و تفصیل کے  
اعتبار سے مختلف ہیں۔

فائدہ | اس متن میں معادے متعلق جن احوال کے بارے میں خبر دی گئی  
ہے کہ وہ قرآن میں مذکور ہیں ان سے متعلق آیات متن ہی کے  
ترتیب پر حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الحشر والنشر: - یوم یحشر ہر مان لم یبدشوا الاستعا من الہار و یملقون  
بینہم (۱۷۷) - یوم یحشر ہر جمیعاً (یوم ۲۷۷) - الانعام (۲۷۷) - وان ربہم  
یحشر ہر مان حکیم علیہم (۲۷۷) - یوم یفقم فی الصور و یحشر المجرمین یومئذ  
زرقاً (۲۷۷) - قل یٰ اہل الذیبت لعلکم تہتوا (البقرہ) - (۲۷۷) -  
واللہ یحشر اللہ (الانعام) - کہ لک یحشر اللہ الموقی (البقرہ) - (۲۷۷) -

السُّوَالُ وَالْجَوَابُ :- تذکرہ اعداد کے سلسلہ میں قرآن نے مختلف قسم کے سوالات و جواب ذکر کئے ہیں، مثلاً اِنَّ تَوْنًا وَّ اَرْضَ فَرْشَتَيْنِ کے درمیان سوال و جواب۔ اِنَّ الَّذِي تَوْفَاهُمْ الْعِلْكُ فَذَالِي اَنْفُسِهِمْ قَالُوا لَوْ اَنَّا كُنَّا نَسْمَعُ مِنْ حَقِيقَةٍ فِي الْاَرْضِ قَالُوا الْمَرْكَانِ اَرْضِ اِنَّهُمْ وَاَمَدَتْ فَتَحَاجِرُ وَاُولَئِكَ رَسَا بِكَ :- طَمَاحُ الْقِيَامِ فَجِئْنَا لَمْ يَخْرُجْ مِنْهَا اِلَّا رِيَاكُورٌ ذَبَرَ قَاتِلًا اِلَى الْاَرْضِ فَتَالِكٌ يَا مَعْ

إلى حيث <sup>ت</sup>دعواهم كما هو في جواب :- وتنادى أصحاب الجماعة أصحاب النار  
ان قد وجدنا بعد نارنا حقا فلهي وجدنا قوما بعد وكبرهق قالوا نعم يا زناد  
وتنادى أصحاب النار أصحاب الجماعة ان اقبضوا علينا من العلماء والارباب فما نكلم  
في شئ قالوا العريكة من العصاة ولحيث قطعوا الصلوات والاعتراف .

اہل سنت کا باہمی سوال و جواب :- ماقبل مضمرہ علی بعضینکے انون قال  
خاک منہم اہل کان فی قورین آیات (تفصیلات ۱۳)۔

[illegible]

**الميزان :** - فمما من ثقلت موازينه الذين اوتوا به - والذين يوزون  
 الحق من ثقلت موازينه فارأيتك هم المفلحون ومن خفت موازينه فارأيتك  
 الذين خسروا أنفسهم هم المفلحون . والاعراب : ١ -

مفتاح الحقائق

وأما من ادعى كتاباً بشماله فيقول يا ليتني لم أدع كتابه ، (الآية ١٤) ، فلهذا من ادعى  
كتاباً بهيئته ، فموت بما سبب مما يأسر أو يتقلب إلى أهل المسروقة وأما من ادعى  
كتاباً ودفعه ، فموت يدعوا بثبوت ويصلى سبعين (الآية ١٥) .

**وقول الجنة والنار** - فاما الذين شقوا على النار واما الذين سعدوا

في الجنة (يود ١٤) - ان الارباب في نعيم وان العباد في عذاب (الآية ١٦) .

**اختصاص أهل النار** - ولو ترى اذ الظالمون موقوفون عند ربهم وهم يومئذ

بعضهم إلى بعض يقولون الذين استضعفوا الذين استكبروا والولا انتم كنتم خيرين

قال الذين استكبروا والذين استضعفوا ان نحن صددناكم عن الهدى

بهذا فجاءكم ببل كنتم مجرمين . (الآية ١٧) - (سورة ١٠٤) .

هذا قوم يتكلمون بحكم لا مرجح بهما انهم صالوا النار قالوا بل انتم

المرحون بكم انتم قد شقو لنا في الارض واليات . (سورة ١٠٤) .

**عن بعضهم** (١) - كلما دخلت لست لست اخفها . (الآية ١٨) .

ربنا انهم ضعفين من العذاب وانهم بعضا كغيره . (الآية ١٩) .

**واختصاص أهل الايمان** : قال الامام ابو عبد الله

(ع) في هذه الآية (الا انهم من يومئذ لم يجدوا كافرين) دليل

على ان المؤمنين يومئذ قال يومئذ وهذا اخا قال الامام (ع) عن

الحسن وهو استدلال بمفهوم هذه الآية كما دل عليه منطوق قول

دجوة يومئذ ناضرة الى ربها ناطقة (الآية ٢٠) .

قال الزجاج : في الآية دليل على ان المؤمنين يومئذ

يكون التخصيص مفيداً . (الآية ٢١)



**قولہ من السلاسل**۔ فسوف يعلمون ذالاعلان فی عنانہم

السلاسل یسحبون فی الخمد (الفرقان ۲۷) حد فین و قوله حصرومنا و سائر

اذناک خیر نزل الام شجرة الزقوم ، (الماعان ۲۶) ان شجرة الزقوم

طعام الاشیع ، (الماعان ۲۶) ۔

**الزقوم** :۔ ایک درواریہ راجہ جو عرب میں اپنی غمی کے لیے مشہور تھا اسے

اردو میں تھوڑے کہتے ہیں۔ قرآن کتاب ہے ۔ انہا شجرة تجوز فی اصل المجیم یوں بھی

زبر لیا اور تلخ ہوتا ہے ۔ اس نے انسان کی فز کے قابل تو کسی طرف نہیں ہو سکتا ہے اور

دورخ کا زقوم ، تصور ہی کام و دین کا ہو جاتے ہیں ۔ حفظ اللہ منہا آمین ۔

**انواع التعظیم** :۔ تعظیم کے سنی قسموں سے نوازا تا بیان نوازش و عنایت

کے بھی تر مر ہو سکتا ہے ۔

**آیات متعلقہ حور و قصور** :۔ یغفریکم ذوبکم و یدخلکم جنت تجری

من تحتہ الانهار و منکن طیبت فی جنت عدن ذالک القول العظیم والصدق ۲۶ :۔

عد اللہ المرعین والبرمت جنت تجری من تحتہ الانهار خلدین فیہا و منکن طیبت

فی جنت عدن و رضوان من اللہ کبر ذلک هو القول العظیم و بلاد آیت ۲۷ :۔ فیہن

خبرات الطوف لمر دیمتھن انی تلبہم و اللجان (الرحمن آیت ۵۵) بہت خبرات

حسان فیہن الامر کما نکذبن حور و مصورات فی الحیام والایات ۲۸ :۔ و ید

عن کامتال اللہ نور الحکون (الاحقر) ۔

**المطاعم** :۔ بطوف علیہم و فدان مٹندون ، پاکو اب و بار حق و کابو

من صین لا یصدعون عنہا ولا یغفون و فاکیمت صایت خبرون و نعم طیرمقا

والکلیۃ فی مباحث الاحکام انہ صلی اللہ علیہ وسلم بحث بالمیلت  
الحنیفیۃ فلزم بقاء شرائع تلك الملة وعدم التخیل فی اہیات  
تلك المسائل سوى تخصیص العنوم و زیادة التوفیقات والتخفیف  
وظوہا واراد اللہ سبحانه وتعالیٰ ان یرزق العرب بحضرة النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم یرزق سائر الاقوالیہ العرب فلزم ان شکون حادۃ  
شریعۃ صلی اللہ علیہ وسلم علی رسوم العرب وعاداتہم

## ترجمہ

اور مباحث احکام میں کلیہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملت نبوی  
(دارالابی) کے ساتھ بیعت ہوئے ہیں۔ اس لئے اس ملت کے  
مریقوں کا باقی رہنا اور اس کے اہیات مسائل میں تبدیلی نہ ہونا ضروری ہے رسوم  
کی تخصیص اور اوقات کی تعیین اور عہد بندیوں وغیرہ کے سوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے پہلا  
کرب کا تذکرہ (فراصلاح) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کرے اور تمام ممالک  
کا تذکرہ عرب کے ذریعہ کرے۔ اس لئے یہ ضروری ہوا کہ آپ کی شریعت کا مانع  
کی رسوم وعادات کے مطابق ہو۔

**فائدہ ۱۔** اولاچار چیزیں ذہن نشین کریں۔ (۱) ملت حنیفیہ سے مراد

(بطریقہ صحیحہ)

یشتون (والفر)۔ و امم دنہم ذہاکہنا و حمہم حایہ شہون یثنا ذہون فیہا کاس لا  
لغز فیہا ولا تاشیر (الطیماۃ)۔ ان المتقین فی ظلال و عیون و خواکہم سکتا  
یشتون (الفرات)۔

الملاہس)۔ علیہم ثیاب سندس خضر و استبرق و حنوا اساور من  
فضۃ (الفر)۔ علیہم ثیاب خضر من سندس و استبرق و رکعت پٹ (۱)۔ و  
ہاسہم فہا حیر (الفر)۔

صحابہ اہل الجنت)۔ اس کے لئے اللطائف کی بات میں ضرور کریں۔

ملت ابراہیمی ہے جس میں شمار اللہ کی تعلیم اور شمار شرک کی مذمت و تذلیل اور  
تقریب و رسوم غاصد کا ابطال تھا، کذلک فی الجزم۔ (۲) تخصیص موم شرع معاملات  
میں تخصیص کہ کے بیچ کی بہت سی قسموں کو ممنوع قرار دیدیا ہے۔ (۳) زیادتی و قین  
نار کے اوقات اور روزے کے ایام کی تعیین، وجوب زکوٰۃ کے لئے حولان حول  
کی شرط وغیرہ تحدیدات جیسے ملاقی کی رحمت، وائزۃ وصیت، اللہ داز وایع وغیرہ  
کی حد بندی۔ (۴) اجہات مسائل جیسے مہادت کے لئے ہمارت، افضال نظرہ،  
نماز، زکوٰۃ، وصیت وغیرہ۔

ثانیاً یہ یاد رکھیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اصول دین  
میں متفق ہوئے ہیں۔ اور بسا اوقات اپنے پیرو و انبیاء و مکمل کے دین کی تجدید  
تہذیب کی عزم سے مبعوث ہوتے ہیں۔ اسی رشتہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کو حضرت نوحؑ کے مگر وہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے وان من شعبہ  
لا براہیم، اور اسی رشتہ سے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم کی ملت  
بتایا گیا ہے جیسا کہ جملۃ ابیہنہ براہیم کی شہادت ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی ملت کی تجدید  
تہذیب کے لئے اس کے بنیادی مسائل کا باقی رہنا ضروری ہے۔ اسی اصول  
کے پیش نظر آقاؐ نے ماقبل کی عبارت میں فرمایا انما بدلت بالصلۃ الا جس کا حاصل  
یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین و مذہب جو محمد اپنے جد امجد حضرت ابراہیم  
علیہ السلام کے دین حنیف کا تجدیدی و تہذیبی نقش جمیل ہے۔ اس لئے ملت  
اسلامیہ کے احکام و شرائع میں ملت ابراہیمی کا بیشتر مصرعہ موجود ہے۔

دو شواہد اصول :- مذاہب سماویہ میں حضرت النبیؑ کا بالخصوص  
اس قوم کی عادتوں کا بھرپور لحاظ کیا جاتا ہے جس میں نبی مبعوث ہوتا ہے، یا  
جہاں سے دعوت و تبلیغ کا کام شروع ہوتا ہے لہذا ہر نبی اپنی قوم کے مزاج و  
عادات سے ہم آہنگ شریعت لے کر آتا ہے لیکن اسوچ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

کی شریعت غزائے میں قوم عرب کی عادات و روایات کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے ۔

انہم مازالوا یحرمون المحارم کالبہنات وغیرہا وکانت لہم مزاجہ فی مظلالمہر  
کالتفاس والندیات والتسلطہ وحقوبات علی الذیاد والسرقة (ترجمہ ص ۱۷۷)

سوال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر سے عالم کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آپ کی ملت بیضاد عالمگیر ہے

پھر اس میں عرب ہی کے مزاج اور اخلاقی و احوال کی رعایت کیوں کی گئی ؟

جواب اسلام اگرچہ ایک عالمگیر مذہب ہے کہ حیثیت سے آیا تھا لیکن اس کی نشرو اشاعت کا سلسلہ ایک محدود و درجہ عرب سے شروع ہوا

تھا اور بقیہ عالم کو ان کے واسطے سے تبلیغ ہوتی تھی اسلئے اولین مرحلہ میں اس

محدود و درجہ کے باشندہ اہل عرب کا لحاظ بڑی اہمیت کا حامل تھا ۔ لہذا

ان کے مزاج و احوال کی رعایت لازم ٹھہری تھی مانتے دادا اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تک یہی بات بیان کی ہے ۔

۱۔ چنانچہ قوم عرب کی عادات و قوت کے پہچان کے واسطے دوام پیام کا مکلف کیا گیا جبکہ امت محمدیہ دینی صاحبہ بالصلوۃ والسلام کو ان کے قوی کے ضعف کی رعایت میں موم و ممال سے منع کر دیا گیا ۔ پہلی دستور کے قریبی مضبوط تھے انکے سامنے اذکار و مجوریاں نہیں تھیں ، ال غنیمت ان پر حرام تھا اسلامت کیلئے حلال کر دیا گیا ۔ یہود کے یہاں بھائیوں خاندان سے باہر اور اجنبی شمار کی جاتی تھیں مومن کے لئے مسلمان تھیں اہل عرب بھائیوں کو خاندانی شمار کرتے تھے ملت بیضاد میں حرام کر دی گئیں ۔ اسی طرح جوار و غلات ، قدر و ازواج اور غنیمت پروری ، غرام و نازی و سحر و جادو ، استخوان اور دل و ہڈی و اتفاق کی میت وغیرہ کے مزاج و عادات کے مطابق ہے اگرچہ انہیں ترمیم تھیں اور ترمیم کر دی گئی ، امتثال و التزام کے یہاں ات کر عرب کو یہ بکری و بھینس کی حیثیت کی دی گئی ۔ ملت کی تبلیغ کا کام وہاں کیوں شروع ہوا ؟ تو اس کا ایک فقرہ اور سادہ جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیمی جس کی تجدید و ترمیم کیلئے ملت بیضاد کی آمد ہوئی تھی ۔ اہل عرب ہی تک محدود تھی اسلئے تجدید و اصلاح کا اصل محور بھی عرب ہی تھے جس میں کسی اور کے اخلاق و عادات سے کوئی واسطہ نہیں تھا ، قرآن ، قرینہ انور نور

واذا نظرت الى مجموع شرائع الملة الحنيفية ولاحظت  
رسوم العرب وعاداتهم وتأملت تشريعهم صلى الله عليه وسلم  
الذي هو بمنزلة الاصلاح والتسوية تحققت لكل حكم  
سببا وعلمت لكل امر ونهي مصلحته وتفصيل الكلام طویل،

## ترجمہ

اور تم جب ملت ابراہیمی کے مجموعہ احکام پر نظر فرمائیے  
اور عرب کے رسوم و عادات (و معمولات) کا جائزہ لو گے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت (غزلہ) پر جو رسوم کی اصلاح اور  
ملت ابراہیمی کی تکمیل (اور تجدید و توسیع) کے مرتبہ پر ہے غور کرو گے تو  
ہر حکم کا کوئی نہ کوئی سبب پاؤ گے اور ہر امر و نہی کی کوئی نہ کوئی مصلحت سمجھ  
سکتے ہو اور کلام میں تفصیل زیادہ ہے۔

## تشریح

وإذا نظرت إلّا شأه صاحبہ نے حجۃ اللہ الہافہ میں متعدد  
مقامات پر اس مضمون کی تفسیروں کو واضح کیلئے چند تنبیہات

لاحظرو۔ "موتوا" بابا کان طیر مالہ الی الہیزہ واصلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیلی میں تحریر فرماتے ہیں۔  
ان کفنت تریبہ انظر فی معانی شریعتہ  
و رسولہ علی اللہ علیہ وسلم فتحققوا ولا  
حال الامیین الذین جث فیہم رافق ہی  
مادة تشریعہ و تأنیہا لکفیتہ اصلاہم  
نہا بالمقاصد المدکورۃ فی باب التشریح  
والتیسیر واحکام الملة،

فاحکاماتہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹ بالملة  
الحنیفیتہ الاسما علیہم لا غنا صلتہ  
عوجہا وازالہ نعم فیہا وانشاعتہ

مقاصد کی وجہ سے یہ جواب تشریح و تیسیر  
اور احکام ملت میں مذکور ہیں سو واضح ہو  
کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹ ملت ضعیفہ  
اسما علیہ کی بھی کو درست کرنے کی تحریک

فَرَدَهَا وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: "مَنْ لَمْ يَجِدْ  
 اِبْرَاهِيْمَ اِبْرَاهِيْمًا" وَلَمْ يَجِدْ اِبْرَاهِيْمًا  
 وَلَمْ يَجِدْ اِبْرَاهِيْمًا عَلَى ذَلِكَ وَجِب  
 اِنْ يَكُونُ اَصُولُ ثَلَاثِ الْمَلَقَةِ ...  
 مَسْئَلَةً وَمُنْتَهَى مَقْرُورَةٍ ...  
 النَبِيِّ اِذَا بَعَثَ اِلَى قَوْمٍ فِيهِمْ  
 بَقِيَّةُ سَنَةِ رَاغِدَةٍ وَنَاصِيَةٍ  
 لَتَغْيِرَهَا وَتَبْدِيلَهَا بِلِأَنْوَاجٍ تَقَرُّرُهَا  
 لِأَنَّهَا طَرِيقُ الْقَوْمِ وَانْتَبَ عِنْدَ الْاَحْتِجَاجِ  
 عَلَيْهِمْ وَكَانَ بَنُو إِسْمَاعِيلَ نَوَازِلًا  
 مِنْهَا جَاهِدُوا إِسْمَاعِيلَ وَكَانُوا عَسَافًا  
 تِلْكَ الشَّرِيعَةُ اِلَى اِنْ رَجَعَ عَمْرُو بْنُ لُحْيٍ  
 فَاحْتَلَّ فِيهَا الشَّيْخَانُ بِرَأْسِيهِ الْكَاسِيْدُ  
 فَضَلُّ وَاصْلٌ وَشَرُّ عِبَادَةٍ ...  
 الْاَوْثَانُ وَحَيْثُ السَّوَابُ وَحَرُّ  
 الْحَاكِمُ فَبَنَاتُ بَطْلِ الدِّينِ وَ  
 اخْتِلَافُ الْمَصْحُوحِ بِالْفَنَاءِ وَ  
 غَلَبَ عَلَيْهِمْ لُجْهٌ وَالشَّرُّ وَالْكَفَرُ  
 فَبَعَثَ اللَّهُ سَيِّدًا بِأَمْرِهِ أَضَلَّ اللَّهُ  
 عَلَيْهِمْ سَكْرَتُهُمْ فَجَاهِدُوا وَصَلُّوا  
 لِمَنْ سَادَهُمْ فَظَنُّوا عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لَنْ يَسْرِ مَعَهُمْ رَفْعٌ كَانَتْ مِنْهَا مَوَاقِفُ  
 لِمَنْهَا جَاهِدُوا إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ

کو دور کرنے اور انکے نور کو پھیلانے کیلئے  
 تھی۔ وذلک قول تہائی غلغلہ ایک اور اہم  
 جب حال یہ ہے تو ضروری ہے کہ اس ملت  
 کے اصول مسلم اور اس کا طریقہ مقرر ہو کیونکہ  
 جب ہی ایسی قوم میں باسوت ہو جن میں کلمہ  
 طریقہ باقی ہیں تو ان میں تفرق و تبدل پے مٹی  
 بلکہ ان کو باقی رکھنا ضروری ہے کیونکہ انکے  
 نفوس انکو اسی طرح سے قبول کرتی ہیں  
 اور ان سے ان پر خوب جہت قائم ہو سکتی ہے  
 بنو اسماعیل اپنے باپ اسماعیل کے طریقہ کو  
 وراثتہ پتے رہے۔ وناہی شریعت پنجاب تو  
 رہے یہاں تک کہ عربوں کی پہچان ہو اور اس نے  
 اپنی ناسد رائے سے ملت میں بہت سی چیزیں  
 داخل کر دیں ہیں وہ خود بھی گمراہ ہو اور  
 دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اس نے جنت پرستی  
 شروع کی، سائنڈ بھڑکے وغیرہ مقرر کئے۔  
 اس وقت سے دین غلاب ہو گیا اور صحیح چیز غلاب  
 کے ساتھ غلط ہو گئی۔ لوگوں پر جہل اور شرک  
 کفر چھا گیا۔ تب حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو ان کی بجائی کرستی اور فرماہوں کی اصلاح  
 کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ نے اپنی شریعت میں  
 غور کیا اور جس چیز کو اسماعیلی مسلک کے مخالف  
 یا مجروح تھا اسی کے باوجود اس کو باقی رکھا اور جس

من شفا تراشد: ابقا و ما كان  
منها تحريف او اشتداد من شفا  
الشرک والکفر باطلد و سجن علی  
ابطلها و ما کان من باب العادات  
و غیرها بین ادانها و مکروها تعلقا  
بمحرر من عنوا کل الرسوم و من  
عن الرسوم العاسدة و امور العتالفة  
و ما کان من مسئلة اضلیة و محلیة  
ترک فی العترة اعادة غلبت نظریة کما کان  
نعت بکذا فبما الله واستقام دینہ  
اسی باب میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔

و کان من المعلوم عند هوان کمال  
الا نشان النجس و وجهه لرمب و  
یبد و اضلی مبعهود و ان من  
البواب العبادة الطهارة و ما زال  
الفل من الجنة سنة معصولة عند هم  
کانت لهم المصلوة و الزکوة و کانهم القوم من غیر  
انی عزوب الشمس و کانت قریب بقوم  
ما شواونی الجاهلیة و کان الجوار فی المسجد  
و الجاهلیة کان اهل الجاهلیة یحتملون  
بالذاع الخشنات و کانوا علی بقية و من  
ابرا هی فی حرکة النجوم و ترک الخوض  
فی ادقائق الطبیعات غیره الجاهلیة البکارة  
و کان من اعمال علی منهاج اہل حق ان

ان کو کوئی معلوم تھا کہ انسانی کمال یہی ہے کہ  
اچتوب کے سامنے سرنگون ہو۔ و رہنمائی بخوشن  
سے اسکی بقا و تکرر کے اور یہ کہ ابواب باہوت میں سے  
جارت بھی ہے اور غسل و بات نہ لکھا ایک معمول ہی  
تھا اور ان میں نماز اور زکوٰۃ بھی مشروع تھی اور  
کسی صادق سے غروب آفتاب تک روزہ بھی تھا  
اور قریشی لوگ نہانہ جاہلیت میں ماسور و کاڑھ  
رکھتے تھے اور یہودیوں کو کافرانہ بھی تھا اور  
یہ کہ اہل جاہلیت مختلف تعلیمات کے ذریعہ مذکور  
عبادت کرتے تھے وہاں فیہ ابن ابراہیم پر تھے قوم  
کوڑھانے میں اور دقتاتی طبیعات میں غور و خوض  
کرنے میں سوائے بدیہیہ بیہوشوں کے اور خواصا  
اپنے باپ کے طریقہ پر تھے یہاں تک کہ ان میں۔

وجد فیہم حسرو۔ وکانت فیہم کفین  
 متالدة یتلوا وھون علی تزکیہانی ما کلیم  
 و مشوہہم و لباسہم و ولائہم و ...  
 اعیادہم و روزن حوتہم و کاحہم  
 و طلاقہم و عدائہم و اعداؤہم و  
 بیوعہم و مکاتلاتہم و ما زادوا یحرمون  
 الفساق کالبغاث والافہات والذنوات  
 و غیرہا و کانت لہم مزا جری مظلالم  
 کاھتھاس والذبات والفسادۃ و عقوبات  
 علی الزنا والشرقة و مغلل فیہم ہا لاکامر  
 و اھبلسر معلوم الارقات الثالث والرابع  
 نکت مظلالم المفسوق والظالم والفسی و  
 القہب وشیع الزنا والفسادات الفاسدة  
 والارباؤ کا فوا توکوا الصلوۃ والذکر و  
 احرصوا علیہما  
 ثبت البشی مثل اللہ تعالیٰ و سلفہم  
 وھذا لہا لہم فظفر فی جمیع ما عند  
 القوم فتسا کان یبیت الصلۃ الصلیحۃ  
 اہقا و سجع علی الاخذ بہ و ضبط لہم  
 العبادات بشروع الانبیاء والاوقاف  
 والشروط والازکان والاداب و ...  
 الصلوات والخصیۃ والعزیمۃ والاداء  
 والقضاء و ضبط لہم انماھی بیچ الارکان

عمرو بن لک پیدا ہوا ان کے یہاں مستحکم طریقے میں  
 تھے جن کے ترک پر طہمت ہوتی تھی کھانے پینے  
 میں لباس میں اور عورتوں میں عیدوں میں  
 روزن روزگاہ میں نکاح طلاق عدت اور سوگرمی  
 اور غریب و فروخت اور معاملات میں اور غلام کو آزاد  
 سمجھنے سمجھے جیسے بیٹیاں یا بیوی اور بیٹیاں وغیرہ  
 ان کے یہاں سزا بھی تھیں ظلم و تعدی پر جیسے  
 قصاص اور میت قسامت اور سزائیں عیسائی  
 اور جبری کی اور ازیان و دم کی سزائیں کے  
 ذریعے بن میں منزلی اور تمدنی ظلم بھی  
 لگے تھے ۔  
 لیکن ان میں بدکاری اور ستم ظریفی ان کی تھی تو  
 کرنے لٹ مار ڈالنے زنا کرنے اور نکاح کا سر  
 اور سر و حد کی زد سے اور انھوں نے  
 نماز اور ذکر بھی بالکل ترک کر دیا تھا ۔  
 پس ان کے حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش  
 ہوئے اور آپ نے ان کے تمام امور میں غور  
 کیا پس ہر امور میں مجتہد کے باقی تھے ان کو  
 باقی رکھ کر ان کی تاکید فرمائی اور اسباب اوقات  
 شروع و اداؤں آداب و مضمرات و رخصت و عرس  
 اور اذیتھیں بھی تسلیم کر کے ان کو کئے عبادات کو ضبط  
 کیا اور مدد بھی کی کہ ان کا غم و اذیت کو ضبط  
 کیا اور رگڑا ہوں کہ روک تمام کے لئے مدد و سزا بھی



والشروط وشرع یہاں حد و دوا و مزاج اور کائنات میں زمانے، بیان ترخیص و ترہیب کے  
 وکفارات و یسویہم الدین بینان التوفیق ذریعہ دین کو آسان کیا، آگنا ہوں گے تمام فراموشی  
 والترہیب و سد ذریعہ الاشرار والحد بند کئے اور ان سے روک دیا، کیا جن سے نکلنے کی  
 علی حکمات الخیر والی غیر ذلک مستحبی زمرہ نگاہی براتی ہے۔  
 یوایلی فی اشاعتہ الملئ الخیضتہ و اور علی بنیضہ کے پھیلانے اور اس کو تمام غائب  
 تمکینہا علی الملئ ملہا واما کان من تحریفاً پہ غائب کرنے کی انتہائی گوشش فرائی اور ان کی  
 نفاذ و بلیغ فی نفیہ واما کان من الارضا تا تمام تحریفات کو مٹانے کی سعی طبع فرمائی اور جو رسوم  
 الصبیحہ صبحی علیہ و غیرہ واما کان صحیح تھیں ان کو باقی رکھا اور ان کا حکم فرمایا اور جو  
 من رسومہم الفسدة منهم عند وقفن رسوم فاسد تھیں ان سے روک دیا اور ان میں...  
 علی امیرہم وقام بالخلافة الکبریٰ و خلافت بکری قائم کی اور اپنے ساتھیوں کی مدد  
 جاهدہم منہم و منهم حتی تمہرہ سے جہاد کیا یہیں تک کہ خداوندی اور  
 وحرکارہون و عزائمہ بالذہن و بصرہ ہو گئے اور ان پر مشائی ہی گذرنا رہا۔ (مترجم)

وبالجملۃ فقد کان وقع فی العبادات من الطہارۃ والصلوۃ و  
 الصوم والزکوۃ والحج والذکر فتور عظیم من النساہل فی...  
 اقامتہا واختلاف الناس فیہا بسبب عدم المعرفۃ فی اکثرہا  
 ودخول تحریفات اہل الجاہلیۃ فیہا اسقط القرآن عدم  
 النسق منها و سواہا حتی استقام امرہا

**ترجمہ** اور خلاصہ کلام عبادات یعنی طہارت اور نماز و روزہ و زکوٰۃ  
 اور حج اور ذکر خدا میں بڑی خامی آگئی تھی یعنی ان کی تعمیل  
 (روانجام دہی) میں کمی اور ناواقفیت کی وجہ سے اکثر عبادتوں میں لوگوں کا  
 رہا ہی، اختلاف اور ان میں اہل جاہلیت کی تحریفات کی دراندازی و پائی باقی تھی

لہذا قرآن نے عبادت کی بے غلطی کو ساتھ کر دیا اور ان کی اصلاح کر دی یہ اس کے  
کہ ان عبادات کا ساتھ صحیح و درست ہو گیا۔

**فائدہ** | گزشتہ عبارت میں ماٹن نے فرمایا تھا: "وتفصيل اصطلاحی"  
اس عبارت میں اسی تفصیل کی طرف اجمالی اشارہ کر دیا  
جیسا ہے۔ متن کا مفہوم واضح ہے۔ تفصیل اتن ہی کی کتاب جزء الثر و البانہ کے حوالہ  
سے پیش کی جا چکی ہے۔

واما تدبیر المنزل فقد كان وقع فيها رسوم منارة والوانع تعدد و  
عتو وايضا اختلت احكام السياسة المدنية فضبط الفقرات  
العظيمة اصولها وحدودها ووقتها وذكر من هذا الباب  
الوانع الكبار وكثيرا من المصنفات.

**ترجمہ** | بہر حال تدبیر منزل تو اس میں فقہان وہ رسوم اور قلم و  
سرکش کی مختلف قسمیں و قواع پذیر ہو گئی تھیں اور سیاست  
مدنیہ کے احکام بھی نفس کا شکار ہو گئے تھے۔ لہذا قرآن عظیم نے اس کے اصول و  
حدود کو منضبط کیا اور اس کے اوقات متعین کئے اور اس باب کے کچھ گناہوں  
کے اقسام اور بہت سے صنائع کو ذکر فرمایا۔

**فائدہ** | تدبیر منزل یا گھر کا نظام میں پیدا ہونیوالی خرابیوں میں...  
اسوال نیالی کا ناجائز خرچ و بیہوشی کی حق تلفی، طلاق میں  
زیادتی، باپ کی بیویوں (سوتیلی ماؤں) سے صلاح بالجبر اور تقسیم میراث کی  
بے اصولی و بے اعتمادی وغیرہ تھیں، ان میں سے ہر ایک کی تردید و اصلاح  
قرآن نے کی۔ فرمایا: "الان كلوا من اموال الیتامى ظلما و نساء ہے۔" وہی مثل الی  
یلمن بالمعروف و نقرہ ہے۔ الطلاق صرنا فلم نك ان بحروف او تشویم

باعتاب (برہ ۱)۔ یا ایہا الذین آمنوا لا یحلی لکم من ثروتکم النساء کرمھن

ولا تنکحوا ما لکم ابا نکم من النساء الا ما قد سلف (رند ۱)۔ یوحیتکم

اللہ فی اولادکم الا بنین رند ۱۔

سیاست مدنیہ میں رشوت، ربوا، زنا اور قتل و قتال پیچھے جرائم و فضیض

پیدا ہو گئے تھے جن کی بڑی روز بروز مضبوط ہوتی جا رہی تھیں، قرآن نے

ان پر قدغن و پابندی لگائی۔ فرمایا: ولا تاكلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا

بھا الی الحکام لتاكلوا ذریعہم احوال الناس بالاشرف و انتم تعلمون (برہ ۱)۔

لا تاكلوا الربوا مضاعفہ زائل ہون ہے، ولا تقربوا الزنا انما کان قلعہ

راسر، لا تقتلوا النفس التي حرم اللہ الا بالحق (۲)۔ و السارق و السارقتہ

فاقطعوا یدیهما رائد ۱)۔ اما الخمر و السمر و الاغصاب و الزلزام و جیس

من عمل الشیطان فلا یجتنبو (رائد ۲)۔

ذکر صغائر: ﴿ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل

البسط فتتعد سطوحا محسورا۔ (۱) ولا تقف ما لیس لک بہ علم (۲) ولا تقس

فی الارض مرقعا (اسراء ۳۵)۔ ولا یاتلوا و لاوا الفضل منکم و انفسہ ان

توتوا و لی القری و المساکین و المهاجرین فی سبیل اللہ (نور ۲)۔ (۵) فلا

تخفن بالقل فیطمع الذی فی قلبہ من و انزاب (۶)۔ عذۃ بذا ۱) من قسما

و علیہ استخراج الامثلۃ الاخری۔

و ذکر مسائل المسئوہ بطریق الاجمال و ذکر فیہا لفظ اقامۃ الصلوۃ

ف فصلہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاذان و بناء التکبیر

و الجماعۃ و الاوقات و ذکر مسائل الزکوۃ ایضا بالاختصار

ف فصلہا صلی اللہ علیہ وسلم تفصیلا۔

## ترجمہ مع تشریح

اور مسائل نماز کو اجمالی طریقہ پر ذکر فرمایا۔

(کما قال ان الصلوة كانت على المؤمنين)

کتابہ موقوتاً۔ وقوموا انشاء قانتین۔ قد اطلع المؤمنون الذين هم في صلواتهم خاشعون۔ وارکعوا مع الراکعین۔ اور اس میں اقامت صلوٰۃ کا لفظ ذکر فرمایا جس نے ترویج و اشاعت "مراد ہے کیونکہ ہم علامہ کے بقول اقامۃ الصلوٰۃ قامت السوق سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں "بازار لگ گیا" اور فرید و فروغ کا سلسلہ چل پڑا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیلاً پیش کی، اذان، تعمیر مساجد اور جماعت و اوقات کے ذریعہ اور ذکر فرمایا مسائل زکوٰۃ کو بھی اختصار (و اجمال) کے ساتھ تو انھیں صلی اللہ علیہ وسلم

نصہ دین اسلام مابین الہامی مذہب ہے۔ اس کے اصول و قوانین بھی الہامی ہیں۔

الحکم الحاکمین نے ان اصول کی تشریح و تفصیل کی ذمہ داری رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور امت کے نقباء و علماء دہم اللہ کے کاندھوں پر ڈالی اور اُجاڑا۔ فانزلنا البیت الذکر لتبین للناس ما نزل الیہ منہ "منہور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں سب ضرورت اس فریضہ کو ادا کیا اور مستقبل کے لئے اعتقاد و رشتہ الانبیاء، اصحابی کا نجوم پایہ ماقند یہ تراصدہ شہرہ علیکم و مسند الخلفاء و الخواشدین المہدیین، رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد و محدث نہا ما صحیح لہا ابن ام عبد" جیسی ہدایات و دیگر ایک طرف امت کو علماء و نقباء و صحابہ پر گرا کی اتباع کا حکم دیا تو دوسری طرف ان کی دینی تشریحات پر اعتماد و ایمان کا بھی اظہار فرمادیا اور یہ درحقیقت ارشاد بارگاہیہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تفسیر تو یہ ہے۔ اسی وجہ سے حضرت جابر و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور حسن بصری، عطاء مہاجر رحمہم اللہ نے انرا الامر کی تفسیر اولا الفقہ و اعلم سے کا ہے۔ مخرج ابن جریر و المعجم و غیرہ عن ابن عباس عن اہل العقیق و الدین (و یختص حکام مرقن ہمتی ص ۱۱۱) تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۰۱، اس سلسلہ میں امیر شافعی نے بڑی اچھی بات کہی ہے جسے آپ شہرہ علیکم (اسکے بی)

نے اس کی پوری تفصیل بیان فرمائی، درجہ پنجم نصاب زکوٰۃ، فقہاء واجب الادار، جنس واجب الادار اور دیگر شرائط و تفصیلات امامیہ شریعت میں موجود ہیں۔

وذكر الصوم في سورة البقرة والحج فيها وفي سورة الحج والبراءة في سورة البقرة والانفال وفي مواضع متفرقة والحدود في المائدة والنور والميراث في سورة النساء والنكاح والطلاق في سورة البقرة والنساء والطلاق وغيرها،

**اللغة :-** الحدود ہی جمع حد و الحد فی اللغة المع ومن الحداد لبواب لضمه الناس من الدخول و "أحدث المعتدة إذا منعت نفسها من السلاخ والتصر على ما عرفت و الحد و الشرع موانع و زواجر عن ارتكاب سيئاتها و الحدود فی اصطلاح الفقهاء "عقوبة مقدرة و جبت حقاقتها فقال "قال الحنفية" ان الحدود ما ثبتها القرآن الكویم و هی خمسة فقط حد الزنا حد السرقة حد شرب الخمر حد قطع الطريق حد القذف و انظر فی الترتیب

ترجمہ

اور ذکر کیا تو زکوٰۃ کو سورۃ بقرہ میں، درجہ کو اس میں اور سورۃ حج میں دیکھی اور جہاد کو سورۃ بقرہ و انفال میں اور مختلف مقامات پر اور حد و کو ذکر کیا) مائدہ و نور میں اور میراث کو سورۃ نساء میں اور نکاح و طلاق کو سورۃ بقرہ اور نساء و طلاق و فیہ میں۔ آیات کے لئے حاشیہ کا مطالعہ فرمائیں۔

سہ ذکر صوم :- یا ایہا الذین امنوا اتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبکم لعلکم تتقون (آیات بقرہ)

ترجمہ :- الحجہ اشہر معلومات فمن فرض فیمن الحج فلا رفق و لا فوی ولا جدال فی الخیم (ایمان بقرہ)۔ و اذن فی الناس بالکبر یا قوم یکالا و علی کل صابر و اتین من کل فجہ صبیح۔ (الحج پڑھو)

ذکر جہاد :- وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم و لا تحددوا فیہم (بقرہ)

واذا عرفت القوم الذی تم عرفانہ، جمیع الاصلہ، فہناک قسم  
اخر وذلک مثلی (۱) کہ اگر کسی نے عرض کیا کہ صلی اللہ علیہ وسلم سوال  
فیجیب او بذکر النفس والاموال من اهل الایمان فی حادۃ،

یا ایہ الذین امنوا اذا فیتم الذین کفروا رخصا فلا تزلوا ہو الاولیاء واولیاء الذین کفروا  
ربک من بینکم بالحق وان فریقاً من المؤمنین کافروا بالآیات (۲)۔ فاذا استلجم  
الاشہار الحرم فاقبلوا المشرکین حیث وجدتموہم وقریبہ (۳)۔ نیز سورہ محمد سورۃ  
سورہ فتح و نیز کا مطالعہ کیجئے۔ جہاد کا تذکرہ ہر سورہ میں ملے گا۔

ذکر حد و ۱۔ قطع طریق کی حد۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ و  
یسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا (آیہ ۲۴) میں اور سر قر کہ حد و انسانی و  
الشرقۃ فاقطعوا ایدیہما (آیہ ۲۸) میں بیان ہوئی ہے جب کہ شریعت کی حد کو انما  
الحجر والمیسر والاصاب (آیہ ۳۳) سے ثابت کیا گیا ہے۔ حد زنا کا شہوت : الزانیۃ و  
الزانی فلجلدوا (آیہ ۳۴) سے اور حد قذف کا شہوت : الذین یرمون اصحابہ فاحصنات لہم  
لعمراتوا باربعۃ شہداء (آیہ ۳۵) سے ہے۔

ذکر میراث :۔ یوصیکم اللہ فی الاولاد کہ الذین (۱)۔

ذکر نکاح :۔ ولا تکرہوا المشرکات حتی یرمن۔ ثلاثین بقرہ، ولا تجلج  
علیکم فیما عرضنہن من خطبۃ النساء (آیہ ۲۴ بقرہ)۔ فانکھوا ما طاب لکم من  
النساء (آیہ ۲۵)۔ ولا تکرہوا ما نکھوا باؤکم من النساء (آیات ۲۶)۔

ذکر طلاق :۔ والمطلقات ہن یمسن بانفسہن ثلثۃ ثرود (آیات ۲ بقرہ)۔  
وان اردتم استبدال زوج مکنان زوج واثبتتم احدہن فستلوا اخلا تاخذوا  
ممن شیتہ (آیہ ۲۵)۔ یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتہن و...  
(احصوا العدة آیات ۲) طلاق ہے غاۃ و ازلی سورۃ اخراہ اور سورہ تحریم وغیرہ میں  
سائن طلاق مذکور ہیں۔ والشرط علی العزاب (نہ ۷۰)۔ یہ صحیح اگلے صفحہ میں



خاندان ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال اور جواب کی مثالوں کیلئے مدعا نظر کریں۔

• مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں پر مدح سرائی اور منافقین کی ہمدست قرار کیلئے میلہ جوئی اور کجی پر مذمت کی آیتیں سورہ احزاب و توبہ وغیرہ میں بجز آیت میں شلا:   
 وَاَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَمٌ مَا وَعَدْنَا اللَّهُ وَرُسُلًا بِالْعَذَابِ ۚ

يَحْسِبُونَ الْآحْزَابَ لَعْنَتَيْنِ هَبُوا وَانْصَابِ الْآحْزَابِ يَوْمَ ذَا النُّهْرِ مَا يَدْرُونَ فِي الْآحْزَابِ  
يَسْتُلْزِمُكَ عَنْ اَنْبَاكَ كَمَرُو كَانُوا فَبِكْرَ مَا تَنْصُرُوا الْاَقْلِيلَ (احزاب ۲۰: ۲۱) وَاَمَّا الْمُؤْمِنُونَ  
الْآحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرُسُلُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرُسُلُهُ وَمَا زَادَ وَهُمْ اِلَّا  
يَا نَاوُصِيَا ۙ ۱۰ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا ظَهَرُوا مِنْ اِيْنَا لِيُخَيَّرُوا وَقَالَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ  
الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ تَوَّابًا عَزِيزًا (احزاب ۲۲: ۲۵) ۚ فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ  
رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا اَنْ يَجَاهِدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْتَرُوا  
فِي الْحَرِّ قُلْ تَارِكْهُمْ لِيُذْخَرُوا لَكُمُ الْاَنْفُسُ الْفَتَهُونَ (توبہ ۹۰)۔ فَكُنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا  
مَعَهُ جَاهِدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولَئِكَ لَكُمْ اَلْحِيَرَاتُ وَاُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران  
لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرِ اُولَى الضَّرْعِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ تَا وَكَانَ اَللَّهُ عَزَّوَجَلَّ رَحِيمًا ۙ ۹۵۔ ۱۰۰)

• دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت خداوندی اور بطور احسان اس کے تذکرہ

کی مثال: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَاسْتَرَفْتَكُمُ الْاَكْثَرُ (آل عمران ۱۶۳)۔ ثُمَّ اَنْتُمْ عَلَيكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ  
بِحَنَّةٍ فَلَمَّا شَاقَّ الْجَمْعَ طَافْنَا بِكُمْ كَرْهًا (آل عمران ۱۶۵)۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَ  
يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ جُمِعَتْ كُمْ كَثْرًا وَظَمَرْتُمْ عَنْكُمْ سَيْبًا (آل عمران ۱۶۵)۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودُ الْاَكْثَرِ فَاصْلَحْنَا عَلَيْهِمْ بَدْرِيحًا وَجَعَلْنَا لَكُمْ  
تُرُوقًا اَلَيْسَ بِالْاَقْبَرِ (احزاب ۹)۔

• کف ہرزگانہ تذکرہ ۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هُمْ

قَوْمٌ اِنْ يَدْبِعُوا اِيْنَكُمْ اَيُّدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ اَلَيْسَ بِالْاَقْبَرِ (آل عمران ۱۱۵)۔

• پیش آمدہ ممالک کے مطابق زجر و تنبیہ کی مثال حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم



نزودۃ احد کے لئے روانہ ہوئے۔ رفقہ سفر میں سے کچھ افراد جنگ سے پہلے ہی واپس ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ کا ان کے بارے میں اعتقاد ہو گیا۔ ایک جماعت ان کو باج الدم قرار دے رہی تھی۔ دوسری جماعت کو اس سے اعتقاد تھا المرتد فی سبب تنہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: فما یکر فی المنافقین فبنین وبناتہ (کچھ ہر بھائی بنوئے) (حدیث ۸۸)۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایہا طیبنا تنفی الغیبت کما تنفی اننا یطیبت الحدید، ازہد النین۔ و فی

سبب نزولی، ہذا الایتہ اقول اخر، من شام الاطلاع علیہا بطرح کتب التفسیر،  
● تفریق ویکار اور مروئیں کی مثالیں: وقد صدقکم اللہ وعدہ ان تعتنوا  
بذینا حتی اذا فتنتم ویتنازعتم فی الامر وخصیتہ من بعد ما ادرکم ما یحبون  
منکم من یوبی الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ (آل عمران ۱۵۶)۔ لا ینکون کالذین  
کفروا و قالوا لا خزاہنہا فاضربوا فی الارض وکانوا عزا لولا اننا عندنا ما ما توافوا  
قتلوا (آل عمران ۱۵۷)۔ اساری بدر سے فدر لینے پر زجر و توبہ اور توبہ جہنم کے  
بعد توبہ کو حلال قرار دیتے ہوئے فرمایا: لکون معا غنمتم حلالا طیبنا (توبہ ۶۹)۔  
خاص حالات کے پیش نظر نہیں کی مثال: یا یہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما  
احل اللہ لکم و انہ یدعی ۲۷۰۔ و تذا و تکفرون کما کفروا و تکفونون سواء فلا  
تخذوا منہم اذینا و حتی یراجوا رضاء ۸۹)۔

وقد جاءت تعریضات بقصۃ بدر فی الانفال وبقصۃ اُحد فی  
آل عمران و بالخذی فی الاحزاب و بالحدیبیۃ فی الفتح و بمنی  
النضیر فی الحشر و جاء الحث علی فتح مکہ و غزوۃ تبوک فی  
براءۃ و الاشارة الی حجتہ الوداع فی المائدۃ و الاشارة الی قصۃ  
نکاح زینب فی الاحزاب و تحریج السویۃ فی سورۃ التحریم و  
قصۃ الافک فی سورۃ النور و استماع الجن تلاوتہ صلی اللہ علیہ وسلم

فی سورة الجن والاحقاف ومسجد ضرار فی براءة واشیر القصة  
الاسراء فی اولی بنی اسرائیل وهذا التفسیر یطابق الحقیقة من  
باب التذکیة بایام الله ولكن لما توقفت حل التعریضات فیہ  
على سماع القصة میر من سائر الاقسام ۔

## اللغات

الحق، ہائیکرت کرنا، حوصلہ افزائی، افک، بہتان لگانا۔  
افک مائشہ صدیقہ مراد ہے۔ السربہ: نوڈی و بانڈی بو  
بحوالی کے لئے مخصوص ہو۔ اغلب یہ ہے کہ اس کا اشتقاق سربہ یعنی راز سے  
ہے۔ اور بمعنی کے نزدیک سرور سے مشتق ہے۔ جمع سراری آتی ہے۔

## ترجمہ

اور اشارے وارد ہوئے ہیں قصہ بدر کی جانب سورہ انفال  
میں اور قصہ احد کی جانب آل عمران میں اور وغزوہ خندق کی  
جانب احزاب میں اور صلح حدیبیہ کی جانب سورہ فتح میں اور بنو نضیر کی.....  
(بلا وطنی کی) جانب سورہ مشریم اور فتح کہ وغزوہ تبوک کے بارے میں  
حوصلہ افزائی و للکار وارد ہوئی ہے سورہ براءة میں اور حجۃ الوداع کی طرف  
اشارہ وارد ہوئی ہے سورہ مائدہ میں اور حضرت زینبؓ کے نکاح کے قصے کے  
جانب اشارہ وارد ہوئی ہے سورہ احزاب میں اور بانڈی کی عزت کے قصہ  
کی جانب اشارہ ہے سورہ تحریم میں اور واقعہ افک (کی طرف) سورہ نور میں  
اور جناتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلمات سننے کا واقعہ سورہ جن احقاف  
میں آیا ہے اور مسجد ضرار کی بناء کے واقعہ کی طرف اشارہ وارد ہوئی ہے سورہ  
براءت میں اور واقعہ اسراء (و معجز) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے سورہ بنی اسرائیل  
کے شروع میں۔ اور یہ قسم (میں) کا تذکرہ هناك خدا خود سے شروع ہوا) بھی  
در حقیقت تذکرہ بایام اللہ کے قبیل سے ہے لیکن چونکہ اس کے اشارات کامل  
واقعہ کو سمجھنے پر (موقوف ہے لہذا) اس کو تمام اقسام سے الگ کر دیا گیا۔

## قائدہ

ذکورہ تفسیرات و اقوال سے متعلق آیات بالترتيب ملاحظہ فرمائیں۔

تھمہ بدر : کہنا اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فویعامن

المومنین لکافرون - اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین امنوا  
الآیات (۱۳-۱۴)۔

تھمہ احمد : - ولقد صدقکم اللہ وعدہ - ان الذین تولوا منکم یوم

النبی یجمعن انما استزہر الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عذل اللہ عنہم ان اللہ

غفور خلیلہ - آل عمران (۱۵۵-۱۵۶)

غزوہ خندق : - یا ایہا الذین امنوا ان الذین کانوا یدعونکم لعلکم

دیارہم واما الہم وارضالہم تعطوا ما وکان اللہ حل کل شیء قدیرا (۲۴۹-۲۵۰)۔

جلیل حدیث : - انا جنحنا لک فتحا مبینا لینصرف اللہ ما تقدم من

ذنبک وما تاخر ویترو منک علیک ویہدیک صراطا مستقیما - لقد صدق

اللہ رسولہ المؤمنین بالحق لئن فعلن المہجد المہرام ان شانہ اللہ - آیات (۱-۲)۔

غزوہ بنی نضیر : - هو الذی اخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من

دیارہم لاول الحشرۃ - لایقاتلونکم جمیعاً الا فی قری محصنة او من وراء

حدود الایہ (۱۳)۔

الحث علی فتح مکہ : - اعلان برارۃ خود ایک قسم کی موصلاً افزائی ہے

اس اعلان سے سورۃ کی ابتدا ہوئی ہے - برارۃ من اللہ ورسولہ الی الذین

عاهدتم من المشرکین آیات - نیز فرمایا : کیف وان یظہروا علیکم لایرغبوا فیکم

الاولا ذمۃ اللہ - نیز فرمایا : وان نکثوا یا نہم من بعد عہدہم ویغزوہ فیکم فقاتلوا انک

انکفر انہم لایمان لہم لعلہم ینتہون - الا فقاتلون قوما نکثوا الیام یظہروا

بإخراج الرسول الیہ

الحث علی غزوہ تبوک : - یا ایہا الذین امنوا ما انکم اذا قبل لکم انفر

فی سبیل اللہ انا قلم ال الارض ارضیتہم بالحیوة الدنیا من الآخرۃ فما امتلغ

العبوة الدنيا في الآخرة الا قليل. وہ یہ نیز فرمایا ہے الفرد والخفافا وقفا لا و...  
جہاد و باہموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ (آیہ ۳۱)۔

تجۃ الوداع کی طرف اشارہ ۱۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (آیہ ۲۴)۔

واقعة کحاح زینب کی طرف اشارہ ۲۔ وما کان المؤمن ولا المؤمنة اذا قضی الیہن و رسولہ امراء ان یکون لہن الخیرۃ من ہن و ہن و لایہن زید منها وطورا زوجتکما۔ (آیہ ۳۶ و ۳۷)۔

باندی کی تحریم ۱۔ یا ایہا النبی لم یحرم ما احل اللہ لك (آیہ ۱)۔  
واقعة اکت ۲۔ ان الذین جاؤا باللائک عصبہ منکم لا تحسبوا نثرا لکم بل هو خیر لکم کل امرئ منهم ما اکتسب من الاثم والذی تولى کثیر منهم بعد عذاب عظیم۔ (آیہ ۱) مبرؤن عما یقولون لہم مغفرة و رزق کثیر۔ (آیہ ۲) جناتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سننا بے تل ادھی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انما سمعنا قرآنا عجبا (آیات رسولہ من)۔ فاذا صرفت الیک نفر من الجن یستمعون القرآن فلما حضروه قالوا انصتوا (آیہ ۱)۔ او کنت فی ضلال مبین (آیہ ۲)۔  
ذکر مسجد فرما ۱۔ والذین اتخذوا مسجدا مضرا و کفرا و تعزیرا بین النورین و اربما خا من حارب اللہ و رسولہ۔ (آیہ ۱)۔

واقعة اشترام ۲۔ سبطن الذی امری بعبدہ لیل من المسجد المحترم الی المسجد الاقصی الذی ہا کننا حولہ لنریہ من آیاتنا انتہا هو السجح البصیر

باب اول کی تسوید سے ہم ہر ذی الحجہ منکرم کو فراغت ہونی تھی جبکہ اس کی تعبیر سے فراغت آج ۳ ذی قعدہ سنکرم کو ہوئی (تقریباً سال کے بعد) فالحمہ للذینہ الذی تغیر الصالحات بنعمتہا و العسکرۃ علی رسولہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ

## الباب الثاني

فی بیان وجوب الخفاء فی معانی نظم قرآن بالنسبة الى اذهان اهل الزمان واذلک الخفاء باوضح بیان۔

ترجمہ :- دوسرا باب اہل زمانہ کے حق میں نظم قرآن کے معانی میں خفاء (غیر واضح ہونے) کے اسباب اور اس باب کو نہایت واضح بیان کے ذریعہ منہم کرنے کے بیان میں ہے۔

فأمرہ :- قرآن کا زمانہ نزول عربی زبان کے عرصہ قدرتی کا زمانہ تھا۔ اہل عرب قرآن کی زبان عربی کے کتب جو کہ خوب سمجھتے تھے، صرف چند محدود سے ایسے معانی میں جہاں اہل عرب کو عربیہ متکلمہ تک پہنچنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مراجعت کرنی پڑی۔ لیکن بعد میں عیب عربی نظم کا اختلاط ہوا اور عربی زبان کا ذوق ادب ٹوٹ گیا تو نظم کی تو جہاں زبان ٹھہرے اہل عرب کی نظر میں کیا سمیت کی آیات مبہم اور غروامع ہو گئیں۔ دوسرے باب میں اس باب کو خفاء کے اسباب پر روشنی ڈالی جائے گی۔ پھر اس باب کو ختم کرنے کے لئے یہ بیان کیے جائیں گے۔

لِيَعْلَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ نَزَلَ بِلُغَةِ الْعَرَبِ سَوِيًّا بَعْدَ تَقَادُثِ وَهْمِهِمْ  
فَهُوَ مَعْنَى مَنْطُوقِهِ بِفَرَحِيَّةٍ جَبَلُوا عَلَيْهَا كَمَا قَالَ: وَالْكِتَابُ لِمُبِينٍ  
وَقَالَ: قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ: وَقَالَ: وَكِتَابٌ أُوحِيَتْ آيَاتُهُ  
ثُمَّ فُصِّلَتْ: وَكَانَ مِنْ مَرْضَى الشَّارِعِ عَدَمُ الْخَوْضِ فِي مَأْوِيلِ  
الْمُتَشَابِهِ وَتَصَوُّيرِ حَقَائِقِ الصِّفَاتِ الْإِلَهِيَّةِ وَتَسْمِيَةِ الْمُبْهَمِ  
وَاسْتِقْصَاءِ الْقَصَصِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ وَلِهَذَا أَمَّا كَانُوا يَسْأَلُونَ تِلْكَ صَلَافَةَ  
عَيْنِهِ وَسَلَمَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ وَلِهَذَا أُرْفِعُ فِي هَذَا الْبَابِ شَيْءً قَلِيلًا.

اللغات :- سَوِيًّا برابر و درست، بے عیب، کہا جاتا ہے تِلْكَ سَلَامَةُ بے عیب بچہ،  
فِي عَيْنِهِ مِنْ الْإِنْسَانِ طبعیت قرعہ الشاعر اور الکاتب کلمہ اسم و جملہ نامی مجہول و ضرب نصیر



قسم اول میں دشواری کا سبب معلوماتِ خداوندی کی وہ ضمنی معنائیں ہیں جن کے ادوار کے عقلی انسانی عاجز ہے۔ کیونکہ بشر کی قوتِ فکر محدود اور رب العالمین کے اوصاف و کمالات کی بلندیاں لامحدود ہیں۔ قسم دوم میں دشواری کا سبب واقعات کی وہ تفصیلات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پھیرا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں ذکر فرمایا۔ کیونکہ نزولِ قرآن کے عظیم مقصد کے لئے ان کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ حضراتِ صحابہ ان دونوں اچھٹوں سے ابگ تھلگ رہے۔ تاہم اہلِ مشابہات میں پڑے دو اقسام کی غیر ضروری تفصیلات میں ابگے۔ لہذا تفسیری مشکلات سے محفوظ رہے۔ اور یہاں یہ ہے کہ رب العالمین ہی کو یہ شعور نہیں تھا کہ صحابہ کرام حاصلِ متعددِ تزکیہ و تہذیب اور عبرت و غفلت، کو تصور کر اپنی لکری صلاحیتوں اور دماغی کاوشوں کا محور آیاتِ مشابہات کی تفسیر یا واقعات کی غیر ضروری تفصیلات کو بنائیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ قَاتِلُوا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَدْعٌ شَيْطَانِيٌّ يَتَّبِعُونَ مَا يَشَاءُونَ مِنْهُ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا اللَّهَ تَأْتُوا بِآيَاتٍ مِنْهُ۔ سے ظاہر ہے۔ جس میں آیاتِ مشابہات کی تاویل و تفسیر میں پڑنے کو طلب کی گئی اور عقل کا محور بنایا گیا ہے۔ اسی لئے اہلسنت و ولایت کا مسلک ہے۔ "الاستيواء معلوف والكيف مجهول والإيمان به الله باذنه بدعة"۔ اگلا تھیل، والا تو صحابہ کرام اور قرآن کی زبان ایک تھی، تاہم تفسیری لائق کے مشکل مقامات اور ان کے احباب وہ دور رکھے گئے۔ لہذا قرآن ان کے لئے محتاجِ تفسیر نہیں رہا۔ اسی وجہ سے اہلِ طیل میں صحابہ کرام کی طرف سے سماعت کی قوت بہت کم تھی۔ اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و بیانات بھی بہت تھوڑے ہیں۔

ثَبَّتْهُ الْيَقِينُ مِنْ مُرَادِ الْخَبَرِ فِي قُوِيَّتِهِمْ وَتَقِيَّتِهِمْ جِي كَوْبَارِ اللَّهِ تَعَالَى نَفْسِي رَكْعًا۔ واضح نہیں فرمایا، لیکن مفسرین ان کی تفسیر و تفسیر میں چلے گئے۔ مثلاً اصحابِ کتب کے کہنے کا رنگ، حضرت ابوہریرہ علیہ السلام نے جن طیسور (چندوں) کو ذبح کر کے مختلف پہلوؤں پر ڈال دیا تھا، پھر انہیں یکجہم خداوندی آواز دی تو وہ زندہ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہو گئے تھے، ان کی انواع کی تعین و تفصیل۔ اصحابِ کتب کے اسرار حضرت شعیب علیہ السلام کی جو صاحبزادی حضرت سولہ کو بلانے آئی تھیں۔ چھوٹی تھیں یا بڑی، حضرت منی علیہ السلام کا نکاح ان میں سے کسی کے ساتھ ہوا تھا، جس وقت کے قریب حضرت موسیٰ کو شرفِ برکلائی نصیب ہوا وہ کون سا وقت تھا۔ وغیرہ۔ (السنن و الترمذی)







(۲) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَؤُلَاءِ** اُنکو متوالیہ کے باب سے میں تسلیم طراز ہیں۔

[illegible]

(Cuz)

(۴) اِنْ خَدَعَا اخْبَانُهُمَا اِلَیْهِ فَارْتَدَّ مِنْ قِبَلِهِ سَبْعًا :-

[illegible]

(۵) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَكْتُوْنَ عَلَی النُّفُوسِ ۚ اِیَّیْهِمْ مِّنْ غَمْرٍ مَّا تَعْمٰی:۔

خرج عبد الله بن الزناد وابن أبي شيبة واللفاف أحمد وعبد بن حميد والبخاري ومسلم وأبو داود  
والترمذي والنسائي وابن ماجه وابن مردويه عن كعب بن عجرة رضي الله تعالى عنه  
قال قال رسول الله ﷺ ما السلام عليك فقد علمنا أنك عليه الصلوة عليك السال  
قولوا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وأنت خير مجيد  
أبناه إبراهيم عن محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم إنك خير مجيد  
فردك غواهم من مضرات الاتقان كل آخرى نوع النوع الثمانية من خط فرائض -

ولكن لما مضت تلك الطبقة ودخلها العميم وتركب تلك اللغة واستصعب فهم المراد في بعض المواضع واحتيج الى تفتيش اللغة والنحو وجاء السؤال والجواب بين ذلك وحققت كتب التفسير فلزمران تذكر مواضع الصعوبة اجمالاً ونسوة امثلة فيها لئلا يحتاج عند الخوض الى زيادة بيان ولا يقع

## الاضطرار الى المبدأ الغزوف في الكشف عن تلك المواضع .

**اللغات**۔ اصطلاحاً داخلہ گزر گیا۔ لائقِ مداخلت سے نفسِ باطنی اور اندازِ چونا کٹھنیتِ بابِ استعمال سے ماضی بھول۔ دشوار ہو گیا۔ تفتیشِ تلاش و جستجو، تحقیق۔ ترجمہ وہ لیکن سبب وہ جماعت گزرنے والی (عربی) یا جس کی در انداز ہونے لگے۔ اور وہ (قدیم) زبانِ متروک ہو گئی اور ہن سواتح پر مراد کا بھنا مشکل ہو گیا۔ اور خود لغت کی چھان بین کی ضرورت پڑی اور اس سلسلہ میں سوال و جواب ہونے لگے۔ اور تفسیر کی کشت میں کمی گئی۔ اور ضروری ٹھہرا کہ ہم مشکل مقامات کو بحال طور پر ذکر کریں۔ اور ان کی صفا پس پیش کر دیں۔ تاکہ خود فکر کے وقت طویل بیان کی ضرورت نہ پڑے۔ اور ان مقامات کی توضیح میں سبب (اور صرف کرنے) کی مجبوری پیش آئے۔

یعنی ماہرینِ زبانِ حضرات صحابہ کرام سے جب دنیا خال ہو گئی اور عربِ کلم کے اختلاف سے عربی زبان کا زہدِ بے جہتہ میں عرب میں پایا یا آسمان ٹوٹ گیا، بلکہ زبان بدل گئی، تو قرآن کی بہت سی آیات کے سمجھنے میں دشواریاں پیش آئیں، لغت، نحو، صرف و غیرہ علوم کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ اشکالات و جوابات کے سلسلے چلے پڑے۔ اور اہل علم و ادب سببِ مسلم نے تشنگانِ علمِ قرآنی کی پیاس بجھانے کے لئے تصنیفات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ تو ہم نے ضروری سمجھا کہ مشکل مقامات کا اجمال و سرسری تذکرہ کر کے کچھ نمونے اور مثالیں پیش کر دیں، تاکہ آیاتِ قرآنیہ کو سمجھنے بھاننے کے لئے بہت زیادہ طویل بیانات کی ضرورت نہ پڑے۔

نوٹ :- سابعہ دونوں مشہور جواہرِ احسن، صاحب وادعاطفہ کے بغیر لکھا ہوا ہے۔ جس سے یہ مشہور ہو سکتا ہے کہ یہ جزاء ہے لغتِ حضرت کی جسک فارسی میں وادع وجود ہے۔ عبارت یوں ہے۔ وائ لغتِ اول متروک گشت و در بعض مواضع صعوبتِ فہم حاصل شد۔ الخ۔ واللہ اعلم

فنقول ان عدم الوصول الى فهم المراد باللفظ يكون رائقاً بسبب

استعمال لفظ غریب و علائقہ نقل متنی اللفظ عن الصحاح بقر و  
 التابعین و سائر اہل المعانی و تارۃً یکون ذلک لعدم تسبیب  
 المتسوخ من التاریخ و تارۃً یکون لفظیۃ عن سبب النزول و تارۃً  
 یکون بسبب حذف المضاف او الموصوف او غیر ہذا و سارۃً  
 لا بد الی شیء مکانی و او ایذا الی حرف بحرف او اسم یا اسم او  
 فعل یفعل او لدن کر الجمع موضع المفرد و بالعکس۔ اول استعمال  
 الغیبۃ مکان الخطاب و تارۃً بتقدیر ما حققتہ التأخیر و بالعکس  
 و تارۃً بسبب انتشار الضمائر و تعدد المراد من لفظ واحد و  
 تارۃً بسبب التکوار و الاطناب و تارۃً بسبب الاختصار و الإيجاز  
 و تارۃً بسبب استعمال الکنائیۃ و التعریض و المتشابہ و المجاز العتلی  
 فینبغی لافعل المتعادۃ من الاحباب الی تطالعوا فی مبداء الکلام  
 علی حقیقۃ ہذا الامور و شیء من امثلتها دیکتفوا فی موضع  
 التفسیر یا مثالیۃ و رمیز۔

ترجمہ۔ لہذا ہم کہتے ہیں (تم سنو) کہ لفظ سے (شارع کی) مراد تک نہ پہنچنا کہی لفظ غریب کے  
 استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اس کا اصل صحابہ و تابعین اور اہل المعانی سے لفظ کے معنی کو  
 نقل کرنا ہے۔ اور یہ امر اور تک نہ پہنچنا، کہی مشورۃ کو تاریخ سے اگستہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے  
 اور کہی شان نزول سے غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور کہی مضاف یا موصوف یا الی کے علاوہ  
 دوسرے چیز کے طرف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور کہی ایک چیز کی جگہ پر دوسری چیز کا بدلہ کرنے کی  
 وجہ سے یا ایک حرف کو دوسرے حرف یا ایک نام کو دوسرے نام یا ایک فعل کو دوسرے فعل سے  
 بدل دینے یا مفرد کی جگہ پر جمع کو ذکر کر دینے اور اس کا برعکس کر دینے کی وجہ سے یا خطاب کی جگہ  
 پر غیبیت کا استعمال کی جگہ کی وجہ سے (ہوتا ہے) اور کہی اس چیز کو مقدم کر دینے کی وجہ سے  
 جس کا حق مؤخر کرنا ہے۔ اور برعکس کی وجہ سے، اور کہی ضمیروں کے انتشار۔ اور ایک ہی لفظ

کی متعہ و عمر دین جو غنی و جہت اور کبھی مکرار و اٹھنا پ کی وجہ سے اور کبھی کنایہ، تعریض، تشابہ اور مجاز عقلی کے استعمال کی وجہ سے، لہذا مساد و متعہ دو معنوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ آغا و کلام میں، مفسر اور مفسر کو سے پہلے ان امور کی حقیقت اور ان کی چند مثالوں سے واقف ہو جائیں۔ اور مقام تفسیر میں مکرر اشارہ پر اکتفا کریں۔

**فہم** ۱۔ اس موقع پر جو باتیں زمین نشین کر لیں۔ تب جو عمل و اثر معانی سے مراد وہ علماء ہیں جنہیں الفاظ قرآن کے معانی اور ان کی مراد سے ان کے لئے کمال حاصل تھا، اور جو لوگ شریح علم و مہارت کی وجہ سے معر دست قرآن کی تشریح کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے جیسے زجاج، قرطبی، انہاسی اور ابن الاثیر رحمہ وغیرہ (انہوں میں اختلاف و الجہد ہے)

تبعیہ صرف آیات قرآنہ کو سمجھنے سمجھانے میں دشواری کے مذکور وہ اسباب کے لئے اس باب میں چار فصلیں قائم کی گئی ہیں۔ پہلی فصل میں غریب ناماوس، لغات کی معتبر شروح و تفاسیر کا بیان ہے۔ دوسری فصل میں تاریخ و مفسرین کی تفصیلی بحث ہے تیسری فصل میں شاہی زلفی کے سلسلہ کی ضروری مباحث کا تذکرہ ہے۔ چوتھی فصل میں بقیہ سمات و اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کے علاوہ بائیک، غیر میں ایک اور فصل قائم کی گئی ہے جس میں کنایہ اور تعریض وغیرہ یعنی ان کے اصطلاحات کی تعریف و تشریح ہے، جو ابھی مذکورہ مہارت میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہے۔

اس کے بیان جمالی طور پر ان دس اسباب کے یاد کرنے سے آپ پر کفایت کریں۔

## الفصل الاول فی شرح غریب القرآن

وَأَحْسَنُ الطَّرِيقِ فِي شَرْحِ الْغَرِيبِ مَا صَنَعَ عَنْ تَرْجُمَانِ الْقُرْآنِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ أَبِي صُلَيْحَةَ وَاعْتَمَدَهُ الْبِخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ عَالِمًا ثُمَّ طَرِيقِ الضَّحَّاكِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَوَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ أَسْئَلَةٍ نَافِعِ بْنِ الْأَرَقِيِّ وَقَدْ ذَكَرَ السَّيُوطِيُّ هَذِهِ الطَّرِيقَ الْبَشَّارِيَّةَ فِي الْأَلْفَانِ ثُمَّ مَا نَقَلَ الْبِخَارِيُّ مِنْ تَرْجَمَانِ غَرِيبٍ عَنْ أُمِّهِ النَّفْسِيِّ ثُمَّ مَا رَوَاهُ سَائِلُ الْمُفْتَرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَتَبَعِ التَّابِعِينَ مِنْ شَرَحِ الْغَرِيبِ



اور بیشتر مقامات میں ام بخاری نے اپنی جمع کے اندر اس کی سند پر اعتماد کیا ہے۔ دو مستند تفسیر پر  
مضامین ابن عباس کی سند ہے اور یہی سنہری معیشت حضرت ابن عباس کے لکے احوال کے ہے جو  
آپ کے نامی ابن ابی ذر کے سوالوں کے جواب میں ارشاد فرماتے تھے کہ اب باب ذوق کے لئے چست  
نمودے پیش میں۔ قال فانبع ابن الزرق الضعيف عن قوله تعالى الخيط لا يجر من الغبط  
الاستود قال بن اعين الزهار من سواء الليل وهو الضعيف اذا انطلق انما سمعت قول امية

بن شعيب الخيط الابيض ضوم اضيق منطلق + والخيط الاسود لون الليل مكدوم  
قال اخبرني عن قوله تعالى خذوا زينة قال غطوا زينة واستشهد بقول امية  
ابن ابي العجلت۔

شعيب لك انعمد والتعمد الملك زينة فلان على ملك جدا او امجد  
قال اخبرني عن قوله تعالى لا في غنوه قال في باطل انما سمعت قول هشانة۔

شعيب تملك الامان من حديد۔ وقول انكر مرجع في غرور: اذا قال نوع ۱۰۶  
شرح غرائب میں تیسرا اور چار ان اقوال کا ہے جنہیں ام بخاری نے ان کے تفسیر حضرت تاج محمد حسن  
بقرنی وقت اور اسید بن صیوب ابن مینہ اور عمر وغیرہم رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے۔ جو چوتھا  
وآخری مرتبہ ان اقوال کا ہے جن کو عام مفسرین صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
اجمعین کے حوازی سے غفلت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

نوٹ: مترجم دشمن کی عبارت: وحسن الطرق في شرح غريب القرآن ماصح میں اس طرح  
کا افق عقل و اصل دون کے خلاف ہے۔ خلاف اصل اس وجہ سے ہے کہ فارسی عبارت میں  
و بہترین شرح غریبہ نسبت الیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ غریب لغات کی بہترین و عمدہ شرح  
وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس سے ابن ابی طلحہ کی سند سے منقول ہے یعنی مصنف کا مقصد یہی  
شرح و عمدہ تفسیر کا بیان ہے نہ کہ تفسیر کی جیسا کہ سند کا خاتمہ

اور غایب عشق اسوج سے ہے کہ ماصح عن تاجان القرآن: احسن الطرق في خبر ہے۔ اور اس کا  
مصدوق شرح و تفسیر ہے جبکہ جس کا مصداق سند ہے۔ تاہم یہ کہ مشرب کا محل سند پر منحصر نہیں ہے  
بلکہ یہ عبارت صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ اللہ اسیرہ البیرواح کا لفظ ہو چاہئے تھا۔ بخیر و تفسیر اللہ اعلم





مبلف کی تمام تفسیروں کو بعینہ نقل کر دینا ہے۔ اور اس کی اصلاح و تنقید کے لئے اس کے علاوہ اور مقام ہے اس پر کانے دیکھنے و پرکھنے کا مکان ہے ہر موقع کے لئے الگ کلام اور ہر نکتہ کے لئے الگ مقام دیتا ہے۔

فائدہ :- تفسیر کتبتوں میں جاہا ایک ایک آیت کی تفسیر میں کئی کئی اقوال سامنے آجاتے ہیں جس سے تفسیر کے متبعی غلطی و غبی کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ملاحظہ اسی ذہنی کشمکش کے اذرا کی خاطر فرماتے ہیں کہ مصنفانہ بعض آیات و الفاظ قرآنی کی تفسیر میں غوی و اسلی سنی کے برائے اس کے لازمی مفہوم کو ذکر کر دینے ہیں جس کو متاخرین موافق استعمال اور غوی تفسیرات کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ اور جب ان کی کسوٹی پر وہ تفسیر پوری اور کمری نہیں پڑتی ہے تو مقدمین کا تعاقب اور رد کیا جاتا ہے۔ انہیں تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ موقوف یہ ہے کہ قدیم تفسیرین کے اختلافی اقوال کو متعدد کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے کا مقابلہ محض بعض کہ نہیں اور سلی مطالعہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ان اقوال کی مختلفہ اگر تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ بعض اتفاق و عبارت اور تفسیر کا اختلاف ہے۔

بعض عبارات متفق و حسنات واحدہ و کل فی ذلک الجفاف یشتد۔

سبب اختلاف :- مذاق گفتگو و گرد و پیش کے احوال کی رعایت میں اختلاف عقلی کی اصل عرک ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے کوئی مسل سنی موطوعہ اسے تفسیر کرتا ہے، کوئی اس کے لازمی مفہوم کا تذکرہ کرتا ہے، کوئی اس کی نظیر پیش کرتا ہے، کوئی متعدد اور ثمرات و فوائد کو ذکر کرتا ہے، اور

کوئی ساری یا مخاطب کے مناسب حال تفسیر پر اکتفا کر لیتا ہے۔ جبکہ آیت کریمہ میں بھی تفاہم ساری کو عادی و جامع ہوتی ہے، مثلاً ارشاد باری ہے، **وَاتَّخَذْنَا قُلُوبَهُمْ فُتُورًا**۔ **وَمَا عَنِ الْأُفُورِ** کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، **الرَّجُلَانِ خَافَتَا مِنْ رُؤُوسِهِ**۔

و قیل ارادہم الفناء، و المتعلقان و فیہن ما یصلح ان یکون ذینہ اھما من ذخارف الدنیا۔ ان تفاوت اقوال کو نقل کرنے کے بعد قاضی شمس اللہ صاحب پانی پتی فرماتے ہیں،

و يمكن ان یؤادینا علی الارض علی العورہ کما هو الظاهر و کو کھا زینت من حیث البطایر الجمالی او من حیث ان تظلی شیء و قد خلا فی الذین ثلاث حسن الاشیاء الخمسة تعرف

کما حقہ عند منہ، فہم متبع المصنوع اذہا۔

کچھ کے لئے چار اقوال ہیں۔ لیکن ان میں تضاد من یا اشتقاق ہی نہ ہے۔ بلکہ ان اقوال میں عموم و خصوص کی نسبت ہے۔ خاص میں صاحب کی تفسیر عام ہے۔ بقیہ تفسیر میں خاص، لیکن خاص کے ثبوت سے عام کی نفی تو نہیں ہو سکتی ہے۔ مثلاً انوم، حضور پر تو رسول اللہ علیہ وسلم نے المعضوب ثبت۔ کامصدق یہود کو اور العتالین، کامصدق نصاریٰ کو بتایا ہے۔ بعض مستشرقین کی رائے میں المعضوب سے فتنان و بداعتل اور العتالین سے گمراہ و بداعتقاد لوگ مراد ہیں۔

علامہ آلوسی بغدادی... اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ان تفسیر المعضوب علیہم والعتالین بالیہود والنصارۃ جاء فی الحدیث المتصحیح المأثور فلا یستد بخلافہ (درج العالیٰ صحیح) اور علیٰ مضمر اور بیان نے بھی اس قول پر لطیف طنز کرتے ہوئے فرمایا: واذ اصبح هذا من دسولا اقلیٰ علی اللہ علیہ السلام وجب الصبر الیہ۔ لیکن مشاہدہ صاحب علیہ الرحمۃ کی ہدایت کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو یہ اشکالات کمزور نظر آتے ہیں۔ کیونکہ نہ کہہ تفسیر میں یہ یہ اکابر پر یا ہیں۔ تفسیر ائمہ کے معارض نہیں ہے۔ بلکہ تفسیر انور کو تفسیر اور جامع ہے، اگرچہ یہ بھی صحیح ہے کہ ان دونوں الفاظ کے انہی مصداق یہود و نصاریٰ ہی ہیں۔ لہذا تفسیر انور کو نظیر حیثیت دیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

خورشید النور عن اللہ عنہ رحمہ والہیہ واسانئذہ وتقلیدہ۔

## الفصل الثانی فی معرفۃ الناسخ والمنسوخ

من المواضع الضعۃ فی فن التفسیر لاتی ماحتہا وایسعة جدًا والاختلاف فیہا کثیر۔ معرفۃ الناسخ والمنسوخ۔

ترجمہ:۔ درج فصل ناسخ و منسوخ کی شناخت و پہچان کے بیان میں ہے۔ نفی تفسیر کے ان مشکل مقامات میں حکم کا میزان بہت وسیع ہے اور جن میں اختلاف بہت ہے ناسخ و منسوخ کو پہچاننا ہے۔

یعنی آنا و منسوخ کی بحث بھی فی تفسیر کی مشکل مباحث میں سے ہے جس میں نسخ کے امکان و وقوع سے لیکر ناسخ و منسوخ آیتوں کی تعداد و تمیزیں تک کی اختلافات ہیں، پھر مثبتی و منکرینی کے دلائل اور ان کے جوابات کی بحث بھی تفصیل طلب ہے۔

فتاویٰ مجددہ :- زسلف اختلف پوری اہمیت مسئلہ اس پر متفق ہے کہ قرآن کریم میں ناسخ آیتوں کے ساتھ منسوخ آیتیں بھی موجود ہیں، اگرچہ متقدمین میں ابو مسلم اصفہانی اور معتزلی اور متاخرین میں مولانا جلیل الدین سیوطی و مولانا عبد القادر رحمائی بہاری مرحوم قرآن کی موجودہ آیات میں سے کسی کو منسوخ نہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مولانا بہاری مرحوم نے تو ابو مسلم اصفہانی و معتزلی کو زبردست وکالت کرتے ہوئے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے "قرآن محکم جیس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے" کتاب پر حکیم الاسلام تھری قدس سرہ صاحب قدس سرہ کی طرف سے تقریظ و تحسین اور مفتی فیض الدین صاحب دہلوی تاجی بہاری کے قلم سے پیش لفظ موجود ہے۔ اللہ اللہ فرہست کے کسی وقت میں اس کا بھی جائزہ لیا جائیگا۔

مردست اہل حق کی طرح ہم بھی .. ثبوت نسخ کی بحث سے صرف نظر کرتے ہیں، اور ناسخ و منسوخ آیتوں کی تعداد و تعیین کو محدود کی، متابع میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کریں گے، لیکن اس تفصیل کے آغاز سے پہلے اپنے پیشرو شارحین کی اتباع میں اسی موضوع کی اہمیت اور اس کے متعلق رجال اہل حق کی تفصیلی خدمات کا اجمالی اور نہایت مختصر ذکر پیش کر رہے ہیں۔

**موضوع کی اہمیت** | ناسخ و منسوخ کی حقیقت کو علم و تفسیر کے یہاں بڑی اہمیت حاصل ہے حتیٰ کہ اسے اجتہاد کے لئے موقوف علیہ قرار دیا گیا ہے، اور

اگر تفسیر اس شخص کو تفسیر کی اجازت نہیں دیتے، جسے یہ علم حاصل نہ ہو۔

حضرت علیؑ کا ایک واقعہ کے پاس سے گزر رہا آپ نے اس سے پوچھا کہ اے علیؑ ناسخ و منسوخ، ناسخ و منسوخ آیات کی شناخت تمہارا ہے؟ غریب و غفلت کی طرف سے فتنے میں جو اب پا کر حضرت نے فرمایا: "مَنْ كُنْتَ وَهْلَكَتْ"۔ کہنے اپنے ساتھ دوسروں کی تباہی و بربادی کا بھی سامنا کر لیا ہے۔

کتاب النسخ والمنسوخ للاعلام والاحبار ابو جعفر الطائسی (م ۳۸۰ھ) میں

نسخ کے حاشیہ پر اس واقعہ کا نام عبد الرحمن بن واثق لکھا ہے، اور یہ کہ یہاں حضرت ابو موسیٰ

اشعرئے رفیق تھے۔ لوگ ان کے ارد گرد ملتے بنا کر بیٹھے ہوئے ان سے حوالات کر رہے تھے۔  
 اور یہ ام و بھئی اور چاندو تاجاؤ کو غلط ملکا کر کے جواب دے رہے تھے۔ ہم حضرت علیؑ نے  
 یہ سوال وجوب فرمایا تھا: (واللہ اعلم)

اسی اہمیت کی وجہ سے اسی موضوع پر تصنیف کی بہتات ہے مثلاً کتب النسخ و التسمیۃ  
 علاوہ معروفۃ النسخ و التسمیۃ کے نام سے شیخ آجی مزمل نے، خیابان النسخ بغداد، دمشق و  
 التسمیۃ کے نام سے علامہ ابن الجوزی نے، العوثر فی النسخ و التسمیۃ کے نام سے ابن خرازمی  
 فارابی نے اور افادۃ التسمیۃ فی النسخ و التسمیۃ کے نام سے مولانا صدیق حسن خاں  
 بھوپالی نے تصنیف فرمائی ہے۔

و اقوی الوجوه الصعبة اختلاف قطناج المتقدمين المتأخرين  
 وما علم في هذا الباب من استقراء كلام الصحابة والتابعين  
 أنهم كانوا يستعملون النسخ بأزاء المعنى اللغوي الذي هو إزالة  
 شيء بشيء، لا بأزاء مضمطلح الأصوليين فمعنى النسخ عندهم  
 إزالة بعض الأوصاف من الآية بأية أخرى، أما بانتها، فمدة العمل  
 أو بصرف الكلام عن المعنى المتبادر إلى غير المتبادر أو بيان كون  
 قيد من القيود اتفاقياً أو تخصيص عام أو بيان الفارق بين  
 المنصوص وما قيس عليه ظاهراً أو إزالة عادة النجاسية أو  
 الشريعة السابقة، فالتسع باب النسخ عندهم وكثر جولان  
 العقل هناك والتسع دائرة الاختلاف ولهذا، يقع عدد  
 الآيات المنسوخة خمسمائة وإن تأملت متعمقاً فهي  
 غير محصورة

نوٹ :- یہاں بیات و اقوی الوجوه الصعبة کے بیانے و اقوی  
 وجوه الصعوبة بولیا ہے۔

مگر ترجمہ :- اور دشواری کہ قوی ترین وجہ متقدمین دست آڑیں کی اصطلاحات کا اختلاف ہے۔

اور اس باب میں صحابہ و تابعین کے کلام کے مستقر و متبع سے جو کچھ معلوم ہو سکا ہے یہ ہے کہ وہ لوگ غلط فہم کو معنی لغوی کے بالمقابل استعمال کی کرتے تھے کہ انزال ثریٰ یعنی ایزی ایک چیز کو دوسری چیز کے ذریعہ زائیں کر دینا، چناوینا، ذکر اصولیہ کی اصطلاح کے بالمقابل۔ لہذا ان لوگوں کے نزدیک لہجہ کا معنی آیت کے کسی وصف کو دوسری آیت کے ذریعہ زائیں کر دینا ہے۔ یا آیت میں لہجہ کے اعتبار کو پہنچ جانے کی وضاحت کے ذریعہ یہ کلام کو سنی اعتبار سے سنی غیر اعتبار کی طرف پھیرا یا تہواری سے کسی قید کے تحت آتی ہو نہ کہ وضاحت یا عام کی تعبیر یا منصوص اور آئی چیز کے درمیانی فرق کی وضاحت جس کو اس منصوص پر نظر برتیں گے کہ گیا ہے۔ یاد رہنا جاہلیت کی عادت کو یا سابق شریعت کو مستحکم کرنا۔ اس وجہ سے اس لوگوں کے خیال کے باب کیسی ہو گیا۔ اور اس موقع پر عقل کا دور بڑھ گئی۔ اور ذرا اختلاف نے وسعت اختیار کر لی۔ وہی وجہ سے آیات منصوصہ کی تہا یا تہواریک ہو گیا۔ اور اگر ترجمہ لائی کہ سنی کے کوشش کرتے ہوئے خود گرد تو معلوم ہو گا کہ وہ اذہد و دینا۔ یعنی بحث لہجہ کے مشکل ہونے کا ایک بڑا اور اہم سبب یہ ہے کہ لہجہ کی تعبیر و تہواری میں اتفاق نہیں ہے۔ متقدمین لہجہ کو اس کے لغوی معنی میں استعمال کرتے ہیں جس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جسے ہم علامہ نے سات حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ اہمیت آڑیں کی نظر میں لہجہ ایک مخصوص اصطلاح ہے جس کا دائرہ بہت محدود اور مختصر ہے۔

معنی لغوی انزال ثریٰ یعنی دوسری چیز کے ذریعہ مستحکم کر دینا، چناوینا، ذکر اصولیہ کی اصطلاح کے بالمقابل۔ لہذا ان لوگوں کے خیال کے باب کیسی ہو گیا۔ اور اس موقع پر عقل کا دور بڑھ گئی۔ اور ذرا اختلاف نے وسعت اختیار کر لی۔ وہی وجہ سے آیات منصوصہ کی تہا یا تہواریک ہو گیا۔ اور اگر ترجمہ لائی کہ سنی کے کوشش کرتے ہوئے خود گرد تو معلوم ہو گا کہ وہ اذہد و دینا۔ یعنی بحث لہجہ کے مشکل ہونے کا ایک بڑا اور اہم سبب یہ ہے کہ لہجہ کی تعبیر و تہواری میں اتفاق نہیں ہے۔ متقدمین لہجہ کو اس کے لغوی معنی میں استعمال کرتے ہیں جس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جسے ہم علامہ نے سات حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ اہمیت آڑیں کی نظر میں لہجہ ایک مخصوص اصطلاح ہے جس کا دائرہ بہت محدود اور مختصر ہے۔

متقدمین لہجہ کو اس کے لغوی معنی میں استعمال کرتے ہیں جس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جسے ہم علامہ نے سات حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ اہمیت آڑیں کی نظر میں لہجہ ایک مخصوص اصطلاح ہے جس کا دائرہ بہت محدود اور مختصر ہے۔

تو اللہ تعالیٰ اللہ مشیطان کو مشادیت ہے۔ امام رازی نے اسی معنی میں لفظ کو حقیقت بتایا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ اس کے مقابل میں فقال وغیرہ معنی جو دوسرا معنی پیش کیا ہے یعنی نقل و تحویل، کسی چیز کو دوسری جگہ منتقل کرنا۔ یعنی: اولاً و ابداً کے مقابل میں اخص ہے کیونکہ نقل میں اصل شے موجود رہتی ہے، صرف معنی میں تبدیلی ہوتی ہے جبکہ ابداً عدم کا مطلب ہوتا ہے۔ سرے سے چیز ہی کا عدم و اہمیت و نابود ہو جانا۔ ضابطہ یہ ہے کہ لفظ جبکہ دو معنوں میں داخل ہو جن میں سے ایک معنی عام اور دوسرا خاص ہو تو لفظ کو معنی عام میں حقیقت قرار دینا اولیٰ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ج ۳ ص ۲۲۰۔ معنی ہندی گفتہ اکثر برائندہ کرد از آن حقیقت است۔ (اشارہ مست)

بہر حال مقدمہ میں لفظ نسخ کو: اولاً شے نفسی۔ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ مگر علامہ نے اس کی تفصیل میں چھ شکلیں ذکر کر دی ہیں (نکتہ جو) آیت کے کسی وصف کو دوسری آیت کے ذریعہ ختم کر دینا جس کی روشنی میں اولیٰ ہدایت عمل کے ختم ہوجانے کا بیان جیسے باعنا و اعفوا حقاً یا اللہ یا علیہ۔ میں معافی و چشم پوشی کے حکم پر عمل کرنے کی اوجہ امتیاز مقرر کر دی گئی ہے۔ کہ جب تک کوئی دوسرا حکم نہیں آتا ہے مشرکین کے ساتھ عفو و درگزر کا سلوک کرتے رہو۔ کچھ دنوں کے بعد آیت کریمہ: اُولَئِكَ يَنْتَظِرُونَ مَا تَعْمَلُونَ فَاُولَئِكَ يَنْتَظِرُونَ کہ ذریعہ بیان کرو یا کیا کہ عفو و صغیر پر عمل کی مدت پوری ہو چکی ہے۔ پس سزاوارہ اپنا حرم کی رائے ہے۔ اخبار العفو منسوخہ بابۃ التکلیف۔ قال العلماء ان هذه الآية منسوخة بقوله تعالى۔ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ (کبیر مجید) ابن خزیمہ کے مطابق آیت سیفہ فَاِذَا اسْلَخَ الْأَشْهُرَ الْحُرُمَ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ اذیہ کے ذریعہ ایک سو تیرہ احادیث حرم کے مطابق ایک موجودہ آیتیں منسوخ ہوئیں جو ان تیس محدثوں میں پہلی ہوتی ہیں۔ (الموجز ص ۱۱)

(دوئم) معنی غیر متبادر کے مراد ہونے کی وضاحت جیسے آیت کریمہ: حَقُّیْ يَتَّبِعُنَّ أَكْثَرُ النَّحْلِ الْأَتِخِزِينَ الْحَيْضَةَ الْأَتِخِزِينَ میں خطہ ایضاً و خطہ آسود کے معنی متبادر و سبب و سبب و سبب و سبب اور غیر متبادر معنی۔ یا غرض متبادر و سواہیل، معنی دن کا اچالا اور رات کا اندھیرا ہے۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ میں نے انبیاء علیہ السلام کے لئے ناسخ ہے یعنی میں نے معنی متبادر کے  
 استعمال کو ختم کر کے معنی ثانی متین کر دیے اور حضرت سہیلؑ کے بعد کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک  
 میں نے انبیاء کا نزول نہیں ہوا بہت سے صحابہؓ اس سے سیارہ وسیعہ دھاگے ہی مراد لیتے رہے۔ بلکہ  
 ایک دوسری روایت کے مطابق بعض حضرات اسی خیال پر طوراً ہمہ صاف کے بہت بعد ان کو بڑا  
 آفت بے کچ پہلے تک نہ کھانے رہے۔ اور جب یہ جزہ میں انفجور نازل ہو گیا تو خطا بینین و  
 خیلا سود کے معنی غیر متبادرہ بیان نہ ہوا واصل متین ہو گئے۔ وھذا یقیناً غشی فی التفسیر

الظہوری۔ (نکتہ سبر) آیت کی کسی شرط یا قید کے اتفاقی ہونے کا بیان

یہ بھی متقدمین کے یہاں شے کہلاتا ہے۔ مثال: سب تعریض منہجی سورہ نسا کی آیت کہ میر  
 واد اضر بھنی الارض فلیس علیک جناح ان تقصروا من الصلوة ان شققتوا فی بطنکم لکن ص  
 کفرنا۔ میں ان سے متحرک شرط اتفاقی ہے۔ التعلیل بقولہ تعالیٰ ان شققتوا لالیس للشرط وانا خیر  
 منخوج الغالبہ اذا کان الغالب علی المسائلین الا خوف فی الامداد۔ (روایت ۱۵ ص ۵۸۶) اسی وجہ  
 سے شارحین التفسیر کثیر نے اس موقع پر ایسے مثال میں پیش کیا ہے۔ اور حضور اقدسؐ علیہ السلام علیہ وسلم  
 کے محل یمنی۔ حالت دامن میں قعر فرماتے کہ اس شرط کے لئے ناسخ ہوتا ہے۔

خیالی بتی کا۔ لیکن دائم و محروف کا تفریق یہ مثال موقع و مقتضا حال کے مناسب ہیں ہے  
 کیونکہ موضوع بحث وہ قید اتفاقی ہے جس کو متقدمین نے منسوخ بتایا ہے۔ جبکہ اس قید یا شرط کا  
 منسوخ ہونا متقدمین میں سے کسی سے منقول نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ ابو جعفر عثمانی صریحاً سورہ نسا کی  
 دس منسوخ آیتوں کے لئے ایک ایک باب قائم کرنے کے بعد اس آیت کریمہ کا ذکر کرتے ہوئے  
 لکھتے ہیں: انما المراد لہا بان لا یصح عندہا انھا ناشئة ولا منسوخة ولا ذکرھا  
 اخذ من التفسیر میں بطریق و من ذلک فی ذکر (الناسخ والمنسوخ)۔

اور ہمارے معلومات کے مطابق اس خرمیہ قاری کی کتاب۔ الموجز فی الناسخ والمنسوخ۔ میں بھی  
 اسی آیت کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ وہ پچھتر کتابوں کی تفصیص ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

مسائل حال مثال:۔ سورہ بقور میں ارشاد و بانی ہے۔ العزیز العزیز العزیز العزیز العزیز  
 بالانقی۔ بظاہر مذکور میں اصناف (حر و عبد، انقی) کا قصاص منقول و تامل کی ممانعت کیساتھ

مقید ہے۔ اگر یہ قید اقرار کی ہے تو بعد کے بار میں خود اور انھی کے بار میں وجہ کا قصاص شروع نہیں ہوگا۔  
 اثناف و سنین ثوری اور قاضی ابن ابی سنی وغیرہ کے نزدیک یہ قید گویہ اتفاقی ہے۔ اور آیت کریمہ  
 "ان نفس بالنفس" اس کے لئے بیان ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ، امام شعبہؒ و ترمذیؒ و حضرت  
 سعید بن المسیبؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ کے نزدیک قید اقرار کی ہے اور دوسری آیت اس کے لئے مبالغہ  
 ہے۔ (دیکھئے: فتاویٰ الشیوخ ص ۱۸۱ باب کتاب ابن سنان و النفسون ص ۱۸۱)

نمبر ۲۰۰ اتفاق عام کی تخصیص۔

تخصیص کے معنی ہیں: "تخصیر الصار علی بعض افراد"۔ یعنی اتفاق کے حکم کو اس کے بعض ہی افراد کے ساتھ  
 خاص کر دینا۔ مثلاً: "ارشاد براتی: لا تدخلوا بیوتنا غیر ہستہ تک حتی تستبشروا"  
 "تستبشروا غن"۔ اہل بیت عام ہے۔ جس میں بالشیخ وغیرہ انہی پر قسم کے گھر داخل تھے۔ آیت کریمہ  
 "لیست علیک جناح ان سدا دعوا یمسونا غیر مسکونہ" یہاں متاع ذکر سے اس میں تخصیص  
 ہوئی اور غیر بالشیخ رکعات استیذان کے حکم سے مستثنی ہو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ان کے  
 شاگرد رشید حضرت عکرمہؒ سے منقول ہے کہ یہ آیت بالشیخ ہی کے لئے نازل ہے اور بیان کرتے  
 ہیں: "یومئذ یومئذ قیاس فاسد"۔ جس میں قیاس صحیح کہ پوری شرائط پائی جاتی ہو  
 قیاس فاسد کی تردید اور مخصوص وغیرہ مخصوص کے درمیان فرق

کی وضاحت بھی مقدمہ میں کے یہاں نسخہ کی ایک شکل ہے۔

مثلاً: "ایشیہ و شاریہ نے اس کی مثال یہاں مشرکین کے قول: "افتان بیع جمل المؤمنین"  
 کو قیاس فاسد کی حیثیت سے اور ارشاد براتی: "فاحض الله التبیح و تحقر لا یتبأ" کو بیان قاری  
 اور نسخہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اور حضرت الامام ابو قلزہ نے ایک اور شانہ بھی پیش کیا ہے۔  
 کہ درجہ جاہلیت کے لوگ، اللہ کے نام کے ذریعہ درجہ جاہلیت پر قیاس کر کے ہمارے دوسرا رب  
 وغیرہ کو جائز قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں: "ما جعل الله مع البعیدة ولا الشاہدین  
 ولا جہلہ ولا عبادہ ولیکم انذم کفر" ایفادہ: "ما جعل الله الکذب قرأ"۔ پھر حضرت  
 زید صاحب علی المرتضیٰ کا یہ قول نقل فرمایا ہے: "فتیہ مقدمہ میں کی اصطلاح میں مطلق نزلہ کے معنی ہیں  
 تسلیم ہونا تھا جس میں بہت عزم تھا جس کی نظر اہل حق کے یہاں بوجہ اس کی جس کا نسخہ یہاں



میں متقدمین کے نزدیک ایک قسم کا نسخہ ہی تھا۔ لہذا علم نجوم و علم زلی خسوع ہے کیونکہ ان کے علماء نہیں رہے۔  
 انکی کتابیں بالکل کی تردید کی گئی ہیں۔ اہل ہے۔ جیسے بائبل و سوراہ کا نسخہ ان حکم کی توثیح عمل کے خلاف  
 کا بیان تو نسخہ ہی ہے۔ (مشاورۃ الامور الکبریٰ ص ۱۵۵ بحوالہ زکریا بن یحییٰ)

دہشت بریں جاہلیت کے طور پر تفریق اور جنگ رسول کی تردید کو بھی متقدمین کے یہاں نسخہ کہہ دیا جاتا تھا  
 مثالاً :- «وَأَنَّ مِنْ بَيْنَاهُمْ ذُنُوبًا كَثِيرَةً يَوْمَ تُخْرَجُونَ مِنْهَا وَتَذُنُونَ فِيهَا فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ» متقدمین نے یہی  
 آنیٹ تصدیقاً اقرار کیا کہ ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ یہ آیت جاہلیت کے اسی نظریہ اور دستور  
 کی تائید ہے کہ وہ ظہار سے بیکری حرام ہو جاتی ہے اور وہ طلاق کا ایک طریقہ ہے۔ حضرت طرک و حضرت  
 ابن عباس سے اسی قسم کی روایت نقل کرتے ہیں، کتاب تاریخ الامم ص ۱۵۵

مثال ۲ :- یہ آیت طلاق میں سے طلاق کی تحدید معلوم ہوتی ہے۔ زائد جاہلیت کے غیر معروف و ظلال  
 کی بیکری رسم کے لئے تاریخ ہے۔ (کتاب تاریخ الامم ص ۱۵۵)

ان متقدمین کے نظریہ کے مطابق نسخہ کی چھٹی شکل۔ شریعت سابقہ کے کسی حکم کے خلاف  
 قیصل دینا ہے۔ مثال :- «فَمَنْ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ فَتَاهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ» متقدمین نے یہی  
 تا صحت لکھا کہ علیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام دیے ہیں، ان کے خلاف  
 کار النسخ فی بنی اسرائیل ولریسکی اللہ یتہ فضل اللہ عز وجل لہذا الاثر قرآن علی الایہ  
 قال عفرہ ان یقبل الذین فی العہد۔ (تاریخ الامم ص ۱۵۵)

انما متقدمین کے لئے شریعت جو سورہ میں منسلک کی سزا صرف قصاص تھا۔ اللہ تعالیٰ نے  
 قتل محمدی اس وقت کے لئے دیت کی گنجائش نکال کر سزا حیل شریعت کر منسوخ کر دیا۔  
 مذکورہ تمام شکلیں متقدمین کی فکر میں نسخہ ہیں۔ بلکہ کسی لغوی کے غم پر نظر رکھی جائے۔ تو اشتداد  
 شرط اور صفت کا ذکر بھی نسخہ میں داخل ہے۔ محمد ذکرہا من الضحیٰ فی اعداءہ المومنین۔  
 اس تحیم کا نتیجہ یہ نکھڑ کر کتاب اللہ کی منسوخ آیات کا تعداد پانچ سو تک پہنچ گئی بلکہ ماترہ کے  
 بقول اگر نظر غائر کلام اللہ کا معاند کیا جائے تو آیات منسوخہ، عداد و شمار سے باہر ہیں۔

وَالْمُنْسُوخُ بِاصْطِلَاحِ السَّاحِرِينَ عَدَدٌ قَلِيلٌ لَا يَمِيتُ الْجَسَدَ اخْتِرَافًا  
 مِنَ التَّوْحِيدِ وَقَدْ ذَكَرَ الشَّيْخُ جَلَّالُ الدِّينِ السَّيُوطِيُّ فِي كِتَابِ الْاِتْقَانِ

بتقدیر مبسوط کیا یعنی بعض مآذکرہ العلماء ثم حضرت المنسوخ  
الذی فیہ رای المتأخرین علی وفق الشیخ ابن العربی فعندہ قریباً  
مئین عشرین آیتہ ولفظ فی اکثر تلك العشرین نظر فلنورد  
کلامہ مع التعقب ۔

المتعقب :- حضرت غزالی عمدہ لکھنا ، عند دفعہ ہذا شمار کرنا۔ فلنورد فارہائے سبب لنورد  
ایراد سے فعل امر ایضاً لانا ، ذکر کرنا التعقب ، گرفت کرنا ، تعقب تلاش کرنا۔ یا پھر عقب علی کلام  
تبعیتاً سے ہے جس کے معنی میں نوٹ لگانا چاہے تاہم یہ ہوا تردید کی ۔ یا حصن عزہ من کی  
صورت میں :- ذکرنا فی العزہ

بالاعلام :- جلال الدین السیوطی کا نام عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین الغفیری  
المصری ہے۔ مقام السیوط میں پیدا ہوئے جس کی نسبت سے سیوطی کہلاتے ہیں۔ سنہ ۷۸۸ھ میں  
یکم ربیعہ کو ولادت یا سخاوت ہوئی اور سنہ ۸۵۷ھ میں جمعہ مورخہ ۱۵ جمادی الاولیٰ کی شب میں  
محر کے وقت اکسٹھ سال دس بیسے چند یوم کی عمر میں تفسیر و حدیث انداز کیا و ادب جیسے عظیم  
علوم کا یہ نام آشیاذ قدس جا پہنچا ۔

الشیخ ابن العربی :- سے مراد ابو بکر محمد بن عبد اللہ الحافری الاندلسی کی ذات گرامی ہے جو اشبیلیہ کے  
خاصی القضاۃ ، اسلامی علوم کے امین ، تفسیر و حدیث کے ماہر اور فقہ حنفی امام مالک کے متبع تھے۔  
تفسیر و حدیث کی خدمت آپ کا مشغلہ تھا۔ مارۃ الاچوز کی کے نام کے سنن ترمذی شریف  
کی شرح فرمائی اور احکام القرآن کے نام سے چار ضخیم جلدوں میں آیات الاحکام کی تفسیر لکھی ۔  
آپ ابن کے علاوہ بھی کئی مفید کتب ابن کے مصنف ہیں ۔ اس وارفانی میرا آپ کی بود و باش  
تفسیر بنا پچھتر سال رہی۔ مشائخ میرا آپ کی ولادت یا سخاوت کی تو مشایاں منائی گئیں  
اور سنہ ۸۵۷ھ میں وفات حسرت آیات کی غم انگیز خبر نے ایک عالم کو سوگوار کیا۔

نوٹ :- ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ و فسطا الکلم جنس تصوف میں خاصی شہرت حاصل ہے۔  
وہ اور ہیں۔ اور یہ ابن العربی جو مسکریں ، ابن کا لقب بھی الدین اور نام محمد بن علی بن محمد بن احمد

یہ عبد اللہ حاکمی ہے۔ ۱۲۵۵ھ میں ولادت اور ۱۳۲۸ھ میں وفات پائی۔ دکنائی (روضہ شمس)  
 اقلانی تھے۔ علم فرائض پر علامہ سیوطی کی ایک اہم اور مشہور کتاب ہے۔ جسے مصنف نے سپیکرٹوں  
 کتابوں کے مطالعہ کے بعد کم بیش تفسیر چار رسائل کی طویل مدت میں اپنی تفسیر، مجمع البحرین و  
 مطلع البدرین، لکھ کر مدینہ منیہ میں تصنیف فرمایا تھا۔ انکی نوعوں میں کتاب کو تفسیر فرمایا  
 ہے اور علوم کے دریا بہائے ہیں۔

**توضیح :-** اور منسوخ دست آفرین کی اصل طبع کے مطابق تھوڑی تعداد میں ہے۔ بالخصوص  
 اس توضیح کے مطابق جسے ہم نے اختیار کیا ہے۔ اور شیخ جلال الدین سیوطی نے انکشاف میں  
 تفصیلی تفسیر کے ساتھ بیضا کو مناسب ہے اس میں سے کچھ ذکر کیا ہے۔ جسے علما نے ذکر فرمایا ہے  
 پھر اس منسوخ کو شیخ ابن العربی کے حواشی اچھے انداز پر لکھا ہے جس میں متاخرین کی رائے ہے۔  
 اور انکی جہتیں شہر کر رہی ہیں۔ اور فقیر کو اس میں کی اکثر آیتوں میں تامل اور اشکال ہے۔  
 لہذا ہم سیوطی کے کلام کو نہیں اپنی رائے کے ساتھ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

تفسیر وہ مترجم، رقم کو خط کشیدہ ترجمہ کے گنک اور قواعد وضع ہونے کا پورا احساس ہے۔ تاہم عربی  
 عبارت کی رعایت میں آپ بھی اسے تھوڑی دیر کے لئے انگیز کر لیجئے اور آئیے بہارِ فکر حاصل فرمائیے  
 عبارت کا مطالعہ کریں تاکہ حاکمی کے مقصد تک رسائی حاصل ہو سکے۔ اور مترجم دمشق کی عصری  
 عبارت کا بدلہ تیار کیا جائے۔

**فارسی عبارت :-** شیخ جلال الدین سیوطی در کتاب اقلانی بعد از انکہ از بعض علماء آچہ مذکور  
 شد بربط لائق تفسیر بر نمود و اسچہ بروائے دست آفرین منسوخ، صحت بروقت شیخ ابن العربی عمر  
 کرد مغرب بہت آیت شمرده۔

**اورد و ترجمہ :-** شیخ جلال الدین سیوطی نے کتاب اقلانی میں۔ اس کے بعد کہ جو کچھ بعض علماء  
 سے منقول ہے (اسے) مناسب تفصیل کے ساتھ تحریر کیا اور جو کچھ ابن العربی کی رائے کے مطابق  
 دست آفرین کی نظر میں منسوخ ہے (اسے) لکھا۔ میں بتیں شمار کر رہا۔

عربی ترجمہ :- لہذا عربی عبارت اس غرض ہو تو ہم کا مقصد آسانی بھی میں آجائے۔

”الشیخ الشیوخی علی بن کتاب: ”اقلانی“ قریباً مائتین آیت بعد ذکر قاریہ بعض

بعض من العلماء بشرح مناسب و قفا ہو منسوخ عند المتأخرین علی دافئ الشیخ ابن العربی  
**قائد** :- مہارت کی وضاحت سے پہلے متغری کے نظریہ کے مطابق نسخ کی اصطلاحی تعریف  
 وہی نہیں کر لیں۔ تعریف :- ہو بیان استقامت الحکم الشرعی المطلق الذی فی قدسہ برافعالہما  
 استوارۃ لولا بطریق التعارض (کتاب التعلیق ص ۱۷) یعنی النص جدید کے ذریعہ حکم شرعی مطلق  
 عن الوقت کے اختتام کا ایسا مرکز برپا کیے ہوئے کہ صورت میں حکم مطلق کے استخاری و دائمی  
 ہونے کا خیال ہو۔ تعریف :- ہو فی الشریعۃ عیاناً و باطناً رفع الحکم بدلیل متأخر (۱۰)۔

دلیل جدید کے ضمیمہ کسی (سابقہ) شرعی قانون کو انما لینا نسخ ہے۔

تعریف :- بیان انتہاء حکم شرعی بطریق شرعی مترایع عنہ حتی لا یجوز امتثالہ (۱۱) اس میں  
 بعض شریعت کے کتب جدید طرز تقریر کے قدیم حکم شرعی کی مدت علی ختم ہو جانے کا ایسا بیان کر قوم  
 حکم پر عمل کی گنجائش یا نہ ہونے کے، اس کی تائید علماء رسول کے ارشاد - انما النسخ الا بالہکم  
 حتی لا یجوز امتثالہ - سے بھی ہوتا ہے۔ لیکن غلط کشیدہ قید پر انترزا نہیں ہے۔ مدت بدر  
 و بعد تک انتفاء اللہ تعالیٰ۔

وحقیقۃ اللہ (مدقہ الحکم للعباد بالنسخ بالنسبۃ الی علو اللہ تعالیٰ والواقع بیان و  
 بالنسبۃ الی تابدیل (۱۲) (۱۱ ص ۱۷۷)

ماہرین میں یہ کہ علماء رسول نے اپنی مشہور تصنیف - کتاب الاتقان ذی فہمہ الفقہاء میں نسخ پر  
 گفتگو کرتے ہوئے آؤ فقہاء میں علماء کرام نے رسم فرمائی ہے۔ پھر شیخ ابن العربی کی رائے کے  
 موافق ہی گئے ہیں تاہن کا ذکر فرمایا جو مستغری کے نظریہ کے مطابق منسوخ ہیں اور فرمایا تا  
 ظاہر کہ ہے جس میں بعض آیتوں کے سلسلہ میں ابن العربی کی رائے سے اختلاف کیا ہے چنانچہ ان  
 آئین آیتوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ فہذا بعدی و عشرین آیت منسوخۃ علی خلاف  
 فی بعضها الا یصح و ہو فی النسخ فی غیرہا و الا یصح فی الاستفاد ان النسخۃ الاحکام وخصات  
 تسع عشر و یضم لیہا قولہ تعالیٰ - فَاَیُّ شَاؤُلُوا فَاَکْفَرُوا وَجْہُ اللہ - علی دافئ ابن عباس  
 انہا منسوخۃ بقولہ تعالیٰ - فَاَیُّ شَاؤُلُوا فَاَکْفَرُوا وَجْہُ اللہ - و جہلک منظر المسبحو الخ و امرو الایۃ فتمت عشرین

فمن البقرة قوله تعالى: كَتَبَ عَلَيْكُمْ إِذَا أَحْضَرْتُمْ أَحَدَكُمْ الْمَوْتَ، الآية منسوخة قبل بآية الموارث وقيل بحدیث، لا وصیة یوارث، وقیل بالإجماع حکاها ابن العربی قلت منسوخة بآية یؤصیکم الله فی اولادکم، وحدیث، لا وصیة، متبیین للنسخ.

ترجمہ :- چنانچہ بقرہ میں ہے باری تعالیٰ کا ارشاد کہ تم پر لکھا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی پر والدین اور اقرباء کے واسطے وصیت فرض کر دی گئی ہے، اس وقت جبکہ تم میں سے کسی کو موت آئے بشرطیکہ اس نے ملک چھوڑا ہو، کہا گیا ہے کہ ایت میراث ہے، اور کہا گیا ہے کہ وصیت لا وصیۃ لوارث ہے (جس کے معنی ہیں کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں) اور کہا گیا ہے کہ اجماع ہے، اسے ابن العربی نے قتل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ آیت یہ صیغہ خدا سے منسوخ ہے اور حدیث لا وصیۃ لوارث نسخ کے لئے بیان ہے۔

قائدہ ۱۔ وہاں کثیر ایسی جہتیں ہیں، ابن العربی نے سنت قرین کے نظریے کے مطابق منسوخ الحکم مانا ہے۔ اور علماء کرام نے اتفاق میں تفصیل و تنقید کے ساتھ ان کا ذکر کر دیا ہے۔ مانتا ہوں یہاں سے ان آیتوں کو تفصیل کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اسی میں سے چھ آیتیں سورہ بقرہ کی ہیں آل قرآن کی ایک اور مائتہ و تین کی تیس ہیں، افعال و ہارات کی ایک ایک، اور کئی دو آیتیں مجاہد، سحیحہ اور زمزلہ کی ایک ایک، یک ایک ایسی ہیں۔

سورہ بقرہ کی پہلی آیت، کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان تروا خیر من الوصیۃ، قوله الذین والاقریبین بالعرف حقا علی المقتضون۔ ہے۔ اس آیت کے ساتھ تاریخ کی تفصیل سے پہلے آیت سے متعلق چند اہم اور مفید معلومات کا ذکر کیا نہیں کرنا ضروری ہے۔

(۱) الوصیۃ فی الشرع: عہد خاص، معنائ الف ما جعل الموت۔ (۲) تروا من خیر: (۳) ایسے املاطرح شریعت میں وصیت سے وہ چاہتیں مراد ہوتی ہیں جو وصیت کرنے والے کی موت کے بعد اس کی عمل درآمد ہوتی ہیں۔

(۴) شرعی وغیرہ معنی میں مناسبت، یہاں الوصیۃ الشرع بالشرع اذا حصلت فیہ۔



۳۱) مؤمنین پر (بال وصیت) کی مقدار کا ایک ٹکٹ سے نام نہ ہونا جیسا کہ ابوہریرہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی مسادیت سے ثابت ہوتا ہے۔ لیکن علاوہ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم شریف میں ایک اور حدیث (بلا سند ہی) ذکر کی ہے کہ ایک صاحب نے عرض الموت میں اپنے چچہ غلام آزاد کر دیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے حق میں آزادی کا اور بقیہ چار کے بارے میں رقیقت و غلامی کا فیصلہ فرمایا۔ (دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۱۸۱)

علامہ سیوطیؒ نے آیت وصیت کے تاج کے بارے میں تین قول پیش فرمائے ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ آیت وصیت، آیت میراث پر ایک ہفتہ زاد ذکر آج سے منسوخ ہے بعد از ابن عباسؓ کے علاوہ حضرت ابن عمرؓ، عکرمہؓ، مجاہدؓ، قتیبہؓ اور امام مالکؓ امام شافعیؒ رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی اس کے قائل ہیں۔ (دیکھو درجہ ۵ ص ۲۲۰ و ۲۴۰ درون المعانی ص ۱۶۱) اور یہی راجح بھی ہے۔ کیونکہ دونوں آیتوں میں اس وصیت سے کھلا تعاون ہے کہ آیت وصیت میں والدین اور اقربین کے حصوں کی تعیین نہیں کی گئی تھی جبکہ وصیت کو فرض قرار دیا گیا تھا۔ لہذا ما شاہنا پڑیگا کہ جس کی تعیین میں بندہ کو اختیار دیا گیا تھا۔ اور آیت میراث میں وہ اختیار سلب کر کے بنیائے اللہ چھتے متعین کر دئے گئے پھر: **لَا تَدْرِي لَكُمْ نَصَبٌ** کہہ کر اس کی حکمت بھی بتا دی کہ جس کی تعیین میں صغر مصالح پر مبنی ہے تم ان سے نا آشنا ہو اس لئے ہم نے خود چھتے متعین کر دئے ہیں۔

دوسری صاحب کا اشکال محل اشکال ہے۔

اس پر تیسری بحث۔ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اشکال کہ: آیت میراث، آیت وصیت کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے لئے تاکید ہے۔ کیونکہ اس سے صرف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وصیت میراث پر مقدم ہے۔ خود محل اشکال ہے۔ کیونکہ وصیت میراث پر مقدم ہے اس سے: **« وصیت لوالدین و اقاربہا، مروا نہیں۔ اس لئے کہ وہ وارث ہیں۔ اور وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ »** لادعیۃ لوارثہ، فرمایا گیا ہے۔

فخر الاسلامؒ (ہو ابوہریرہؓ عن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العوف فی مشکوٰۃ و المتوفی عنہ) نے بھی دونوں وصیتوں میں معاشرت ثابت کی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ آیت میراث

آیت وحیت کے بعد اس وقت نازل ہوئی ہے جبکہ وحیت علو الہیہ محمود و مشہور ہو چکی تھی، اس لئے اگر آیت میراث میں وہی وحیت محمودہ ہی مراد مقصود ہوتی تو اسے مکرر کے بجائے محقق لانا ضروری تھا۔ (دیکھو روح ۲ ج ص ۵۲)  
شیخ ابو بکر جہاں متوفی ۸۷۲ھ نے بھی اسی دلیل سے دونوں وصیتوں میں معایرت ثابت کر دی ہے۔ (دیکھئے احکام القرآن ۲ ج ص ۱۶۷)

دوسرے یہ کہ آیت میراث میں وصیت سے اگر وحیت لواء الہیہ مراد لی جائے تو دوسرے سے ایک استحالہ لازم آئے گا، یا تو تقدیم الشی علی نفسه جو مسئلہ محال ہے، یا فیصلہ خداوندی کا ابطال جو شرعاً محال ہے، کیونکہ ولایت میں کے جتنے آیت میراث میں منہاج اور متعین کے جاپیکے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہندہ کی وصیت یا تو میراث کے مطابق ہوگی یا مخالفت۔ موافق ہو تو میراث میں وصیت ہوگی، اور میراث پر وصیت کی تقدیم تعادلاً اللہ علی نفسه کے مرادوں ہوگی جو مسئلہ محال ہے، اور اگر وصیت میراث کے مخالفت ہو تو نفاذ جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس صحت میں ہندہ کے فیصلہ کو خدائی فیصلہ پر مقدم کرنا لازم آئے گا جو جو حقیقت فیصلہ خداوندی کا ابطال ہے، وہو محال شرعاً۔ واللہ اعلم بالصواب

فہرہ شہید انور پر ترمیمی پوری مختصر

دوسرا قول علامہ ربیع کے مطابق علما کی رائے ہے کہ آیت وصیت حدیث نبوی الخ لا یرث وحمیہ الصلوۃ والصلوۃ والاوصیۃ دوا رب کے ذریعہ منسوخ ہے۔ اس قول کا تذکرہ رازقی، تاتوی، ابو استود، خاص شمس المذہب صاحب پانی پتی، ابو جعفر الخاس وغیرہ نے کیا ہے، لیکن قاضی کے نام کی تصریح کسی نے نہیں کی ہے، اور امام مالکی نے وہ صکر اقبال کی حرمان پھر بھی معتوی اعتماد پر رد و قدح کی ہے۔ اس قول پر ایک مشہور اشکال یہ ہے کہ یہ حدیث غریبہ ہے، اور غیر واحد سے کتاب اللہ کا نسخ جائز نہیں، اس کے کئی جواب دئے گئے ہیں۔

پہلا جواب یہ کہ آیت نے اس روایت کو تلقینی یا اعتقادی سے نوازا ہے، اس لئے وہ متواتر کے (درج میں ہے۔ وطنی الاختصاصات المتلقى: لا یقتضی انما بالقبول انتظامت فی سہلک المتواتر فی صحیفۃ النسخ بجاہل ان یستأخذ من اللہ اسرار حمہ



## افاداتِ علمِ محترم

حضرت مولانا محمد احمد رضا زید محمدی رحمہ اللہ استادِ حدیث و تفسیرِ القرآن العظمیٰ

قول: محرف لانا ضروری تھا۔ (۱) ضرورتِ قرآنِ مجسم ہے۔ کیونکہ اللہ نے اذاعینت معصیۃ کا نام نہ لیا۔ نہ یہ معصیۃ کا قول۔ یہ تو عددِ کثرت کی ہی کٹی نہیں ہے۔

(۲) قول: سلفیہ پر تو میراثِ عین و نصیحت ہوئی، الخ۔ یہ استیصالِ قابلِ غور ہے۔

(۳) من بعدہ لا ولیتہ کی وجہ سے، الخ۔ میں غلط و صغیرہ سلفیہ ہے۔ اور کثرتِ سلفیہ کا اطلاق بھی غلط و منافق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ غیر وراثت کی تبدل کے ساتھ تعید کرنے کی دلیل، لا وصیۃ الخ۔ ہی کو بتایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ خبر، حدیث کے وجہ سے غلطی ہے۔ اس سے تعید کرتا یہ اللہ جائز نہیں ہے۔ وہی قتل یا جہول کی راہ سے، اس کو متواتر قرار دینے کی بات تو وہ فاضل صاحب کے دلی کو نہیں گئی۔ جب تعید یہ صحیح نہ ہوئی تو تاکید کا قول صحیح ہے۔

(۴) غلطہ معارف کے قاعدہ کا شمار بھی غلطی، خطاب سے جائز نہیں ہے۔

(۵) لا وکیلین کا لفظ آیت و نصیحت میں عام ہے۔ آیتِ براءت نے سب کے بعض افراد کے لئے صحت کی نصیحت کی کہ وہی حرمت کے بارے میں ماکت ہے یا حد، حد و صغیرہ کے فریضے سے جو کثرت۔ فوجیہ: نہ منی مناسب، جو مانع کو مانع بنائے ہیں وہ خلافِ منابط نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کرام کا اجماع اور اہل بیت کی وصیل ہے کہ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور میں نہیں جو کثرت۔ نہ جس کا ثبوت وہ روایات میں ہیں جو سندِ اجازت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

ملے شریعت میں قائم و دائم کے اشکال پر جو نقد کیا گیا ہے۔ یہ قابلِ قدر ذراقت۔ اس کا نقد کی تردید میں۔

نہ اس کی نظر سے یہ ان روایات قرآن کی نہایت بظاہر کے لائق ہیں۔ لہذا ان کو مستعمل کیا جا رہا ہے۔



• آتشِ بے آزار، کا نام ہے۔ اور رائے شخص و امجد کی ہو یا جماعت کی قرآنِ کریم کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے۔ اس لئے جمہور کا نہ سمجھنا کہ جماعت، مانع، نہیں بن سکتا ہے۔ بالاجماع گوہر کسی مانع کے وجود کی دلیل بنایا جاسکتا ہے، چنانچہ قرعہ ہی اسی راہ پر چلے ہیں۔

اور ضابطہ ہے: للاجماع لا یمنع ای: یمنعہ شیء ولا یمنع ہونہ بقاء لکن یدل علی غلطی تاسیخ ای: علی وجود تاسیخ غیرہ۔ (مندیب الراوی علی تعریب (مندیب الراوی) ص ۱۷)

شاہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ آیت میراث مانع اور حدیث نبوی اس کی تفسیر ہے، یعنی آیت میراث میں حصوں کی تعیین کا مقصد دینی و اخروی حق میں وصیت پر پابندی قائم کرنا ہے۔ میراث اور وصیت میں کسی کو تعارض نظر آئے یا نہ آئے حق میراث تعیین ہو جانے کے بعد وصیت کا دروازہ وراثہ کے حق میں بند ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے: لا وصیۃ لوارث، فرما کر آیت میراث کے اسی مقصد کی وضاحت فرمادی ہے۔

تعلیق کی کوشش: ہمارے ذالوق صاحب القول الکلیہ نے آیت میراث و وصیت میں تعیین دیتے ہوئے فرمایا کہ بعض اعتبار سے آیت کریمہ اب بھی مہول ہوا ہے، یعنی جب صورت کو نظر نہ ہو کر اس کے وراثہ، مالی میراث کو شرعی طریق کے مطابق نہیں تقسیم کریں گے۔ اور میرے رواج کے بعد میراث کی تقسیم میں ظلم و زیادتی ہوگی۔ ایسی صورت میں میراث کے ذریعہ واجب ہے کہ گواہوں کی موجودگی میں تمام ارشاد کے شرعی حقوق و حصص کی وصیت کرے۔ بلکہ، فکر و تضرع، میں اس کی کھٹا پڑھی بھی کرادے۔ اس توجیہ پر دونوں آیتوں میں کوئی تضاد منجمیع رہ جا۱۳ ہے۔ (القول ص ۱۷)

طالب علمانہ اشکال: دفع تعارض کی کوشش قابلِ تدریس ہے، لیکن اس پر ایک طالب علمائے اشکال یہ ہے کہ آیت وصیت کا جب نزول ہوا تھا اس وقت نہ آیت میراث تھی اور نہ وراثہ کے یہ حقوق مشرک ہوئے تھے، تو کیا آیت وصیت میں غیر مشروع حقوق کی وصیت کو شرعی قرار دیا گیا تھا؟ غلطی یہ ہے کہ نزول کے وقت آیت وصیت میں ان حقوق کی وصیت کا پہلو موجود ہی نہیں تھا۔ وراثہ ظلم بالانصواب

قوله تعالى: وعلى الذين يطيقونه فدية قبل منسوخة بقوله لمن  
شهد منكم الشهر فليصمه وقيل بمكة ولا مقدراً قلت عندي  
وجه آخر وهو ان المعنى وعلى الذين يطيقون الطعام فدية هي  
طعام مسكين فاضمر قبل الذكر لانه متفقاً مرتبة و ذكر الضمير  
لان المصروف من الفدية هو الطعام والمراد منه صدقة الفطر عقب  
ان الله تعالى الامر بالصيام في هذه الآية بصدقة الفطر كما عقب  
الآية الثانية بتكبيرات العيد.

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان الذين يجتنبونه فدية، کہا گیا ہے کہ منسوخ ہے۔ اس کے  
فرمان میں نجدت بنكر الله فدية سے۔ اور کہا گیا ہے کہ مکرت ہے اور لا عقیدہ ہے۔

میں کہتے ہیں کہ میرے نزدیک دوسری توجیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آیت کے معنی ہیں اور ان  
لوگوں پر جو کھانے کے کھانے پر قدرت رکھتے ہو یا حد یہ ہے وہ ایک مسکین کا کھانا ہے تو  
امرت کے ذکر سے پہلے ضمیمہ ہے اس وجہ سے کہ وہ نسبتاً مقدم ہے اور ضمیر کو ذکر لائے۔  
اس وجہ سے کہ فدیہ سے مراد طعام ہے اور اس سے مراد صدقہ فطر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا  
کہ جس آیت میں صدقہ فطر کا ذکر فرمایا جیسے کہ دوسری آیت کے آخر میں تکبیرات میں ذکر کیا۔  
فائیدہ :- متن میں اذان آیت کریمہ کے نسخ و کلام کے سلسلہ میں اسلاف کے روایتیں پیش  
کئے گئے ہیں پھر مباحث نے پھر رائے پیش کی ہے۔ لیکن پہلے اسلاف کے اقوال کی تفصیل سلاسل  
فرمائیے۔ پہلا نظریہ :- آیت کریمہ - عَلَى الَّذِينَ يُعْتَبِرُونَ فِدْيَةً مِّنْ مَّنْسُخَةٍ ہے۔  
اس کا تائید ارشاد باری - فَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فَلْيَصُمْهُ - ہے۔ جہرہ کی قائل ہیں، علامہ  
ابو جعفر الخاضعی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت بن عباس کا بھی ایک قول اس نظر کے  
مطابق ہے۔ جبکہ دوسرا قول اس کے خلاف ہے، گامتیانی۔

دلیل :- ہم ہمارے حکم کے علاوہ ابو داؤد و ترمذی اسانی اور طبرانی وغیرہ نے حضرت مسلم  
ابن الحاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامر ہی میں نقل فرمایا ہے۔ اسلاف حدیث - اذنیہ - دینی

الَّذِينَ يَطِيقُونَهُ كَأَن مِّنْ شَأْنٍ وَأَمَّا صَاحِبُهَا وَرَمِيَ شَاءَ الظُّلُمِ فِي يَدَيْهِ فَذَلِكَ حَقٌّ فَلْيَلْبِسْ لَّأَيَّةَ  
الَّتِي بَعْدَهَا، فَمَنْ شَهِدَ سَكْرًا أَلْفَهُ فَلْيَصْهَرْ لِنَسْخَتِهَا، وَهَذَا مَرْدِيٌّ، إِنَّهُ مَسْهُودٌ وَمَقَادٌ  
وَابْنُ عَسَى وَغَيْرُهُمْ لِيُخْبِرَ بِتَدَارُكِ زَمَانِ اسْتِلَامِ مِيْهِبِ رَدْنِ خُرُوجِ جَوْنِ اِجْتِزَاكِ اِبْنِ اِسْلَامِ  
مِنْ كَعْبِ عَادِي نَبِيْسِ تَحِيٍّ مِنْ وَجْهِ رُوزِوَلِ كَاشَاكِ كُذْرَا قَرِيْنِ قِيَاْسِ اِلْدَرْشَرِيْتِ كَعْبِ مِيْهِبِ اِبْنِ  
تَحْمَالِ اِلْدَرْشَرِيْتِ، رُبُّ الْعَالَمِيْنَ كِيْ طَرَفِ كَعْبِ يَحْيُوْثِ اِبْنِ رِبِّيْ كِيْ اِسْتِطَاعَتِ كَعْبِ يَادُوْجِ مِيْهِبِ كَا تَحْمَالِ  
رُوزِوَلِ كَعْبِ بَلَكْرِ مِيْهِبِ كَا فَرِيْدِ اَوَاكِرِ كَعْبِ، اِيْ كَعْبِ اِسْتِطَاعَتِ صَرَاكِ كُرَامِ كَا اَمَلِ رِبَا، يَسَا اَنْكِرِ  
اِرْشَادِ رِبَا نِيْ، مَعْدُ شَهْدِ مَنَظَرِ اَلْاَيَّةِ كَا نَزُوْلِ مَوَاوِيْهِ اَغْشِيْتِ رَعْمُوْثِ هُوْكَبِ -

(دیکھئے روح المعانی ج ۸ ص ۸۵، روح المعانی ج ۸ ص ۸۸)

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ آیت لکھ و غیر منسوخ ہے۔ دوسری آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جنہیں نہایت  
بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی استطاعت ہو۔ یہ تقریباً چھ یا ہفت ہجرت میں عباس و حضرت  
علیؑ اور تابعین میں سعید بن مسیب و مکرر سے منقول ہے۔ نئی استطاعت کا معنی لینے کے لئے  
تین توہین کی گئی ہیں۔ (۱) فعل سے پہلے "الانافیہ" مقرر ہے۔ چنانچہ ائمہ الرشید حضرت حضرت  
سے "بطریقہ" منقول ہے۔ (۲) فعل میں ہجرت افعال طلب ماخذ یعنی نئی استطاعت  
کے لئے ہے۔ (۳) بطریقہ کا نوا بطریقہ کے معنی میں ہے۔ یعنی دوبارہ سے تین جوانی میں روزہ  
رکھنے کی استطاعت مئی پھر اچھے کی وجہ سے بے بس ہو گئے۔

(دیکھئے روح المعانی ج ۸ ص ۸۵، روح المعانی ج ۸ ص ۸۸)

التطبیق... ماؤخذہ، الاقوال علی اختلاف فیسر الایة فمعنی کلام هؤلاء الامم کما یروى انما  
ان فکت الایة لاسب المطافذ فمعنی، شبه غیر منسوخة و محلف النسخ و الشیخة الغیر  
المطبوعین و هو حاصل قول ابن عباس: ان الایة نزلت فی الشیخ الهرم و العجز الکبیر و  
الهرم فلهذا رواه البخاری و ابو یزید و غیرہما۔ دانی فسرہ الایة بالمطافذ، لکلف ای  
التعب مع الجهد، المشقة لانتی الایة خاصة بالشعب و الشیخة المطیفیہ بالکثرة  
و کث الاحتمال و الموضع فتکون منسوخة و هو حاصل قول ابن عباس: و کانت رخصة  
للشیخ الکبیر و المرأة الکبیرة و معنی تطبیق ان الخیر مان یظن و یعلم انکار کل یومر



یہ کہن ان کوں لطیفاً و لکن باب الردیۃ یسئل  
 کے محکم کے صلیف و عہد ہو، لیکن اعلیٰ و روایت  
 امثال هذا الذی لعل و سبب فی الاثیۃ بعد  
 کے باب میں، تم حکم کے اس پر پابندی کا نام ہے۔ اور  
 اخیر تطوع خیراً فہو خیر لہ، و ان تصوموا  
 اگلی آیت، تم تطوع کے نام کے صوم، اس کا آخری صحت  
 خیر لکم لا یلا تشبہ ولا یلا صیام الا خیر  
 "وای تصوموا غیرکم، اس تفسیر کے عمل نہیں کیا جائے،  
 و علی ما فائدہ لا ینکون هذا امر متطاعی عنکم  
 کیونکہ اس جو میں صیام کو قدر سے بہتر عمل اور اس کا  
 (معارف الہی میں ص ۳۵ ج ۵)  
 نعم اللہ انرا دیا ہے جبکہ صوم و نظر کے بدل کا حیثیت  
 سے صیام کا کوئی اعتبار نہیں۔

حضرت الاستاذ نے بھی تذکیر کیا ہے کہتے ہیں: یہ توجہ اتنا ہی بعید ہے، اگرچہ اسے خدا اور  
 رشید محمد گستاخی نے لطافت رشیدہ میں اختیار کیا ہے۔ (امون سکا)

قوله تعالى اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ الْاِيَةُ نَاسَخَ لِقَوْلِهِ  
 تعالى كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَاقِ مَقْتَضَاهَا الْمَوَاقِفَ  
 فيما كان عليهم من تحريم الاكل والوطى بعد النوم ذكوة ابن العربي  
 وحكى قولاً اخر ان نسخاً لما كان بالسنة قلت معني كما كتب  
 التشبيه في نفس الوجوب فلا نسخ انما هو تغيب لما كان عندهم  
 قبل الشرع ولم نجد دليلاً على ان النبي صلى الله عليه وسلم  
 شرع لهم ذلك ولو سلموا فما كان ذلك بالسنة۔

ترجمہ درباری اعلیٰ کا ارشاد، اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ الْاِيَةُ نَاسَخَ لِقَوْلِهِ  
 اس لئے کہ اس (دوسری آیت) کا مقتضا (مقتضی) کا تقدیم سے قبل کہہ کے، (موافقی ہونا ہے) ان  
 احکام میں جو ان پر لازم تھے یعنی سوئے کے بعد صحبت اور کھانے کی حرمت، اسے ابن العربی  
 نے ذکر کیا ہے۔ اور ایک دوسرے قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ نسخ ہے، ان احکام کا جو سنت سے ثابت  
 تھے۔ میں کہتا ہوں کہ کما کتاب کا مقصد بعض فرضیت میں تشبیہ دینا ہے۔ لہذا نسخ نہیں ہے۔

یہ تو اس دستور میں ترمیم ہے جو ان کے یہاں رائج تھا شریعت سے پہلے اور ہم نے اس کی کوئی دلیلیا نہیں پائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اسے شروع فرمایا ہو۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو یہ حکم سنت سے تھا۔

فقہ حنفیہ جبہ و فقہ حنفیہ میں یہ متفق ہیں کہ ابتدائے اسلام میں رمضان کی راتوں میں شہادہ کی نماز پڑھنے یا نیند آنے سے پہلے ہی پھر تک کہہنے سے یا جہاد وغیرہ کی اجازت ہوتی تھی۔

اس کے بعد شب پر پابندی عائد ہو جایا کرتی تھی۔ پھر آیت کریمہ راحل لکم ۱۰ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ لیکن ملت اسلامیہ میں اس حکم کا مشروعیت کسی دلیل سے ہوتی تھی اس میں اختلاف ہے۔

تم میں ابن العربی کے حوالے دو قول پیش کئے گئے ہیں۔ یہ کہ یہ حکم آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُفُّوا عَنْ صَلَاتِكُمْ هَذِهِ لَكُمْ مَعْلُومٌ سے شروع ہوا تھا اور میں یہ فرمایا گیا ہے کہ امت کو یہ پرہیز اس طرح فرض کئے گئے ہیں جیسے گزشتہ

اقوام و ائمہ کے اوپر فرض کئے گئے تھے، کیونکہ یہ تنبیہ احکام صیام میں ہے یعنی گزشتہ اقوام کے لئے روزے ہیں احکام کے ساتھ مشروع تھے امت کو اس کے لئے بھی ان ہی احکام کے ساتھ

مشروع ہوئے ہیں۔ ان معذرت کا خیال ہے کہ صراحتاً کلام کا یہ عقیدہ کہ رمضان کی رات میں سو جانے کے بعد یا عشاء کی نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد کھانا پینا اور جماع وغیرہ منع ہوا کرتے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت برادر بن عازب سے روایت کی ہے کہ کانہ انما یصلی اللہ علیہ وسلم اذا احسن الرزق، ما غنا فقره ولا غنا رزقه، لا یغفر لہ الا کل ذلک ولا یومہ صغیر۔

حدود فتح ص ۶۲ اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے کتب میں مذکور ہے روایت نقل کی ہے کہ کانہ لیس فی ریحہ، لا یغفر لہ الا کل ذلک ولا یومہ صغیر، لا یغفر لہ الا کل ذلک ولا یومہ صغیر۔

لہذا ارشاد ربانی احدث لکم ذلک، امرت کو یہ کتب علیکم السلام کے لئے ناسخ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا تھا لہذا احدث لکم ذلک، حکم ثابت بالسنۃ کے لئے ناسخ ہے لہذا آیت صیام منکم وغیرہ منسوخ ہے۔



شاہ صاحب کا رائے۔ قلعہ معنی کما کتب سے حضرت نے اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے جس میں سابقہ دونوں اقوال کی مخالفت ہے۔ پہلے قول کی مخالفت میں معنی کما کتب ام فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں فرض برائے کی حیثیت سے تشبیہ دی گئی ہے اور نہ اس پر بھی فرض تھے تم پر بھی فرض ہیں اس تشبیہ اور بیان کی شدت کا دوسرے احکام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور قول ثانی کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا۔ وہ یقیناً نہ لیتا کہ میں کوئی حدیث ایسی نہیں مل سکی جس سے یہ معلوم ہو کہ ان خصوصیات اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کو ان احکام کا مکلف کیا تھا۔ لہذا اسے ثابت کرنے کا بھی مشکل ہے۔ معلوم ہوا کہ اُجَلْ تَعْلَا سے سابقہ شرطیہ توں کا حکم منسوخ کیا گیا ہے اس لئے شافریں کی رائے میں اس پر نسخ کی تعریف نہیں صادق آسکتی ہے۔

تسلیمیں جو جواب۔ اور شاہ صاحب کے انکار کے جوابوں کی تفصیل تھی جن کا تعلق مت ایقہ دونوں اقوال سے تھا۔ آپ نے۔ دوسلر سے ایک تسلیم جواب بھی لکھا ہے جس کا تعلق قولی اقل سے ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر ملت و اسلامیہ میں ان احکام کی مشروعیت تسلیم کر لی جائے تو ان کا ثبوت مفت زبری سے ہوگا۔ آیت صیام ہر حال محکم و غیر منسوخ ہے۔

نوٹ۔ ۱۔ جہود کی رائے کے مطابق یہ احکام شریعت محمدیہ میں ناقص و مستبرجہ۔ لیکن ابو مسلم اصحفانی کے خیال میں شریعت محمدی کا کوئی بھی حکم منسوخ نہیں ہوا۔ لہذا یہ حکم منسوخ اس شریعت کا حکم ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ امام دارقطنی نے تفسیر کبیر میں جہود کے دلائل قائم فرمائے ہیں۔ اور ان دلائل کے سلسلہ میں ابو مسلم اصحفانی کے نزدیک اقوال بھی نقل کئے ہیں، لیکن ان میں نہ نہیں ہے۔ (دیکھئے تفسیر کبیر ۲ ص ۱۹۶، ۱۹۸)

ظاہر لیا وی فرمایا کرتے تھے دعویٰ صاحب امام راضی کا جواب اور ہوتا ہے۔  
روایت حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی

۱۔ جہود جہود میں عیاشی سے ایک روایت فقہ کی ہے کہ جب حضرت فرماتے ہیں غلط ہو گئی تو شرب میں یہاں کے صحابہ نے سے بعد حضرت نے اس سے ہستری کر لی اور صحیح کو حنفیہ علی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں حاضر ہو کر معذرت فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہ لوت کن حقیقہ باندک یا سمعہ۔

و قوله تعالى يسئلونك عن الشهر الحرام بالقول  
تعالى وقاتلوا المشركين كافة الآية اخرجها ابن جرير عن عطاء  
ابن مسيرق قلت هذه الآية لا تدل على تحريم القتال بل تدل  
على تجويزه وهي من قبيل تسليم العدة واظهار المانع فالمعنى ان  
القتال في الشهر الحرام كغير شديدا ولكن الفتنة اشد منه  
فجازي مقابلهما وهذا التوجيه ظاهر من سياقها كما لا يخفى۔

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ویسئلونک عن الشهر الحرام منسوخ ہے اس کے فرمان  
وقاتلوا المشركين كافة سے اسے ابن جریر نے مطابق مسرور سے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں  
یہ آیت قتال کی حرمت پر دلالت نہیں کرتی ہے، بلکہ اس کو جائز قرار دینے پر دلالت کرتی ہے  
اور یہ اظہار مانع کے ساتھ علت تسلیم کرنے کے قبیل سے ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ شہر حرام  
میں قتال بڑا، سخت، جبراً ہے، لیکن کفر و شرک کا مقتدر اس سے بھی سخت ہے، لہذا اس کے  
مقابلہ میں جائز ہے۔ اسی وجہ آیت کے اگلے حصہ سے ظاہر ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔  
فائدہ :- پہلے آیت منسوخ مع ترجمہ و شان نزول ملاحظہ کریں۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَفِيهِ  
قُلْ قَاتِلُوا فِيهِ كَمَا قَاتَلْتُمْ فِي شَهْرِ  
وَالْحُرُومِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْأَخْزَابِ  
مِنَهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ  
النَّفْسِ وَذُنُوبِكُمْ إِن تَعْلَمُونَ  
ترجمہ :- تم کہتے ہو کہ شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے  
ہے۔ آپ فرادیجئے کہ میں خاص طور پر ایسے عزم و تقویٰ  
کرنے پر جبرم نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وہ سے بڑا ٹوک کرنا  
اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ٹوک کرنا اور مجرم کرنا کیا ہے، اور جو  
ٹوک مجرم کرنا ہے، ایسی کو اس سے خارج کر دینا  
جو ہم غلط ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اور فقہ پر مبنی کہ  
قتل سے بدتر چیز ہو کر ہے۔ اور یہ لکھا تھا کہ اسے ساتھ حدیث بگ و گھیس کے اس غرض سے کہ اگر چاہو پھر  
تو تم کو تبت رہے ہیں، مجرب رہے۔ (حضرت عطاء بن یساف)

جہو مفسرین نے قُلْ قَاتِلُوا فِيهِ كَمَا قَاتَلْتُمْ کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ اصل اس شہر حرام (ذی قعدہ)

ذی الحجہ، محرم اور ربیع الثانی حرام و منسوخ ہے۔ مفتی یزداد علامہ مولوی لکھتے ہیں بکبیر

ای عظیم و زنا۔ و قید تغیر بحرمۃ القتال فی الشهر الحرام۔ (ص ۱۷۳ ج ۱) امام ابوحنبلہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طرازیہ اتفاق الجہود علی ان حکم هذا الآية حرمة القتال فی الشهر الحرام و حرمة

قتلہ خاص فی ذلک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کا ایک سفر میں اتفاق سے کفار کے ساتھ

مقابلہ ہو گیا، ایک کافران کے ہاتھ سے مارا گیا، اور جس قدر یہ قتل ہوا، جب کی پہلی تاریخ تھی

مگر صحابہ اس کو جاری الاخریٰ کی نہیں سمجھتے تھے، اور ربیع الثانی میں سے ہے، کفار نے اس

واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کا بھی خیال نہیں کیا، مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اور بعض روایات میں ہے کہ خود بعض کفار قریش نے بھی حاضر

ہو کر اعتراض سوال کیا، اس کے جواب میں مذکورہ آیت نازل ہوئی، (سید القوادح ص ۱۷۳)

احوج ابن حرم و احب المحامد والطبرانی فی التکبیر والقیسہ فی شدہ عن جدم بن عبد

ان وسئل اللہ فقل اللہ علیہ وسلم یثابہا بعد علیہ علیہ بن جہش قلنا ابن

الحضریٰ فقالت وہ ولرمید وزنا ان ذلک الیوم من وجوب او من جماعہ۔۔۔ فقال المسترکون

للقاضی فقلتم فی الشهر الحرام انزل اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الشهر الحرام، الآية

(حاشیہ بیضاوی)

تشریح :- من میں آیت کریمہ بطلانک، تو کو منسوخ بتایا گیا ہے، یہ کامطلب یہ ہے کہ

اشہر حرم میں قتال کی حرمت منسوخ ہے۔ آیت کی منسوخت پر رازئی و آو سی اور ابوحنفر

الحاکم نے ہمارے نقل کیا ہے، اور شیخ ابوحنفر نے ابن عباس کے ساتھ سید بن اسیبہؓ

ابن ابیہار حضرت قتادہ اور امام الشام عبد الرحمن اوزائی کے نام کی تصریح بھی کی ہے۔

دوسرے آیت کے تنازعہ کا تو اس مسئلہ میں دو قول مشہور ہیں، (۱) ابن جریر نے عقاب بن

سیر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافران کے ساتھ کافران کے ساتھ

یقاتلونکم کافرانہ (۲) اکثر مفسرین کے مطابق یہ حکم سورہ توبہ کی آیت، نداء

انتلح الانہر لظہورہاقتلواالمشرکین، حیث و جہد تنوہہ سے منسوخ ہے، اور یہی

حضرت ابن عباسؓ کی بھی رائے ہے، فرمایا، قتال المشرکین، اختتام الیقین



اجو شخص نے پڑھا تھا، ان اشہر حرم میں قتل و قتل کرنے کی حرمت پر دلائل کو آجے کیونکہ ان کے  
اس میں فرمایا تھا۔۔۔ سال کے بارے میں ہوتے ہیں ان میں سے چار مہینے حرام ہیں جن میں پے پے  
ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک وجہ۔ ان میں سے ایک اور دو ۱۰۴۰

جواب :- تمام مہینوں کے استیصال کا دوا دوا اس پر ہے کہ قرآن وحدیث میں ان چار مہینوں  
کو اشہر حرم کہا گیا ہے۔ لہذا ان میں قتل و قتل ہوگا۔ پھر ان مہینوں کے پیش نظر "فَلَا تَطْلُبُوا  
بِحُجُوتِ الْفُسْكَرِ" کی تفسیر میں ظلم سے قتل و قتل فی الشہر الحرام نہ ہو دیکھ کر اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے  
لیکن یہ صحیح نہیں ہے جس کی حقیقت چھپ رہی ہے۔

پہلی وجہ :- ان مہینوں کو اشہر حرم کہنے سے ان کا محرم ہونا ضرور مجھ میں آتا ہے۔ لیکن قتال  
کی حرمت قرآن میں مذکور ہے نہ حدیث میں۔ بلکہ آیت کریمہ کا سیاق قتال کی اجازت پر دال  
ہے۔ کیونکہ "اربع اشہر حرم" پر تفریق کرتے ہوئے فرمایا "فَلَا تَطْلُبُوا فِيهِمُ الْفُسْكَرَ وَلَا تَطْلُبُوا فِيهِمُ  
الْأَنفُسَ" کتب یقینات کو دیکھنا کہ ان مہینوں کے احترام میں مہینوں اور بائیس ظلم و تعدی وادی سے  
باندھو۔ اور مشرکین سے قتال کرو۔ "لَا تَجْعَلُ الْمَلِيقَ ظَلَمًا" کی ممانعت پر قتال یا مشرکین کا ظلم  
جبکہ ان کی تفریق مہینوں کے محرم ہونے ہی پر کی گئی ہے۔ کم از کم قتال کے مجوز پر دلائل کو آجے  
اور مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے تو ان مہینوں میں دوسرے مہینوں کی طرح قتال  
کو بھی فضیلت دیا ہے۔ دلیل یہ وہی ہے کہ جیسے مکان کی شرافت و عظمت سے اہل ان کی فضیلت  
میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح وقت و زمان کی عظمت سے بھی اہل ان کی عظمت کو چار پانچ گنت ہے۔

دوسری وجہ :- آیت کریمہ "لَا تَطْلُبُوا فِيهِمُ الْفُسْكَرَ وَلَا تَطْلُبُوا فِيهِمُ الْفُسْكَرَ" میں  
قد قتال فینہ کہنے کے بعد نازل ہوتی ہے اور اس کے بعد "اربع اشہر حرم" والی آیت کا نزول ہوا۔  
غلبہ قہر الوداع میں اس سے بخیر ہے۔ انسانی اشہر حرم والی آیت حرمت قتال کے لئے ناسخ ہے  
کیونکہ ثبوت شرط ثبوت ہوا کہ اس کو مستحکم ہوا کرتا ہے۔ اب اگر حج الوداع کے غلبہ اور اربع اشہر حرم  
کو حرمت قتال پر محمول کیا جائے تو وہاں نسخ لازم آئے گا۔ دلائل بہ اشد۔

تیسری وجہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام مسلسل غزوات کرتے رہے لیکن تاریخ  
میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے کہ اشہر حرم ان حضرات کے لئے جنگ بندی یا آغاز جنگ میں اخیر

کا موجب بنے ہوں، اور اس کی تفسیر میں اور مزید تفصیلات کے لئے علامہ افسرین اور کلام القرآن مفسرین

محترمہ سرورِ مآثر، حضرت مولانا مفتی شفیق احمد صاحب دیوبند کی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مشاہد صاحب کی رائے:۔ آیت نے سورۃ بقرہ کی وہی چوتھی آیت خسوف کے بارے میں طاعت ۵۰۰  
الذین:۔ انہ اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے کہ آیت کے اگلے حصہ پر نگاہ رکھو تو مسلمہ ہوگا کہ شہدائے جہنم میں  
تحت ال کے جزم کو کبیر بتایا گیا ہے۔ اور اس کے باوجود ان کے نکمین کی تازیبا حرکتوں کو کبیر بتایا گیا ہے  
یہی جو تحت ال کی طاعت تو تسلیم کی گئی ہے، لیکن نفقہ کچھ کے مخرج اور نکالوں کو انکار کر کے  
طاعت کچھ کو برتر قرار دے دیا گیا۔ اور جب طاعت برتر ہو تو تحت ال کی طاعت کچھ پر مانتا، انہی پر  
آیت کے تحت ال کی حرمت نہیں، بلکہ آیت ثابت ہوئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ:-

جسور کے نزدیک آیت کریمہ طاعت تحت ال کی حرمت ثابت ہوئی ہے خواہ اتنا ہی جہاد عالمی  
دھاریں اپنی جان کے نزدیک آیت سے صرف ذلتی تحت ال کی طاعت کا ثبوت ہوتا ہے۔ اتمام کم  
حرمت حسب حاقی باقی ہے۔

شاہ صاحب کے خیال میں آیت سے مطلق تحت ال کی دھارت ثابت ہوئی ہے، کیونکہ مقتصد یہ ہے کہ  
دفع ضرر و دفع فتنہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۵۰ قوله تعالى الذين يتوفون منكم الى قوله متاعا الى الخوال الاية  
منسوخة بأية اربعة اشهر وعشرا والوصية منسوخة بالميراث  
والتمكين ثابتة عند قوم منسوخة عند آخرين يحديث. ولا شك في قلت  
هي كما قال منسوخة عند جمهور المفسرين ويمكن ان يقال يستحب  
او يجوز لميت الوصية ولا يجب على المرأة ان تصك في وصيته  
وعليه ابن عباس وهذا التوجيه ظاهر من الآية.

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ الذين يتوفون منكم اي قول متوفون الخوال اي منسوخة عن الزكاة



ہیلا ہے۔ اظہری و معارف القرآن اور کتب

مثنیٰ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک نماز قدرت چار ماہ و دو ہجرت کی مدت ہے اور وحیت کا وجوب آیت میراث سے منسوخ ہے۔ جبکہ رہائشی مکان کے سلسلہ میں فقہاء و مفسرین کا اختلاف ہے۔ جس میں دو مذہب ہیں۔

۱۱) حضرت علی، حضرت ابن عباس، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق یہ کوکبی کا استحقاق نہیں ہوتا ہے۔ یہی مذہب ہے امام فخر ابو حنیفہ اور فقہ مالکی کا۔ بلکہ بقول امام راوی و حنبلیہ جن کے نزدیک یہ سارہ قدرت کی آیت منسوخ ہے، فقہ حنفی و حنبلیہ حق سکنی کو بھی منسوخ سمجھتے ہیں۔ انصار مجتہد القرآن والسنۃ ناسخاً لقولہ لا یرجع فیہ بالشفعۃ والاشکفی فی الخول۔ ملازم خاص لکھتے ہیں:- انفق اهل العلم عن ان عدة الخول منسوخة بقوله التهم۔ وان وصية النعمة والاشکفی للمنفق علیما زوجا منسوخة اذا لم تکن خاتماً۔ ویحیی اسلام القسطنطنیہ لولہ الفہم منسالی ہر مہر مہر

۱۲) حضرت قرعہ حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن عوف اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رائے میں یہ کوکبی کا استحقاق مائل ہے۔ یہی مذہب ہے مالکی اور فقہ حنفی کا۔ مثنیٰ کی تصریح کے مطابق پہلے فقہ کے لوگ حدیث پاک، اشکفی کو استحقاق سکنی کے لئے ناسخ سمجھتے ہیں۔ لیکن کئی کئی کوششوں کے باوجود یہ حدیث نہیں مل سکی۔ بلکہ مفسرین نے اس مذہب کی جڑیں ہلک کر دی ہیں۔ اس کا حامل یہ ہے کہ نفقہ اور سکنت میت کی وصیت سے واجب ہوتا ہے۔ آیت میراث نے میت کے ترکہ میں میراث جاری کر کے ورثہ کے حق میں وصیت پر پابندی عائد کر دی۔ جس کی تصریح اوشادات نبویہ میں، وصیۃ الخواتم کے الفاظ میں موجود ہے۔ اور یہی ورثہ میں ہے۔ لہذا اس کے حق میں بھی وصیت مطلقاً منسوخ ہوگی۔ غرضہ نفقہ کی ہوا سکنت کی۔ لہذا استحقاق سکنی کی بنا پر نہیں رہی۔ اس مسئلہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس آیت سے چار ماہ و دو ہجرت کی مدت کو واجب فرمایا ہے، اس میں نہ نفقہ کا ذکر ہے نہ سکنت کا۔ اسکی دلیل کو فقہاء ائمہ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ ان ماله الذی یرجع الی الخواتم والنفق مکتبہ الخول۔ اسکی دلیل

للمنفق علیہ زوجہا کمالاً لنعقد نفقہا۔ والنفق مکتبہ الخواتم۔



شاہ صاحب کا رہنے یہ ہے کہ یہ سالہ خدمت والی آیت کو منسوب نہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ یہ  
 کہا جاتا ہے کہ نصیحت کے لئے یہ ایک سالہ خدمت اور درویشی خدمت ناقص  
 نصیحت اور ملکی کی وصیت کر کے نہیں اس وصیت کے مطابق عمل کرنے کے صلہ میں یہ وہ کو اختیار  
 حاصل رہے۔ چاہے تو ایک سال تک نہ کرے۔ اور فقہ فقیر رہے۔ مکان پر تو بعض رہے۔ اور اگر نہ ہو  
 تو چار بیٹے دس دن کی خدمت پر بھی کر کے آزاد ہو جائے۔ اور مکان چھوڑ دے۔ سفر سے دست بردار  
 ہو جائے۔ لیکن اس پر ایک طالب علم نے شک کیا یہ ہے کہ حدیث پاک اور حدیث رواہ روایت کا کیا ہوگا۔  
 لیکن یہ کہ روایت کو یہ اختیار نصیحت ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور وصیت گن جائز نہیں۔  
 یہ آیت کو دست بردار یا تو اپنے اعمال کرنے کی یا صورت پر ہوگا۔ چاہے

مورسین اور فضیل آبادی غفرلہ

نور علیہ السلام شاہ صاحب کی رائے نے وہ چیز ہیں اور شوہر کے لئے مستحب ہے کہ نویم  
 کے لئے فقہ دیکھو اور ایک سال کے لئے باقی سال کی وصیت کر جائے ۱۶۱ وصیت کے مطابق  
 یہ ایک سال میں بیٹھا حضرت کے ذریعہ ضروری نہیں ہے بلکہ اسے اختیار ہے۔

وصیہ ابن عباسؓ لا تصوم الا صوم رسولیؐ بے شک کوئی کتاب وصیت کی کوئی وصیت حضرت  
 نے نہ کی ہے۔ اور دوسرے۔ یہ ثابت ہے۔ قال عطاء قال ابن عباسؓ شخض عذہ الایہ

نقصہ فیہ عرس، عذہ عبد اہلہا ففقد حیث شہادت (الحدود من الجہان فی الامور)  
 نوٹ :- یہ روایت و تابعین اور حضرت شاہ صاحب کے دور قول کو اپنے ملائے کر دئے، ان کے

ملائے متعین میں حضرت جابرؓ ابو سلمہ مصعبؓ اور مسافرین میں حضرت الامامؓ اور صاحب  
 العلویؓ لکیر بھی مستحق رائے رکھتے ہیں، اول لکیر دو حضرات کے تابع کے لئے تفسیر کبیر اور حضرت

امامؓ دو کرائے کے ہے العلویؓ لکیر طرہ نظر کریں۔ حضرت جابرؓ کی رائے کو سنانا اور سنانا صاحب  
 کا طرہ طرہ معارف، انفرادی اور امام بخاریؓ نے صحیح بخاری میں لکیر دی، ابو سلمہ مصعبؓ کی رائے کو

امامؓ کی رائے کے مطابق یہ نصیحت کے تعبیر کی جاتی ہے۔

۱۔ قولہ تعالیٰ ذلک یبذلہا واما فی انفسکم اذا تخفونہا ینحٰ بدکم ربہ الذلک



روئے۔ چارہ صدقہ کا حکم دیا گیا جس کی ہم استطاعت رکھتے ہیں۔ اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی جس پر ہمیں اختیار و قدرت نہیں ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتوبہ وہ ان تقولو احتضاراً اهل الکتاب میں من قبلکم من عذابنا و عصبنا۔ کیا تم لوگ اہل کتاب میں سے وہ لوگوں کی طرح متعذبات و غضبت گننا چاہتے ہو۔ بلکہ سمعنا و اطعنا عن انزل ربنا و اذناک المصیر کہو۔ جب صحابہ نے یہ کلمات کہے اور ان کی زبانیں لڑکھرائیں تو اللہ جل شانہ نے اس کے بعد ہی: اخذ المؤمنون انما اتوا الی الذین یزعمون کہ کو نازل فرمایا۔ جب صحابہ نے اس پر اس کی ریاقت اللہ نے اسے مستور کر دیا۔ اور لا یخلف اللہ عہد الا و سعتہا الخ کا نزول ہوا۔ (ابن کثیر قال: اخذہ احمد و شمس۔ ۱: ۲۵۷ ص ۴۰۷)

شاہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ یہ نسخ نہیں، تخصیص، اعمام کے قبیل کی چیز ہے۔ ہاں، اپنے محرم کے اختیار سے یقیناً ہر قسم کے خیالات کو شامل تھا، لیکن آیت ثانیہ: ولا یقلعوا الخ نے اس اعمام میں تخصیص پیدا کر کے یہ واضح کر دیا کہ انسان اپنے قصد و اختیار سے جن خیالات کو اپنے لئے کا رہے ان میں کاسباب لیا جائیگا۔ لہذا تمنا کا معنای صرف اطلاق و نفاذ ہے میں اور خیالات جو غیر اختیاری طور پر انسان کے دل و دماغ میں آجاتے ہیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ تو مواخذہ صرف اختیاری امور پر ہوتا ہے۔ ماحصل یہ کہ آیت ثانیہ مانع نہیں مخصص ہے۔ یہ متحدہ میں کی اصطلاح میں نسخ، درست ترین کی اصطلاح میں تخصیص ہے۔

ایک اشکال:۔ عزت ابوہریرہ کے بیان میں جب آیت کو منسوخ کہا گیا ہے وہ خبر ہے جبکہ نسخ انشاء کے ساتھ مخصوص ہے، خبر میں جائز نہیں، کیونکہ اس سے کلام منسوخ کا کاذب ہونا لازم آتا ہے۔ (دعوت ص ۱۱۱)

جواب:۔ آیت کریمہ کے کلامی الفاظ یقیناً غیر ہیں، لیکن میں میں بڑے خیالات سے بچنے کا حکم مفسر ہے، جیسا کہ صحابہ کرام کی عہدہ نگاروں نے نقل کیا۔ مختلف احوال ما لفظی وفد انزل اللہ فیما علیک هذا الذی۔ ولا یقلعوا سے صاف بخیر آتا ہے۔ اس اعتبار سے پھر انشاء کو مخصص ہوئی۔ اور اس اعتبار سے آیت کریمہ پر نسخ کا حکم لگایا گیا ہے والحقوا الشر فی المفہوم من

تنبیہ :- اہل عربی کے مطابق مسافرین کے نزدیک سورتہ بقرہ کی مذکورہ چھ سیریں منسوخ ہیں۔  
شاہ صاحب علی الرحمۃ نے عید کر آپ ﷺ کا لفظ کر پکے صرف پہلی آیت کہتے : یا ایہم الذکر منسوخ نہیں کیا۔  
باقی پانچ آیتوں میں کسی اولیات پیش کی ہیں کہ نسخ ماننے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔

۷۱۔ ومن آل عمران قوله تعالى فاتقوا الله حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا  
وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ قِيلَ إِنَّهُ مَنْسُوخٌ بِقَوْلِهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ  
وَقِيلَ لَا بَلْ هُوَ مُحْكَمٌ وَلَيْسَ فِيهَا آيَةٌ يَصْعَدُ فِيهَا دَعْوَى النَّاسِ غَيْرِ  
هَذِهِ الْآيَةِ قُلْتُ : حَقَّ تَقَاتِهِ : فِي الشُّرْكِ وَالْكَفْرِ وَمَا يَرْجِعُ إِلَى  
الْإِعْتِقَادِ وَمَا اسْتَطَعْتُمْ فِي الْأَعْمَالِ : مَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْوُضُوءَ يَتِيمَةً  
وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْقِيَامَ يَصِلْ قَاعًا : وَهَذَا التَّوْحِيدُ ظَاهِرٌ مِنْ  
سَيِّاقِ الْآيَةِ وَهُوَ قَوْلُهُ : وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۔

ترجمہ :- اور آل عمران میں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان فاتقوا اللہ ایمان (یعنی خود اللہ سے جیسا کہ اس  
سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور ہرگز مروت مگر مسلمان ہو کر لی ہے کہ یہ منسوخ ہے اس کے فرمان فالتقوا  
اللہ ما استطعتم سے (یعنی اللہ سے دُرُودِ جنت تم سے ہو سکے) اور کہا گیا ہے کہ منسوخ نہیں آیت ہے۔  
بلکہ حکم ہے۔ اور اس (سورۃ) میں اس آیت کے علاوہ کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کے بارے میں  
نسخ کا دعویٰ صحیح ہو سکے وہی کہتا ہوں : حق تقاضا، (کا حکم) شرک و کفر اور ان امور کے سلسلہ میں  
ہے جو اعتقاد سے متعلق نہ رکھتے ہیں اور : ما استطعتم کی رحمت، احوال کے بارے میں ہے۔ جو  
شخصی و ضروری قدرت نہ رکھے تم کو اور جو قیام کی قدرت نہ رکھے ڈھسکر نماز ادا کرے،  
اور یہ توجیہ آیت کے سبب (آخری جزاء) سے ظاہر ہے، اور یہ اس کا فرمان وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا  
وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ہے۔

جائزہ :- آیت کریمہ : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اللہ رب العالمین  
سے کہ حق ڈر رہا ہے جس کی تفسیر مولا امجدی حسن خان بیوپاری کے بقول : طاعت پر اٹھنا



تہا نہ سے نہ حق معذور اور واجب ہے۔ (یعنی شرک کفر کے ساتھ معاصی سے بھی بچو) اس کے مقابلہ  
ایک تقویٰ ہوتی دیدہ کا ہے۔ یعنی کفر و شرک سے بچنا گو معصیت میں مبتلا رہے، پس آیت کا مطلب  
ہے کہ اولیٰ تقویٰ پر اکتفا نہ کرو، بلکہ اعلیٰ اللہ کا نام دہو کہ تقویٰ اختیار کرو جس میں معاصی سے  
بچنا بھی داخل ہے۔ پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں فلا میلزہ النسخ فی الزیادۃ۔

روایہ مستندہ کہ بعض اکابر سے نسخ منقول ہے تو یہ قول مفسر تھا کوئی ان کے قول میں نسخ سے مراد  
شرع و تفسیر ہے۔ فانظر اللہ ما استعطفہ کی آیت کریمہ نے نادانوں اور نادانہ کی شرع  
کردی کہ حق تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریا کی کائنات کا حق مراد نہیں ہے بلکہ بندوں کی استغاثت  
کا حق مراد ہے۔ (کہ ذاتی خالقیت بیان القدران) علامہ آلوسی نے: وان تبدوا ما انفسکم الان  
کی تفسیر میں بعض اکابر سے نقل کیا ہے کہ جن حضرات نے اس آیت کے لئے لا یختلف اللہ الا شیخ  
کہا ہے انہوں نے نسخ سے تفسیر توضیح فرمادی ہے۔

توالہ ولین فیضانید۱۲: یہی اسرقی نے اپنی رائے ظاہر کی کچھ سورہ آل عمران میں اس آیت کے  
علامہ کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہو سکے وہ مخالف معائنہ۔

تیسرا مرصوب: شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی بھی رائے یہی ہے کہ یہ آیت حکم ہے منسوخ نہیں ہے۔  
لیکن آیت کی تفسیر میں شاہ صاحب کی رائے مذکورہ آراء سے بالکل الگ ہے۔ وہ فرماتے ہیں  
کہ حق تعالیٰ والی آیت کا مطلق عقائد کفر و شرک وغیرہ سے ہے۔ جمہور رخصت یا زنی  
کا خاد نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے روایت سے منہوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ بندوں پر اللہ کا حق کیا ہے؟  
انہوں نے اللہ دوسرے ذلہ اعلیٰ کہہ کر لا علی کا اظہار فرمایا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا یا بعدد دلاول  
بشر بکما بہ شیعہ معلوم ہو کہ حق تقویٰ بندوں کے ذریعہ ہے کہ شرک کفر سے مکمل اجتناب کرتے

(حاشیہ ثانیہ)

کہ اگرچہ محکم و محرم ہیں سو کمال حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ سالہ عنہما: ہم نے یہ بات دیکھی ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ  
اللہ تعالیٰ عزت و جلال میں نہیں معاذ کو ہم سے شرف ہے بلکہ عاقل ہے۔ کہہ کے اکثر لوگ اس بات سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ بات  
سے دیکھتے ہیں اس اور آیتانہ سے عباد الرحمن میں نہ یہی مسلم مراد ہیں۔ (دیکھئے الاطلاق ص ۱۲)



دور میں بھی یہی حکم باقی رہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انصاریہ و مہاجرین کے درمیان مقدر  
مواخاۃ حبیب قائم فرمایا تو عقیدہ موالات کی طوطا اب بھی تو اسی کا سلسلہ قائم رہا۔ انصاری مہاجر کے  
کل ترکر کاواٹ ہو تا اور سب انصاری کے کل ترکر کا وادٹ قرار پا گیا تھا۔

تقریباً ۱۰۰ ہجری میں مسلمانوں کے اقربا و اقارب بکثرت مسلمان ہو گئے تو عقیدہ موالات و عقیدہ مواخاۃ  
کے اس حکم میں تبدیلی ہو گئی کہ کل کے بجائے صرف شہداء اپنا حصہ ادا کیا جاتا رہا باقی مال اعزہ  
اور وراثتہ داران الہی دستور میراث کے مطابق تقسیم ہو گا۔ **فَاَوْفُوا وَفِيَّ نَفْسِي شُرْ** میں نصیب سے  
یہی چھٹا حصہ مراد ہے۔ کاہرہ دیکھیں ابن عباسی و قتادہ وغیرہ (۱) و ابی جعفر (۲) ص ۵۶

تفسیر۔ پھر کچھ دنوں کے بعد سورۃ احزاب کی آیت۔ **وَاُولَ الْاَزْوَاجِ مِنْكُمْ** اور **بِطَعْنِ لِسَانِ الْفِتْرِ**  
کے تحت مولیٰ الموالاتہ کا حکم لایہ ضروخ کر دیا گیا ہے اور وہی کے ساتھ عقیدہ مواخاۃ کا حکم میراث  
بھی ضروخ ہو گیا۔ حضرت تھانویؒ کے بقول یہ تفسیر حضرت قتادہؒ و ابن عباسؒ سے منقول ہے۔  
۱۔ **اِنْجِزْ سَبَاقَ الْقُرْآنِ** ص ۲۶ ص ۵۲

(فوری) آیت کریمہ **وَاُولَ الْاَزْوَاجِ** سورۃ احزاب میں لکھا ہے اور سورۃ انفال میں بھی **وَالَّذِينَ**  
**عَقَدْتُمُ الْاَوَّلَ** کے لئے ناسخ سورۃ احزاب کی آیت ہے نہ کہ سورۃ انفال کی۔ وهو منقول عن قتادہ  
اتفسیل کے لئے **سَبَاقَ الْقُرْآنِ** ص ۱۱ دیکھئے

مشاہدات کی رائے یہ ہے کہ **فَاَوْفُوا وَفِيَّ نَفْسِي شُرْ** میں نصیب کے شرع اور جس سلوک کو مراد ہے یعنی  
آیت میں مولیٰ الموالاتہ کے ساتھ جس سلوک اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے میراث سے اس کا صلح  
نہیں۔ اور میراث کا حق مولیٰ (اعزہ) کو پہنچتا ہے جسے۔ **وَلَنْ يَجْلِسَ امْرَاةٌ مِمَّا شَارَكَ الْاَوْلَادُ**  
**وَالْاَقْرَابُ** اور **وَاُولَ الْاَزْوَاجِ** میں جالی کیا گیا ہے۔ لہذا آیت کو ضروخ ماننے کے بغیر حضرت شہداء  
وہو قول مجاہد و مسند میں جبر و رحمہما اللہ (دیکھئے کتاب التنازع فیہ) وهو رواۃ عن  
ابن عباسؒ کہما **اَخْرَجَهُمَا الْبَخَارِيُّ** و **اَبُو دَاوُدَ** و **التَّيْمِيُّ** و **جَعْلَانَةُ** **اِنَّهُ قَالَ فِي الْاَيَةِ**  
**لِلْمُهَاجِرِ** **لِاَقْدَامِ الْمَدِينَةِ** **مِيرَاثُ الْمُهَاجِرِ** **الْانصَارِيِّ** **ذُو رَحْمَةٍ** **الْاُخْرَى** **الَّتِي** **اُخْبِرَ**

**النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا** **فَلَمَّا خُزِلَتْ**۔ **وَلَنْ يَجْلِسَ امْرَاةٌ مِمَّا شَارَكَ الْاَوْلَادُ** **اَبُو الْاَقْرَبُونَ**  
**فَسُخِّتْ ثَمَرُهُمْ** **وَالَّذِينَ عَقَدَتْ اِيْمَانَكُمْ** **فَاَوْفُوا وَفِيَّ نَفْسِي شُرْ** **وَالْمُهَاجِرِ** **وَالْمَدِينَةِ** **وَالْمُهَاجِرِ**



وقد ذهب الميراث ويوصل إلى دورى عن مجاهد مثله (روح ۵۳ ص ۲۲)

یعنی صحابہ کرام ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ (تراویح شرفاً و تعظیماً) پہنچے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاتہ قائم فرمادی۔ جس کے نتیجے میں انصار ہی کی میراث ذوی الارحام کے بجائے مہاجرین کی کو ملنے لگی۔ پھر حبیبیت کریمہ (علیہ السلام) کا توفیق ہوا تو قرابت کا یہ مسئلہ منسوخ ہو گیا۔ اور والدین حدیث ایسا منکر الایۃ کے ذریعہ تسلطاً، تخریجاً ہی دھوکہ دے کر تاکید کر دی تھی، اس طرح میراث ختم ہو گئی۔ اور وصیت کا حق باقی رہا۔  
(نوٹ :- مولی الارواح کا لفظ اس شخص پر بھی بولا جاتا ہے جو کسی کے بچہ پر مشرف باسلام ہوا ہو۔

۹) قوله تعالى وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ الْأَيَّةُ قِيلَ مَسْخُوحَةٌ وَقِيلَ ۖ وَلَكِنْ تَهَٰؤُنَ النَّاسُ فِي الْعَمَلِ بِهَا قُلْتُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَالْأَمْرُ فَلَا سِتْرَ حَتَّىٰ يَبْلُغَ هَٰذَا أَقْلَهُمْ۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ۱۲ آیتوں اور ۱۰ احضار الیہ کیا گیا ہے کہ منسوخ ہے اور کیا گیا ہے کہ نہیں، بلکہ دونوں نے اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کی ہے۔ میں کہتا ہوں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ آیت محکم ہے اور ہر استنباب کے لئے ہے، اور یہ زیادہ ظاہر ہے۔

قائد :- آیت مسخوخہ اور احضار القسمۃ اولو القربى والایۃ فی المسخوخۃ فانہ وجہ منہ وغیرہ اور اللہ قیامہ وفا (ترجمہ) اور حبیب (ترکہ) تقسیم ہونے کے وقت امور و وجوب اور رشتہ دار جن کا میراث میں حصہ نہیں (اور تقسیم ان غریب تو ان کو بھی) اس میں سے کچھ دیدہ اور ان کے ساتھ قبول (دفعہ) سے بات کرو۔

یہاں لا مسئلہ ہیں (۱) آیت منسوخ ہے یا محکم؟ حضرت عکرمہ و ثمالک اور ابو الکتوفہ و غیرہ نسخ کے قائل ہیں۔ و ہر موی عن ابی بن عباس و سعید بن السیب جبکہ حسن بصری، امام زہری اور حضرت مجاہد وغیرہ (حکام عدم نسخ) کے قائل ہیں۔ وہوم، وی عن ابن عباس و عائشہ۔

(۲) حیۃ امرو فان فی حد منہ، استنباب کے لئے ہے یا وجوب کے لئے؟ عقیذہ، عروہ، سعید بن جبیر

چنانچہ عطاء الحسن بصری، زہری، امام شافعی اور یحییٰ بن عمرؒ اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباسؓ بھی کتابت کا ہی یہ مصرعہ علامت کے ہی کو اختیار کیا ہے۔

(دیکھئے روح جرم ص ۱۲، کتاب الامحاح ص ۹۵ و ۹۶)

دلیل ۱: تائید بحباب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (ذی القربیٰ) یحییٰ، مساکین کے حصص کی زمینیں نہیں خزانے ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہاں حق و باقی کا بیان نہیں ہے۔ دوسرے حقوق واجب کی طرح یہاں بھی حصے ضرور بیان کئے گئے ہوتے۔ (انظر لعل ص ۱۸)

حضرت مجاہد دوسری روایت کے مطابق اگر کو جواب کے لئے مانتے ہیں۔

سوال۔ حضرت ابن عباسؓ سے دونوں طرف کی روایتیں ثابت ہیں نسخ کی بھی اور احکام کی بھی۔ کیا ان دونوں میں تطبیق کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

جواب۔ حضرت تھاقفی کے بقول نسخ کی روایت کو جواب پر اور احکام کی روایت کو ثبوت بحباب پر قبول کر لیا جائے تو تضاد منقطع ہو سکتا ہے۔ (منظر میزان الفتاویٰ ص ۱۰۵)

۱۱) قوله تعالى والتي ياتين الفاحشة الآية مشروحة بآية النور قلت لا نسخ في ذلك بل هو ممتد الى الغاية فلما جاءت الغاية بان النسخ صلى الله عليه وسلم ان التسميل الموعود كن! وكن! فلا نسخ.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا فرمان والی یاتین الفاحشة مشروح ہے سورۃ نور کی آیت الزانیۃ والزانۃ ذلیلہ و ذلیلہ سے۔ میں کہتا ہوں اس میں نسخ نہیں ہے بلکہ وہ اصل کی آخری حد تک پہنچا ہوا ہے۔ جتنی حد تک اس پر عمل کرنے کا حکم تھا وہ چوکی ہو چکا تب دوسرا حکم آیا، پر مہربانیت پر یہی ہو گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کر دی کہ وہ جس کا وعدہ کیا گیا تھا (ارشاد باری ختم بنو مسلم المذکورۃ) یا یخلف الله ففداً سبیلاً میں اس میں اس طرح ہے۔ البتہ نسخ نہیں ہے۔

فائدہ:- آیت مشروحہ والی یاتین الفاحشة من بنیائیکہ واستجدوا علیہا اربعۃ



کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مسند قرین نے نسخہ کا جو تعلق کیا ہے وہ جس پر مسند فی ضیاع آج بھی مقبول رہا ہے مسئلہ کو حسب آیت منسوخ نہیں ہے تو معمول پیدا ہوتی چاہئے۔ حالانکہ یہ تہذیب کا مشروریت کے بعد اس آیت پر رد مفسرین صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا وہ صحابہ و تابعین نے معلوم ہوا کہ جس پر عمل کی گئی تھی نہیں ہے؟ اور اگر سچ تو عمل کی کیا صورت ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ یہ آیت ایسے وقت کے لئے ہے جب نہ تو مسند آیت مسند وقت بدارت مروج ہو اور نہ دو جاری کرنے کی صلاحت و نہایت نہ رکھتی ہو چنانچہ ایسے ہی حالات میں اس آیت کا نزول بھی ہوا تھا۔ اور خود کاشوریت کے وقت سے تابعین کے دور تک جو نکرات پر مسند آیت رہی اور نہ دو اس کے لئے آسان رہا۔ اس لئے جس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ (۱۱) (نظر ملاحظہ)

(۱۱) وَهِيَ الْمُنَادَةُ قَوْلَهُ تَعَالَى: وَلَا الشَّهْرُ الْحَرَامُ، الْآيَةَ: مَنْسُوخَةٌ بِأَيِّهَا تَقَرَّرَ الْقَتْلُ فِي قَبْلِ قَوْلِهِ لَا تُجِدُ فِي الْقُرْآنِ نَاسِخًا لَهُ، وَلَا فِي السُّنَنِ الْقَمِيحَةِ، وَلَكِنْ الْمَعْنَى أَنَّ الْقَتْلَ الْمَحْذُورَ يَكُونُ فِي شَهْرِ الْحَرَامِ أَشَدَّ تَغْلِيظًا، كَمَا قَالَ الشَّيْخُ صَلي اللہ علیہ وسلم فِي الْخُطْبَةِ: «إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحَرَمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بِلَادِكُمْ هَذِهِ»۔

ترجمہ: اور سورہ مائدہ میں سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَلَا الشَّهْرُ الْحَرَامُ، الْآيَةَ: مَنْسُوخَةٌ ہے، اس میں شہر حرام میں قتل کی ناپاکت کے ذریعہ جس کو بتا ہوں کہ جس میں آیت کا ناسخ و قرآن میں پائے ہیں اور نہ حدیث صحیح میں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قتل یا حرام شہر حرام میں اور نہ زیادہ سنگین ہو جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے) خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا: «إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحَرَمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بِلَادِكُمْ هَذِهِ»۔

فَاذْكُرُوا آيَةَ مَنْسُوخَةٍ بِأَيِّهَا تَقَرَّرَ الْقَتْلُ فِي قَبْلِ قَوْلِهِ لَا تُجِدُ فِي الْقُرْآنِ نَاسِخًا لَهُ، وَلَا فِي السُّنَنِ الْقَمِيحَةِ، وَلَكِنْ الْمَعْنَى أَنَّ الْقَتْلَ الْمَحْذُورَ يَكُونُ فِي شَهْرِ الْحَرَامِ أَشَدَّ تَغْلِيظًا، كَمَا قَالَ الشَّيْخُ صَلي اللہ علیہ وسلم فِي الْخُطْبَةِ: «إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحَرَمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بِلَادِكُمْ هَذِهِ»۔





ظاہر ہے کہ پہلی آیت میں آنسو وصل اللہ علیہ السلام کو اختیار دیا گیا ہے کہ اپنی کتاب کے باہمی معاملات میں آپ  
 چاہیں تو فیصلہ کریں اور دوسری آیت میں تو مان دیں۔ اور دوسری آیت میں آپ کو کتاب اللہ کے مطابق  
 فیصلہ کرنے کا حکم کیا گیا ہے۔ لہذا دونوں آیتیں باہم معاون ہیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ بن مریم حضرت  
 سید بن السیبت حضرت ابن عباس وغیرہ، بلکہ عباس بن ابی رزین و قرظی کے بقول کثر صنف رحمہم اللہ  
 تفسیر والی آیت کو دوسری آیت کے وسیع منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف مفسرین کی ایک جماعت  
 تفسیر والی آیت کو حکم مانتا ہے۔ وہ اس مسئلہ میں بھری دشمنی و کینہی است۔ شاہ صاحب کی بھی یہی  
 رائے ہے۔ یہ حضرات آیت بنائید کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اگر آپ اپنے اعتبار سے ان کے معاملات  
 کا فیصلہ کرنا چاہیں تو کتاب اللہ کے مطابق کریں ورنہ مثال دینے کا اختیار تو آپ کو ہے ہی۔ اس پر  
 یہ غائب علمائے اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت کا جو مقہوم بیان کیا جا رہا ہے اس مقہوم کو صراحت کیساتھ  
 پہلی ہی آیت میں بیان کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ فرمایا وہن حکمت فاحکم بینہما بقسط۔ اس لئے  
 اگر آیت ثانیہ ان احکم بکم الذی کا بھی یہی مطلب لیا جائے تو حکم لازم آئے گا۔  
 جواب :- یہی علماء میں بالتسلط کی تفسیر کا فائدہ صفر ہے ظاہر اس۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۰۰)

۱۱۱ قولہ تعالیٰ او اخر این من غیر کفر منسوخ بقولہ واشہدوا ذکر عدلی  
 حکمہ قلت قال احد بظاہر الاية ومعناها عند غیرہ او اخر این من  
 غیر اقا دیکہ فیکون من مسائل المسلمین۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کا فرمان اذ اختلف من غیر کفر منسوخ ہے اسی کے ارشاد واشہدوا  
 ذکر عدلی بنکر ہے۔ میں کہتا ہوں اہم، محمد بن حنیبل ظاہر آیت کے قائل ہیں۔ اور اس کا معنی دوسرے  
 حضرات کے نزدیک من غیر اقا دیکم ہے (یعنی ایسے دو دوسرے شخص جس جو تمہارے رشتہ دار  
 نہ ہوں، لہذا یہ (اخران بھی) مسلمانوں میں سے چر جائیں گے۔) اس تاویل کے مطابق پہلی آیت  
 میں غیر مسلم کی گواہی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

فائدہ :- آیت منسوخہ یا ایہ الذین آمنوا اشہدوا بعبادۃ جبریل علیہ السلام حضرت علیؓ کے اقوال میں  
 ہے۔ حدیث :- آیت منسوخہ یا ایہ الذین آمنوا اشہدوا بعبادۃ جبریل علیہ السلام حضرت علیؓ کے اقوال میں







نَاصِحٌ أَمِيرٌ... الَّذِي خُفِّفَ اللَّهُ عَنْكَ دُعَاؤَكَ وَعَلَّمَكَ مَا لَيْسَ يَكُنُ مِنْكَ عَمَّا تُصَلِّى ۚ فَاصْبِرْ لَهُ هَاجِرًا  
وَمُتَّصِلًا ۚ إِنَّكَ بِعَيْنِنَا ۚ وَلَئِنْ قَسَيْتَ كُرْهًا لَّفَتَّ بِغِلِّهِ ۚ فَلَا تُغْلِبْهُ ۚ فِئْتَائِي ۚ يَافُورُ ۚ

ترجمہ: اے اللہ کے قلم پر تحقیق کردہ یہ معلوم کر لیا کہ تم میں بہت کم کی گئی ہے۔ سو وہ بے یگم دیا جاتا ہے کہ اگر تم میں  
کے سوا کسی ثابت قدم رہنے والے میں جی تو اپنے سے دو گنے مدد پر یعنی اور سو پر غائب کیا میں گے اور وہی  
طرح اگر تم میں کے جزا ہوں گے تو وہ جزا پر اللہ کے حکم سے غائب کیا میں گے (انہی بیان نظر آئے)

لیج کا قول بنامی کی تصریح کے مطابق حضرت ابن عباس سے منقول ہے جس کے وہی حضرت مطہر  
جیکہ زیر بن برکت کی روایت میں اس ترمیم کو تحقیق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ حضرت ابن عباس کا  
ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے در فرض تھا کہ ایک مسلمان اس مشرک سے مقابلہ کرے۔ یہ حکم ان  
لوگوں کو گراں گذرا لہذا اللہ تعالیٰ نے تحقیق، نازل فرمائی اور دو کے مقابلہ میں ایک کا حکم  
نافذ کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اسی تناسب سے قوت مقابلہ ثابت قدمی میں بھی کمی کر دی گئی۔

شیخ ابوبکر غازی صوفی کا خیال ہے کہ جیسے حالت سفر میں انظار کی رخصت کو نسخ نہیں کہا جاتا  
ہے بلکہ اس کا نام تحقیق و رخصت ہے۔ اور روزہ رکھنا افضل ہے۔ اسی طرح اس گئے کے یہ بیان  
"دو گنے سے مقابلہ" کا حکم بھی تحقیق ہے۔ اور اس گئے سے مقابلہ کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔  
اس لئے اس ترمیم کو نسخ کے بجائے تحقیق ہی کہنا چاہئے۔ (مقابلہ مذاہم ص ۱۰۰)

خیالی بندہ :- حالت سفر میں انظار کی رخصت قوی و عارضی ہے۔ واجب موسم عارضی اور پرزور  
ہو گیا ہے، ساتھ ہی نہیں ہوا ہے۔ اس کے برخلاف۔ دو گنے سے مقابلہ، کا حکم مستقل و دائمی ہے۔ اور  
اس سے مقابلہ کا واجب کلیہ منسوخ ہو چکا ہے۔ اس لئے اسے، فائدہ مسافر پر قہر میں کرنا قیاس  
سے اختلاف ہے۔ واللہ اعلم

خود مشید اور مؤخر

خود مشید اور مؤخر

۵۱ «ومن برادة قوله تعالى إني وإخفا فافا وثقت لا متبوخة بآيات  
العزيز وهي قوله ليس على الأعشى خروج الآية وقوله ليس على الضعفاء  
الآيات من خلفنا أي مع أقل ما يتألف من الجهاد من حر كوب و  
عيل للخدمة ونفقة يقع بها وثقا لا مع الخدم الكثرة والمز اك



جو آپ سے جہاد میں جانے کے لئے سنواریں گا سوال کرتے ہیں، اور آپ کی طرف سے معذرت کا جواب  
 سن کر کبھیہ خاطر ادا شکبار اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں۔ یہ سب لوگ معذور ہیں جن پر  
 جہاد فرض نہیں ہے۔

ہر حال میں حضرت کے نزدیک عیسا سے معذور افراد میں وہ نفع کے متعلق ہیں، ان کے  
 بر خلاف معذرت مثلاً وصایت کا نظریہ ہے کہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ وہ نفع کے لئے حضرت  
 نے وہ توجہ نہیں پیش کی ہیں۔

توجیہ کا عیسا سے معمولی درجہ کی خدمت اور تھوڑے سارے ساز و سامان والے اور عیسا  
 سے اپنے لوگ کو دیکھا جی کے پاس ساز و سامان تمام اور سواریاں وافر مقدار میں موجود ہوتے  
 ہیں یقیناً ہے حضرت تھا تو ہی کی رہنمائی توجہ فرماتے ہیں بلکہ پڑھو تو بے سامان سے اور زیادہ سامان  
 سے پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں *هو احد الاقوال في الآية كقوله في الآية* عیسا سے  
*ولقد ائتمنه*۔ فلا ینفع من هذا التفسیر لانتفاء القدرۃ بدلیل الخرابۃ من *منه*،  
 لکن آیت کے مطالب صرف وہی لوگ ہیں جن کے پاس ساز و سامان موجود ہیں خواہ تھوڑے ہوں یا  
 زیادہ۔ یہ وہ لوگ جو معذور یعنی وہ اس حکم میں داخل نہیں۔ لہذا نسخ یا استثناء کی ضرورت پیدا  
 توجیہ نہ کیے حضرت نے اس قول کی کہ بیان فرمایا ہے اس کا ماحول یہ ہے کہ آیت کریمہ  
 انفعہ لاحسانا ام مشورۃ ہے لیکن علی الاطلاق اور ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ وقتی طور پر صرف ماحالات  
 میں اور جب تر و دست دشمنوں سے سخت مقابلہ کی نوبت آجائے اور امر کی طرف سے غیر عام ہو جائے  
 تو پھر یہی آیت واجب العمل ہو جائے گی۔ (واللہ اعلم)

وَمِنْهُ نَفَرًا فَرَقُوا مِنَ الْعَقَابِ وَالْمَرْحُومِينَ لَا يَكُنْ لَهُ الْفَتْحُ فِي الْقِتَالِ وَقَالَ تَعَالَى لَا يَنْفَعُ  
 اللَّهُ نَفْسًا إِذَا دُفِنَتْ بِهَا فَمَا كَيْفَ يَنْفَعُونَ؟ وَإِذَا عَلِمَ الْغُلَامُ الْمَوْتَ خَرَّ شَيْدًا نَوْرًا وَفَرَّادًا

(۱۲) وَمِنْ النَّوْرِ قَوْلُهُ تَعَالَى لَا يَنْفَعُ إِلَّا زَانِيَةُ الْآيَةِ مَشْوَخَةٌ  
 بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ قُلْتُ قَالَ أَحْمَدُ بَظَاهِرِ الْآيَةِ  
 وَمَعْنَاهُ أَنَّ مَرْتَكِبَ الْكِبِيرَةِ لَيْسَ بِكَفٍّ إِلَّا لِلزَّانِيَةِ



اور کیوں نہ کہ؟ شعر ہے: گنہ ہم نہیں ایم نہیں پر وار د کبوتر باکبوتر باز با باز

بزرگ مناسب ہم خود گرفت باز ۴ لیل یا بار رفت و رفت سونے خارا زار

فرق ۱۔ شاہ صائب کی فضا و دونوں توصیہات کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلی نصیحت کے مطابق آیت کریمہ زانی و زانیہ کی شرعی حیثیت کا بیان ہے کہ یہ لوگ علماء کے ساتھ نکاح کی اہلیت و ریت نہیں رکھتے ہیں۔ بقول علامہ رشیدی: نفی میاقت فعل کو نفی فعل کی حیثیت دی گئی ہے۔ تاہم ہر اور دو تہی قرآن کے مطابق زانی و زانیہ کے ذوق اور طبی میلان کا بیان ہے۔ واضحہ علم

وہ آیت ۱۔ فارسی زبان کے کتب نسخہ میں اوپر مذکور نصیحت ہی ہے۔ لیکن مولوی رشید احمد رحیم کے اردو ترجمہ اور انھوں نے لکھنے میں لایستحب فعل نفی ہے۔ اس صورت میں آیت کا مطلب ہر گاہ کہ زانیہ و زانیہ سے رشتہ قائم کرنا غیر پسندیدہ ہے۔ اس نصیحت کے مطابق آیت میں ان مہاجرین کو تنبیہ کی گئی ہے جنہوں نے پیش از مخالفت سے نکاح کا ارادہ کیا تھا کہ وہ کیا ارادہ ہیں پسند نہیں ہے۔ تاہم قولہ و آخر مع علامہ کے بقول: ذلک لا یشاء اللہ کا ہم معنی ہے۔ یا بقول علامہ رشیدی: مطلب یہ ہو کہ زانیہ سے نکاح کرنا ان پاکدامنوں پر حرام کر دیا گیا ہے جو صحیح اور متیقن معنوں میں مومنین کہلاتے ہیں۔ یعنی یہی حکم جو پرانی کے پاک نفوس کو ایسی گندمی جگہ کی طرف مائل ہونے سے روک دیا گیا ہے۔ اس وقت قرآن کے معنی وہ ہیں کہ جو حدیث علیہ السلام بصیر میں یا خزانہ حق قرآنہ ہفت خزانہ انھم کاتبو حنظل میں پائے گئے ہیں۔ انھو مشدداً نبیہ

معرضہ ہندی۔ الذی: المباح میں حرم استعمال میں (۱) فقہ زانی و زانیہ حیثیت سے خبر ہو۔

و کذا افعال القضاہ وہا اس حدیث الامام المشرک و اختاروا (۲) فقہ خبر اور منیٰ انشاء ہو (۳) فقہ و معنی دونوں، اعتبار سے انشاء ہو و خدا اعلیٰ از وہ لا یشاء مع و خدا نہ مصلحت۔

۲۔ اصل صورت میں آیت مذکورہ کسی کلمہ شرعی کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ عام انسانوں کے مخالف ذوق و رجحان کا خبر ہے۔ جیسے کہہ رہے ہیں: لا یفعل الخبیث الا الذین اختلفوا حالانکہ غیر متفق ہیں کچھ لکھیں اچھے کام کر گزرنے میں لزبائیت میں شرم کا۔ حتمال میں نہیں خدا حق الا تشبوا لایب خلیفہ اللہ استحالہ کا، جب خدا اللہ تعالیٰ دیکھ کر یہ کہہ نہ سکتا بلکہ واقعہ الشاہدۃ بکل ما حدیث خیر

من اعلیٰ دعا جنی خلاکھا من احوالی رانظر المباحث منک یوقال ابو جعفر الخاضی : دلو جلا منکم  
فیہا ما عرف حق من باطل و بطلت المعاد۔

دوسری دیکھو یہ صورت میں احنابلہ نے فرج تو ہے لیکن شہادت نہیں ہے کہ وہ دیکھیں پھر  
وہیل نے حضرت مصابہ اور مکرملین و مکر فاروق ابن مسعود ابن عباس علیہ السلام اور جابر و  
براء رضی اللہ عنہم اور ان کے میں امام احمد بن حنبل کا جبرائیل علیہ السلام کے ہنسی سے اور حرام ہونے  
کے قابل ہیں۔ معلوم ہے کہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

وہیل نے قائلین فرج کی پیش کی ہوئی دلیلوں میں قوت فرج نہیں ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے فرج کی حیثیت  
سے اجماع اللہ و ایتوں کو پیش کیا ہے۔ ایک سورہ فہار کی آیت فانکھوا اساطیر لکم من النساء۔  
دوسرے سورہ قمر کی آیت و استکفوا الایمان منکر۔

ان میں سے کسی ایک میں بھی فرج کی قوت و صلاحیت نہیں۔ اجماع میں تو اس نے نہیں کہ مذکورہ صحابہ  
کرام و تابعین عظام کے اختلاف کی وجہ سے اجماع متحقق نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن بھی جبور کے نزدیک  
اجماع میں آیات و احادیث قطعیہ کے فرج کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے۔ کہنا تقدیر الایمان۔

کیونکہ اجماع و اکتاف میں سے ہے۔ نہ مستند یوں کا تو دونوں عام ہیں۔ یہاں لڑائی لڑائی کے متعلق  
تساوی کے مطابق عام میں خاص کے لئے ناسخ ہونے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے۔

۱) خلاصہ ہو تفسیر کبیر (۱۵۲۵۵) کیونکہ عام تخصیص کا استعمال نہ کھتا ہے۔

من صاحب الفقہاء۔

اعضیۃ و الشافعیۃ قالوا: یم۔ مروج الرجل بامرأۃ زانیۃ یھو مذنب الشافعی وھو من  
ھس ابن شکر و ابن بن الخطاب و ابنہ و ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہم و ابن جابر و شیبان  
ابن یسار و سعید بن جبیر۔ قال الجھت حق لا یفھم الامم و یفھم فی علی جواز النکاح۔

وقال الشیخ المغنی محمد شفیع الدبوس بدی ویکرہ التزویر بامرأۃ زانیۃ عند مالک ویم  
منقول عن مشیر الحنفیۃ (وقال القاضي شمس اللہ رحمہ اللہ وعد الذمۃ التلازم منکاح  
الزانی و الزانیۃ صحیح۔

اعمالہ قالوا: اذ انزلت اللہ لبر علی من یعلم ذلک نکاحاً الا بشرط ان احدھا انما آتھا

والثانی ان تتوب من الذنوب الی حق اداء واجبک و یو فیہ خلقا للافتن الذلک (۱) انما  
 عند اداء المرتبک کما اولی کلک کما لا یزید ذلک فلا یجوز تکاھها قبل الوضع یہ عند  
 الزنا ساجد و یہ قال مالک و ابو یوسف و هو الصحیح الروایتین عن ابی حنیفہ و فی الآخر  
 قال یجوز تکاھها و هو من ذہب المشائخ۔

ابو سعید خمال، اذ انزل النہل بالمرأۃ ثمرکما یجوز ذلک فعمار زلیخا، ابتدا و بہ لک مالک  
 و روی عن ابی عیسیٰ و عن و عیاض و ابی نعیم و ابی یوسف و ابی حنیفہ (۲)۔

و قال المختص، ان الذنوب الذی الروایتین عن ابی سعید و ابی حنیفہ و ابی یوسف و ابی حنیفہ  
 و ابی حنیفہ و ابی عیاض و ابی نعیم و ابی یوسف و ابی حنیفہ و ابی حنیفہ و ابی حنیفہ۔

(۱) انظر اعتبار الفکر للبحث (ص ۳۲۲) و المختص (ص ۱۰۰۲) و فتح البیان (ص ۱۲۲)

والتفسیر المظهر (ص ۲۳)



(۱) قوله تعالى لیسبأ ذنوب الذین ملکک آیما تنکر الایة قبل منسوخة  
 و قبل لا و لکن تهاوت الناس فی العمل بها قلت من ذہب ابن عباس  
 انها لیسبت بمنسوخة و هذا اویة راوی بالاحتماد۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر کسی نے کسی عورت کو بے پردہ کیا ہے تو اسے  
 جسے منسوخ ہے وہ بے پردہ ہی رہے جس پر عمل کرنے میں۔ میں کہتا ہوں کہ ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ وہ  
 منسوخ نہیں ہے۔ اور زیادہ و وسیع اور زیادہ قابل و مستوجب۔

فأمرہ و سبأ منسوخہ : آیاتھا الذین آمنوا الذین ملکک آیما تنکر و الذین  
 تنکر لہا الخ لہ تنکر لک فتأثم من قبل منسوخة الخ و الذین تنکر لہا تنکر من المنکر  
 و الذین تنکر لہا تنکر من المنکر الخ و الذین تنکر لہا تنکر من المنکر الخ و الذین تنکر لہا تنکر من المنکر الخ  
 تم میں جو شخص بے پردہ کو نہیں پہنچے ان کو تم میں دشمنی میں اہانت لینا چاہئے (۱) ایک نور مکرر ہے پچھ  
 اور (۲) (۳) جب اسے پہنچے کے لئے، دو پہر کو اپنے (بعض) پرانے امور دیکھتے ہو، اور







سوانہ یہ ہے کہ اس حکم کی غسوئی کیا اس امر کا ذکر قسم کرنے کے خلاف نہیں؟ اگر اس کی کیا وہ ہرگز؟  
 اشکال: کہ کتب تفسیر کے مطابق ہے ایک اور اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد  
 ہے: فقلت: اے ابی الاثیر! لعل انہ؟ وقتہ: اشبع لیسرہ! ثم تزق: بعداً، وحبیبہ: بدلت البسفیانہ  
 وجریدہ: بدلت المذارت، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو اس واقع کے بعد بھی نکاح کی علت باقی تھی، اور آپ اہم سبب و جوہر سے  
 نکاح نہ فرماتے، لیکن حضرت کے اس ارشاد پر بھی اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت ان سبب کا نکاح  
 سنت میں اور حضرت جوہر کا عقد سنت میں ہوا ہے، جب آپ کے عقد میں صرف آٹھ یا سات ہی  
 ہوں، یعنی۔ اس لئے کہ حضرت جوہر کا عقد سنت نبوی میں اور نیشب سنت نبوی کے بعد میں واقع  
 کو چاروں کو چھٹی تھی، تو اس وقت آپ کے عقد نکاح میں تو بیویوں کا ہونا یا نہ ہونا ممکن ہے۔ تاہم یہ سنو۔

ترکالہ: آیات کی موجودہ ترتیب میں آپ کی تفسیر کے مطابق، اس کا مقدم اور منسوخ مؤخر ہے۔ یہ آ  
 اگر صحیح ہے کہ قرآن کی جمع و ترتیب میں ترتیب نزول کا اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے موجودہ ترتیب میں  
 ناسخ کا منسوخ ہونا بالکل جائز، یکہ سورہ بقرہ کے اندر۔ عزت متوفی غنا، ہذا وجہ سے متعلق  
 آیات میں، وقع و ثابت بھی ہے، لیکن کیا بلا ضرورت و جواز، دلیل تقدم و تاخر کا فیصلہ قابل اعتناء  
 ہو سکتا ہے؟ بلکہ حضرت ابن عباس و قتادہ کی ایک روایت کے مطابق ان آیات میں تقدم و تاخر  
 نہیں ہے، بلکہ بعد والی آیت: لا یجوز لك النساء منہن، ناسخ ہے۔ ومنہن سحابة منہن لك، اے ابوہریرہ  
 ما یا حذلق! قبل من النوسعة فی جميع النساء۔ اور حضرت جابر و ابن جبر سے مراد بعد کی تفسیر میں  
 من بعد ان حلت النساء علی النہوم مروی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۔ اگر وہ اشکال کی تیسری پہچان، والی عبارات، بقول ابی الاثیر: کہ انہ؟ ثم تزق: اور بدلت البسفیانہ: وجریدہ: بدلت  
 وشکر: اعطی سببھن، عدم الخلف وانہ تعانوا علیہ، روح ۱۳ ص ۷۷، طبعہ: طبعہ، کتب طبعہ: طبعہ  
 فیہ۔ خریدہ: خریدہ، کہ دیکھئے معنی ابی الی سبب ۷۷ ص ۷۷، خریدہ: خریدہ، ۱۳ ص ۷۷، خریدہ: خریدہ

(صفحہ ۳۰۲ کے بعد صفحہ ۳۰۳ ملاحظہ فرمائیں)

صفحہ ۳۰۳ خالی ہے

ملاحظہ

جہاں تک بندہ کے ناقص مبلغ علم کی رہنمائی ہے تاہیں منع میں ہے کسی صوابی یا باطلی نے ہی  
 آیت کو تاج نہیں بتایا ہے صرف امام شافعیؒ نے اس کے تاج ہونے کا خیال ظاہر کیا ہے پس  
 چنانچہ علامہ بیہقیؒ نے معنی گزرنی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے منشاء و حاسنات  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ اذی اللہ العلیہ کے تحت امام موصوف کا قول  
 واجب قول عائشہ احدثتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعلنا انا اطفالنا لک الی قولہ تعالیٰ  
 خالصہ کافی نقل کیا ہے۔ (دیکھئے نسخہ گزرنی ص ۵۵)

اس کے برخلاف ابن سعد و ابن ابی حاتم نے ام سلمہؓ سے اور نسائی و ابن جریر، ابن التبر، ابن کثیر و ابن  
 ابی نعیم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ  
 احدثتہ ای بنفرت ج ص ۱۲۵ ما شاء الاذات مخرجہ لقولہ تعالیٰ فاجعلنا من اطفالنا منہ  
 وقولہ لیک من قشاء ترمذی و حاتم نے روایت کی تصحیح کی ہے۔ (دیکھئے ص ۵۵ ص ۵۴)

ابن کثیر علیہ الرحمہ حضرت ام سلمہؓ کے حوالے سے روایت نقل کرتے کے بعد لکھتے ہیں فجعلنا منہم  
 ناسخۃ فالتی قد حاک فی التلوۃ (تفسیر ابن کثیر ص ۲ ص ۵۰) یعنی اگر انہوں نے رسول اللہؐ سے  
 اس آیت و ترجمہ من قشاء ۱۲۱ کو روایات کے بعد اذی اللہ العلیہ کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔

علامہ کوئی ای روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں فجعلنا ظاہر فی ان الناسخ قولہ تعالیٰ فاجعلنا  
 (دیکھئے پچھتہ) اگرچہ علامہ کو اس پر شرح صدر نہیں تھا، اس لئے آگے چل کر وہ انقلاب منہشیؒ کے کلمہ باریہ  
 میں لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ و جعلناک من اطفالنا ہی ہے۔ تو اس کے لئے ناسخ آیت کریمہ منہشیؒ  
 حق قشاء و قولہ لیک من قشاء ای بنفرت ج ص ۱۲۵ کو مانا جائے یا پھر مستند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو ناسخ مانا جائے جیسا کہ بعض اسلاف کا خیال ہے۔ اناہ الناسخ المستندہ و یطلب علی النسخ انما  
 کانت فعل علیہ المخلوۃ والسلام

### دوسری تفسیر

نیکہ تمام اشکالات سے نجات حاصل کرنے کا آسان واسطہ یہ ہے کہ آیت کریمہ کی دوسری تفسیر  
 اختیار کی جائے جو حضرت ابی بن کعبؓ، مکرّمہ و ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ  
 و مجاہدؓ کی بھی ایک روایت ہے۔ اس طرح منہشیؒ وقت رواہ جس بصریؒ وغیرہ کی بھی ایک  
 روایت ہے۔ ایک ذات ال ابن کثیرؒ نے معنی انا اطفالنا لک الی میں آپ لکھتے





(۲۱) ومن الممتحنة قوله تعالى فاتوا الذين ذھبت ازواجھم  
مثل ما انفقوا قیل منسوخۃ بأیۃ السیف وقیل بأیۃ الغنیمۃ و  
قیل بحکمۃ قلت الاظھروا انها بحکمۃ ولكن الحکمۃ فی الدھادھن و  
عند قوۃ الکفار۔

ترجمہ ۱۔ اور سورۃ الممتحن میں سے اُنہی تعالیٰ کا فرمایا، فاتوا ایسے کہ گناہ سے کہ منسوخ ہے آیہ  
سیف ہے۔ اور کہا گیا کہ آیت غنیمت سے، اور کہا گیا کہ حکم، اخیر منسوخ ہے۔ ایسے میں کہنا چوں زیادہ  
ظاہر ہے کہ یہ آیت حکم ہے، لیکن یہ حکم قصاصات اور قتل کفار کے وقت ہے۔

فائدہ ۱۔ آیت منسوخ نہیں ہے، وہ ان مانت کہ میں من ازواجکم ان الکفار فضاقتہم وانا  
الذین نعیمت لہذا جھوم مثل ما انفقوا۔ (ترجمہ) اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی  
کافروں کے ہاتھ میں رہ جائے گی جو سے تمہارے ہاتھ نہ آئے پھر تمہاری نوبت آوے گی لیکن تمہارے ذر  
کسی کافر کا حق جہود واجب اور وہ جو تو تم ان کو سمجھا کہ یہ وہاں ہاتھ سے نکل گئیں اس کے برابر وہ جو  
انہیں نے خیر کیا تھا۔

**توضیح** [صلح حدیبیہ کے موقع پر جو غفلت پر صلح ہوئی تھی ان میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ رسول اللہ  
کفار کے پاس چلا جائیگا اور وہاں نہیں کیا جائیگا اور جو کافر مسلمان ہو کر پہلے اسلام  
لے پاس آجائے گا مسلمانوں پر اس کی دہی لازم ہوگی۔ چنانچہ بعض کافر مسلمان ہو کر مدینہ آئے اور  
وہاں کے کچھ کچھ بعض عورتیں مسلمان ہو کر آئیں ان کے کفار اقرار کرنے والے اس کا مطالبہ کیا، بحیث  
کریمہ منزل ہوئی یا یہ تھا ان الذین استوا اذا جاد کہ المؤمنات، وہ عورتان فانت جنتھن۔

اللہ اعلم بما نھت فان علمتھن موثبات فلا ترجعنہن الی الکفار الا ان یردن  
عہن ای اس میں تو ان کا اتھان لینے کی بصورت کا سیاسی لان کو اپنے پاس در رکھ لو وہاں نہ کرو۔ ان کفار  
نے خود قول پر سہرے طور پر جو کچھ خیر کیا جو وہ ان کو ادا کر دیا جائے، اسی طرح کفار کی خدمت داری چلتی  
تھی کہ جو مسلمان عورت ان کے یہاں چلی جائے اس کا مہر جو مسلم شہر نے آئے دیا تھا، مسلمانوں  
کو لو اگر۔ قرآن کے لفظوں میں واستلھما انھن فخر ولینہما اما انفقوا، مسلمانوں نے  
اس حکم کی تعمیل کی، کفار کے حقوق انہیں ادا کر دئے لیکن کفار نے صاف انکار کر دیا تو آیت کریمہ



وہاں خاکہ اول کا نزول ہوا جس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں اور اختلاف تفسیر کا دار و مدار خاصیت کی تفسیر پر ہے۔

**تفسیر** | حاقبہ معاذیہ سے ہے جو عقاب کے حاقوڑ ہے۔ معنی میں انتقام اور بدلہ لینا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر تمہاری کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے نکل کر کفار کے یہاں پہنچ جائے اور کفار مسلمان شوہروں کو ان کا دیا ہوا سپرد واپس کریں تو اگر تم ان کے اس عمل کا انتقام اور بدلہ لیتو جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مجاہد عورتوں کے مہر کی جو رقم تمہارے ذمہ واجب ہو چکی ہو تم اسے کفار کو زندہ کر دو۔ تو اس میں سے اس مسلمان شوہر کو اتنی رقم دیدو جتنی کفار نے وہابی پیشہ حضرت عثمان غنیؓ نے بھی یہی تفسیر اختیار فرمائی ہے۔ لیکن عاقبت کو عقاب کے بجائے غقبہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں باری۔ اصل میں غقبہ کا لفظ باری باری سوار ہونے کے لئے موعوم ہوا تھا کیونکہ پھر مطلق باری کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا ہے۔ بہر حال حاقبہ کے معنی ہیں بَارِئٌ غَقَبَتْ کَثْرَہٗ تمہاری نوبت آجائے۔

**تفسیر** | حاقبہ کے دو سکر معنی ہیں، اصبتہ الغقبی وہ الغقبیۃ۔ تم نے معنی عیسیٰ مال غنیمت حاصل کر لیا جو۔ مفسرین نے یہاں اقتضار النقص کے لہجہ پر غن و ثمرہ مقدور مانا ہے۔ معاذ غن و ثمرہ غنیمت (۱۱۱) (۱۱۲) مطلب یہ ہوگا کہ جو مسلمان شوہروں کی عورتیں کفار کے قبضہ میں چلی گئیں اور کفار نے ان کے ہر مسلمان شوہروں کو وہ انہیں کئے، پھر مسلمانوں کو ان کی غنیمت حاصل ہوا تو ان شوہروں کا حق مال غنیمت سے ادا کر دیا جائے۔ عوفی نے ابن عباسؓ سے یہی تفسیر نقل کی ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت آتی ہے کہ قتادہ و قتائل و ضحاک و صفیان و یحییٰ بن عمر اور امام زہریؒ بھی ان کے قائل ہیں۔ اور حضرت قتادہؓ و مجاہدؓ کی بھی ایک روایت ایسی کے مطابق ہے۔

(دیکھئے تفسیر ابن کثیر، ج ۱ ص ۲۵۵)

یہ تفسیر مفید ہے۔ قتادہ و مجاہد سے نقل ہے۔ یہی قتادہ کے نزدیک کفار سے معاد ہوا ہے۔ جبکہ مجاہد کے یہاں معاد غیر معاد ہوا ہے۔ وہابی۔ دیکھئے کتاب المناجیح والنسوح (۱۱۱)

یہ قتال الزباج اور اصبتہم فی القتال یعقوبہ بنی غنیمت ص ۱۱۱ (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴)



الخمس غير متجهة بل الحق ان اول السورة في تأكيد التذنب الى قيام الليل واخرها نسيخ التأكيد الى مجرد التذنب۔

ترجمہ :- اور سورہ مزمل میں سے ارشاد باری تعالیٰ تم اٹھیں اور سورہ کے آخری حصہ سے تسبیح ہے۔ پھر آخری حصہ میں تسبیح ہو گیا جو قوت نمازوں سے۔ میں کہتا ہوں جو قوت نمازوں کے ذریعہ نسیخ کا دعویٰ مل نہیں ہے۔ بہر حق یہ ہے کہ سورہ کا ابتدائی حصہ قیام میں (تسبیح پرانہ) کے استجاب کی تاکید میں ہے۔ اور اس کا آخری تاکید کا نسیخ ہے۔ بعض غیر متذکرہ استجاب کی جانب ایسی تاکید مستجاب منسوخ ہو گئی اور استجاب بلا تاکید اب بھی باقی ہے۔

قائد :- آیت منسوخہ بابا ابنا الموقل قد الیل الا قلیلہ تصدقہ او انقص منه قلیلا اورد غلیظہ قدرت لی القرآن تنزیلاً مترجم :- اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو نماز میں کھڑے رہا کر گھر میں ہی رات میں نصف رات یا اس سے کسی قدر کم کرو یا نصف کے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف پڑھو۔ مطلب یہ ہے کہ (تسبیح کی نماز کے لئے) قیام میں قرآن پڑھنا اور وقت قیام کی مقدار میں آپ کو اختیار ہے۔ ایک تہائی، دو تہائی اور نصف شبہ میں سے جس مقدار کو چاہیے اختیار کریں۔

آیت یا سجدہ :- ان ربک بطور انک تقوم اذنی من شکی الیل ویقظک وثلثہ وطاقہ من الذین منک ذالک یقظہ الیل والنهار علیہ ان تحضوہ فتاب علیکم فاقموا ونا تاتسرو من لیلای۔ (ترجمہ) آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعض آدمی (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات (نماز میں) کھڑے رہتے ہیں۔ اور راتوں کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ تم اس مقدار (وقت) کو ضبط نہیں کر سکتے تو میں نے تمہارے حال پر غایت کی اور اس سے پہلے حکم کو منسوخ فرمایا) سورہ اب : تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکتے پڑھ لیا کرو (ترجمہ) اس قرآن پڑھنے سے تمہارے پڑھنا ہے کہ اس میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اور اگر استجاب کیجئے۔

نیز میں سوا کی جا رہے تھے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ شکیات منہ سے نکال دیا جائے۔ اس سے پہلے جو دن : پہلی آیت سے۔ نماز تکبیر اور اس میں بطور قیام کی فرضیت ثابت ہوئی تھی۔



ترجمہ: سیوطی نے ابن العربی کی موافقت کرتے ہوئے فرمایا: تو یہ کہیں آیتیں منسوخ ہیں ان میں سے بعض میں اختلاف کے ساتھ اور ان کے علاوہ میں نسخ کا دعویٰ بھی نہیں ہے۔ اور استیذان و قسمت کی دو آیتوں کے بارے میں زیادہ صحیح (۱) ان کا حکم وغیرہ منسوخ جو ناہے، لہذا منسوخ آیتیں انہیں جو ہیں، اور اس تحقیق پر مجھے ہم نے لکھا ہے نسخ صرف پانچ آیتوں میں تھیں جو پاتا ہے۔

فاما مدرہ ۳۔ استیذان و قسمت کی آیات سے سورہ نور کی آیت کریمہ: یا ایہا الذین آمنوا لا یستأذناکم بالذین علیکم ایمان تکم الا سورہ صافات کی آیت کریمہ: واذ احضروا الصیۃ اولو القربیٰ الا مراد ہے۔ ابن العربی نے جن کہیں آیتوں میں نسخ تسلیم کیا ہے ان میں سے مذکورہ بالا دو آیتوں کو سیوطی نے مستثنیٰ کر لیا۔ لہذا انہیں کہیں۔ جبکہ مشہور اور صحیح ہے کہ سیوطی کے نزدیک ہیں آیتیں منسوخ ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ علاوہ سیوطی نے آیات منسوخہ میں جہاں وہ آیتیں کم کی ہیں وہیں ایک آیت کا اضافہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ فضائل شعبۂ عشر کے بعد لکھتے ہیں: وینضم الیہ قولہ تعالیٰ: وایضا قولہ: انکم ترون وجہ اللہ۔ علیٰ راۃ ابن عباس انہا منسوخۃ بقولہ: یولیٰ و جہلک منظر المسجید القدر اور: الا یہ فانت عشرین (الاتقان ۲ ج ۳ ص ۱۷۷) لہذا ان آیتیں منسوخ آیتوں میں ارشاد یاری: وایضا قولہ: ادم کو شامل کر لیا جائے تو آیات منسوخہ کی تعداد بیش ہو جائے گی۔ جو حضرت ابن عباس کی رائے کے مطابق قولہ وجہ اللہ کے ذریعہ منسوخ ہو۔

مع علام نے جیسے کہ آپ نے ملاحظہ کیا صرف پانچ آیتوں میں نسخ کو تسلیم کیا ہے اور باقیہ آیات کی ایسی تفسیر و توجیہ فرمائی ہے کہ نسخ ماننے کی ضرورت ہی نہیں ہو گی۔

۱۔ پانچ آیتیں جو ان کی نظر میں منسوخ ہیں

(۱) کتب علیکم لہ احضروا حدیث الموت الا یہ جو مر پر گزری (بقدرہ)

(۲) والذین ینقضون مہکم الا یہ جو مر پر گزری۔ (بقدرہ)

(۳) ان ینکح مہکم عشر زوجہ صابری الا یہ جو مر پر گزری (الافان پڑ)

(۴) لا یجوز لکم النساء من بعد الا یہ جو مر پر گزری (احزاب پڑ)

(۵) اذا جاء بکم المرسل فقد موافق ینکح ینکح منکم حدیث جو مر پر گزری (احزاب پڑ)

نصرہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب و النسخ و المنسوخ فہو الحدیث کما ہو آملہ۔

الصعوبة فيها أيضا اختلاف المتخصصين والمتأخرين.

**قانونہ۔** یہ باب دوم کے تیسری فہم ہے جس میں دشان نزول کے شران پر غصہ شکر کی گئی ہے۔

پھر تصنیفات و تالیفات کا ایک سلسلہ چل پڑا جس میں مفسر و امدادی کی استیجابات الشریعہ اور سیوطی کی بیابان التقرول فی اسباب الشریعہ کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔ علامہ سیوطی کے مطابق حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی کوئی کتاب لکھیں شروع کی تھی۔ لیکن سوئے قسمت تکمیل سے پہلے مرخص ہو گئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی کوئی کتاب لکھیں شروع کی تھی۔ لیکن سوئے قسمت تکمیل سے پہلے مرخص ہو گئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی کوئی کتاب لکھیں شروع کی تھی۔ لیکن سوئے قسمت تکمیل سے پہلے مرخص ہو گئے۔

شہادتِ نرولی کے قواعد شاہِ نزول سے واقفیت میں بہت سے فوائدِ مستفہد ملتے ہیں۔ مثلاً آیات کے معانی مقصودہ تک رسائی، احکامِ ربانی کی مشروعیت کی مصالح و مکارم اور ان شخصیات کے اسما و کلامِ حق کے بارے میں حقیقت کا نزول ہوا، اشکالات اور غلط فہمیوں کا نزول و رفع، امامِ شافعیؒ، قسطلانیؒ، ابنِ حجرؒ، ابنِ عساکرؒ، ابنِ کثیرؒ اور دوسرے مفسرین و محدثین کے اقوال و روایات کی تفسیر و تفسیر کے مرتبہ فرمائے ہیں کفار نے جب اللہ کی حرام کی دینی چیزوں و میت و غیرت و غیرہ کو، حلال اور اللہ کی حلال کی دینی چیزوں کو حرام ٹھہرایا۔ میں کا تذکرہ سورۃ النعام کی آیات "وقالوا احلنا ما کان حراماً و حرمتنا ما کان حراماً" سے موجود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقابل میں خصوصیت سے لایا ہے۔ ان میں تفصیل سے موجود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقابل میں خصوصیت سے لایا ہے۔ ان چیزوں کی تحریم کا تذکرہ فرمایا جو ان کے میں حلال تھیں جنہیں انہوں نے حلال کر دیا۔ اس طرح کلام کی مثالیں ہیں۔

جیسے تم سے کوئی شخص کہے۔ آج میٹھا کھانا ہو، اگر تم میں کسی کو کھانسی اور ضرر پہنچا دے تو پورے  
طرز افاق کے ساتھ ساتھ مبالغہ کے طور پر کہہ بیٹھے ہو، اور کچھ تو جانتا ہی تھا نا ہے، ایسے مرقوموں پر ضرر نہ  
کرو، نہیں جوتا ہے، یہ تو صحت قابل ہے جس میں اصلاً کھانسی تو ضرر پہنچا دے۔ نکات: اقل تحت الا  
لا حرام الا ما خلطتموهما، الميتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل الذلہ من الذیاء ولولہ قصد  
حل ما وولہ اذا قصد المشبات، التحريم بلا مشبات، الحل قال اما ما لا یفسد فیہ ولا یلذ  
فی غایۃ الحسن۔ (درکچے، الا فشان نوٹ ص ۲۶)

علم شایہ نزول شکل کیوں، نسخ کی طرح یہاں بھی نسخہ میں دست آفرین کی اصطلاحات میں اختلاف  
ہے۔ اسی وجہ سے کسی واقعہ کے بارے میں یہ فیصلہ مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ شایہ نزول ہے یا نہیں؟  
تفصیل اگلی عبارت میں ملاحظہ ہو۔

وَالَّذِي يَظْهَرُ مِنْ اسْتِقْرَاءِ كَلَامِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنَّهُمْ  
لَا يَسْتَعْمِلُونَ. نَزَلَتْ فِي كَذَا، لَمْ يَحْضُرْ قِصَّةُ كَانَتْ فِي زَمَنِهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ سَبَبُ نَزُولِ الْآيَةِ بَلْ يَهَادُونَ كَرُونَ بَعْضُ مَا صَدَقَتْ  
عَلَيْهِمُ الْآيَةُ مِمَّا كَانَ فِي زَمَنِهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بَعْدَهُ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُونَ. نَزَلَتْ فِي كَذَا. وَلَا يَكُنْزُ هَذَا أَنْطَبَاقَ جَسِيمٍ  
الْفِيضِ بَلْ يَكْفِي أَنْطَبَاقَ أَصْلِ الْحَاكِمِ فَقَطْ وَقَدْ يَفْرَدُونَ بِسَوَالٍ سُئِلَ  
عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ حَادِثَةٌ تَحَقَّقَتْ فِي تِلْكَ الْأَيَّامِ  
الْمُبَارَكَةِ وَاسْتَعْبَطَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُكْمَهَا مِنْ آيَةٍ وَمَلَاهَا فِي  
ذَلِكَ الْبَابِ وَيَقُولُونَ. نَزَلَتْ فِي كَذَا. وَرَبِّهَا يَقُولُونَ فِي هَذَا الصُّوْنِ  
. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى قَوْلَهُ كَذَا. ۱. ۱. ۱. فَنَزَلَتْ. فَكَانَتْ أَمْرًا إِلَى أَنْ  
اسْتَسْبَاطُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ وَالْقَائِدُ فِي ذَلِكَ  
السَّامِعَةُ بِحَاطَرَةِ الْمُبَارَكَةِ أَيْضًا نَوَاحٍ مِنَ الْوَجْهِ وَالْمَقْشُ فِي الرِّبْعِ فَلَذَلِكَ  
يُمْكِنُ أَنْ يَقَالَ. فَأَنْزَلَتْ. وَيُمْكِنُ أَيْضًا أَنْ يَعْبُرَ فِي هَذِهِ الصُّوْنِ بِتَكَرُّرِ النَّزُولِ.

ترجمہ دار۔ اہل کلام صحابہ و تابعین کے دستخط سے جو چیز سامنے آتی ہے وہ لوگ، نزولت فی کتاب (کے الفاظ) کو صرف ایسے حصے کے لئے نہیں استعمال کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا ہو اور کثرت کے نزول کا سبب بنا ہو، بلکہ یہاں اوقات ایسے بعض واقعات کو ذکر کرتے ہیں جن پر آیت صادق آتی ہو۔ (خواہ وہ واقعہ ان واقعات میں سے ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئے یا آپ کے بعد ہوئے ہوں اور کہتے ہیں وہ نزولت فی کتاب اور ایسے موقع پر آیت کی تمام قیود کا (واقعہ پر منطبق ہونا ضروری نہیں ہوتا ہے بلکہ صرف اصل حکم کا منطبق ہونا کافی ہوتا ہے اور کسی پیش کرتے ہیں ایسے سوال کو جس کے بارے میں مخصوص علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا ہو۔ اور ایسے واقعہ کو ابھی پیش کرتے ہیں جو آپ کے ان مبارک ایام میں رونما ہوا ہو۔ اور آپ نے اس کا حکم کسی آیت سے مستنبط کیا ہو اور اس سلسلہ میں اس آیت کی تلاوت فرمائی ہو۔ اور کہتے ہیں وہ نزولت فی کتاب اور یہاں اوقات ان صورتوں میں۔ قائل اللہ اعلم یا وہ نزولت کہہ دیتے ہیں تو گویا یہ اثر نہ پہنچے کہ آپ کا اس آیت سے اجتہاد کرنا اور اس آیت کا آپ کے قلب مبارک میں اس وقت اللہ عز و جل کا طلب میں الہام کی ایک قسم ہے لہذا اس کی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ فائز نہ ہو کہا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس صورت میں وہ گرا نزول سے تعبیر کیا جائے۔

قائد یہ یہاں سبب نزول کے سلسلہ میں متقدمین و متأخرین کے اصطلاحی اختلافات کا تحصیل پیش کی جا رہی ہے۔ شان نزول کے بیان میں علامہ منزلت فی کذا یا وہ نزول قولہ کذا جیسے الفاظ مستعمل ہیں جن کا ظاہری مفہوم یہ ہوتا ہے کہ متکلم نے ان الفاظ سے پیچھے جو قصے یا واقعات ذکر کئے ہیں وہی آیت کریمہ کا سبب نزول ہیں لیکن متقدمین کے یہاں ان الفاظ کا دائرہ اشتما بہت وسیع تھا۔ مآثر کے مطابق متقدمین چار مواقع پر اس طرح کے الفاظ بولتے تھے۔

۱۔ ہر اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد جس کے زمانہ ظہور میں آیت کا نزول ہوا ہو اور جس کا حکم یا تذکرہ ضرورتاً لکنا پڑے۔ ۲۔ زمانہ اشاعت آیت کریمہ میں موجود ہوا متاخرین اس جیسے واقعہ کو شاید دل کہتے ہیں۔ ۳۔ مثال جیسے میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ ایک شخص سے کسی جنس عورت کا پوچھنا۔ یعنی کیا نظار ہوگی؟ اس سلسلہ میں علامہ نے امت چوتھی قوا حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کی حدیث





اور غرض کرنے کے واسطے قرآن مجید میں اَللّٰہُ کَا فَا عَلٰی مَا کَرِہِ قَلْبُہٗ اَب تک یہ لوگ قائم تھے اس سے اُن کو کسی نے پھیر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ۔ قُلْ اِنَّ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ ۔ کا نزول فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ فَاَنزَلْنٰہُ وَجْہًا مُّطْمَئِنِّ ۔ اَسْلَمْنَا مَا تَوٰی وَالْمَعْشٰی اٰیٰتًا یُّسَاعِدُ لَوْ طَیْعُوْہٖ  
(ایضاً المائدہ: ۱۷۰)۔ (۱۷۱)۔

لیکن حضرت ابن کثیرؒ نے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ تشریف لائے وقت چن سو اہل کربہؒ کے ساتھ تھا۔ نفل نماز ادا فرمائی۔ پھر آیت ازلہ المشرق والمغرب پڑھ کر کہا یہ اس کا بابت نازل ہوا ہے۔ (ترمذی)

۱۷۲۔ اسل رسالت ابنا بر ابنا ابی حاتم کی روایت میں علیؑ کا فیصلہ یہی ہے کہ جب قرنی عیادت میں نزل آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ احکام آیت سے منہدم میں داخل ہیں۔ جیسا کہ مسند ترمذیؒ میں مذکور ہے۔  
سے ظاہر ہے فعل اللہ۔ انا شئت ۔

(۱۷۳)۔ ہر اس موقع پر جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سوال کے جواب میں یا کسی غلط فہمی کے تردید میں آیت کریمہ کا واسطہ دیا ہے۔

مثلاً ۔ حضرت عمار بن ربیعہؓ کی روایت ہے کہ کرم اندھیری رات میں بنی کسلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سفر میں تھے قبلہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس طرف چننا ہے ہم میں سے شخص نے اپنے قیاس و اہواز کے مطابق نماز پڑھ لی۔ جب صبح ہوا تو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آیت  
”فَاَنزَلْنٰہُ وَجْہًا مُّطْمَئِنِّ“ (ترمذی) یہ نکل چار سو اربعہ میں ہوا۔ تو حضرت کذا یا رضی اللہ عنہ۔ جیسے الفاظ کا استعمال متفقہ تھا کاشیہ و طریقہ ایک ہے جبکہ مشافہت کے یہاں صرف ۔ پیچھے ہوئے پر ایسے الفاظ کا استعمال ہے۔ اس لئے بقیہ میں مواقع پر مشافہت کے دل رباغ پر شکالات و شبہات کی دستک ہوتی ہے اور وہ ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔

وَبَيِّنَ الْكُتُبَ الْمُحَدَّثُونَ فِي ذِيلِ الْفُرْأَيْنِ كَثِيرًا مِنَ الْأَشْيَاءِ لَيْسَتْ مِنْ قِسْمِ سَبَبِ الْغُرُفِ فِي الْحَقِيقَةِ مِثْلَ اسْتِشْهَادِ الصَّحَابَةِ فِي مَنَظَرِ الْكَمِ بَابِيَّةٍ وَتَمْشِيْلِهِمْ بَابِيَّةٍ بِأَوْتَدَؤْتِهِمْ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِمْ اٰیۃً لَا اسْتِشْهَادَ

فی کلامہ الشریف اور روایت حدیث و اتفق الایۃ فی أصل العوضی  
 أو تعین موضع النزول أو تعین اسم المذکور من بطریق الإجماع  
 أو بیان طریق التلفظ بکلمة قرآنیة أو فصل سؤی و آیات من  
 القرآن أو صورة امتثال علیہ وسلم بما یؤمر من أقام القرآن  
 ونحو ذلك وليس شیء من هذا فی الحقيقة من أسباب النزول  
 ولا یستلزم إحاطة المفہم بھذا الاشیاء۔  
 اللغة۔ تمثیل بالمحدث بیان کرنا امتثال پر وی کرنا۔  
 الفوت، و نحو ذلك ہمارے فارسی لغویں ہے۔

ترجمہ میں ہمارے روایت آیات قرآن کے تحت بہت سی ایسی چیزیں ذکر کر دی تھیں جو درحقیقت  
 مشابہ نزول کے قیل کی نہیں ہوتی ہیں۔ مثلاً صحابہ کا اپنے مباحثوں میں کسی آیت سے استدلال  
 یا ان کا کسی آیت کو بیان کرنا یا انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کلام مبارک میں کوئی آیت کو استدلال  
 کے طور پر لے کر لانا یا ان کی حدیث کو نقل کرنا یا اصل مقصد میں آیت کے حواشی (دوم سنہ) جو یا اسکا  
 نزول کی تفسیر یا ان کے ناموں کی تفسیر جو بطور ابہام ذکر کئے گئے ہوں، یا کسی قرآن شریف کے تحت  
 ڈرے، کے طریقہ کا بیان یا قرآن کی آیات اور سورتوں کی تفصیل، یا احکام قرآنی میں سے کسی حکم  
 پر انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر یا بوسے کی صحبت کا بیان وغیرہ ایک بحالہ کلمہ ۱ مذکور  
 جو جزو اول میں سے کوئی چیز بھی درحقیقت شان نزول نہیں ہے۔ اور یہی مسند کے لئے ان چیزوں کے  
 احاطہ کی شرط طاعت کی جاتی ہے۔

قائد ۱۔ استنباط و مشاہدہ امثال صبیحہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ  
 نے حضرت عمرؓ کے الفاظ کے حوالے سے یہ فرمایا روایت۔ بنی المذنب یقتلذب بکلام اہل بیتہ۔  
 حضرت عائشہؓ کو سنائی۔ ام المومنین نے قسم کھا کر اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا بلکہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کفار کے خلاف میں اللہ کے مسلمانوں کے روئے دہشتی کے

وجہ سے اضافہ کرتا ہے۔ مزید فرماتی ہیں، حسبکم القرآن ولا تنزلوا نزراً اُخلى له  
امثال ما اجمعين يا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس سے روایت ہے کہ آپ نے قسم یاد کی  
لعلی اللہ الوشاء والمستقرات والملتصحات والملتصحات للہس اغفیر لعلی اللہ  
تو ایک عورت نے حاضر حضرت پر کمر عز کیا، اچھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت  
بھیجی ہے؟ حضرت نے فرمایا، میں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی وہ جو کتاب اللہ میں  
(طعن) ہیں ان پر میں نہ لعنت بھیجوں، عورت، کتاب اللہ میں نے پڑھی ہے۔ بلکہ تو اس میں وہ  
چیز نہیں ملی جو آپ فرم رہے ہیں۔ حضرت، اگر تو نے اسے غور سے پڑھا ہوتا تو ضرور پاتی۔  
تم نے آیت کریمہ، مَا أَنتُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ فَمَنْ لَمْ يُؤْمَرْ بِالْعَمَلِ فَلْيَعْمَلْ يَوْمَئِذٍ يَوْمَ تُنْفَخُ الْأَشْفَادُ فَتُحْمَلُ الْأَنْفُسُ بِأَعْمَالِهَا تَمَّ  
ضرور پڑھی بعد حضرت، واقعی مالتو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے۔  
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۱)

استشہاد رسول (۱) خیر میں تو ایک نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور جب  
آپ نے رکوع پھر اسید سے کھڑے ہو گئے اور تین مرتبہ ارشاد فرمایا، عذبت شہادۃ التہوی بلائراہ  
باللہ پھر آیت کریمہ، فَاَجْتَمِعُوا لِلْوَحْيِ مِنَ الْأَوَّامِ وَالْآخِرِ قَوْلِي الْقَوْلَ الْخَفِيَّ، اللہ غیبی شکر کہیں  
کی تلاوت فرمائی۔ کچھ بڑی گواہی شکر کہ باللہ کے برابر ہے۔ لہذا تم جنوں کا گندگی سے بچو، اللہ کے لئے  
یکسو ہو کر اعمال میں کراہی کے ساتھ شریک کرنے والے نہ ہو، اور کچھ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۱،

۲۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مَا أَتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَرْقَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ ذِكْوَةِ شَيْءٍ لَّهُ  
فَاللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَيْءًا لَا أَقْرَبَ لَهَا وَبَيْنَهُ أَنْ يَطْلُوعَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبًا يَخْتَلِفُ بَيْنَهُنَّ مَنَافِرُ  
يَعْنِي شَيْءًا قِيَوْمًا يَقُولُ إِنَّا خَالِفْنَا أَمَّا كُنَّا لَمْ

ترجمہ: جسے اللہ تعالیٰ نے مائی دیا ہو پھر اس نے ذکوۃ شاداک ہو تو قیامت کے روز اس کے مائی کو

۱۔ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۱: اللہ کا منت ہم کو نے مال ہو کر دودھ والی اور بالہ چھانے والی اور دھن کے لئے

دانت ہونے والی عورتوں پر (یعنی، ذبی عورتوں پر جو اللہ کی تخلیق میں تباہی کرنے والی ہیں۔

خود شہید نور اللہ عنہ و ما ناہ آہی۔



کا شہین نزول بتایا ہے۔

تمثیل صحابہ بالانبیاء ومن قیل منقولہ فقد جعلوا بالانبیاء سلطاناً کے ذیلی میں بھی  
نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے آیت کریمہ کے علوم سے حضرت عسائیؓ کی وہایت سلطنت  
یعنی اہل بیت و حکومت کا جہت مستنبط فرمایا تھا۔ کیونکہ حضرت عسائیؓ حضرت عثمانؓ کے  
ولی تھے اور حضرت عثمانؓ علناً مقبول ہوئے تھے۔ پھر جبریلؑ نے ان کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ  
کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کے قتل واقعہ میں کا مسئلہ شروع ہوا تو میں  
نے حضرت علیؓ سے عرض کیا آپ علیؓ کی اختیار کریں۔ اگر آپ کسی بی بی میں گئے ہیں اور وقت غرض  
سلاش کریں گا لیکن وہ میری بات نہ مانے پھر غزوہ کی قبر میں کریں لیکن فرمایا کرتے لوگوں پر حضرت عباسؓ  
کی امانت قائم ہو کر رہے۔ واللہ انی اشد بقول "مما قتل من قتلنا" اور تفسیر بکریؒ

تعبیہ میں موضح نزول۔ اول الانفال نزلت ببدا عقب الوقعة کما اخرجہ احمد  
مسند ابی داؤد احمد بن حنبلہ و ترمذی و ابی یوسف و ابی نعیم و ابی حاتم و ابی داؤد  
عن جریر اول سورة اقر انزل بفارحہ صفة الاصحیحین۔ (الاعتقان ۱۸ ص ۲۴)

تعبیہ میں استماع۔ ہذا ان حقیقتان اختلفتہما فی رتبہ انما اخرجہ الشیخان عن ابی داؤد  
نزلت عند الانبیاء فی حمرہ و عیدہ من الممارث دلیل ابی داؤد رضی اللہ عنہم و عقبہ شعبہ  
والترمذی بن شعبہ الانقی ۱۷ ص ۱۷۷ و مسلم ۲ ص ۲۷۷ اللہ اعلم بحقیقہ جائزہ بالافانک عقبہ  
تبتکہ الذی کے ذیلی میں در مشور میں وہی مرویہ کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ کا قول منقول ہے۔

ایمانہ ای عبد اللہ و انیس المناقب حسن و مستطیع و حسنہ۔ اور میں چاروں ان تفسیر  
جائزہ کا مصدق میں۔ (بیان القرآن)

۱۔ بخاری مشہد میں کہ جب غزویں جہد میں شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان فرمایا  
تو میں و شہداء فرمائیے گا اذہبوا انہم یجدونہ فی تلحہ و قتال ذریعہ میں ایمانہ و اخرجہ وہی و یخرجون  
میں اخرجہ و یخرجون نے فرمایا انہم تضد قری خاتروہ و انہم لا یطعمونہ و یطعمونہ و انہم لا یسئلونہ  
حسنہ تبنا عفاہ ۲ ص ۱۵۰ غرض یہ کہ



جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفت نواں مشرک ہے نہایت وحید و معبود و میں المشرکین عام مضمون  
عند بعض جہاں میں پائے ہوئے وغیرہ یعنی وہ معبود و مشرکین داخل نہیں جو قتال سے دلچسپی  
نہیں رکھتے۔ کیونکہ اسی احادیث سے عام کا ظاہر ہے ہٹا ہوا جہاں معلوم ہوتا ہے۔

وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ هَهُنَا أَنْ تَقْصَصَ الْأَنْبِيَاءَ السَّابِقِينَ لَا تُدْرِكُ  
فِي الْحَدِيثِ إِلَّا عَلَى سَبِيلِ الْقَلَّةِ فَالْقَصَصُ الطَّوِيلَةُ الَّتِي تَكُونُ  
الْمُفَسِّرُونَ رَوَايَاتِهَا كُنْهًا مَقُولَةً عَنْ عُلَمَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا  
مَا شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَقَدْ جَاءَ فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ مَرْفُوعًا لَا تَقْصِدُوا  
أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَلِّمُوهُمْ۔

ترجمہ :- اور ان میں سے جن کا جان لینا یہاں مناسب ہے یہ ہے کہ گذشتہ انبیاء کے واقعات  
اس حدیث میں منکر نہیں ہوتے ہیں مگر قلت کے طور پر۔ لہذا وہ بے چارے قلمیہ غیرین نے جن کو  
فعل کرنے کا تکلف کیا ہے وہ سب ظاہر اہل کتاب سے منقول ہیں۔ الا ما شاء اللہ۔ اور صحیح  
بخاری میں مرفوعاً طویل ہوا ہے لا تَقْصِدُوا اَهْلَ الْكِتَابِ کی تصدیق کرو اور نہ انکی تکذیب کرو  
تشریح :- قولہ فی صحیح البخاری اور صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قول اللہ تعالیٰ  
فَوَقَا اَهْلَ الْكِتَابِ وَمَا اَنْزَلْنَا اِلَيْهِمْ۔ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے قتال :-

قال اهل الكتب يقرءون الانجيل والعبرانية  
ويعتبر بها بالعبودية لا بالعدل الاسلام فضل  
رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقتلوا  
اهل الكتاب ولا تشكروهم وقلوا ائمتنا بالله  
وقما انزلنا اليكنا (امم احد ۱۶۳)

اہل کتاب عبرانی میں تورات پڑھتے اور مسلمانوں کے  
لئے عربی میں اس کا تفسیر کرتے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا تم اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب  
اور نہ ان کو شکرو گے ایمان لائے اللہ پر اور جو ائمہ ہم پر راہ گوا  
وقما انزلنا ایلینا (امم احد ۱۶۳)

۱۔ میں بعض منقول لکھ دیکھ بھی ہر جہت میں یہی کہ لکھے ہیں ظہار جن میں ساری کتابیں ہیں جن سے  
یہاں روایت ہے۔ نہ کہ یہاں ہر جہت سے یہاں روایت ہے۔ نہ کہ یہاں ہر جہت سے یہاں روایت ہے۔





و لعلوا ان الضعفاء والتابعين ربما كانوا يذکرون قصصاً جزئية  
 لهذا اذهب المشركين واليهود وغدااتهم من الجهات التي تتضح تلك  
 العقائد والعادات ويقولون نزلت الآية في كذا ويريدون بذلك  
 انها نزلت في هذا القليل سواء كان هذا او كما شبهه او ما يعاديه  
 ويقصدون اظهار تلك القصور لا بخصوصها بل لاجل ان التصور  
 صالح لتلك الالهوس النكوليتية ولهذا تختلف اقوالهم في كثير من  
 المواضع وكل يجر الكلام الى جانب وفي الحقيقة المطالب متحد في  
 والى هذا النکتہ اشار ابو الذر دہام حيث قال لا يكون احد فقيها  
 حتى يخذل الآية الواحدة على معنى واحد متعدياً۔

قرآن مجید میں اب اور ہمارا ناسخ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بعض اوقات شرکین و یہود کے کلمہ و ادع  
 اور ان کی جاہل و عادات کے مخصوص تفسیر اس لئے ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ عقائد و عادات پر بھی طعنت  
 واضح ہو جائے۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ نزلت الآية في كذا اور اس سے وہ حضرات یہ گردانتے ہیں کہ  
 آیت ان کو قبل میں نازل ہوئی ہے چاہے یہی ہو یا جو اس کے مشابہ ہو یا جو اس کے قریب ہو۔ اور  
 اس صورت کے جواب کا قصد اس کی خصوصیت کے ساتھ نہیں کرتے ہیں بلکہ اس بناء پر کہ یہ نظر کرنا  
 ان کی اس کے لائق ہے اور اس وجہ سے بہت سے اختلافات پر اس کے اقوال مختلف ہوتے ہیں۔  
 اور ہر ایک کلام کو ایک طرف کی طرف سے ملاحظہ کرنا کہ حقیقت میں متحدہ ایک ہوتے ہیں۔ اور اسی نکتہ  
 کی طرف اشارہ کیا ہے حضرت ابو الذر دہام نے یہ فرمایا۔ لا یكون الا کوئی شخص فقیہ نہیں  
 ہو سکتا ہے یہاں تک کہ ایک آیت کو کئی معانی پر حمل کر لے۔

**فائدہ ۱۔** مقصد میں اتحاد کے باوجود شان نزول کے واقعات میں اختلاف کی مثال ملاحظہ فرمائیے۔

ابن جریر و ابی ہاشم نے حضرت ابن عباس کے حوالہ سے آیت کو مرسلہ  
 یا ایہا الذین امنوا لا یصل لکم ان شربوا الخمر او النساء کرموا ولا تمسکوا بحبال الخمر الخ  
 بیتھنی ما انیب تموهن الا ان یتوبین بغیر توبہ قبیحہ کا شان نزول بیان کیا ہے کہ  
 زمانہ ماجیت میں کوئی شخص نوحہیں لڑا کی چھوڑ کر مرنے تھا تو میت کا قریبی عزیز اس کو پر اپنا

کے اہوال کرو، مردوں کو اس سے روک دیتا تھا۔ پھر اگر پسند آتی تو اس سے مشا دی رجالتیہ اور نہ سمایات ہی کو مجوس و متعبد رکھتا۔ اور مرثیہ کے بعد اس کا وارث بن جیٹھٹا۔

(۲۱) حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت کے مطابق دو درجہ اہلیت میں مشرکین کا جب کوئی آدمی مرجعاً تو وہاں کی بیوی کے اولین اقتدار رسیت کے در ثناء ہوتے ہیں جس سے کوئی شخص اگر اس بیوی سے مشا دی کرنا چاہتا ہے وہاں در ثناء کی رائے پر وہ مسلط رہتی۔ چاہتے تو کہیں اس کی مشا دی کر دیتے نہ چاہتے تو یوں ہی زندگی گزارنے پر وہ مجبور ہوتی تھی۔ اس پر ائمہ قتالی نے وہ آیت نازل فرمائی۔

(۲۲) حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت قبیلہ الاہل کی عورت کیشہ بنت مسوی بن عامر کے بارے میں نازل ہوئی جو اوصی بن ابی سمیت کی بیوہ تھیں، ان کی وفات ہوتے ہی بیٹے نے اباہلیت کے مطابق، ماں پر قبضہ کر لیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔  
 «لَا اَنَا وَبَنَاتِی زَوْجٌ وَلَا اَنَا مَوْلَاکَ» خانکج بکریں واپسے شوہر کی وارث بنی اور نہ بیٹے  
 چھوڑا جا رہا ہے کہ میں دوسری مشا دی کروں، اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یہ غیر مختلف اسباب  
 نزول میں بنی کا مقصد ایک ہے۔ یعنی عورتوں پر در ثناء رسیت کے جاری اس متفقہ و کامیاب ہے۔  
 مشا دی نزول کا ہر واقعہ بھی بہت اہمیت کر مشہد کہیں بہت کم ماحولت عورتوں پر حق وراثت سمجھتے تھے  
 اور غیر ذکر خاص اس کے وارث بن بیٹھے تھے۔ مگر کہ ترویج میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔ «وَاللّٰهُ عَلٰمُ  
 اٰیٰتِہٖ» آیت کریمہ۔ «وَالْمَوْتُ خَاسِمٌ مِّنْ مَّوَلٰہَا» «وَالْمَوْتُ خَاسِمٌ مِّنْ مَّوَلٰہَا» «وَالْمَوْتُ خَاسِمٌ مِّنْ مَّوَلٰہَا»  
 «وَالْمَوْتُ خَاسِمٌ مِّنْ مَّوَلٰہَا» کے بارے میں مشا دی نزول کی روایتیں مختلف ہیں۔  
 لیکن مقصد سب کا ایک ہی ہے۔

(۲۳) ائمہ اثنی عشرین حضرت عائشہ صدیقہ اور امام المعتمد علی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے مطابق جب حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہوہ رضی اللہ عنہا پر شہ غم کرنا کا ارادہ فرمایا اور انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دیکر آپ سے رشتہ ازدواجی کو باقی رکھنے سے  
 درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی «وَالْمَوْتُ خَاسِمٌ مِّنْ مَّوَلٰہَا» اور دونوں حکام کو عدالت و انصاف میں مجبور



معانی متعدّد کی محتمل آیات :- اس قسم کی آیات قرآن کریم میں بہت ہیں۔ یہاں مثال کے طور پر چند آیتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ مثال ۱۔ لولا کتاب من اللہ ونبیّ لفسد فی الارض وفساد عذاب عظیم ۱۰۔ یہاں، کتاب سے، اللہ کی کوئی تحریر اور اس کا کونسا ازل فیصد مراد ہے ؟ علماء نے اس سوال کے جواب میں مختلف باتیں کہی ہیں۔ اور عقول عامین اللہ نے یہ بات کھنڈ کر تھی کہ ۱) جو کوئی بندہ بہت زیادہ میں فعلی کرے اس پر عذاب نہ ہو گا۔ (۲) جس کو تو کوئی کام کے کرنے کی ہمت نہ ہو گی۔ (۳) اس وقت پر مالم نہ یہ حلال ہو گا واللہ اعلم الباقی۔ (۴) یہاں شہنشاہ ۱۰ ص ۱۰۰ پر اللہ تعالیٰ نے :  
:مست آمل، یہ تو فساد عذاب آئیں پڑتا ہوں (۵) اس سے قبل پ ۷۰) اس آیت میں تمام سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف توالی ہیں۔

۱) امام دہر کی صحیح ہے۔ قیامت کے روز ہر شخص کو اس کی ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائیگا۔ یہ قول محمد بن کثیب قرظی کی طرف منسوب ہے۔ اہلنا عادل نے اس کی تردید کی ہے اور زکریا بن علی نے تردید کی تائید کی ہے۔ (۲) امام سے راہ متضدی ہے۔ اس قول کو ابو عبیدہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ قرظی کا یہ مسلک ہے۔ (۳) امام سے مراد ہر اہل دگر اہل کا پیشوا ہے جیسے حضرت سہب اور فروق، حضرت ابراہیم اور عمرو بن حفصہ (۴) ہر قول جب مناسب (۵) امام سے مراد مسجود ہے۔ (۶) امام سے مراد انبیاء کھیل ہے۔ یہاں قیامت کے روز ہر شخص کو اس کے نبی اور مومنی کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا۔ طبعین کو اسے امت محمدیہ، اسے امت حبشی، اسے امت برہم وغیرہ کہہ کر اور منکرین کو اسے منکر محمدی، اسے منکر عینی وغیرہ کہہ کر پکارا جائے گا۔ یا یوں کہیے کہ ہر امت دعوت کو اس کے نبی کی طرف منسوب کر کے پکارا جائیگا۔ خواہ اس نے دعوت پر لبیک کہا ہو یا نہ کہہا ہو۔

۱۔ سورۃ النمل پ ۱۰۰ ص ۱۰۰

۲۔ آپ کا نام ہے کہ جب کہیں بھی اللہ تعالیٰ چاہے۔ کے دار بنو قریظہ سے تھے۔ قول مشہور ہے : ہر امت پر اللہ تعالیٰ کے رسول بھیجے گا کہ اسے اللہ تعالیٰ سے چاہے۔ یہاں جو پہلے تھے حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت علیؓ، ابو ہریرہؓ وغیرہ کے آیات فقہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہونے پر تعالیٰ نے ہر امت کے رسول بھیجے گا کہ اس نے دعوت پر لبیک کہا ہو یا نہ کہہا ہو۔

وہو قول ابن ہشیرہ و مجاہد و قتادہ .

(۲) امام سے مراد آسمانی کتابیں ہیں۔ اور تیسرا وہ کتبہ و پتھر ہے جس پر

امام سے مراد اعمال نامے ہیں یہ اور اسانید اور حسن بصری کی رائے ہے۔ نیز ایک روایت کے

مطابق ابن عباس و عطاء بن یشک کے قائل ہیں۔ (دوسرا ابن کثیر)

(۳) ساتوں اقوال اختلاف کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

ان دو آیتوں کے علاوہ سورۃ فصل ۱۲ کی آیت "فَلْيَخْشَ فَلْيُحْيِ لِقَاءَ رَبِّهِ" اور سورۃ فصل ۱۲

کی آیت "وَمَا يَشْعُرُونَ أَنِّي مُنْذِرٌ" اور سورۃ توبہ ۱۲ کی آیت "وَالْمُحْسِنُونَ الْآلَاءُ" اور سورۃ

نور ۲۱ کی آیت "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" اور سورۃ

احزاب ۲۵ کی آیت "مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْسِكْ

بِالْعَصَا" اور سورۃ فصل ۱۲ کی آیت "وَمَا يَشْعُرُونَ أَنِّي مُنْذِرٌ" اور سورۃ توبہ ۱۲ کی آیت

"وَالْمُحْسِنُونَ الْآلَاءُ" اور سورۃ نور ۲۱ کی آیت "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" اور سورۃ احزاب ۲۵ کی آیت "مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

فَلْيَمْسِكْ بِالْعَصَا" اور سورۃ فصل ۱۲ کی آیت "وَمَا يَشْعُرُونَ أَنِّي مُنْذِرٌ" اور سورۃ توبہ ۱۲

کی آیت "وَالْمُحْسِنُونَ الْآلَاءُ" اور سورۃ نور ۲۱ کی آیت "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" اور سورۃ احزاب ۲۵ کی آیت "مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

فَلْيَمْسِكْ بِالْعَصَا" اور سورۃ فصل ۱۲ کی آیت "وَمَا يَشْعُرُونَ أَنِّي مُنْذِرٌ" اور سورۃ توبہ ۱۲

کی آیت "وَالْمُحْسِنُونَ الْآلَاءُ" اور سورۃ نور ۲۱ کی آیت "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" اور سورۃ احزاب ۲۵ کی آیت "مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

فَلْيَمْسِكْ بِالْعَصَا" اور سورۃ فصل ۱۲ کی آیت "وَمَا يَشْعُرُونَ أَنِّي مُنْذِرٌ" اور سورۃ توبہ ۱۲

کی آیت "وَالْمُحْسِنُونَ الْآلَاءُ" اور سورۃ نور ۲۱ کی آیت "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" اور سورۃ احزاب ۲۵ کی آیت "مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

فَلْيَمْسِكْ بِالْعَصَا" اور سورۃ فصل ۱۲ کی آیت "وَمَا يَشْعُرُونَ أَنِّي مُنْذِرٌ" اور سورۃ توبہ ۱۲

کی آیت "وَالْمُحْسِنُونَ الْآلَاءُ" اور سورۃ نور ۲۱ کی آیت "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" اور سورۃ احزاب ۲۵ کی آیت "مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

فَلْيَمْسِكْ بِالْعَصَا" اور سورۃ فصل ۱۲ کی آیت "وَمَا يَشْعُرُونَ أَنِّي مُنْذِرٌ" اور سورۃ توبہ ۱۲

کی آیت "وَالْمُحْسِنُونَ الْآلَاءُ" اور سورۃ نور ۲۱ کی آیت "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" اور سورۃ احزاب ۲۵ کی آیت "مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

وَعَنْ هَذَا الْأَسْلُوبِ كَثِيرًا قَدْ يُذَكَّرُ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ صُورَتَانِ صَوْرَةٌ  
تَسْعِيدِيَّةٌ كَرَفِيَّةٌ بِأَبْعَضِ الْأَوْصَافِ السَّعَادَةِ، وَصَوْرَةٌ شَقِيَّةٌ بِبَعْضِ الْأَوْصَافِ  
بَعْضِ الْأَوْصَافِ الشَّقَوِيَّةِ وَيَكُونُ الْغَرَضُ مِنْ ذَلِكَ بَيَانُ أَحْكَامِ ذَلِكَ  
الْأَوْصَافِ وَالرَّغْبَاءِ إِلَى الْإِشْرَافِ بِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ كَمَا قَالَ مُسْتَعْبِدُنَا  
وَقَدْ صَفَيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدٍ يَبْنِي أَحْسَنًا لِمَا حَمَلَتْهُ مَذْكُورُهُ وَوَضَعَتْهُ  
كَرْمًا شَمَرُهُ كَوْصُورَتَيْنِ صَوْرَةٌ تَسْعِيدِيَّةٌ وَصَوْرَةٌ شَقِيَّةٌ۔

ترجمہ :- اور اسی طریق پر سب اوقات قرآن کریم کے اندر دو صورتیں ذکر کی جاتی ہیں، مساوات  
منکر صورت جس میں نیک بخت کے کچھ اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں اور بد بخت کی صورت جس میں  
بد بختی کے کچھ اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور اس کا مقصد مساوات و شقوت کے اوصاف و  
عمل کے احکام کا بیان ہوتا ہے۔ تاکہ کسی شخص شخص کی طرف حریفانہ پسند و ناپسند و تواضع  
نے فرمایا، اور برے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ شمس منور کا ٹکڑا دیا اس کی مانند اس کو  
بڑی شقت کے ساتھ پیش کیا اور بڑی شقت کے ساتھ اس کو جہنم کے بعد شرف کے لئے  
دفعہ کیا۔ سید کی صورت اور بد بخت کی صورت، ذکر فرمائیں۔

قرآن :- کہ شتہ عبارت میں بتایا گیا تھا کہ فرق باطلان کے مختلف جزئی و شخصی واقعات کا  
مذکر اور کہے کے معانی کلام الہی میں نظام کا نزول لایا ہے، اور کہنا سب واقعات آیت  
کا مصداق بیان کرنے کی قضا ہے۔ اسی وجہ سے ایک ہی آیت کے ذیل میں مختلف تعالیم  
کا تذکرہ کیا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ مذکورہ عبارت کا تعلق آیات خاصہ سے ہے، خاص نظر  
آیت میں ہے، نظر آیات مذکورہ کے سلسلہ میں پیش کیا جا رہا ہے، ہر جملہ کے لئے چھ آیات میں  
لوریہ انسانی کے فکر و خیالات، نیک و بد کے اعمال و اقوال اور ان کے پھیلنے، پھیلنے کا تعلق  
و پیش کیا جاتا ہے، آیات کے متعلق واقعات کو بھی آیت کے متمم ہے، اور محمد اسی آیت  
کا بیان کی گئی ہے، اور ایسے معین اشیاء کی تلاش و جستجو میں وقت صرف کرنے کی ہمتوں  
مذکورہ ہیں، آیت کے مطابق تمام اوصاف و خصوصیات موجود ہوں ہیں، بعض اشیاء میں  
اس سلسلہ میں بد و بد بختی کے رہے ہیں، حضرت مکرر فرماتے ہیں، طافنا فی الارض، اذی یخرجہ منہا،





یہ سعادتمند آدمی کے حوالہ دے کر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ خیام کا تذکرہ ہوا۔ اگلے پانچ صیب و نافرمان کی  
بصالح فراموشی و گستاخانہ درجے خیام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

کُلُّ نَفْسٍ نَاطِقٌ لِّبَوْلَانٍ ۖ لِّمَنُ الدَّلَالِ ۚ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ بَنِي  
اِنَّ اَعْدَاءَهُ لَنِفَعُوْا ۚ فَلَوْلَا ضَرْبُ دَعْوَانِ ۚ  
وَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْاِنْسَانِ ۚ اِذْ خَلَقَهُ مِنْ نَّسْلٍ ۚ  
بہت سی آیتیں گزرتی ہیں اور وہ دوزخ اور اللہ سے فریاد  
کر رہے ہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّفْسَ النَّاجِيَةَ ۚ اِذْ اَنۡتَبَهَتْ ۚ  
اِنَّهَا لَآ تَعْلَمُ ۚ  
بیشک اللہ کا وہ روح پاک ہے تو یہ کہتا ہے یہ پسند  
ہاں، کھلوں سے شوق پیل نہ رہتا ہے۔

اَوَلَيْكَ الْغُرُزُ ۚ اِنۡنٰی عَلٰیہِمْ الْغُلُوْلُ ۚ اِنۡیَاصْبِرْ  
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِۚ فِتْنَةُ الْاَلۡفِیۚ  
یہ دوزخ پر کہ ان کے حق پر بگڑا ہی لوگوں کے ساتھ  
اللہ کا قول پرور برقرار رہا جو حق سے پہلے جن دلوں پر گزرتا  
ہوئے ہے شک و شبہ میں رہے۔

ان آیات کی تفسیر میں حضرت تھانوی نے تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔ بلاشبہ یہ سننے والے  
سے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ اور اگر آیت کا مورد کوئی خاص تعریف ہے جیسا کہ درشتور میں ہے جیسا  
ہے مردی بنے حضرت صدیق کی شان میں واد ہے اور انہوں نے چالیس برس کی عمر میں (ایرستان)  
کہی تھی :۔ تو شخصیں اور میں کی وجہ سے ہے مگر شخصیں غلو پر محمول کرتے ہیں۔ اور وہ اہل بیت و خصوصاً  
مورد کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کے اولیٰ مصداق ہیں۔ اور دوسری آیت  
فَاَلۡتَرٰی ذٰیۤ اِلَہَ ۚ اِنۡکُمۡ جُوعُوۡمُ رَوَاقِیۡنَ ۚ اِنۡ یَّکُنۡ لَّکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہِۚ اِلَہٌ ۭ فَاَعۡبُدُوۡہُ ۚ اِنۡ کُنۡتُمۡ  
مُفَرِّقِیۡنَ ۚ اَلۡلّٰہُ یَعۡلَمُ ۚ اَنۡکُمۡ کٰفِرُوۡنَ ۚ ہجے مروای نے بعض روایات سے کہہ دیا تھا کہ یونس علیہ السلام  
فَوَلِّیۡہِ نَصۡلَہٗ ۚ اِنۡکُمۡ عَلٰیہِمْ اَغۡلُوۡلٌ ۚ لَآ اِلَہَ ۭ اِلَّا ہُوَ ۚ یَسۡتَظۡہِرُ لِرَعۡدِہٖ ۚ وَہُوَ ۚ اَلۡاَعۡلٰی ۚ اِنۡکُمۡ عَلٰیہِمْ اَغۡلُوۡلٌ ۚ  
فَاَنۡہِہِمْ ۚ اور جو تیری قوموں کو لانا تو کوئی نہیں ہیں وہ سب تمہیں ہے تخصیص نہیں ہے چنانچہ جزا کو سزا  
مخوف قیود پر موقوف نہیں۔ ۱۰ میں ان القرآن ج ۱ ص ۸۷



ہر شے کو کما حقہ میں پانی جانتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد و کلماتِ حقہ میں یہ صریح ہے کہ میں نے ہر شے کو پانی ہی سے پیدا کیا ہے۔ جو ایک نکتہ مقصد تو ثواب کی زیادتی کا مظہر پیش کرنا ہے نہ کہ کچھ اور۔ لہذا اگر کوئی بے بصورت دیا ایسا شخص، مل جائے جو کثرتِ نقل خصوصیات میں مذکور آیت کے موافق ہو تو یہ تو ناحق (الزوم ہا لا یلزم) کے قبیل سے ہو گا۔

**فائدہ:** اس عبارت میں پہلی پانچ مثالیں پیش کی گئی ہیں جن میں قرآن نے سعادت و شقاوت کا امتیاز کیا ہے۔ حضرت مائت علیہ الرحمہ کی رائے میں ان کا مصداق تین نہیں ہے۔ بلکہ بتائے ہوئے میں بھی یہ اوصاف و خصوصیات پائی جائیں وہ آیت کا مصداق ہے۔ اگرچہ مفسرین نے ان کے عمل اور مصداق کو شخص سے کہا ہے۔ جی چاہے تو ایسے مفسرین کی کڑواؤں پر عمل کر بھی ایک نظر ڈال جائے۔ پہلی مثال: ادا اقبالہم منا الاذنی، سورۃ نمل کی آیت ہے اس کے بعد: لیسئلوا ذوالقدر کا قول: یومر الغیثو۔ سے: فادخلوا ابواب جہنم فخلوہا فخرجوا علیٰ مشاں منہا۔ یہ نصیوں کے انہماک کا ذکر ہے پھر: وقبیلہ الذین انبأ احادہم انزل ربکم فاولئذین انبأوا منہم انزلوا علیہم الذل والذلیلۃ۔ وذلذوالالذلیلۃ۔ وذلذوالالذلیلۃ۔ سے: اذخلوا ابواب جہنم فخلوہا فخرجوا علیٰ مشاں منہا۔ یہ نصیوں کے انہماک کا ذکر ہے شام نزول کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ: فاذلذوالالذلیلۃ۔ یہ روایتوں کے لئے ہے انہوں نے خود کا سوال کیا اور ان کے جواب میں: انما طیر الذلیلین۔ کہنے والوں سے مسرود نصیوں کا رشتہ، ویدو، وغیرہ، وہ ان کے چیلے ہیں جبکہ مشاں: احیاء کا مصداق اس دور کے مخلص مومنین ہیں۔

وَدُوسِرَى شَالَى وَصَعِبَ اللَّهُ مِنْهُ خُزْمِيَّةٌ كَانَتْ أُمَّةً قَطْمِيَّةً رَمَا وَيْلِيهِمْ فِي قَهَارِ عَذَابِهِمْ خُزْمِيَّةٌ  
مَكَايَا فَكُفَّرَتْ بِأَنعَاسِهِ نَادَاهُمَا اللَّهُ يَا سِرَاجُ الْجُوهَرِ وَالْمُخَوِّفُ مَا كَانُوا يَتَّبِعُونَ وَنَادَاهُمَا

میں نے وہ ایک اور گونا گونا صورتیں میں اس ایسی چیزیں لکھیں، ہر ایک کے اندر یہ لکھا ہے کہ میں نے یہ کیا۔

کے قریب۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ میں نے اس کو پہچان لیا ہے اور یہ جو عیسیٰ بھلائی ہے وہ وہی ہے جس کا ذکر انجیل میں ہے۔

[illegible]

وَمِنْهُمْ مَّنْ أَسْلَمَ مِنْ قَبْلِ الْوَيْلِ فَآخَذَهُمْ انْفِذَابٌ وَقُدَّ عَلَيْهِمْ الشَّيْطَانُ

مغیر یہ لوگ ایک جو سخت قریہ سے شیخ بستی مراد لیتے ہیں۔ بعض لوگ مکرر ارہیتے ہیں، کئی روزی میں بعض بٹائی، بعض لوگ ایامہ مراد لیتے ہیں، بلکہ بعض حضرت نے تو حد مراد لیا ہے، وہ فیصلہ دوسرے قول پر ہے کہ قریہ سے غیر بستی مراد ہے، لیس نہ جانے کتنی بستی ہیں کی جن کو کہہ لیا تھی و صنعتی قسوس سے نواز گیا، پھر تہذیبی و استکری کہ ستر میں عذاب کی نذر کر دیا گیا۔ وحقائق میں قریہ سے صنعتی قسوس پھاؤں سبلی خاص بننا تھا جسنا سبلی ذکا و عدل نہ تھا لہذا اب انکسنا فَذَلَّلْنَاهُ وَقَبَّلْنَاهُ اذ ذلک ان عابداً آخرہا حضرت ابی رہ مراد نظریہ شاہ صاحب کا بھی ہے۔  
تیسری مثال۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ہے جس کا تفسیر حضرت۔ خَلَقَتْ حَملاً خَفِيئاً فَنُزِّلَتْ بِهِ نَفْساً أُنثٰی وَعَبَّ اللَّهُ وَبَشَّطَ انہی آیتوں میں لکھتے ہیں کہ فَلَمَّا أَتٰهَا صَلٰتًا جَعَلْنَا لَهَا شُرَكَاءَ فَتَیْمٰتًا مَّا تَقَالُشَ اللہ خدا بنسواؤں ہے امن جہاد پھر جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا چکا سا، سو وہ اس کو اپنے جوئے پلن پھرتی رہی۔ پھر جب وہ جو حمل چڑھی تو دونوں میاں بی بی سے جو کہ ان کا ایک ہے وہاں کے گئے کہ اگر آپ نے ہم کو جس سالہا آؤ گا ویدی تو ہم خوب شکر گزار کریں گے۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو یکساں سالہا ویدی تو اللہ کی پہلی تیز میں وہ دونوں اللہ کا شریک قرار دینے لگے۔ سو اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے۔

ان آیات میں حضرت کریم رحیم اللہ کو یہ دشواری پیش آئی ہے کہ اگر نفس واحدہ اور دو چہرہ۔

سے فعل واحد ہے (ترجمہ اور اللہ تعالیٰ کی نسبت و انوک ک خاصت عجیب بیان فرماتے ہیں کہ وہ وہی وہ طینان میں تھے ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں۔ سو انہیں نے خود کو انفسوں کی حد پر چمکا کر اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حرکات کے سبب ایک ہی قوط اور حرف کا سزا چمکا اور ان کے پاس ان ہی میں یا کا ایک و دونوں بھی آیا سو اس کو انہوں نے جوڑا بتا کر جب اللہ کو خدا بننا پڑا ایک ہی لفظ پر کرنا پڑے تھے۔ (تھاوی)

اللہ قاسمی بیٹاوی، علامہ قرطبی اور مختصری وغیرہ کی رائے یہ ہے۔  
وجہیہ بیٹاوی دکشاف، سبب ان اشخاص، سبب ان اشخاص اور روح اللہ تعالیٰ علیہ السلام کا شریک و





مقصود سعید، دونوں کے اہمالی و انجیم کے ذریعہ تذکرہ ترغیب ہے پس۔

پانچویں مثال، اَوْلَیٰ لَیْلٍ مَّحَلِّ حَذَرٍ مَقْلَبٍ۔ سورۃ۔ اِنَّ هَٰذَا لَکُمْ ذِکْرٌ وَّحَافِیْطٌ لِّذٰلِکَ، کہ ہفتہ ذیل آیتوں کی طرف اشارہ ہے۔ مَقْلَبٌ مِّنْ اَمْرِ یَوْمٍ یَّوْمٍ مَّسْجِدٌ لِّلْمَسْجِدِ مَقْلَبٌ اَخِیْرٌ مِّنْ حَسْبٍ اَبْعَدَ حَذَرٍ رَّیْبِهِ اَنْ کَانَ ذٰلِکَ اَمَّا یَوْمَیْنِ لَیْلٍ اِذَا اَشْتَلٰ عَلَیْہِ اَیْمُنًا فَانْ اَسَاطِرُ اَزْوَانٍ اَبْیَضًا عَلٰی اَفْخَاطِیْمِہِ رَمَحَہُ جَمَدٌ طَشٌّ وِیْنِہِ رَاہِرٌ جَلِیْلٌ اِنْکَاسًا یَّحْزَنُ اَہُوَ نِیْکَ کَامٍ سَہُوَ کُنْہِ وَالْاَمْرُ مَحْزَنٌ مِّنْ کُنْہِہِ رَاہِرٌ مَّکَانٌ لِّکَ اَکْرَمِہِہِ وَکَلَامٌ مِّنْ حَسْبٍ مَّزَاجٍ ہُوَ اِسْ کے علاوہ قرآنم زاوہ ہو۔ اس سب سے کدہ مال وادالہ والا ہو۔ جیب ہمارے آئینہ اس کے سامنے پڑھ کر کستانی جان ہیں تو دو آیتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں۔ جو محلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں۔ ہم غریب اس کی ناک پر دواغ لگا دیں گے۔

مثلاً بنی نعل کی روایتوں میں اگرچہ چند ایسے متین و مخصوص شہاس کے نام آتے ہیں جو ان صفات کے مال تھے۔ لیکن مشہور ترین نام ولید بن مغیرہ کا ہے۔ وَلَیْدٌ اَلْمَوْلِیْدُ بْنُ مَغِیْرَةَ عَبْدِ الْمَلِکِ اَمْرٌ اِسْ کے علاوہ اُخْشَسُ بْنُ ثَرْیَاحٍ۔ سَوْدِیْنُ عِبْرَتُہُ ثَوْتُہُ اَوْرَاقُہُ جَمَلٌ وِیْرَہُ کے نام بھی علامہ الاثری نے ذکر کیے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ میرٹ اپنے علوم مفہوم کے لحاظ سے ہر صفت و در ذیل خصائل والوں کے حق میں نا کہ ہے ہم حکام میں کے قائل ہیں۔ مفسر تھانوی اِسْ کے قائل ہیں و اِحْتِشَانٌ اَلْاَلُومِہِ مَوْتِ الْعِلْمُہِ اِنَّ لَیْسَ الْمُرَادُ بِالْمَوْصُوفِ بِهَذِهِ الصِّفَاتِ شَخْصٌ بَعِیْنِہُ لَمَّا کَانَ کُلُّ اَمْرٍ اَحْسَنًا شَمَارٌ مِّنْ اَمْرِہِ فِیْلِہِ نَمَائٌ۔ اب تک متن میں دو دعوتے کئے گئے ہیں۔

۱) فطرت انسان کے احوال سے متعلق آیات میں مفہوم کا علوم، تصور ہوتا ہے اٹھنا، اُفْرَد کی تعمین و تفسیریں مقصود نہیں ہوتے ہے خواہ آیت کسی پر صادق لکھا میں ملتی ہو۔

۲) ان آیات میں جن صفات کا ذکر ہوتا ہے ان تمام صفات کے حاف کسی فرد یا جماعت کا ادنیٰ میں وجود ضروری نہیں۔ پہلے دعوت سے متعلق کئی آیتیں مثال میں پیش کی گئی ہیں۔

کناز بن کعبہ سے، اَلْاَوَّلَیَّ سَابِقَہُ مَشَالِیْلِہِہِ کُنْہِہُ اَوْرَاقُہُ وِیْرَہُ دُوسرے دعوے کی دلیل پیش کی گئی ہے کہ میرے یرا واد میں سے سات باتیں مانگیں اور جہاں میں متوہانے ہوں۔ نزدیکی آیت سے چھٹے ہو جو نہیں تھا۔ قسم ان کے محض، تو اب کی زیادتی۔ دل نہیں کرتے کے لئے ذکر گیت ہے۔





کے ایسے سوال کی وجہ سے جو میں ہوا ہوا یا ایسے مشہور کی وجہ سے جو واقعہ رونما ہوا ہو اور  
بسا اوقات صحابہ اس مقام کی توضیح میں سوال فرما کرتے ہیں۔ پھر سوالیہ جواب کی صورت میں  
مقصود کی وضاحت کرتے ہیں اور اگر کم تحقیق اور چھان بین کی نظر دالیں تو بسلام ہو گا کہ پوری  
آیت ایک رابطہ (و مفسرین) کا کام ہے۔ جس کا کوئی حصہ دوسرے حصہ کے بعد نازل ہونے کی گنجائش  
نہیں رکھتا ہے۔ ایک مروجہ جملہ ہے کہ قید وائے کو کسی بھی قاعدہ کے مطابق خود کارنا آسان نہیں ہے۔

**قائد:** ہر کلام، لفظ یا بعض آیتیں ایسی ہی ہیں جو پڑھنے یا سمجھنے کے بعد انسان کے دلی و  
دماغ میں کوئی مشہور یا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس مشہور کا سوال یا سوال کا  
جواب کہیں تو قرآن الہی و لفظوں کی بدلتا ہے۔ اور کہیں پورا جملہ اس مقصد کے لئے نازل ہوتا ہے  
بہر حال اس طرح کی عبارتیں دو قسم کی ہوتی ہیں (۱) دو جو ترکیب و عبارت میں ناقابل سے الگ اور  
پڑھنا ہوتی ہیں (۲) دو عبارتیں جو قابل کی محتاج اور تابع ہوتی ہیں جن کا بخوبی ربط اپنے  
ماقبل کے ساتھ بہت مضبوط ہوتا ہے۔

ما تَن عَلَیہِ الرِّجْسَ فِیْہِا نِیّان۔ بیان کیا ہے کہ ایسے رابطہ جملوں کے بارے میں صحابہ کرام کا ارشاد، فلاں  
صحابی نے فلاں سوانہ کیا تو فلاں آیت نازل ہوئی۔ یہ بتانے کے لئے نہیں ہوتا ہے کہ آیت کریمہ  
کسی دائمی سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہے بلکہ فرضی سوانہ و جواب کے ذریعہ آیت کریمہ کی تشریح  
و تفسیر مقصود ہوتی ہے۔ مسئلہ کہ تَبَّہِی حَضْرَت زید بن ثابتؓ کو بیان ہے کہ میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آجینا ایک شانہ پر لگو رہا تھا۔ لایہ۔ توبی۔ القاعدون منزلت نہیں  
و اجماعاً دن اور وقت حضرتؐ کا اہم کھٹم بھی آپ کی خدمت میں تشریف فرما تھے۔ عہد ضعیف

۱۔ تَبَّہِی حَضْرَت زید بن ثابتؓ کا خط الایمیں من الخط الاحود کے تھاری منی سے پہنچا ہوا کہ  
جس نے تَبَّہِی کو جو دھوکہ پہنچا تو میں نے اسے من الخط احود کے تھاری منی سے پہنچا ہوا کہ  
من الخط احود چار الیچار الایمیں من الخط احود کے تھاری منی سے پہنچا ہوا کہ  
جو سوال میں قرآن نے، غیبی، غیبی، کا اشارہ کرنا ہے کہ جو یہ دین (نسخ)  
میں ہے۔ دین حق ہے۔ اسنو اور علما المسلمین حقائق فیہا طبعوا اذ ان الشواہد انشوا  
و جہاد القلوب۔ فہم شعورا و اعلم انہم انشوا و انشوا براہم۔



وقد يذكر الصحابة بعد ما وثقوا أو المراد بذلك المتقدم والتأخر  
 الوثيق كما قال ابن عمر في آية: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ  
 هَذَا قَبْلَ أَنْ تَنْزَلَ الزَّكَاةُ، فلما نزلت جعلها الله طهرة للأموال.  
 ومن المعروف أن سورة براءة من آخره في السور وهذه الآية في قصص  
 القصص، المتأخرة وكانت فرضية الزكاة متقدمة بسنين ولكن  
 مراد ابن عمر تقدم الأجمال رتبة على التفصيل.

ترجمہ اور کسی مرتبہ، ترکا ذکر کرتے ہیں اور اس سے خواہ رتبہ اور حیثیت کا تقدم  
 و تاخر ہوتا ہے۔ جس کے اس قرآن آیت کریمہ والذین ان کے بارے میں فرمایا: یہ زکوٰۃ (کا حکم) نہ دل  
 ہونے سے پہلے (کی وحی) ہے۔ پھر وہ یہ اس کا نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس (زکوٰۃ) کو مالوں کی پاک  
 و کاغذ بنادیا۔ یہ درہم مسلم ہے کہ سورہ بارات سورہوں میں (سج) توخر ہے۔ اور یہ آیت آخری  
 قصوں کے ذیل میں ہے۔ ورنہ سال پہلے زکوٰۃ کی (رضیت ہو چکی تھی۔ لیکن اس فکر کی مراد و جمال کا  
 مرتبہ میں عدم ہونا ہے تفصیل پر۔

**فائدہ:** حضرت ابو ہریرہ کہ ایک ایسا شخص تھا جس نے زکوٰۃ کے ذریعے سے مال جمع کیا  
 و لا یصدق نہائی متعین انشاء ہر بعد از اب الیہ کے بارے میں فرماتے ہیں  
 ہر شخص کا ہذا قبل ان وصول الوضوئے، یہ کہ زکوٰۃ سورہ بارات کے نزول سے پہلے خرچ ہو چکی  
 تھی یہ قول لازمی طور پر یہاں یہ ممکن ہونا چاہئے کہ جب زکوٰۃ اس آیت سے پہلے خرچ ہو چکی تھی تو اس

سے کہوں اہل بخاری میں حدیث ہے کہ ہر شخص کو زکوٰۃ کے بارے میں کہنا چاہیے کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی  
 کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی  
 کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی  
 کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی

کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی  
 کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی  
 کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی  
 کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی  
 کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے پہلے خرچ ہو چکی تھی

آیت کو تذبذب کی پر مقدم کیے کہا جاسکتا ہے ؟ ہم جانتے ہیں کہ قرآن کا اصل یہ بتایا ہے کہ جہاں  
 کہیں اس قسم کا تضاد نظر آئے وہاں مقدم و تاخر سے تفسیر اور نزول مقدم و تاخر نہ کراد لیا جائے بلکہ  
 جسکی مقدم و تاخر نہ کراد لیا جائے تو اشکال قائم ہو جائے گا۔ اگر حضرت ابوہریرہؓ کا مقصد یہ ہے کہ  
 چونکہ آیت کریمہ اللہ ذین یکم فیہم المثل ہے اور انکو آیت متعلق آیات و احادیث اس کی تفصیل  
 و تفسیر میں ہذا الاجمال یقدم علی التفصیل کے مطابق آیت مجیدہ و تفسیر مقدم ہے۔

وبالجملۃ فشرط المفسر لا یزید علی لو تعین من ہذہ الانواع الاولی قصص  
 الغزوات وغیرہا مستا وقع فی الآیات الایماء الی خصوصیاتہا فی لم عنہم  
 تلك القصص لایستاتی فہم حقیقۃھا والذاتی فوائد بعض القصود  
 وسبب التشدد فی بعض المواضع مما یتوقف علی معرفۃ حال النزول  
 و ہذا المبحث الذخیر فی الحقیقۃ فن من فصول التوجیہ۔

ترجمہ: یہ اہل مفسر کے شرط انوار میں سے دو قولوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی ہے۔  
 تفسیر غزوات وغیرہ کے وہ قے جن کی خصوصیات کی طرف آیات میں اشارت ہے موجود  
 ہیں۔ کیونکہ جب تک وہ قے معلوم نہ ہوں گے ان کی حقیقت کا کھنا آسان نہ ہوگا۔ اور غلطیہ  
 بعض قے کے فوائد اور بعض مقامات پر تشدد کا سبب جو نزول کی حالت (یا سبب) سے واقف  
 ہونے پر معروف ہوتا ہے اور یہ آخری بحث و رخصت توجیہ کے قول میں سے ایک حق ہے۔

**فائدہ:** قصص الغزوات اور فوائد اور سبب التشدد سے پہلے لفظ علیہ مضائق  
 مذکور ہے مطلب یہ ہے کہ، اسباب نزول کا بیان بہت وسیع ہے اس کی ایک ایک  
 جزئی کا ذکر نہیں کرنا شان نہیں۔ پھر آیات کریمہ کے تحت مبارک البین کے اقوال شریفہ کو یاد رکھنا بھی  
 مشکل کام ہے۔ اس لئے قرآن نہیں یا تفسیر قرآن کے لئے ان جزئی واقعات یا اقوال کا علم ضروری نہیں

نہ مستحق و نہ واجب۔ البشمیر میں مذکور ہے انطیب بجانا منی ان سرہم اور۔ علی نحو: توری ذلک و مطلب یہ کہ  
 ۱۔ حضرت ابوبکرؓ کا ارشاد: انہوینہ منہ ان کو کہہ دے انہوینہ منہ ان کو کہہ دے انہوینہ منہ ان کو کہہ دے انہوینہ منہ ان کو کہہ دے  
 تفسیر و ترجمہ یہاں وہی دیکھئے و مشورہ۔

بلکہ صرف تین چیزوں کا علم ضروری ہے (نفسِ شہوانیہ، نباتِ قرآنی میر جیہ، فزادات اور حبیبوں کی طرف تفریقاً)  
موجود ہیں اور کلامِ ہوا (نفسِ شہوانیہ، قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر کی حیثیت اور ان کے اسباب و فوائد  
کا علم ہوا (نفسِ شہوانیہ، بعض مقامات پر قرآن کے لفظ لہجہ میں ایسی شدت و سختی پائی جاتی ہے جو بظاہر  
رب کریم کی صفتِ رحمت کے نمایاں نشان نہیں معلوم ہوتی ہے۔ اس طرف گفتگو کا سبب اور اس کا مصداق  
بھی معلوم ہونا چاہئے۔ نفسِ شہوانیہ کا تفصیلِ مذکورہ حصہ پر گزرجا۔ نفسِ شہوانیہ کی انفعالیات، عملی عبادت  
میں حضرت مائتہ نے خود بیان کی ہیں۔ نفسِ شہوانیہ کی مثال اورشاد و زبانی۔ قُلْ اَتُفَوِّطُ بِالْعُظْمٰی اُوْ اَكْفُرُ  
لِيْ يَتَقَبَّلَ مِنْكَ۔ ہے اپنی توبہ، جو بہت ہی قیس کے بارے میں نازل ہو تھا جس نے غزوہ تبوک میں  
شرکت سے جان بچانے کے لئے یہاں بازی کی تھی کہ میں عورتوں کا دل وادھ ہوں، اور رسول کی تفریق  
حسین ہوتی ہیں اس لئے جنگ میں شرکت میرے لئے دینی ضرر کا سبب ہو سکتی ہے۔ لہذا میں خود تو  
نہیں شریک ہو سکتا ہوں البتہ مال و زر سے تعاون کروں گا۔ چونکہ یہ نیکامی تھا اس لئے رب العالمین  
نے کمالِ استغفار کے ساتھ فرمادیا، خوش سے فرح کرنا خوشی سے تمہاری طرف سے اللہ تعالیٰ  
پر گزرجا قبول نہیں کریگا کیونکہ تم فاسق و کافر ہو۔ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِيْنَ۔ و قیس علی حدیث  
هٰذَا مَلِيْقٌ لِّمَا رَجَعْتُمْ اِلٰی الْكُفْرِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا وَّ لَا تُمْسِكُ بِعِلَّةٍ الْكُفْرِ  
مائتہ علیہ السلام نے خبر دہم کو تو میری قسم قرار دی ہے۔ اگے توجہ کی توضیح پیش فرما رہے ہیں۔

وَمَعْنٰی التَّوْحِيْدِ بَيَانُ حُجَّةِ الْكَلَامِ وَحَاصِلُ هَذِهِ الْكَلِمَةُ اِنَّهُ قَدْ  
تَكُوْنُ فِيْ اَيَّةٍ مِنَ الْاَيَّاتِ شَبْهَةٌ ظَاهِرَةٌ مِّمَّنْ اسْتَبْعَادُ صُوْرَةٍ مِّمَّنْ  
مَدْلُوْلُ الْاَيَّةِ اَوْ تَمْنَقُضُ بَيْنَ الْاَيَّتَيْنِ اَوْ اَشْكَالُ تَصَوُّرٍ مَّصْدَقِ  
الْاَيَّةِ عَلٰی ذٰلِكَ الْمَبْتَدِیْ اَوْ خِفَاءٌ فَاَشَدُّ قَيْدٌ مِنَ الْقَيْدِ عَلَيْهِ فَاِذَا  
خَلَّ الْمَقْصِدُ هٰذَا الْاَشْكَالَ شَبَّيْ ذٰلِكَ الْهَلْ تَوْحِيْدُهَا۔

اور توجہ دے کے متقی ہیں متعبد کلام کا وضاحت کرنا۔ اور اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ  
تقریباً کہ جس کی آیت میں کوئی ظاہری شبہ ہو جاتا ہے جس کا سبب اس شکل (یا منظر)

کا مستعمل ہونا ہے جو نسبت کا سہول ہے۔ یا کوئی چیز میں تمنا و میل ہے یا آیت کے مصداق (و محمل) کے تصور کا مبدی کے ذہن پر مشتبہ اور شہوار ہو جانا ہے۔ یا کسی شے کے فائدہ کا اس کے حق میں غفلت اور پوشیدہ ہو جانا ہے۔ جو جب غفلت میں اس کا حال غلط نظر آئے تو اس (اصل) کو تو جبراً چاہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن میں پہنچ کر بہت سی کا ذہن تشویش کا شکار ہو جاتا ہے۔ آیت کا مصداق سمجھ کر اس تشویش کو ختم کر دینا مفسرین کی صلاح ہے۔  
 میں تو جبراً کہتا ہوں ہے۔ مانتا ہے ہی تشویش کے پورا سبب یہاں ذکر کئے ہیں۔

انبیاء: اَمَّا بَايَعُوا لِيْ فَرَأَيْتَ كَيْفَ بَيَّعُوْا سَاعَتُ الْمُنَافِقِيْنَ يَوْمَ يَأْتِيْهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيَقُولُ نَحْنُ بِالْحَقِّ وَهُمْ بِالْكَافِرِيْنَ اور جزا و پراش ان ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن کہتا ہے وَنَحْنُ نَعْبُدُ اللَّهَ مَا لَنَا بِمُشْرِكِيْهِمْ مِنْ عَدُوٍّ وَالَّذِينَ هُمْ يُعْبَدُوْنَ أَتَدْعُونَا اِلَى الْغَيْبِ وَنَحْنُ نَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْءٌ سَعَاةً اَوْ نَجَاتٍ اَوْ اَعْدَاءٌ اَوْ اَوْلِيَاءُ اُولَٰئِكَ يَفْعَلُ مَا يُهْمُ اور یہاں کہہ کر کہ نہ کہ بل چلا نہیں گئے۔ نہ کہ بن چلنے کا رواج و معمول نہیں ہے۔ اس لئے سہول پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی کی کیا مشکل ہوگی؟ چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق حضرات صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سہول کیا تھا کہ اَلَيْسَ بِالْحَقِّ نَحْنُ وَالْكَافِرِيْنَ اُولَٰئِكَ يَفْعَلُ مَا يُهْمُ اور آپ نے جواب دیا: عَزَّوَجَلَّ یہاں سے چلائی ہے وہ نہ کہ بل چلاتے رہ گئے تھوڑے ہیں۔

انجیل اور تورات میں تمنا و میل کی تشویش اور مشکوک و شبہات کا سبب بن جاتا ہے۔ مثلاً ایک نیت میں بتایا گیا ہے کہ رنج و غم کے بعد میری مشر میں سارے رشتے والے ختم ہو جائیں گے۔ وہ کہ ہم سوال و جواب انگشت کر نہیں کریں گے غَاثُ الْفَنَاحِ فِي الْفَنَاءِ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُ يَوْمَئِذٍ وَفَضْلٌ مِّنْ تَحْتِ الْاَرْنَبِ۔

۱۔ غَاثُ الْفَنَاحِ: وہ دو سرخ آیت میں فرمایا: اَوَقْبَلُ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَوْمَئِذٍ ۝۱۱ اور ایک دوسرے کی طرف تہہ بہہ کر ساری وجوہ کر رہیں گے۔ یہ تہاؤں بعض حضرات کے لئے باعث تشویش ہوا جس سے ابن عباسؓ کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ حضرت نے فرمایا یہ سوال وجوہ کی نفی کا تعلق روزِ عشر سے ہے۔ اور اس کے شبہات کا تعلق جنت میں داخل ہو جانے کے بعد سے ہے۔

۲۔ تَحْتِ الْاَرْنَبِ: کہہ دے: اَلَيْسَ بِالْحَقِّ نَحْنُ وَالْكَافِرِيْنَ اُولَٰئِكَ يَفْعَلُ مَا يُهْمُ اور فوراً بتا دے: فَلَا تَعْدُوْا جَعَلَكُمْ فِيْهِ اَعْدَاءً تَعَارَضُ بِهٖ لِيْغِيْرَ حَرْجُكُمْ اِنِّیْیْ كَا تَمْلِكُ يَوْمَئِذٍ رَّجْعَتًا لَّكُمْ مِّنْهُ سَبْعٌ مِّنْ اَمْرٍ اُولَٰئِكَ يَفْعَلُ مَا يُهْمُ اور سوال کا تعلق زبردستی سے ہے۔



**اللغات :-** استثنائاً استثنیٰ از قہر ہے یعنی مشتبہ ہوں۔ اولاً تو اس لغت کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ اصل عبارت : چنانکہ روایت یا گفتہ جاری سوال کہوند کہ میان حضرت موسیٰ و فرعون ہے : یا شیاہ عبارت صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح : استثنیٰ علیہ ۷۰ ہے ترجمہ اُن کا کیا مانے گا۔  
اعتدالاً یعنی اس سے چھٹنا۔ خاطر دنا۔

**توجہ :-** جیسا کہ آیت کریمہ بِالْفَتْحِ مَرَدُّہَا میں ہوا کہ صوبہ نے اس مشتبہ کے بارے میں آپ کا سوال کیا جو لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ موسیٰ و فرعون علیہ السلام کے درمیان بہت فاصلہ ہے تو ساروں ائمہ کے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں جو ایک دوسرے کے پتہ دل میں یہ بات پوشیدہ رکھیں کہ یہ ساروں کی ساروں میں جو حضرت موسیٰ کے بھائی تھے، تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ نبی سرریل مطلق ہوا لیکن کے ناموں پر نام رکھا کرتے تھے، اور یہی کہ سوال کیا : انسان ہمشتر کے روز منہ کے بل کیسے چلے گا تو آپ نے فرمایا : جس اللہ نے اسے زمین پر اس کے پیروں سے چلا رکھا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

وَمَا سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ وَجْهِ التَّطَلُّقِ بَيْنَ قَوْلِهِ تَعَالَى : فَإِذَا تَفَتَّحَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْصَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ، وَبَيْنَ آيَةِ أُخْرَى : وَأَقْبَلِي بِعَصَاكَ عَلَى بَعْضِ نَيْسَاءِ لَوْثٍ ، فَقَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : التَّسَاءُلُ يَوْمَ الْحَشْرِ وَالنَّسَاءُ أُولَ بَعْدَ دُخُولِ الْجَنَّةِ . وَسَأَلُوا عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالُوا : إِنْ كَانَ السَّعْيُ بَيْنَ الْمُصْغَرِّ وَالْمَرْوَةِ وَاجْتِبَا فَمَا وَجْهٌ ؟ لِأَجْنَاخٍ . فَاجَابَتْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِأَنَّ قَوْمًا كَانُوا يَتَجَنَّبُونَهَا بِهَذَا السَّبَبِ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ : لِأَجْنَاخٍ ، وَعَمِرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِسَأْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ : رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : إِنْ خِفْتَ تَوَرَّعًا مَعْنَاهُ لَا ؟ فَقَالَ جَمِلَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَدَقَ تَقْدِيرُ اللَّهِ بِهَا ، يَعْنِي لَا يَكُونُ عِنْدَ الْكُرْبَى فِي الصَّدَقَةِ مُضَاهَاةٌ فَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى هَذَا الْقَيْدَ لِلْمُضَاهَاةِ بَلَى الْقَيْدُ اتِّفَاقِيٌّ وَامْتِلَاءُ التَّوْحِيدِ كَثِيرَةٌ وَالْمَقْصُودُ التَّنْبِيْهُ عَلَى مَعْنَاهَا .

















قول کر تہی دیکھئے۔

مثال: مثلاً: تفتوا: تفتوا کا معنی جو آپس میں ہے، اس لئے لا۔ اور جو مقدار مانگیا کر تہی اگر مثبت جمہور قسم، ہوتا تو اسپر۔ اور کیدیا توں آلیو آتا ہے تاکہ کہ تفتوا کی پندتا میں ہے۔ (المتعارف، ص ۵۰، نوٹ ۱) چوتھی مثال: حذف مفعول کی ہے۔ اس میں میں جیکہ مشہور قرار دے کے مضافی، الظاہریت، کو غنبد، فعل کا مفعول پر ہونے کی وجہ سے مقبوعہ پر ماضی نے۔ ورنہ حذوہ کی قرآن میں۔ الظاہریت۔ غنبد، ہم کا حذف الفید و مجرور ہے۔ بعداً، اوستا الیر، حذف حرف جرہ کی ہیں۔ ساتویں مثال: حذف مضاف کی، انھیں، لا، فعل کے حذف کی، نویں اور یارہویں حذف قول کی، دوسری اور تیسریوں حذف مفعول کی ہیں۔ گیارہویں میں مفعول مع حرف مضاف کا حذف ہے۔ اور چودھویں میں فعل: یا حرف جرہ کے مفعول کا حذف ہے۔

وليعلم ان حذف، خبر، ان، او، جزاء الشرط، او مفعول الفعل، او مبتدا الجملة، او، ما اشبه ذلك، مظهر في القرآن اذا كان في ما بعد دلالة عن حذف، فلو شاء، لهذاكم، اجمعين، ای تو شاء، هذايتكم لهذاكم، والحق من ربك، ای هذا الحق من ربك، الا يستوي منكم من انفق من قبل الفتح وقتل اولئک اعظم، درجة من الذين انفقوا من بعد وقتلوا، ای، لا يستوي من انفق من قبل الفتح، من انفق من بعد الفتح، حذف الثاني لدلالة قوله: اولئک اعظم، درجة من الذين انفقوا من بعد، واذا قيل، نام انفقوا ما بين ايديكم وما خلفكم لعلكم ترجحون، وما تاتيه من آية من آيات ربهم الا كانوا منها معرضين، ای اذا قيل، نام انفقوا ما بين ايديكم وما خلفكم أعرضوا.

لے دیکھئے۔ مفعول منع، ہیکہ جمہور مقسم ہو کر اس میں، تواریک، لا، ہونے، کسی بھی جو جو مفعول ہے۔

اور کئی جہہ حذف مضافی، الفید، الشرطی، حذف الفاعل، لا، خبر، تواریک، فاعل الفید، وجہ ۲: انکار، مطلق الدلیل و خیر علیہ او ایضاً التوافق او خروج وجہ ۲: انکار، فاعل، انکار، (بانی، ص ۵۰، نوٹ ۱)







فالمحقق انه لا يذوق في مثل هذه المواضع تفتيش العامل.  
والله اعلم

**المخاض**۔ بہ اندر دل خوف ذرہ و در یوب کرتا، گہرا ہٹ میں ڈالتا، ٹھانڈا غمناک توںم  
انڈیا سے بے نقش ہوتا، چاڑھ پونڈا، دھڑلے علی الموقد لکھن، جس میں رست  
انڈیا سے مانو ہے جس کے سنی ہیں اور مٹی کا تپہ ڈھڑلے اور زمین پر گہرے نقوش چھو رہا ناٹا ہو،  
یَسْعَوْنَ بِسَيْلَانٍ مِّنْ غَالِبٍ أَمَانٍ

ترجمہ۔ اور یہ بھی جانتا چاہئے کہ وہ اذ قال، اذینت للعینک، اور اذ قال مولیٰ، میں  
آیتوں میں اسل یہ ہے کہ اذ کسی فعل کا ظرف ہو لیکن یہاں یہ ولیہ و تخریف کے معنی کے لئے نقل کر دیا  
گیا ہے۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ڈاؤنی جاگڑا اور خوفناک لڑاؤ میں یا یا یا  
کا تیز کرار شہار کے طریق پر کرنے جملہ کی ترکیب اور اس کے کل اطراب میں ہونے کی رعایت،  
کے بغیر بلکہ ان کے تذکرہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان مذکورہ واقعات و مقامات کا نقشہ مخالف  
کے ذہن میں ایسا طرح پر نقش ہو جائے، اور اس حادثہ کا خوف اس کے دل اور اس پر حاوی  
ہو جائے۔ لہذا تحقیق یہ ہے کہ اس جیسے مواقع پر عاف کی نسبت تو ضروری ہے۔ واللہ اعلم  
**قائل**۔ یہ دوسری تفسیر ہے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ سیوطی نے ذہن کے چار معانی ذکر کئے ہیں۔ ظرفیت، تخیل، تاکید اور توفیق۔ سیوطی  
ابن ہشام کے حوالہ سے آخری دو معانی کی تردید بھی کر دی ہے۔ اور جو معنی تخیل کے بھی منکر ہوتا  
ظرفیت کا مطلب یہ ہے کہ فقط اذ تدر شتر رائے، کا معنی دے۔ یہی معنی میرا کثیر الاستعمال ہے۔  
جبو کی رائے یہ ہے کہ یہ اذ، یا ظرف و متعلق قید بنت ہے۔ یا اتم ظرف کا مضاف والمب  
ہوتا ہے جیسے بعد، صرنا اننا نلذذ بنہ اللہ بن نفرا اننا اور۔ بعد اذ غلبت شتا۔  
تیرضبت تخبوت۔ و انت حانت بنی تضر اذ و فیرہ اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ  
یہ۔ اذ و معنی یہ ہوتا ہے جیسے اذ اذکر و اذ نکتہ فلیتذکر، اسی طرح بعض روایات کے احوال  
میں جو۔ اذ آتا ہے وہ۔ اذ اس فعل و تھارہ کا مفعول ہو جاتا ہے، یا اذکر ملاحظہ فرمائیں  
سے بدل ہوتا ہے جیسے اذ اذکر انکتاب مریم اذ انت بقہ و مدینا میں۔ اذ مریم سے

بل الا شتمال ہے۔ اور میں کی نظیر بیستون عن الشہر الخزام قتال فیہ ہے۔ دس مسرت  
 اذکر وانعمہ اللہ علیک اذ جعل فیک امیناء میں۔ اذ۔ نعمۃ اللہ سے بدلہ اکل ہے۔  
 لیکن پیور کا مسلک ہے کہ وہ اذکر کا اذکشتہ غلیظہ میں شاول میں۔ اذہ مفعول پر حرف  
 کا ظرف ہوتا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔ واذا ذکر وانعمہ اللہ علیک اذکشتہ۔ واذا لہذا انکم  
 ظرف ہے۔ نعمۃ اللہ کا۔ اور۔ اذکر فی الکتاب مریم۔ ارمیس شاول میں مفعول کے مضاف  
 مفعول کا ظرف ہوتا ہے۔ اصل عبارت۔ واذا ذکر فی الکتاب قطعہ مریم ہے لہذا۔ واذا انکشتہ  
 قطعہ کا ظرف ہے۔ ویؤید ذاک التصریح بہ ذ۔ واذا ذکر وانعمہ اللہ علیک اذکشتہ لہذا  
 اولیۃ دانہ مقتی بیضا۔ الحاکم پیور اسے ظرف ہی بناتے ہیں۔

ہاتھ کی دلی ہے۔ یہاں تک، موصول و صایف کی بات ہے اس میں شک نہیں کہ ہوا موصول  
 میں اذ ظرف ہی آتا ہے جس کے لئے فعلی عامل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن قرآن میں چونکہ تہلیل  
 و تنویف کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور ظرفیہ مشبہ نہیں ہے۔ لہذا عامل کی بھی ضرورت  
 نہیں رہ گئی۔ کیونکہ ان واقعات کے تذکرہ سے قرآن کا مقصد اللہ کی گرفت کے خوف کا  
 مناظرہ لرزہ بر اندام کر دینے والے احوال کے ذریعہ مخاطب کے دل و دماغ کو بخیر ہوڑنا۔  
 اور طلب نظر کے لئے طرب انگیز و حور کن خیالات و نوازشات کے ذریعہ انسان کو رب کا نشان  
 کی طرف مائل و متوجہ کرنا ہے۔ گویا ان واقعات کا تذکرہ تعداد و شمار کے طور پر ہے۔ جس میں  
 ترکیب نثری اور۔ محل اغراب، کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ چند مختلف ساز و سامان  
 کے شمار میں کیا جاتا ہے۔ غرس۔ راکب۔ سیف۔ قلعہ۔ کتب۔ اور اذ۔ اللہ اعلم بالشوب

ولیعلم ایضاً ان حدث الجار من ان المصدرية مطروقة في كلام العرب  
 والمعنى۔ لان۔ او۔ بان۔ او۔ وقت ان۔ ولیعلم ایضاً ان الاصل  
 في مثل۔ ولو تری اذ الظالمون فی عمرات الموت۔ ولو تری الذین  
 ظلموا اذ یسرون العذاب۔ ان یحدث جواب الشرط لکن صار

هذا التركيب منقولاً لمعنى التعجب فلا حاجة الى تفتيش الحذف  
والله اعلم۔

توجہ: سادہ یہ بھی جانتا چاہئے کہ ان مقصد یہ ہے کہ بار کو حذف کرنا کلام عرب میں عام ہے۔ اور اس کی مراد (حسب موقع)۔ لائن، یا۔ یا نا یا وقتاً آن، ہوتی ہے۔

اور یہ بھی جانتا چاہئے کہ۔ دولت دی الزہ اور۔ دولریز الدین طلسم الہ عجیب آیتوں میں اصل یہ ہے۔ جو اب شرکاً کو مقصد مانا جائے۔ لیکن یہ ترکیب معنی تعجب کے لئے منقول ہو چکی ہے۔ اس لئے حذف کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

قائدہ:۔ اس عبارت میں دو تنبیہات یا دو اصول ذکر کئے گئے ہیں۔ جو واضح ہیں دونوں اصول سے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

پہلے اصول سے متعلق دو باتیں عرض کرنی ہیں۔ (تفسیر)۔ جار۔ سے مراد جر و نیغہ والا کوئی بھی کر ہے۔ خواہ حرف جر ہو یا اضافہ۔ (تفسیر)۔ تیں کی ترتیب پر مثالیں (۱)۔ لائے لیکن

تبتك معك الغري بظلم وانزلها غفلوا ای لای السریکین الخ یحذف الفاعل عن ان ان  
مصدر ذیہ (۲)۔ قل ان ایزم ان اكون اقلی حواء سلفہ ای۔ ہاں آکوی (۳)۔ ان  
نقولوا استحق انزل الیک تب علی طائفتین من قبلنا ای کما ہتہ ای نقولوا الخ او  
لای لا نقولوا الخ

دوسرے اصول سے متعلق تین باتیں ہیں۔ (۱)۔ مثل۔ و لہ جزی۔ سے مراد وہ آیات ہیں جن میں عالم سکرات، عالم برزخ یا عالم آخرت کے مناظر کی ہونا کیوں کا تذکرہ رویت کی شرط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور شرط کی جزا کو حذف رکھا گیا ہے۔ (۲)۔ اس حرف کی حکمت اور اس کا سبب

ان ان تعدوا اعلیٰ لفظ ہدف علیہ (انزلنا) المنکور وهو العارف فیہ لا المنکور وخلافاً  
للمکسائی لای یلزم الفضل فیہ، القامیل، معقولہ یا جنہی وهو تعذیرہ لا عند حکوفین  
ای لای لا نقولوا۔ وعن حذف المضاف عند البصر یحذف ای کما ہتہ ای نقولوا (۳)۔  
وخص علیہ۔ وجعلنا عن قلوبہم اکنہ ان ینفہروا الزیہ۔ وقولہ فقال۔ یتبین الله لکھ ان  
تضنوا، ای کما ہتہ ان تضنوا وهو رأی البصوتین وبع حارج المیزان کما فی الروح (۴)۔

یہ ہے کہ عموماً اس طرح کے جملے خود طویل ہوتے ہیں۔ اور جزاء کے ساتھ لی کر اور زیادہ طویل ہو جاتے ہیں۔ لہذا اختصار و تحفیف کے پیش نظر جزاء حذف کر دی جاتی ہے۔

(۲) مفسرین عموماً ایسی آیتوں میں۔ لِرَأَیْتِ عِبَادًا، یا لِرَأَیْتِ امْرَأَةً عَظِيمًا، یا لِرَأَیْتِ سَوْدَ مُتَقَلِّبًا، یا لِرَأَیْتِ سَوْدَ عَالَمٍ، جیسی جزاء حذف مانتے ہیں۔ تاہم علی المرتضیٰ کی رائے میں یہ اسلوب، ظہار حسرت و استعجاب کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ لہذا معنی شرطاً مستبر نہیں تو پھر جزاء رک کیا ضرورت ہے؟

أَمَّا الرَّابِعُ إِلَى فَاذًا تَصْرِفُ كَثِيرَ الْفَنُونِ، قَدْ يَنْ كَرَفَعْلٌ مَكَانَ فَعِلٍ لَا تَعْرِضُ شَيْئًا وَلَيْسَ اسْتِقْصَامُ تِلْكَ الْأَعْرَاضِ مِنْ وَطْئَةِ هَذَا الْكِتَابِ أَهَذَا الَّذِي يَنْ كَرُ الْهَيْتِ كَرَايَ يَسْبُ الْهَيْتِ كَرَايَ اَصْلُ الْكَلَامِ أَهَذَا الَّذِي يَسْبُ، وَلَكِنْ كَرَا ذَكَرَ لِلتَّسْبِ، فَايْدِلُ بِالذِّكْرِ وَمِنْ هَذَا الْقَبِيلِ مَا يَنْقَلُ فِي الصَّرْفِ، عَرْضُ الشَّيْءِ لِأَعْدَادِ أَفْعَالٍ وَالْمُرَادُ لَفْعَالٍ، وَيَقُولُونَ، شَرَفْنَا بِالْمَجْنِيِّ عَمِيكَ الْحَضْرَةَ، أَوْ عَمِيكَ الْجَنَابَ الْعَالِي مَطْلَعُونَ عَلَى هَذِهِ الْمَقْدَمَةِ، وَالْمُرَادُ تَشْرِيفُ الْجَنَابِ الْعَالِي وَاطِّلَاعُ الْجَنَابِ الْعَالِي۔

ترجمہ :- بہر حال ابدال تو وہ ایک کثیر الانواع تعریف ہے کہیں کہیں ایک فعل کی جگہ پر دوسرا فعل ذکر کر دیا جاتا ہے مختلف اغراض کے لئے۔ اور ان مقاصد کا استیعاب (دراصل) اس کتاب کے فرائض میں سے نہیں ہے۔ (مجھے ارشاد باری اعلیٰ العالی) کیا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کا تذکرہ کرتا اور تمہارے؟ یعنی تمہارے معبودوں کو بڑھا کر کہتا ہے۔ اصل کلام۔ اَعْلَى الَّذِي يَسْبُ، تھا۔ لیکن لفظ سب کا ذکر ناگوار گذرا۔ لہذا اُسے ذکر سے ہٹا دیا گیا۔ اور اکی قبیل سے وہ اقوال ہے جو عرف میں بولا جاتا ہے (یعنی عرض



وَلَا تُفَصِّلُنَا فِي الصَّحَبِ، اِیٰ مَنَّا لَا يُفَصِّرُونَ، لَمَّا كَانَتْ الْقَهْرَةُ لَا تُفَصِّلُ  
 بِدُونِ الْاجْتِمَاعِ وَالصَّحْبَةِ ذَكَرَ، يَصْحَبُونَ، بِدَلَالَةٍ، ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ  
 وَالْاَرْضِ، اِیٰ خَفِیَتْ اِلَیَّ الشَّيْءُ اِذَا خَفِيَ عَلَيْهِ ثِقَلٌ عَلٰی اَهْلِ السَّمَوَاتِ  
 وَالْاَرْضِ، فَاِنْ طَلَبْتَ لَكَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ، اِیٰ عَقِبُونَ لَكَ  
 عَنْ شَيْءٍ عَنْ طَبِیْعَةٍ عَنْ نَفْسٍ مِّنْهُنَّ۔

ترجمہ :- لاہور، اور ہمارے مقابلہ میں ان کا ساتھ دیا جاسکتا ہے، یعنی باہم مقابلہ  
 میں ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ چونکہ صحبت و اجتماع کے بغیر نصرت کا تصور  
 نہیں کیا جاتا ہے، اس لئے یُفَصِّرُونَ کی جگہ یُصْحَبُونَ ذکر کیا۔ ثَقُلَتْ، اِنو ادھ بھاری ہے  
 آسمانوں اور زمین میں، یعنی وہ غمناک ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز کا علم جب غمناک رہ جاتا ہے تو آسان  
 و زمین والوں پر وہ چیز گراں ہوتی ہے۔ غامض طبع اِنو، پھر اگر اس میں سے کچھ خوشی تر کو دیکھتا  
 تو اس کو کھاد، یعنی کچھ شہارے حق میں بطیب خاطر پھوڑ دیتا۔

قَالَ لَهُ :۔ یہ ابدال فعل کی خزینہ میں الیہامی، پہل میں یُفَصِّرُونَ کی جگہ یَصْحَبُونَ  
 دوسری جگہ، خفیت، کی جگہ ثَقُلَتْ، اور سبکی میں، عَقِبُونَ، کی جگہ، طَلَبْتَ، کا  
 استہمال ہوا ہے۔ اَوَّلُ الذِّكْرِ، وَاَوَّلُ اِبْدَالِیِّ حُكْمَتِیْنِ میں مذکور ہیں، آخر الذکر کی حکمت  
 "بِیْنِیْ وَبِیْنِیْ" یا حقوق کی معافی جیسے معاملات میں، طیب نفس، یعنی خوشدلی و رضا مندی کی  
 (بحث کا بیان ہے۔ (از معون)

وَقَدْ یُنْکَرُ اسْمُ مَکَانَ اسْمٍ، فَطَلَّتْ اَعْنَاقُہُمْ لَهَا خَاضِعِیْنَ، اِیٰ  
 خَاضِعَةً، وَكَانَتْ مِنَ الْقَانَتِیْنَ، اِیٰ مِنَ الْقَانِتَاتِ، وَمَا لَہُمْ مِنْ  
 نُصْرٍ مِنْ اِیٍّ مِنْ نَاصِرٍ، فَمَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْہُ حَاجِزِیْنَ، اِیٰ عَنْہُ  
 حَاجِزَةٍ، وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ، اِیٰ اِنْفِرَادِیِّیٍّ اَوْ مَرِّ اَفْرَدٍ  
 اللَّفْظُ لِاَنَّ اسْمَ جَنْسٍ، یَا اِنْہَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَاوِیٌّ اِلٰی رَبِّکَ کَرَّخًا  
 الْمَعْنٰی یَا بَنٰی اَذْہَمَ اِنَّکُمْ اَفْرَدَ اللَّفْظُ لِاَنَّ اسْمَ جَنْسٍ، وَخَلَقَهَا







پڑھ کر اپنی پریم کتاب ہے پھر نورانی روپیہ کو جس میں غور و فکر نکال لیتا ہے۔ گویا یہ بپتہ کے نہرانی ہونے کی علامت ہے۔ (المجموعہ وسیط) ای محمودیہ کو عربی زبان میں صحیح و معطلہ بارگاہ لکھا جاتا ہے۔ جس کے مقابلہ میں شاکست و لفظی مماثلت کے خوب ترقرآن میں دین اسلام کے لئے حبیبہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یا پھر دوسری حکمت وہ ہے جسے۔ ید انامہ کا صبیح ام۔ سے بیان فرمایا ہے کہ دین اسلام کو رنگ کے ساتھ تشبیہ کی گئی ہے۔ وہ شبہ اشراق اور ہونا اور گہرے نقوش چھڑنا ہے۔

طور سینار، جزیرہ نمائے سینا۔ یا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ کو قانون شریعت ہلا تھا اور اللہ تعالیٰ سے ہرکلامی کا شرف حاصل ہوا تھا۔

وَقَدْ يَذْكُرُ حَرْفُ مَكَانِ حَرْفٍ . فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ . اِی عَنِ الْجَبَلِ  
 كَمَا تَجَلَّى فِي الْمَرَّةِ الْاُولَى عَلَی الشَّجَرَةِ وَهَرُفَاتَا سَابِقُونَ . اِی اِلَیْهَا  
 سَابِقُونَ . لَا يَخَافُ لَدُنَّ الْمُرْسَلُونَ الْاَمَنُ فَهَذِهِ . اِی لَكِنْ مِنْ ظِلْمِ  
 اسْتِثْنَاءٍ . اِلَّا صَلْبَتُكُمْ فِي جُذُوتِ الشَّجَرِ . اِی عَلَی جَذْوِعِ الشَّجَرِ  
 . اَوْ لَكُمْ مُسَلَّمٌ يَسْتَوْعُونَ فِيهِ . اِی يَسْتَمْعُونَ سَلْبًا . لَسَّ مِنْ مَقْطُوعٍ  
 بِهِ . اِی مِنْ مَقْطُوعٍ فِيهِ . مُسْتَكْبِرِينَ بِهِ . اِی عَنْهُ . اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ .  
 اِی حَمَلَتْهُ الْعِزَّةُ عَلَی الْاِثْمِ . فَسُئِلَ بِهِ خَيْرًا . اِی فَاَسْتَنْ عِنْدَ  
 لَا اَشَاءُ كُلُّوا هَؤُلَاءِ اَمْوَالَكُمْ . اِی مَعَ اَمْوَالِكُمْ . اِلَی الْمُرَافِقِ . اِی  
 مَعَ الْمُرَافِقِ . يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ . اِی يَشْرَبُ مِنْهَا . وَمَا قَدَرُوا  
 اللَّهُ حَقَّ قَدْرِهِ اِذْ قَالُوا مَا اَنْزَلَ اللَّهُ عَلَی بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ . اِی اِنْ قَالُوا .

ملہ قال الخازن . سنی . سینین . و . سیار . الحسد . لکونہ مبارکاً . وکل جَبَلٍ فیہ اشجار  
 متفرقہ یعنی . سینین . و . سینا . و صدفہ ۳۴ ص ۵۵۴ . و البحر لم یختلف ذلک الخازن  
 بالشام و عقبہ انہا بانہ خلایا اشجار فان المعرف انہم بغور سینا ماہر یقرب لہما  
 . مصرعہ . العقبہ . (روح ص ۵۱۰) (۴)



اخوانکم وسان الا ان یخالیط اخلًا لمثوبۃ من عند اللہ خیرؕ  
 ای لوحد واثوابا و مثوبۃ من عند اللہ خیرؕ ان لم یسرق فقد مرق  
 اخلہ من قبلؕ من کان عدو الیحبیریل فانه نزلہ علی قلبک یا ذی  
 اللہ ای من کان عدو الیحبیریل فان اللہ عدو له فانه نزلہ علی  
 قلبک بلا ذمؕ فعند ذلک یتحق ان یعاونہ اللہ تعالیٰ فی ذل فان اللہ  
 عدو له بدلیل الایۃ التالیۃ وابدل منہ فانه نزلہ علی قلبک :

ترجمہ :- اور کسی کبھی ایک جہلک جہر پر دوسرا جہل ذکر کرتے ہیں (یا لاتے ہیں) شلاب ایک  
 جہل دوسرے جہل کے مٹا دیتی اور اس کے وجود کے سبب پر ولالت کرتا جو تو اس  
 اولالت کرتے والے کو اس (ملائی) کے بدلے میں لایا جاتا ہے ۔ جیسے : وان یخالیط اخلًا  
فایخوامک اور اگر ان کو سنا جو جلا تو تو تمہارے بھائی ہیں (یعنی اور اگر ان کو سنا جو جلا تو تو  
 اس میں کوئی ترح نہیں) کچھ تکود تمہارے بھائی ہیں اور بھائی کی شان یہ ہے کہ اپنے بھائی کو  
 طا کر کہے : و یسری شالی لمثوبۃ من عند اللہ خیر تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کا معاوضہ  
 بہتر تھا یعنی ثواب ضرور پاتے اور اللہ کے یہاں کا معاوضہ بہتر تھا ۔ (مثلاً سو) ای یخالیط  
واگر اس نے چوری کی تو اس سے قبل اس کے بھائی نے چور کی گئی ہے (مثلاً چور کی گئی تو کوئی  
 تعجب نہیں) اس لئے کہ قبل ان ہی اس کے بھائی نے چور کی گئی ہے ۔ (مثلاً چور کی گئی تو کوئی  
 جو شخص خبر لے سے مدد دے رکھے سوانہوں نے حکم خداوندی پر قرآن آپ تک پہنچا دیا ہے )  
 یعنی جو شخص چور لی کا دشمن ہو تو اللہ اس کا دشمن ہے کیونکہ انہوں نے قرآن کو آپ کے قلب پر  
 اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے نیز ان کا دشمن اس کا دشمن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے دشمنی رکھے تو  
 ذلک اللہ عدو له کو مقدر انا کیا بعد والی آیت ( فانه نزلہ علی قلبک ) کے قریب سے  
 اور اس (جہل) کے بدلے میں : فانه نزلہ علی قلبک کو لایا گیا ہے ۔

قائد :- ان اشعار عربیہ آپ غور کریں تو معلوم ہو گا کہ کثرت جو ہے لیکن جزاء غائب  
 اور شرط کے بعد جو جملے نہ گور ہیں وہ جزاء کی قائم مقامی کر رہے ہیں ۔ جزاء محذوف  
 وہ عبارتیں ہیں جن کے تراجم پر خط کھینچ دیئے گئے ہیں یعنی : لایا اس اور : لوحد واثوابا وغیرہ



ترجمہ :- اور کبھی کلام کا نظری (۱) اور معروف و ناگہ (۲) اسلوب شہیر کی مذکر یا تا نیش یا افراد کا  
 (متقاضی) ہوتا ہے۔ لیکن کلام کو اس خطری اسلوب سے نکال لینے میں (پڑا لیتے ہیں) اور مرثیہ  
 کا ذکر اور اس کا برکس استعمال کرتے ہیں۔ اور معروفی جگہ جمع لاتے ہیں معنی کی طرف میلان کی  
 وجہ سے۔ جیسے (۱) غلط ادای (۲) پھر حیب (۳) انتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا میرا رب یہ  
 یہ سب میرا بڑا ہے (۴) من القوم (۵) (۳) منہم (۶) (۷) اس کی حالت اس شخص کی حالت کے  
 مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب اس آگ نے اس شخص کے گرد گرد کی سب چیزوں  
 کو روشن کر دیا ہو۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے الہی کی روشنی کو سلب کر لیا ہو (۸) اور کبھی غنیہ  
 کی جگہ معروف ذکر کیا جاتا ہے۔ (۹) جیسے (۱۰) وَمَا نَقَمُوا (۱۱) اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ  
 دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزق خداوندی سے الہ دار کر دیا (۱۲) (۱۳) کنہ  
 (۱۴) اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی  
 ہو پھر وہ تم کو نہ سوجھتی ہو (۱۵) اور اصل (۱۶) تعظیفا (۱۷) وہ دونوں (۱۸) جیتہ اور (۱۹) رحمت نہ سوجھتی  
 ہوں (۲۰) ہے مسکین معروف (۲۱) کیونکہ وہ دونوں (۲۲) شہی واحد (۲۳) کے درجہ میں ہیں۔ (۲۴) اور دہی کے  
 مثل (۲۵) صاحب کرام کا مشہور قول (۲۶) اللہ و رسولہ (۲۷) ہے (۲۸) (۲۹) اصل (۳۰) اظہار (۳۱) ہے  
 فائدہ :- اس عبارت میں اہل ان کی چٹھا اور ساتویں قوس کا تذکرہ ہے۔ قوس اولیٰ کا پہل  
 مشال میں۔ الشمس (۳۲) (مرثیہ) کے لئے (۳۳) (۳۴) (۳۵) کا استعمال دکھایا گیا ہے  
 دوسری مثال میں قوم مفرد کے لئے (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) استعمال ہوا ہے۔ اور میری مثال میں  
 بخیر ہند کی غیر مجرور (۴۱) جو جمع ہے (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

فائدہ :- اس عبارت میں پہلی مثال میں یہ دکھایا گیا ہے کہ من فعلہ کی ضمیر مفرد تثنیہ اللہ و رسولہ  
 کے لئے استعمال ہوتی ہے اور دوسری مثال میں تعظیفا کی ضمیر مفرد بھی تثنیہ جیت  
 اور رحمت کے لئے استعمال ہے۔ یہی فائدہ و رسولہ افکار میں واحد کا صیغہ تثنیہ کے لئے استعمال

وقد تقتضی طبیعة الکلام ان ینکر الجزاء فی صورة الجزاء والشرط  
 فی صورة الشرط وجواب القسم فی صورة جواب القسم فیتصرفون  
 فی الکلام ویجعلون ذلک الجزء من الجملة جملة مستقلة مستثناة  
 لتتظم بالمعنی ویقفون شیئا یدل علیه بوجه من الوجوه  
 والترغیب غرقاً والتشیط فسطاً والمشیعین سبغاً فالشیعیت  
 سبغاً والمدیرات امزایوم وترجف الراجفة المعنی للبعث والخبر  
 حق یدل علی یوم ترجف والتماز ذات البروج والیوم الموعود  
 وشاهد مشهود قتل اصحاب الاعداء المعنی المجازاة عن  
 الاعمال حق اذ السماء انشقت وأرقت لربها وحقت واذا الأرض  
 مدت وألقت ما فیها فتلک وأوتت لربها وحقت یا ایها الناس  
 إن ذلک کارج المعنی الحساب والجزاء کارج.

اللفظ اللفظی بمعنی نازعة من لغتها من کھنپتا من کھنکھ غرقاً من غرق  
 جان، یہاں فرق الخراق کے معنی میں ہے۔ الخرق فی الشیء جاوز الحد وبلغ الغم  
 مرے کل جانہ سے پہنچ کرنا، چری کو شیش کرنا، ایشیات بمعنی ناشطہ، فسطاً من افطار کرنا  
 سبغات بمعنی ساجدہ سبغ دھم سبغاً ترنا، سبغات بمعنی سبغہ، سبغ دھم سبغاً آگے  
 پڑنا، ترجف دھما دھما کا پنا بروج بمعنی برج، الاخذلہ خرق انشقت انشخا پھٹا  
 مدت انہ مدتاً پہلا ناخلت غلبت خالی ہونا، کارج، دھم کھنکھشت، شمانا۔

ترجمہ یہ اور کبھی کلام کی طبیعت اصل اسلوب، تو اس کی مقتضی ہوتی ہے کہ جزاء کو جزاء کی  
 صورت میں اور شرط کو شرط کی صورت میں اور جواب قسم کو جواب قسم کی صورت میں  
 ذکر کیا جائے لیکن کلام میں تصرف کرتے ہیں اور جملہ کے ہی جزاء اور جواب قسم کو اس کی  
 رعایت کرتے ہوئے مستقل ابتدائی جملہ قرار دے کر اسے حذف کر دیتے ہیں اور کوئی چیز



بطور قرینہ قائم گویتے ہیں جو میں (مخروف) پر ادکات کے اظہار میں سے کسی طرح تقسیم پر  
 ولایت کرے (جیسے ارشاد باری: وَفَتْ بِرَبِّهِ) قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں  
 اور حج بندہ کو لے لے ہیں (مسلمانوں کی روح آسانی سے نکالتے ہیں) اور دوسرے ہوتے ملتے ہیں  
 پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر ہر ایک کی تدبیر کرتے ہیں: قیامت ضرور آئے گی جس میں روزِ بلاوت  
 والی چیز ہلا ڈالے گی۔ (اللہ کی) طواغیث و فحشاء و فجور پر۔ تو تو توجع، ولایت کرتے ہیں  
 دوسری مثال ارشاد باری: وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ مِنْ أَمْرٍ أَوْفَىٰ ۚ اور وحدہ  
 کئے جو کے دن کی اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس میں حاضر ہوئی ہو، خدق والے مومن  
 ہوں۔ (اللہ کی) سوا۔ لیا اذنا علی الاعمال حق (یعنی اعمال کی جز اور سزا پر حق ہے) تیسری  
 مثال ارشاد باری: اِذَا نَادَاكَ الصَّلَاةُ فَاسْتَجِبْ ۚ لَهُمْ مِنْ رَّبِّهِمْ سَلَامٌ ۚ اور اپنے رب کا حکم نہ کرنا  
 اور وہ اسی لاتی ہے اور جب زمین سمجھ کر بڑھادی جاوے گی اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر نکال دیگی  
 اور خانی ہر جانے گی اور اپنے رب کا حکم سن لیگی اور وہ بھی لاتی ہے۔ اے انسان! الخ

قرآن باری تعالیٰ: اِحْسِبُوا الْوَعْدَ الَّذِي لَكُمْ ۚ ہے (حساب و کتاب ہو کر رہے گا)

فائدہ:- کلام کا مقتضائے ظاہر شرط کے ساتھ جز آ اور قسم کے ساتھ جواب قسم کو پاتا ہے  
 لیکن اسے غفلت سے خلاف بعض منوی مضامین و نکات کے پیش نظر جز آ یا  
 جس قسم کا حذف بھی ہو چکی اور باری ہے۔ معطل نام پہلی دو مثالیں جو اب قسم کے حذف کی اور  
 آخری مثال حذف جز آ کی پیش کر کے قسم حذف۔ اور جز آ حذف و کی نشاندہی کر دیتی ہے

مثلاً: ۱۔ جز آ یا جو قسم کے حذف میں دیکھا نہ تقسیم اور اکتفاء یا مسلم وغیرہ مشہور نکات کے علاوہ ایک  
 نکتہ بھی ہو سکتا ہے جو کہ محکمہ اور شرط کا نقصان سے ہے جس میں یہ کہ غیب و تصدیق کی گنجائش نہیں ہوتی  
 ہے۔ اس کے برخلاف جو کہ قسم اور جز آ میں کہ غیب و تصدیق دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ لہذا حکم اپنے کلام کو  
 مخاطب کی نگاہ سے مجاہد کے لئے مجاہد کے ان جز آ کو حذف کر دیتا ہے اور شرط یا قسم کے منافی کوئی ایسا کلام  
 ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اے اللہ۔ حذف جز آ کی طرف دیکھتے متعلق ہو جانے۔ و اللہ اعلم

(مستفاد از قرآن مجید)

وقد يقع في أسلوب الكلام قلب فيقتضي أسلوب الكلام خطاباً وورد  
في صورة الغائب، حتى إذا اكتفى في الغائب وجوز في المبرمج طيبة.

ترجمہ۔ اور کبھی اسلوب کلام (انداز بیان) میں قلب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسلوب کلام تو (مثلاً) خطاب کا انداز چاہتا ہے لیکن کلام غائب کی صورت میں لایا جاتا ہے (جیسے ارشاد باری) حتیٰ اذا كنتم في ايمانك كحبيب تم گشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ دگشتیان لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعے لیس کر پاتی ہیں۔

قائد ہے۔ فرقہ وقد يقع الای کو اول معانی کے یہاں ان مقامات کہتے ہیں جس کی مشہور تعریف ہے کہ کسی صنف کو طریق ثلثہ تکلم خطاب، نصیحت میں سے کسی ایک طریق سے تعبیر کرنے کے بعد اسی صنف کو دوسرے طریق سے تعبیر کیا جاتے ہیں۔ ان مقامات انسان سے اخذ ہے کہ جس طرح انسان دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں طرف مشقت ہوتا ہے، اسی طرح منکلم ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف مشقت ہو جاتا ہے۔ اس الاثر نے کثر البلاغہ میں ذکر کیا ہے کہ اس کو شیعہ العرب سے یاد کرتے ہیں۔ اسی کی جوابی عام وجہ یہ ہے کہ حبيب کلام ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف نقل کیا جاتا ہے تو یہ سائنس کی نشاط ناظر دستور تعجب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ جزئی چیز لایہ ہوتی ہے۔ مگر ایک ہی طریق سے گفتگو کی جائے تو اس سے طبیعت اکتانہ بنتی گئی ہے۔

قولہ وجہ یہ ہم، اسی کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس تبدیلی اسلوب میں کثرت یہ ہے کہ جس لوگوں سے خطاب ہے وہ جہاز پر سوار ہونے کے وقت حاضر نہیں تھے اور ہلاکت اور غمناکیت ہوا کے غلبہ سے ڈرتے تھے، لہذا اسی سے حاضرین جیتا خطاب کیا گیا۔ پھر حبيب خوش گوار ہو چلی اور وہ ہلاکت کے خوف سے طمئن ہو گئے، اس وقت ان کا وہ حضور قلب باقی نہ رہا جو ابتدا میں تھا، اور یہ انسان کا عادت ہے کہ وہ اطمینان قلب کی حالت میں خدا کو مجبور جانتا ہے پس جب وہ خدا کی طرف سے غائب ہو گئے تو حق تعالیٰ نے بھی ان کا ذکر غائب کے صنف سے کیا۔

(المراد ص و اولیٰ لغت ہے، ج ۱)

(ماشیہ: اس مضمون پر)





تعلیل ہے جو غالباً انشاء کے اقدام میں سے جوتا ہے۔ مراد اخبار اور میان قیاس ہے۔ تقدیر کا مرقم وہ ہے جسے مانتے ذکر فرمایا ہے۔۔۔ واق القیاس الخ ہے مانتے نے قیاس اور جملہ تعلیلیں کے درمیان مماثلت بیان فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو تعلیلیں علت کا بیان جوتا ہے وہ قیاس بھی علت پر موقوف جوتا ہے۔ اس حیثیت سے دونوں میں مماثلت ایک واضح حقیقت ہے۔ نیز، علی مثال ایا علی قیاس، ان کی جگہ میں انجیل مذکورہ بالا کا ذکر میں مناسب ہے نہ نام مستحسن!۔۔۔ اور آیت: ہے یہ صیغہ استعمال عام سنیہ میں کن نظر میں۔ خبریوں کا معنی دیتا ہے۔ لیکن حضرت مانتے نے منسیبہ کے لئے مقولہ بنا رہے ہیں، اور: ان اولادہم مکان الاصلوں کی مثل میں پیش فرماتا ہے۔ خیال ہے کہ حضرت والا کی تقریریں۔ اور آیت:۔۔۔ انما استعمال کی جگہ پر ہے۔

شکل دوم، مقام اثبات میں خبر کا استعمال۔ مانتے اور رشادین نے اس کی مثال میں خبر کی بجائے مقام اور خبر کے استعمال کی مثال:۔۔۔ قانون السجلات برضعت اور:۔۔۔ حق الاموال و مطلقاً یترتب انقضائہ وغیرہ ہے۔ اور مقام و خبر میں خبر کے استعمال کی مثال:۔۔۔ ایضا کہ منسخرین۔ اور:۔۔۔ منصف بد اس لقب وغیرہ ہے۔ مقام خبر میں خبر کے استعمال کی مثال:۔۔۔ انشد رشت ولا ضرر ولا فساد فی الذمیر ہے۔۔۔ واذ ع: ہیں العربی فی قلمہم ایہ الخیر مرید بعض امور والحق:۔۔۔ کس انی الاقت و من شاء التقصین علی راجعہ۔

قد یوجب التقدير والتأخیر ایضاً صعبوبة فی فهم المراد کما فی الشعر المشہور:

بشیتہ شانہا سلبت فزادی ۛ بلا جرم انتیت یہ سلافا  
ترجمہ:۔۔۔ اور کبھی تقدیر و تاخیر بھی مراد کے سمجھے میں دشواری کا سبب بن جاتی ہے جیسا کہ مشہور شعر بشیر شاہ الجرمی ہے:۔۔۔ بشیتہ معنی اس کی ادائے میرے دل کی سلامتی چھین لی۔ بلا کسی ایسی خطائے جبر کوئی نے کیا جو۔

نہ خدا، الخ فی مدنی، کما کہ صواباً فی اللہ وہی کا خطہ قصہ شیعہ و علیہ از انشاء، خورشید نور

قائدہ یہ ہے۔ غنا کے تیسرے سبب کا تذکرہ ہے۔ تقدیم و تاخیر کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جس کلمہ کو حق تقدیم حاصل ہو اسے نوخر اور جسے حق تاخیر حاصل ہو اس کو مقدم کر دیا جائے خواہ اس سے مفہوم کلام کے بگھنے میں دشواری ہو یا نہ ہو۔

یہاں وہ تقدیم و تاخیر قرار دے جس کی وجہ سے مراد متکلم کے بگھنے میں دقت و پریشانی پیش آتی ہو جیسا کہ جاہلیت کے مشہور شاعر عریل بن عبد اللہ بن عمر کے مذکورہ شعر میں ہی نوع کی تقدیم و تاخیر ہے جس کو بگھنے کے لئے شعر کی ترکیب نحوی ملاحظہ فرمائیں۔

شعر کی ترکیب :- ہشینۃ ابدیۃ (معد) شائعا ابدیۃ (معد) جمودہ مبتدأ سلیبۃ (معد) بغض با قائل (معد) فزادی اخیر (معد) استلزام تیز (معد) جمودہ مفہول ہے۔ ماد (جاذبہ) لاجورد (لوموت) مانتیت ہے (مفہول با قائل) اپنے متعلق سے ل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت (جمودہ مفہول و لوموت) خبر و جاذبہ مجرور متعلق ہوا نسبت فعل کے فعل اپنے قائل مفہول یہ اور متعلق سے ل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہو رہی ہے۔ مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔

دعوتِ فکر :- اس لحاظ سے سلامنا کو سینہ نیز (قوہ ہی) سے متصل اور جاذبہ سے مقدم ہونا تھا جبکہ بلا جرم مذکورہ سلامنا سے نوخر ہونا چاہئے تھا۔ یہی وہ تقدیم و تاخیر ہے جو تیار کی مراد تک پہنچنے میں اور شعر کی صحیح ترکیب بگھنے میں روڑا بن رہی ہے۔

خذ المثل من افعی العن دلم ولا یغلو کساع و لا تساع الیہ و دلی عن ابن قتیبہ و لا خلیفہ قد یوجب العسویۃ۔ و اللہ اعلم۔

تقدیم و تاخیر کی مثال ۱ : دلم لا کلمۃ سبقت من فیک لکما یزانا و اجل عسقی (پٹ)  
 مثال ۲ : المتحد شعر الی انزل علیہ الکتاب دلم یجعل عوجا قیما (پٹ)  
 مثال ۳ : فی متو قینک و را فعتک الی ہرکۃ

مثبت محمد بن عبد اللہ بن عمر (نا) کہ تقدیم کی قسمیں اور سبب (المتحد ج ۲ ص ۱۱۱ نا) میں ملانے کی ہیں۔  
 کہ تقدیم کا نام دلم لا کلمۃ و اجل ہے۔ لکما یزانا و دلم یغلو و دلم یغلو کذا قال الفراء  
 و قتادۃ (الانساب ج ۲ ص ۱۱۱ صفحہ ۲۵۱) کہ تقدیم کا نام انزل الکتاب قیما دلم یجعل الخ ہے۔  
 کہ انزل مجاہد (الانساب) کہ تقدیم کا نام (فی و انزل لک و متو قینک) ہے کہ انزال خدا کا  
 و تقدیم (الانساب) ۱۰۰ صفحہ ۲۳ ص ۱۵۳ صفحہ ۲ ص ۲۰۵

والتعلق ببعید، ایضا متایوجب صعوبت، وما یكون من هذا القبيل  
 إلا أن لو لم یکنوا من جمیع الامرات، ادخل الاستثناء  
 على الاستثناء، فصعب، فما یکنی بک بعد بالذین، متصل بقوله  
 لقد خلقنا الإنسان فی احسن تقویم، یدعوا لمن خسرنا اقرب  
 من تقویم، ای یدعوا من خسرنا، لشئوا بالعصية أو لی القوة، ای  
 لشئوا العصية بها، وامسحوا برؤوسکم وأرجلكم، ای اغسلوا أرجلكم  
 وولوا کلعة سبقت من ربک لکان لزاماً واجل مسمی، ای ولوا  
 کلعة سبقت من ربک واجل مسمی لکان لزاماً، الا تفعلوه تکن  
 فتنه، متصل بقوله تعالى، فعلمکم النضر، الا قول ابراهيم  
 متصل بقوله تعالى، قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهيم، یسلولوا  
 کانت حق عنہا، ای یستملونک عنہا کانت حق.

اللفظ :- فقوله تمیل وتقیف یعنی سیدھا کرتا، مقول ساختہ، لند، دن، تاکید کا  
 ہے، ہذا بنو نید، ای بہ التعمد اذا افعلہ حتی مالہ یعنی بوجہل کر کے  
 جھڑپنا، یعنی تحقیق کا کر کے والا۔

ترجمہ :- اور فقط، لید سے تعلق رکھتا ہوں، اسباب میں سے ہے جو دشواری پیدا کرتے  
 ہیں، اور برہ چیز جو تمہیں سے ہو، دشواری کا سبب بن جاتی ہے جیسے ارشاد  
 ربانی (الآن لو لم یکنوا من جمیع الامرات، ہم ان سب کو نہات دیں گے جو اسے ان کی برہ کے -  
 استثناء پر استثناء، داخل کروا گیا، لہذا، دشواری ہو گئی، فایکنی بک متصل ہے اچھے ارشاد  
 لقد خلقنا انسان، یدعوا، اس کو پکارتا ہے میں کا نقصان اس کے نقص سے زیادہ

لہ الحوں مکتوب ص ۱۰۷، ص ۱۰۸، مصباح اللغات، قال: حتی، مسہول واصل، الکلامہ فیہا وادھنا  
 واستغنی فیہا والجمع، لہذا، لہذا، میر کو یہ چھو کہ قیامت کا مکر نہ رہے، کہہ کر نے، انسان کو یہ خواہش  
 متاخر میں دھکا ہے، اپنی خوبصورتی نہایت زیب، وایت کہ ہے جس میں صورت و زین و زینت، بہت  
 فتنہ اور اس اور ظہر میں صلیتوں سمی کہ تمہیں آگے اور ہلاک و غیب، لہذا، متاخری علی مرد، بہت فتنہ  
 ان کی فتنہ کہ چھو نہ کی، کہ اس ان خلق، ایک گنہگار فتنہ ہے، ایضا بارہی:





یا عامل و معلول کے درمیان تفصیل، جنہی ہو جائے، جیسا کہ، خاصہ لفظ اور، اور جانکر کے درمیان ہے۔  
 تا کیوں میں هذا القبیل سے مراد اولاہد، علما وہ چیزیں ہیں جو کلام کے اندر صورت پیدا  
 کرنے میں تعلق بالبعد کے مشابہ ہیں۔ جیسے مفعول پر کلام زائدہ کا دخول جس کی مثال، تبتذوا  
 لفتح غنوة الزہر ہے۔ یا استثنایہ پر استثنایہ جس کی مثال، الا ان لو لم یہ۔ یا صل کے مثال  
 میں طلب جس کی مثال، لتتود بالعبیہ الخ ہے کہ صل میں، لتتود بالعبیہ بعد تھا۔  
 ثبوت، تادیتود غنوة، ودر لغویوں پر متصل ہے۔ (۱) تاد بالحمل یعنی، مشتقت سے اٹھا ناہ  
 جالی شاعر امرؤ القیس کہتا ہے۔

فقلت لا لعلنا متعلی بصلیہ رد وادنی اظہارنا وناہر بکمل (اسی سلفیات)  
 (۲) تاد بہ الحمل، یعنی بوجہل کرنا، جوں کا دینا۔ آیت کریمہ میں، لتتود، الیزید والعبیہ  
 اور ان کے ہنواؤں کی نظر میں تاد بالحمل کے طریقہ پر ہے۔ لہذا آیت میں طلب ہے۔ کیونکہ اس  
 صورت میں، ب کا دخول، المقایہ یا اس کی ضمیر کو ہونا چاہئے۔ مصرع کلام اسی نظریہ کے  
 ہم نوا ہیں لیکن خلیل، سیبویہ اور فرار کے مطابق آیت کریمہ تاد بہ الحمل کے طرز پر ہے لہذا  
 طلب نہیں۔ واختارہ الفلاس دوی معنای عن ابن عباس رواہ صالح والشدائی وهو الاول  
 پہلی صورت میں ترجیح ہوگا، جماعت انہی تینوں کو مشتقت سے اٹھاتی تھی، دوسری صورت میں  
 ترجیح ہوگا، وہ گنہگار جماعت کو بوجہل کر دیتی تھیں۔

انہی کے پیش نظر عبارت میں ماتن نے مثال کے طور پر جو آیتیں پیش کی ہیں ان کا تعلق  
 صرف تعلق بالبعد ہی سے نہیں بلکہ تقدیم و تاخیر سے بھی ہے۔ چنانچہ چار مثالیں تعلق بالبعد کی  
 اور تین مثالیں، تا کیوں میں لہذا القبیل، کی ہیں (کنام) اور دو مثالیں لا ولا کلمۃ الخ اور  
 بست لولک الخ، تقدیم و تاخیر کی ہیں۔ واللہ اعلم

اللہ یا قیام الذین امتوا اذا اقمتم الی الصلوة فاعملوا وجہکم وادیکم الی المرافق واسجدوا  
 برؤسکم وادیکم الی الکعبین (الامت) یہ شہ قوس نے اس صحت سے کہا ہے کہ جس نے عزیمت ملائی  
 اور جس نے پیچھے کو نکالا اور سینے کو شہد کے ساتھ اس کے مکمل اسلاف اختلافات  
 سے دیکھ دو کہ ۱۰۱۱۔

وَالَّذِي يَدُلُّ عَلَى الشَّيْنِ الطَّبِيعِيِّ أَيْضًا عَلَى قَسَامٍ قَدْ يَكُونُ ذَلِكَ  
بِالصَّفَةِ - وَلَا طَائِرٌ يُطِيرُ بِجَنَاحِهِ - إِنَّ الْإِنْسَانَ خَلِقَ هَلْوَئًا إِذَا  
نَسَبَهُ الشَّرْحُ حَزُونًا وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوءًا - وَقَدْ يَكُونُ بِالْإِدْبَارِ  
- لِلَّذِينَ اسْتَضْجَعُوا إِلَيْنَا آمَنَ مِنْهُمْ - وَقَدْ يَكُونُ بِالْعَطْفِ التَّفْسِيرِ  
- حَتَّى إِذَا بَلَغَ لُسُدًا وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً -

ترجمہ :- اور جس طریقہ پر تبارق میں چند قسموں پر ہے - (۱) کہیں یہ زیادہ صفت کے ذریعہ ہوتی  
ہے اگر کلام میں صفت دائرہ نہ کر ہوتی ہے - (۲) جیسے ارشاد ربانی وَلَا طَائِرٌ يَطِيرُ بِجَنَاحِهِ  
اور : کوئی چڑیا جو اپنے پروں سے اڑتی ہو - (۳) اور دوسری مثال ارشاد ربانی إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ  
بِشَاكٍ انسان کم تمت پیدا ہوا ہے جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہرج مزع کرنے لگتا ہے  
اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے - (۴) اور کہیں ابدال و نحو بدل  
لانے کے ذریعہ ہوتی ہے (جیسے ارشاد ربانی لَنُدْبِسَ إِيَّاهُ) ان لوگوں کے نہیں کر رہا گیا  
یعنی ان لوگوں سے جو ایمان لائے - (۵) اور کہیں عطف تفسیری کے ذریعہ زیادتی ہوتی ہے -

ملے اس میں اختلاف ہے کہ قرآن کریم میں - نہ نکلتے - کا جملہ ہے یا نہیں - جرد - یہ اس طرح اس کے منکر ہیں  
جیکے جیسے فقہاء و مفسرین دو غیر مللہ اسناد و جود کے متانی ہیں - لیکن حونا و اند قرآنی کو - تاکید - یا - مللہ - یا  
- مللہ - کے امر سے مللہ کو کرنا چاہتا ہے - زائد نہیں کرنا چاہتا ہے - خاص - نہ کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں بعض نقل  
ہے - واللہ اعلم - زائد ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ لفظ بالکل ہی بے فائدہ ہے - بلکہ مطلب یہ ہوتا  
ہے کہ - اصل اور اسلم سے زائد معانی و فوائد - مشغلہ تعلیم و تاکید و فہم - کے لئے یہ لفظ لا لایا گیا ہے -  
و بعض از علوی تفسیر

مللہ در سید نے لکھا ہے کہ - زائد تبارق و ترخوف ہیں - بحر افعالی پھر ہوا - - یکہ گز ترخوفی کے نزدیک  
- زائد ہوا - قرآن میں بالکل نہیں ہیں - لیکن تفسیر کرام دہم ارشاد کے پہلی بعض مقامات پر ہوا زائد ہوا  
کا ذکر کیا ہے - مثلاً فَاذْكُرْ أَصْحَابَ الْاِحْتِسَالِ هَٰؤُلَاءِ مِنْكُمْ - اس لفظ مشغلہ زائد ہے - (۱) فقہاء  
پن پڑھتے تو اس لفظ کو دیکھتے - تبارق - کے ذریعہ لفظ مشغلہ کے تبارق کو لانا کہہ کر یہ پایا ہے - لیکن تبارق مشغلہ  
کو ظاہر نہیں کیا - - تفصیل و تفسیر کے لئے دیکھئے - (روح المعانی ص ۱۲)

۱۔ جیسے حتیٰ اذا اہل یہاں تک کہ جب اپنی جرات کو پہنچ جاتا ہے اور پالیس برس کو پہنچتا ہے۔  
 قاعدہ ۲۔ لفظ الطبیعیۃ لغت نگار کا فنی طریقہ سے مراد غائبانہ طرز کلام ہے جس میں  
 الفاظ متعلم کی اصل مراد کے مساوی ہوتے ہیں۔ جسے فنی بلاغت میں "مساوات" کہتے ہیں۔  
 کہا جاتا ہے۔ لہذا الزیادۃ علی الشئ الطبیعیۃ سے مراد غائبانہ طرز کلام ہے جس میں کسی  
 غائد کے پیش نظر متعلم کی اصل مراد سے زیادہ کلمات ذکر کئے جاتے ہیں۔ اس کا نام زیادہ ہے۔  
 ہجرت و حقیقت ہے۔ المصاب کی ایک تہہ ہے۔ علامہ سیوطی نے آتھان میں المصاب کی دو قسمیں ذکر کی  
 ہیں۔ زیادہ و زیادہ۔ لفظ سے مراد وہ المصاب ہے جس میں جملوں کی کثرت ہو۔ جیسے سورۃ بقرہ کی  
 آیت۔ ہٰذَا فِی خَلْقِ الشَّارِبِ الْاَیۃُ الْاُولٰٓئِہِ اور جیسے سورۃ مومن کی آیت۔ اَلَّذِیۡنَ یَحْمِلُوۡنَ الدِّیۡنَ  
 وَہُمۡ یُحْمَلُوۡنَ بِہِمْ زِیۡرًا مِّمَّنۡ یُہۡمَلُوۡنَ بِہِ الْاَیۃُ الْاٰخِرَۃُ سورۃ۔ خود سجدہ کی آیت ذومہل  
 لَمۡ یَشۡرَکۡ بِہِ اَیۡدِیۡہِمْ لَایۡتُوۡنَہُ الْفَحۡشَۃُ۔ زانیت جن اور زیادہ سے مراد وہ المصاب ہے  
 جس میں جملوں کی کثرت نہ ہو۔

۲۔ زیادہ کی ایکس تیس علامہ سیوطی نے تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہیں۔ اجماعاً ان کے نام ذکر کئے  
 جاتے ہیں۔ (۱) حرف تاکید کہ زیادتی (۲) حرف زائدہ کی زیادتی (۳) تاکید سنائی اور کسی کی جملہ  
 قسمیں ہیں۔ تاکید منفی، تاکید سنوئی، جملوں، صلی، عکسہ (۴) تکریر (۵) ذکر العتقہ (۶)  
 ذکر البدل (۷) عطف بیان (۸) عطف مترادف (۹) عطف التخاص علی العام (۱۰) عطف التعمیم  
 علی التخاص (۱۱) الایضاح بعد الایضاح (۱۲) التفسیر (۱۳) وضع الظاہر موضع الضمیر (۱۴) التعلیل  
 (۱۵) التذہیل (۱۶) طرد عکس (۱۷) تشکیل (۱۸) التعمیم (۱۹) الاستقصاء (۲۰) الاعتراض  
 (۲۱) التعلیل۔ (۲۲) لفظ صریح و غیر صریح دیکھئے

قولہ و لا یحکم فیہا میں طائر کی مشیت طیر، اس بات کی تاکید کے لئے لائی گئی ہے کہ یہاں طائر سے  
 مراد حقیقت پروردہ ہی ہے۔ ورنہ کہیں اس کا طائر "بطریق مجازہ پرندہ کے سوا اور جانور پر بھی کر دیا  
 جاتا ہے۔ اور "مرئاجیہ حقیقت طیران کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ مگر نگہ بعض اوقات طیران  
 کا علاقہ مجازاً تیز رفتاری پر بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس کی نظیر۔ بقولوں بالستہم سے۔ کیونکہ  
 مجازاً قول کا مطلق غیر لسانی قول پر بھی ہوتا ہے۔ جہاں قول لسانی و غیر لسانی فی انفسہم  
 والا لفظی قول و غیر لفظی



مصدق لہامہم وكانوا من قبل يستفتون على الذين كفروا  
فلما جادهم ماعز فوا كفروا به . . . وليخش الذين لو تركوا  
من خلفهم ذرية ضعفاً خافوا عليهم فلما تلقوا الله . . . يشلونك  
عن الاهلكة قل هي مواقيت للناس والحج . اى هي مواقيت  
الناس باعتبار ان الله شرعاً لهم التوقيت بها والحج باعتبار  
ان التوقيت بها حاصل للحج ولو قيل . . . هي مواقيت للناس في  
حجهم كل انحصار ولكن لطيف : يستنزل أمر القرى ومن حولها و  
ستنزل يوم الجمع . اى تنزل أمر القرى يوم الجمع . . . وتوى الجبال  
تجسبها جامدة . ادخل الحساب لان الزوية تجسب لمعاني والبراء  
ههنا معني الحساب .

ترجمہ :- اور وہ (انفال) کہیں تکرار کے ذریعہ ہوتی ہے اچھے و مایع (۱۰) انہیں (تبار) کرتے  
ہیں وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کرتے ہیں . نہیں اتیار کرتے ہیں کہ یہ منہ  
قیادہ . اصل کلام و مایع (۱۱) ہے جس میں ان یقبون مایع ہے لہذا اچھے و ملحد ہم (۱۲)  
اصحاب ان کو دئی کتاب پہنچی جو منہایب اللہ ہے . اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے ،  
حالانکہ ان کے قبل بیان کیا کرتے تھے کفار سے . پھر جب وہ چیز آپ پہنچی میں کہ وہ پہچانتے ہیں تو اس  
انکار کی بجائے . . . میرے دین میں (۱۳) اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر اپنے بعد پھر ٹٹے  
پھر شرک کے پھول چائیں تو ان کی ان کو فیکر ہو . سو میں لوگوں کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں .

! اچھے یہاں (۱۴) آپ سے چاندوں کے حالات کی تحقیقات کہتے ہیں . آپ فرمادیجئے کہ  
وہ چاند اگر مشاخت اتفاق میں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے ہیں وہ لوگوں کے لئے اتفاقات کی  
شناخت کا اگر ہیں اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ چاندوں کے ذریعہ لوگوں کے لئے وقاوت کی  
تعیین کو شروع فرمایا ہے اور حج کے لئے وقاوت کی شناخت کا اگر ہیں اس اعتبار سے کہ ان  
کے ذریعہ حج کے وقت کی تعیین حاصل ہے . اور اگر وہ حق معاقبت للناس فی حجہم . ارشاد ہوتا تو  
زیادہ مختصر ہوتا لیکن الخطاب کیا گیا . اور مجھے لستند (۱۵) . اگر آپ گم کے رہنے والوں کو





تو کسی وغیرہ کی نظر میری غصہ تھا۔ حال میں رہا ہے۔ اس صورت میں آیت گذشتہ قلی ہوگی یہاں اور یہ

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ  
وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ الْقَائِمِينَ فِيهِ اختلفوا فيه  
وَمَا اختلف فيه إِلَّا الَّذِينَ آوَوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ ابْتِغَاءَ  
بَغْيٍ بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اختلفوا فيه مِنْ  
النَّحْيِ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ  
ادخل۔ وَمَا اختلف فيه إِلَّا الَّذِينَ آوَوْا۔ فی تضاعیف الکلام  
المنتظم بعضہ ببعض بیتاً ناظرین اختلفوا، وایدا انا بان المراد  
من الاختلاف ههنا هو الاختلاف الواقع فی امة الدعوة بعد  
نزول الکتاب: بان اعم من بعض وکفر بعض۔

ترجمہ: ۱۔ اور یہی کان الناس امة واحدة ہے۔ سب آدمی یکساں ہی مرتبہ کے تھے  
پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ وحی سناتے تھے اور دلاتے تھے۔ اور ان کے ساتھ کتابیں بھی  
نہیں کہ ان پر انزل فرمائیں اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کے امور اختلاف میں فیصلہ  
فرمادیں۔ اور یہی کتاب میرا اختلاف بودگی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب  
میلی تھی۔ بعد اس کے کہ ان کے پاس وہ کتابیں داندہ پہنچ چکے تھے یا ہی اللہ تعالیٰ کی وجہ سے۔ پھر  
اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو وہ امر حق بھیجا اختلاف یا کر۔ تم مجھے بفضلہ تعالیٰ بہت لارہا  
اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو راہ راست بتا دیتے ہیں۔ ۲۔ وما اختلف فيه الا  
الذين آووا۔ جو باری تعالیٰ نے ایسے کلام کے درمیان داخل فرمادیا جس کا ایک جزر دوسرے  
جزر سے مربوط تھا۔ اختلفوا کی ضمیر کا مرجع اور شیخ کہنے کے لئے اور یہ بتانے کے لئے کہ یہ ہیں  
اختلاف سے جو وہ اختلاف ہے جو آیت دعوت میں نزول کتاب کے بعد رونما ہوا۔ اس  
طرح پر کہ کوئی ایمان لایا اور کوئی کفر فرمایا۔

فائدہ: یہ تکرار کی جھڑپ مثلاً ہے جس میں۔ ۱۔ وما اختلف فيه الا۔ جو یا کہہ رہے ہیں کہ  
ما اختلف فيه الا۔





وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ فِي هَذَا الْمَقَامِ نَكْتَةٌ . وَهِيَ أَنَّ : الْيَاقُونَِيَّ سَمِعَ  
فِي كَثِيرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ لَتَوْكِيدِ الْوُصْلَةِ لَا لِلْعُطْفِ . إِذَا وَتَعَتِ الْوَاوُفَةُ  
أَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى : وَكَنتُمْ زُرَّاجًا شَلْثَةً . - وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا .

أَوْ لِيَمَخِضَ اللَّهُ . وَكَذَلِكَ تَزَادُ الْفَاءُ اِصْتِبَاءً . قَالَ الْقَسْطَلَانِيُّ فِي  
تَرْجُحِ كِتَابِ الْحَجَرِيِّ . بَابِ الْمُعْتَمَرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ  
ثُمَّ خَرَجَ هَلْ يَجُزُّهُ عَنْ ضَوَافِ الْوُدَّاعِ . قَالَ : وَيَجُزُّهُ تَوَسُّطُ الْعَطْفِ  
بَيْنَ الضَّغْتِ وَالْمَوْصُوفِ لَمْ يَكُنْ لِمَوْصُوفِهَا بِمَوْصُوفٍ . نَحْوُ : إِذْ يَقُولُ  
الْمُخَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُبُورِهِمْ مَرْضَى . قَالَ سَيِّبِيُّ : هُوَ مِثْلُ مَرَّتْ  
بَرْزِيذٍ وَصَاحِبِيكَ . إِذَا ارْتَدَتْ بِ . صَاحِبِيكَ . زَيْدٌ .

وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : وَمَا أَهْلَكَ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهُتْ  
كِتَابٌ مَعْلُومٌ : جُمْلَةٌ وَاتَّعَتْ صِفَةً لِبِ قَرْيَةٍ . وَالْقِيَاسُ أَنَّ  
لَا تَوَسُّطَ الْوَاوِ بَيْنَهُمَا . كَأَنِّي قَوْلُهُ تَعَالَى : وَمَا أَهْلَكَ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا

وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ فِي هَذَا الْمَقَامِ نَكْتَةٌ . وَهِيَ أَنَّ : الْيَاقُونَِيَّ سَمِعَ  
فِي كَثِيرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ لَتَوْكِيدِ الْوُصْلَةِ لَا لِلْعُطْفِ . إِذَا وَتَعَتِ الْوَاوُفَةُ  
أَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى : وَكَنتُمْ زُرَّاجًا شَلْثَةً . - وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا .  
أَوْ لِيَمَخِضَ اللَّهُ . وَكَذَلِكَ تَزَادُ الْفَاءُ اِصْتِبَاءً . قَالَ الْقَسْطَلَانِيُّ فِي  
تَرْجُحِ كِتَابِ الْحَجَرِيِّ . بَابِ الْمُعْتَمَرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ  
ثُمَّ خَرَجَ هَلْ يَجُزُّهُ عَنْ ضَوَافِ الْوُدَّاعِ . قَالَ : وَيَجُزُّهُ تَوَسُّطُ الْعَطْفِ  
بَيْنَ الضَّغْتِ وَالْمَوْصُوفِ لَمْ يَكُنْ لِمَوْصُوفِهَا بِمَوْصُوفٍ . نَحْوُ : إِذْ يَقُولُ  
الْمُخَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُبُورِهِمْ مَرْضَى . قَالَ سَيِّبِيُّ : هُوَ مِثْلُ مَرَّتْ  
بَرْزِيذٍ وَصَاحِبِيكَ . إِذَا ارْتَدَتْ بِ . صَاحِبِيكَ . زَيْدٌ .

وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : وَمَا أَهْلَكَ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهُتْ  
كِتَابٌ مَعْلُومٌ : جُمْلَةٌ وَاتَّعَتْ صِفَةً لِبِ قَرْيَةٍ . وَالْقِيَاسُ أَنَّ  
لَا تَوَسُّطَ الْوَاوِ بَيْنَهُمَا . كَأَنِّي قَوْلُهُ تَعَالَى : وَمَا أَهْلَكَ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا





# (ضمیمہ نمبر ۲۹) **الاعلام**

**افسطالانی :** سے مصر کے امیر محمد بن احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک اصفہانی مروی ہے۔  
 طبع شدہ عیسوی قہر میں پیدا ہوئے اور ۱۱۹۷ھ میں وہیں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں سے  
 "ارشاد و اشاری الشیخ صالح البخاری اور "العواصیب اللہنیہ فی کتب الحدیث" شہرت حاصل ہے۔  
 (المعروف)

**صیغویہ :** نحو کے مشہور امام بلکہ نحو کے مشہور محمد بن عثمان بن کثیر، والدہ حارثہ بن ابی بشر آپ کی  
 مکتبیت ہے۔ یہ کتب میں شیراز کی کتببستی میں پیدا ہوئے۔ بسبب شعر کو پسونے تو  
 محمد بن عبدالمؤمن کے مددگار رہے۔ ان کا تعلق بن احمد کی خدمت میں بصرہ حاضر ہو کر علم نحویں ایسا کمال  
 حاصل کیا کہ نسبت کو اپنے چھوڑ دیا۔ حتیٰ تو ان کی تفصیلات کو منظر عام پر لانے کا سہرا آپ ہی کے سر پہ  
 فہم نہیں۔ کتاب صیغویہ کے نام سے وہ فہیم الشان کا زائر بن گیا کہ ان کا علم "لم یصنع قبلہ ولا بعدہ"  
 مثلاً، کہنے پر مجبور ہو گئے۔ صیغویہ نے بغداد کا بھی سفر کیا وہاں امام ابو الحسنائی سے مناظرہ کی فہم  
 ہو گئی تو تالیف حارث بن رشید سے دیکر ہزار روپیہ کا انعام ملا۔ بغداد سے آکر وہ یہاں چلے گئے۔ جہاں شاہ  
 میں آگیا ۲۲ یا ۳۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (المعروف المعروف سے مستفاد)

**ابو مختشری :** غرازم کے نصیب۔ و مختشرہ کی طرف نسبت ہے۔ اس سے مراد ابو القاسم جبار اللہ  
 محمد بن عمر مختشری ہیں جو کوہ و کج پکا نہ روزگار امام ابو یوسف مروی کے زبردست علمائے  
 حانی و یگانہ خاص و مجاز قرآنی کے ایسے امام کہ امام ابو یوسف و زائد مختشری کے بقول، "لم یجدوا لقرآن  
 الا اعرابان اور جبار مختشرہ و ناہیاس جربانی کہ علمائے قرآنی میں عباد اللہ جربانی کے سوا کوئی بھی دیکھ کا  
 ہمسرہ نہیں۔ ان کے ساتھ مختشری فرمایا کرتے تھے، "و انما انشاہا و منسجہ میں اپنے دھن موقوف مختشری پیدا  
 ہوئے اور شیعہ فرقہ منسجہ میں اپنے دھن میں وفات پائی۔ اس کو چھ سالہ زندگی میں مختلف علوم و فنون میں  
 مہارت حاصل کی۔ اگر سہ ماہ میں کو کا کہ مختصرتا لیت ہیں، مگر سہ ماہ میں چھ ماہ میں چھ ماہ میں چھ ماہ میں  
 دور، قرآن و علمائے قرآنی شہرت حاصل ہے۔ لیکن اس میں بھر کہ کلات عقیدہ مختشری تھے جس نے ان کی تفسیر  
 کثافات کے علمائے قرآنی کی خوشیاداری کی ضرورت ہے۔ (مستفاد از تفسیر المختصیر)

فہم جبار سمعت اباہی من الشیخ الامام ابو یوسف و الامام ابو یوسف و الامام ابو یوسف و الامام ابو یوسف  
 و لیکن الشیخ محمد حنفیہ جباری قال فہم جبار۔ خلف الصالحین۔ قبل فہم و فی المستطاع لولا  
 انہم جبار لہم صفت، البلاغۃ۔



ترجمہ دے۔ اور باب وقایع کے بجائے میں دشواری و ضمیروں کے انتشار اور اس کے اختلاف اور ایک کلمہ سے دو معانی کو لینے کی وجہ سے ہوتی ہے (مجھے درست و بڑی دانہمراہ اور وہ اس کو ذرا درست ہے۔ جو دو کتب میں اور سمجھتے ہیں کہ جراثیم ذرات ہیں۔ یعنی مشیائیں لوگوں کو راہ راست سے دوگتے ہیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جراثیم ذرات ہیں۔ (اور کچھ ارشاد کرتا ہے) کہ انہ صریحاً ایک جہد میں سے مشیائیں نکلتی ہیں اور دوسری جہد فرشتہ (اور مجھے ارشاد کرتا ہے) کہ یہ ذرات ایک ذرات اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال بھی خرچ کرے تو وہ اس خرچے اور آپ کے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو بچے اپنی خرچہ سے۔ تو یہ سوال کا معنی: کوئی خرچ کریں؟ اور نقد کی کوئی قسم اختیار کریں؟ اور یہ معنی: صرف کئے۔ اس میں سوال پر صادق آتا ہے کیونکہ مصارف کے اختیار سے افعال کی کمی نہیں ہوتی۔ اور دوسرے کا معنی: کوئی مال خرچ کریں؟ ہے۔

فصل پہلی آیت وانہ لیسئلکم فانتم فیہ فیض منکم۔ مثال ہے خیر میں پہلی اور دوسری ضمیروں کا مرشح شیائیں اور مریدوں کی تینوں ضمیروں کا مرشح اللہ میں ہے۔ بقیہ آیت کریمہ ایک کلمہ سے دو معانی کو لینے کی مثال میں ہے۔

ومن هذا القبیل یحییٰ لفظ جعل و شئی و نحوها ثم عان شئی قد یحییٰ جس بمعنی خلق جعل الظلمت والنور وقد یکن بمعنی اعتقد وجعلوا لله ما ذرء و شئی یحییٰ مکان انما فعل ومکان المفعول وقد یحییٰ مکان المفعول المطلق وغیر ذلک امر خلقوا من غیر شئی ای من غیر خالق فلان شئی عن شئی ای عن شئی منایا یوقف فی امر

۱۔ قرطبی ص ۱۰۶ کہ: من یحییٰ لفظ جعل و شئی و نحوها ثم عان شئی قد یحییٰ جس بمعنی خلق جعل الظلمت والنور وقد یکن بمعنی اعتقد وجعلوا لله ما ذرء و شئی یحییٰ مکان انما فعل ومکان المفعول المطلق وغیر ذلک امر خلقوا من غیر شئی ای من غیر خالق فلان شئی عن شئی ای عن شئی منایا یوقف فی امر

ترجمہ :- اور اسی قبیل سے ہے نسا بنعلی (ع) (نسا) شہر و قریہ کا مختلف مقام کے لئے آنا بہت قابل کچھ خالق کے مسمیٰ ہوا ہے (جیسے) بَسْمَلْ اَنْطَلَعَتْ وَ الشَّوْشُ (مشرق تارکیاں اور روشنی پیدا فرمائی) اور کبھی اِنْخَفَدَ کے معنی ہوتا ہے (جیسے) وَنَحْنُ اَبْدِلُ مَا دَسْرُا (اور اللہ کی پیدا کی جو چیز خیر ہے) اور شہرِ مَاطِل کی جگہ پر آتا ہے اور مفعول کی جگہ پر اور کبھی مفعول مطلق کی جگہ پر آتا ہے (جیسے) اَنْخَفَدُوا اَلْاَبْدَہِ دیکھا وہ لوگ کسی چیز کے بغیر پیدا کئے گئے ہیں۔ یعنی خالق کے بغیر (اور جیسے) مَلَا تَسْلُوْا نَحْنُ شَعْبُ (مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھنا) یعنی میرے کسی ایسے کام کے بارے میں جو ظاہری مائل ہو (سوئل مست کرنا)

[illegible][illegible]

چنانکہ حضرت عمرؓ فرمایا: میں نے اپنے والدِ شریفؓ کو یہ خبر پہنچائی کہ حضرت زینؓ نے یہ بات کہہ رکھی ہے۔  
 وہ اس قدر کڑی غصہ ہوا کہ وہ اسے اپنے گھر پر بند کر کے کھانسی پر قابو کرنا شروع کر دیا۔ یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ  
 کہیں نہ کہیں اللہ کے بندہ جبرائیلؑ کا حکم تھا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اسے قتل کر دیا۔ یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ  
 میں نے اسے شکر کیا ہے۔ ۱۲۰ ہجری تک کہ میری آنکھوں میں اس شخص کا نام نہ آئے۔ یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ  
 یہ کتاب اللہ کی رسولی ہے۔ ۱۲۰ ہجری تک کہ میری آنکھوں میں اس شخص کا نام نہ آئے۔ یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ  
 وطن تانہ الخزان وقریۃ القنۃ انک الخزانۃ (دستخط و تفسیر)



ظاہر شرک کے معنی میں آیا ہے۔ "تذہبن اصغوا ولم یجسوا" ایمان ہم بظہر اولیک امام الامم الزیدہ  
 "ارتضیٰ دینی کے معنی میں بھی آیا ہے۔ "ولم یظہر منہ شیئاً"

الظلمۃ: ضمیر اور تاریکی کے معنی میں آیا ہے۔ اور ظلمت میں جہل یعنی... ظلمت بمعنی نفوذ  
 معص۔ جبل شرک اور کفر کے معنی میں بھی آیا ہے۔ "یخرجہم من الظلمات الی النور"۔ اندھاروں کے  
 معنی میں بھی آیا ہے۔ "واللّٰوین کذبوا بآیاتنا تصدقوا بکفری الظلمۃ"۔ امام رافضی فرماتے ہیں:  
 فی الظلمۃ: ایست میں، عجمی کی جگہ پر ہے گویا یہ است، محض شکر عنی کی مراد ہے۔

فصل ثلثہ فی مختلف مقامات پر عطا دی گئی (کفر و شرک) کے معنی میں آیا ہے۔ جیسے: "وَلَا تَنْبَغُوا  
 ہوا خود بہد ضلوا من قبل و احملوا کتبہا و احملوا عنہا و استجیل۔ اوستیک شہر  
 فغانا و احملوا عنہا و استجیل۔ تم کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ خبر اور سرگرواں  
 و حراں جوئے کے معنی میں آیا ہے۔ "فقد ذلک حساً لآ قہدی"۔ لسیان کے معنی میں بھی آیا ہے۔ "من  
 تحصیل احد من صفات کبرا احد من الزمری۔" اصل کے معنی میں بھی آیا ہے۔ "وقال کفرنا  
 بآیہ منہ"۔

جہل: یہ اقبال عمار میں سے ہے۔ اس میں فعلی و صنیع تینا اس کے ہم معنی تمام افعال عمار سے  
 زیادہ عموماً آیا ہوا ہے۔ اس کا استعمال پانچ طریقوں پر مامک ہے۔ (۱) ضار اور طغی کا ماسام  
 مرکز متعل ہے۔ جیسے جعل فیقول۔

کے اندر جعل سے قلوب میں سمیٹا۔ "صہ الاکولہ و مرتعہا قریب منہ  
 اس صورت میں متعدی نہیں ہوتا ہے۔ (۲) اوجہ اور خلق کے قائم مقام ہو کر۔ وجعل الظلمۃ  
 والنور۔ وجعل لکھ الشمخ والا بحد و الاضیاء۔ اس صورت میں متعدی ایک معقول ہوتا  
 ہے۔ (۳) ایک چیز سے دوسری چیز کو ایک طرح اور بنانے کے معنی میں۔ وجعل لکھ منہ انفسک  
 اذوا جہا وجعل لکھ من الجہلی لکھ ثانی۔ (۴) کسی چیز کو کسی خصوصیت عانت پر کرنے کے معنی  
 میں۔ انہی جعل لکھ الارض فیلثا۔ جعل النہر فیہا نوراً۔ انا جعلنا قرآننا نوراً۔

یہ دیکھ لکھ اسٹی غریب لغوی میں صہ۔ جہا جہلی کے اوقات کے لئے ہر اکاء سے قریب ہونے

کے اور تین جہا جہاؤں سے بناؤ کہ جگہیں بنائیں۔ لکھ القراءات میں ۶۴۔

۵: انھمک بالشیء عن الشئ حقا کان اور جلتا: کہی چیز پر کوئی حکم لگانے کے معنی میں۔ خواہ وہ حکم وہ فیصد حق ہو یا باطل۔ امامنا الحق غنموفلہ تعان انما زادہ والیہ: وہ جو ہم کو حق اور حقا کا نام دے گا الباطل فحقوہ لہ عز وجل: وہ جو غلط کو حق قرار دے گا۔ وجعلوا فیہ من ذر من الخوب: وہ جو اس میں سے ذرہ سے بڑا نہ بنائے گا۔ لکن ین جعلوا انکرا من بعضیہن: لکن انہوں نے ان میں سے کچھ کو کفر قرار دیا ہے۔



اسی بات پر حکم کو مانتا ہے۔ جتنا بعض اعتقاد سے تعبیر کیا ہے۔

شیء: جو چیز علم و خبر کے لائق ہو اسے شیء کہا جاتا ہے۔ (ہو لکھی یہ صیغہ ان بعدہ و یخبرشد)۔  
 جہوہ مشککین کے نزدیک: شیء مشترک لفظ اسم ہے کیونکہ یہ اللہ و غیر اللہ سب کچھ کے معنی میں ہے۔  
 جہوہ موجود و معدوم سب پر صادق ہے۔ مثلاً یہ: شدہ: کا معنی ہے۔ جب حق تعالیٰ شائد کی صفت بننا ہے تو: شدہ: (اکبر فاعل) کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور جب غیر اللہ کی صفت بننا ہے تو: شدہ: (بمفعول) کے معنی میں ہوتا ہے۔ قد انا حدیث خطبہ شوب: یہاں اس کے دوسرے معنی میں ہے۔ (معدوم معنی: بمفعول) اور: قد فی نفسہ لحدیثہ: میں اہم نام کے معنی میں ہے۔  
 شیء کیہو فاعل کی جگہ آتا ہے جس کی مثال امر حملوا اچھے اور کچھ مفعول ہے کی جگہ آتا ہے۔  
 ہن کہ مثال فلا شفقہ میں شیء ہے کیونکہ شیء: المتصرف یہ: کے معنی میں ہے۔ کچھ مفعول کی جگہ پر آتا ہے۔ انھم لکن یضرو اللہ شیفا: شیفا مفعول کے معنی میں ہے۔

وقد یوبدان یا بلاص: وہ النبأ: وہ الخطب: انھم یوعندہ: ہوتے عظیم: اسی قصۃ عجیبہ: وکن ذلک الخیر والشر و فی معناھما یختل تعان: ترجمہ: اور کچھ: امر: اور: النبأ: اور: الخطب: سے: خبر: اور: ایسی خبر وقعت: امر: ایسے ہوتے ہیں: ہوتے: خطبہ: ایسی عجیبہ قصہ: اور اسی طرح: وغیرہ: اور وہ الفاظ جو ان دونوں کے معنی میں ہوتے ہیں سورج: اقبال کے: خطبہ سے مشتق ہوتے رہتے ہیں۔

غفرلہ ص ۹۳۔

۶: اس کوئی طرح کے بہتان کا میل ہوتا ہے۔ کیونکہ: لکھنا: ہے۔ اور عربی زبان میں: انفعال کچھ لکھنا کا معنی: اور میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور عربی نسخہ: ہاں: اور عربی کا صیغہ: ہے۔

فَأَمَّا هُوَ :۔ الامور، اشیاء، یعنی حال و صفت، لفظ آخر میں بہت شور ہے کسی بھی قول و فعل کے لئے یہ لفظ بولا جاسکتا ہے۔۔۔ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ كَاهِنِينَ : عبادی قول و فعل الہ (الافعال)، الخصب (نقص اعماء، سکون، اعماء)، الامر العظیم، اقدی یک، فینہ (تبع الخاطب) (المرکز)، یساجم، سطر میں محمولاً گفتگو ہو رہا ہے کہ یہ ہے۔

النسب :۔ مذکورہ ذرا مذکورہ، فیہ : فیجہ، یحسد، بہ علم، او غایہ ظن، (الفرق) (عظیم الشان) غیر جو چیزیں، کم از کم عربی غلب کا فائدہ دے۔

یہ ہیں ان تینوں الفاظ کے اصل معانی۔ مع عذاب کا کہنا ہے کہ یہ تینوں احادیث قرآن میں دینی حلت قدر سے ہٹ کرہ غیر عزہ کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں، جیسے : قُلْ هُوَ تَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ بَقْتِ كَوْنَهُمْ عَنْ الْمَنَاءِ الْخَبِيرِ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا نَبِيَّ الْوَحْيِ : قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا نَبِيَّ الْوَحْيِ : قَالَ بَنِي إِسْرَءِيلَ لَكَ آيَاتُكَ أَمْ لَا :

وَمِنْ هَذِهِ الْقَبِيلِ : انتشار الآياتِ قَدْ بَيَّازُونَ إِلَى آيَةِ مَقَامِهَا الْأَصْلِيِّ بَعْدَ إيرادِ القصة : فَيَذَكِّرُ قَبْلَ تَمَامِ الْقِصَّةِ ثُمَّ يَعُودُونَ إِلَى الْقِصَّةِ فَيَسْتَوْنَهَا : وَقَدْ تَكُونُ الْآيَةُ مُتَقَدِّمَةً فِي النُّزُولِ : مُتَأَخِّرَةً فِي التَّسْلُوَةِ : قَدْ نَرَى تَقَسُّبَ وَجْهِكَ مُتَقَدِّمَةً فِي النُّزُولِ : وَسَيَقُولُ الْمُشْفِقُونَ : مُتَأَخِّرَةً : وَفِي التَّسْلُوَةِ بِالْعَكْسِ : وَقَدْ يَدْرِكُ الْجَوَابُ فِي إِشْنَاءِ قَوْلِ الْكُفَّارِ : وَلَا تَسْؤُمُونَا إِلَّا لَيْسَ تَبِيعُ دِينَكُمْ : قُلْ إِنْ الْهَدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ : أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ قَبْلَ مَا أُوْتِيَْتَمْ :

ترجمہ :۔ ہر ایک قسم میں ہے یہ آیات کا انتشار (چنانچہ کہیں کہیں ایسی آیت ہے جس میں جاری کر دیتے ہیں جس کا اصل مقام واقعہ ذکر کرنے کے بعد ہوتا ہے چنانچہ ایسی آیت کو وہ مکمل ہونے سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔ پھر قصہ کی طرف پلٹے ہیں اور اسے مکمل کرتے ہیں۔ اور کبھی آیت نزول میں مقدم (اور تلاوت میں مؤخر ہوتی ہے) جیسے : وَذُكِرَ الْخَيْرُ الْوَدَّ : مَا اہم بکفر ہے، آپ کے بار بار منہ اٹھانے کو نزول میں مقدم ہے، اور (سینوں) (خیر) مؤخر ہے جبکہ

تلاوت میں پڑھی ہے۔ اور کسی کبھی کفار کے قول کے درمیان ان کا جواب داخل کر دیا جائے گا۔ اچھے  
 وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ دَعْوَانِیْ اِنَّهُمْ یَکْفُرُوْنَ کہ پلے تھارے میں پڑ۔ کہہ دیجئے بیشک دعائیت اللہ کیلک پڑات  
 ہے۔ یہ بات کسی کو اس جیسی (کتاب و شریعت) دی جا سکتی ہے جیسی تم کو دی گئی ہے

فقہاء :- بات یہ چل رہی تھی کہ انتشار مضامین اور مکملہ واحدہ سے کئی معانی قرار دینے،  
 سے بھی قرآنی آیات کے کچھ میں دشواری پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر مکملہ واحدہ سے  
 مختلف معانی قرار دینے کی نوعیت و امتداد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس عبارت میں، انتشار مضامین  
 کی تفسیر انتشار آیات کا تذکرہ ہے۔ انتشار آیات کا مطلب یہ ہے کہ آیات کے بعد کی ترتیب  
 نفس مضمون کی ترتیب سے مختلف ہو جائے، انتشار آیات کی تین قسموں کا تذکرہ متن میں کیا گیا ہے  
 قسم اول: بظاہر میں مضمون کو کسی واقعہ کے بعد آنا چاہئے اُسے واقعہ کے درمیان ذکر کرنا۔  
 جیسے جیسوں پارہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اَوَّلَ مَا نَفَعْنَا لَكَ اِنَّكَ قَدْ اَعْلَمْتَ مِنْ قَبْلِهِ جَن  
 نَدُوْا مِنْهُ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ نُوْحًا وَاَسْفَرُ جَمْعًا وَاَوَّلَ يَسْتَلِیْ كُنْ اَنْتُمْ اِلَیْهِمْ الْمُنْفِرُوْنَ جَوَاسِرًا  
 کے قبل اور کثرت مال پر بیجا فخر کے واقعہ کے درمیان، اور ایک قول کے مطابق یا رب یوں پارہ میں  
 حضرت نوح کے واقعہ کے درمیان آیت کریمہ اَمْ یَقُوْلُوْنَ اَفَعَرَسْنَا سُلٰوٰنَ اَعْرَسَتْهُ فَبِئْسَ  
 الْاِجْرَ اِیُّ وَاِنَّا لَنَبْرِ اَوْسَمًا یَّجْرِ مَوْتًا اَحْمٰیْسِلُ سے ہے۔

قسم دوم: آیات کا موجودہ ترتیب کا نزولی ترتیب سے مختلف ہو جائے۔ جیسے سَبِّحُوْا  
 الشَّمْسُ وَ مِنْ الشَّمْسِ الْاٰیۃُ مِنْ مَّوْجِدُوْہِ تَرْتِیْبٍ اَوْ تَلَاوُثٍ میں تقدم ہے نزولاً آیت کریمہ  
 فَذَرْنِیْ اَنْفَعِلْ وَ جَعَلْتَ فِی السَّمَآءِ ۔ سے مؤخر ہے۔

قسم سوم: قول کفار کے درمیان میں جواب ذکر کرنا، جیسے وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ دَعْوَانِیْ اِنَّهُمْ یَکْفُرُوْنَ میں  
 عامل (وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ دَعْوَانِیْ) اور مفعول (اِنَّهُمْ یَکْفُرُوْنَ) دونوں کے درمیان ۔ فَذَرْنِیْ اَنْفَعِلْ وَ جَعَلْتَ فِی السَّمَآءِ

میں اس ترجمہ میں مثلاً صاحب کی کتاب ترکیب کا محاذ کیا گیا ہے لیکن اس میں یوں کہہ کر لَا تَقْبَلُوا لَهُمْ دَعْوَانِیْ  
 کا مفعول مانا گیا ہے۔ اور مثل ان الیٰ فضلہ مفعول کے درمیان ہی جملہ مترادف ہے۔

و بالجملة فہذا المباحث تحتاج الى تفصيل كثير ولكن يمكن  
 هذا الفصل من هذا ذكرنا. ومن طالعہ میں اہل السعداء و  
 استحقاق هذه الامور و لخطرها بالبال في انشاء المطالعین  
 الغرض من الكلام بانه في تامل، و یقین غیر المذکور علی  
 المذکور و یتقل من مثال الی امثالہ آخر۔

ترجمہ :- بہر حال یقین نہ کہ تفصیل کی مثالیں ہیں لیکن ان (اصول و ہدایات) پر جو  
 ہم نے ذکر کیا ہے تنقید کافی ہے۔ اور سادہ و سہل دین میں جو اس کا مطالعہ کرے اُن  
 امور کو سمجھ کر کہ اور دو دین مطالعہ اس کا خیال رکھے وہ معمولی طور سے کلام کا مقصد کہہ چکا  
 اور مذکور کو غیر مذکور پر قیاس کرے گا۔ اور ایک مثال سے دوسری مثالوں کی طرف منتقل  
 ہو سکے گا۔ ایسا کہ زیر مطالعہ شریعت میں اس کا غور پیش کیا گیا ہے۔ ہاتھ اچھا نہ لائے اور غور



فصل فی بیان الحکم والمتشابه والکناية والتعريض والبيان  
ليعلم ان الحکم: ما لم يفهم منه العارف باللفظة الا معنى واحداً  
وللعتبة فهم العرب الاول لا فهمه متدقيقاً ولا ايضاً. فان التدقيق  
الفارغ اذا عجز الی جعل الحکم متشابهاً والمعلوم متجهولاً۔  
ترجمہ :- فصل حکم متشابه، کناية، تعريض اور بيان عقل کے بیان میں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ حکم وہ کلام ہے جس سے لغت کا جاننے والا صرف ایک معنی کہے۔  
اور اس سلسلہ میں (متقدمین عرب کا سمجھنا معتبر ہے) ذکر ہمارے زمانہ کے، اہل کی کمال نکالنے  
والوں، کہ سمجھ، کلمہ، متدقیق، محض (بہ فائدہ کی بات کیوں میں پڑا،) ایک (لا علاج بیماری ہے جو  
حکم کو متشابه اور معلوم کو مجهول بناتی ہے۔

ف :- کتاب اللہ حکم ہے یا متشابه ؟  
اس سلسلہ میں مفتی رحیم الدین اہل اہل ہیں۔

قول مدنی پر تو قرآن حکم ہے۔ کیونکہ اسی معانی نے خود فرمایا ہے۔ کتاب اللہ حکمت الیافہ، دہریہ



والمشابهة، ما احتمال معنيين لاحتمال رجوع الضمير الى المرجعين  
 كما اذا قال شخص: امان الله الا صير امرؤي ان العن فلان لعن الله،  
 او لا شرا الى كلمته في العنيتين نحو: لمستخر، في الجماع والامس  
 باليد، او لاحتمال العطف على القريب والبعيد نحو: وامسحوا  
 برؤوسكم وارجلکم بنی قراءۃ الحکم، او لاحتمال العطف و  
 الاستئناف نحو: وما یعلمون ان یبذلک الا الله والذین یخفون فی العلم  
 ترجمہ مع التشریح :- اور مشابہ وہ کلام ہے جو دو (یا زیادہ) معانی کا احتمال رکھتا ہو۔

(یاد رہے) دو مرجعوں کی طرف ضمیر پڑنے کا احتمال ہونے کی وجہ سے جیساکہ  
 جب کوئی شخص کہے امان اللہ (سنو) امر نے مجھے فلاں شخص پر لعنت بھیجے گا کہم ریا ہے اللہ میں  
 پر لعنت، تامل کرے (لعنۃ اللہ کی ضمیر کا مرجع فلاں بھی ہو سکتا ہے اور، امیر بھی)۔  
 یا دو معانی میں کلمہ کے مشترک ہونے کی وجہ سے (اللہ معانی کا احتمال ہو) جیسے، لمستخر، جو  
 ذی اللہ بس بالید (اللہ سے پھرنے کے معانی میں مشترک ہے، یا قریب اور بعید (دونوں) پر  
 عطف کا احتمال ہونے کی وجہ سے (دو معانی کی گنجائش نکل آئے جیسے، وامسحوا، کسر کی  
 قراءت میں نحوی اعتبار سے اس کا بھی احتمال ہے کہ، وارجلکم، کا عطف، ورجلکم،  
 پر ہو رہا ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ، ورجلکم، پر عطف ہو رہا ہو، یا عطف اور استیذان  
 کی گنجائش ہونے کی وجہ سے، جیسے، متاقلہ، وہ کوئی نہیں جانتا ہے اس کی مراد اگر انشر  
 اور وہ لوگ جو ظلم میں رخصت (و کمال) سمجھتے ہیں۔

ف :- اس عبارت میں ماقولہ نے مشابہ کا تعریف کے ساتھ انکے چار اسباب بھی بیان کئے ہیں  
 (۱) ضمیر کے مرجعوں میں متعدد اجتماع کا ہونا، جیسے مذکورہ کلام میں لعنۃ اللہ،  
 کی ضمیر میں دو احتمال ہیں۔

(۲) کلام میں مشترک لفظ کا احتمال جیسے، لمستخر، اور قیود۔

یہ ضمیر کے مرجعوں میں اختلاف کی طرف ہے۔ ماقولہ میں لفظ کام، اصلاً، یا  
 ماقولہ میں اختلاف ہے۔



(۲) کسی لفظ کے معطوف طے میں اشتادات کا تعدد (یونہی تشابہ کے اسباب میں سے ہے) چھپے کر کے  
قرارت میں درج چکے ہوئے کے اندر ایک امتیاز یہ ہے کہ اس کا معطوف طے درج ہو سکے  
درج نہ ہو تو اس کے تبدیل سے جو دوسرا امتیاز یہ ہے کہ معطوف طے درج ہو سکے جو

(۳) ایسا اسلوب کلام جس کی وجہ سے عطف و استینافہ دونوں کی گنجائش معلوم ہو ،  
جیسے وَمَا يَنْفَعُ تَابُكَ الْإِيمَانُ مِمَّا كُنتَ تَفْعَلُ اَلَّذِينَ هُمْ فِي الْغَيْبِ وَاللَّهُ كَالْمَعْلُومِ مِمَّنْ يَنْفَعُ  
ہے اور مَعْلُومِ الْمَعْلُومِ کا اعتبار ہی کہ جو مشتقات میں ہو سکتا ہے

## تشابہ کے مزید اسباب

امام راقی نے وجہ تشابہ (اہام) کے اعتبار سے اقسام تشابہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے  
جس سے تشابہ ہونے کے مزید چار اسباب سامنے آتے ہیں۔

۱۔ امارا غیبیہ تشابہ کی تصویریں کے بعد وہ تشابہ کی تین قسمیں ذکر کی ہیں (۱) تشابہ میں جڑ لفظ  
(۲) تشابہ میں جڑ لفظ (۳) تشابہ میں جڑ لفظ (۴) تشابہ میں جڑ لفظ (۵) تشابہ میں جڑ لفظ  
غیر (۶) تشابہ میں جڑ لفظ (۷) تشابہ میں جڑ لفظ (۸) تشابہ میں جڑ لفظ (۹) تشابہ میں جڑ لفظ  
(۱۰) تشابہ میں جڑ لفظ (۱۱) تشابہ میں جڑ لفظ (۱۲) تشابہ میں جڑ لفظ (۱۳) تشابہ میں جڑ لفظ  
تفصیل (۱۴) تشابہ میں جڑ لفظ (۱۵) تشابہ میں جڑ لفظ (۱۶) تشابہ میں جڑ لفظ (۱۷) تشابہ میں جڑ لفظ  
جیسے (۱۸) تشابہ میں جڑ لفظ (۱۹) تشابہ میں جڑ لفظ (۲۰) تشابہ میں جڑ لفظ (۲۱) تشابہ میں جڑ لفظ  
کہ پانچ قسمیں ذکر کی ہیں (۲۲) تشابہ میں جڑ لفظ (۲۳) تشابہ میں جڑ لفظ (۲۴) تشابہ میں جڑ لفظ  
وَمَا يَنْفَعُ تَابُكَ الْإِيمَانُ مِمَّا كُنتَ تَفْعَلُ اَلَّذِينَ هُمْ فِي الْغَيْبِ وَاللَّهُ كَالْمَعْلُومِ مِمَّنْ يَنْفَعُ  
اہام میں (۲۵) تشابہ میں جڑ لفظ (۲۶) تشابہ میں جڑ لفظ (۲۷) تشابہ میں جڑ لفظ (۲۸) تشابہ میں جڑ لفظ

(۲۹) تشابہ میں جڑ لفظ (۳۰) تشابہ میں جڑ لفظ (۳۱) تشابہ میں جڑ لفظ (۳۲) تشابہ میں جڑ لفظ  
(۳۳) تشابہ میں جڑ لفظ (۳۴) تشابہ میں جڑ لفظ (۳۵) تشابہ میں جڑ لفظ (۳۶) تشابہ میں جڑ لفظ  
موقوف ہوئے (۳۷) تشابہ میں جڑ لفظ (۳۸) تشابہ میں جڑ لفظ (۳۹) تشابہ میں جڑ لفظ (۴۰) تشابہ میں جڑ لفظ

(۴۱) تشابہ میں جڑ لفظ (۴۲) تشابہ میں جڑ لفظ (۴۳) تشابہ میں جڑ لفظ (۴۴) تشابہ میں جڑ لفظ  
کرم لفظ (۴۵) تشابہ میں جڑ لفظ (۴۶) تشابہ میں جڑ لفظ (۴۷) تشابہ میں جڑ لفظ (۴۸) تشابہ میں جڑ لفظ

(۴۹) تشابہ میں جڑ لفظ (۵۰) تشابہ میں جڑ لفظ (۵۱) تشابہ میں جڑ لفظ (۵۲) تشابہ میں جڑ لفظ

۱۰ غزوات جیسے - الایہ - یزید بن مویز - الہ - قتلہا۔

۱۱ اختصاصاً در پیاز۔ جیسے وَاِنْ جِئْتُمْهُمْ اِلَّا فِیْ سُلُوحٍ فَاُولَئِیْہِمْ اَنْیَاسٌ مِّنْ لِّکُمْ مِّنْ لِّسَانٍ وَتَرۡ

۱۲ تفصیلاً جیسے لَیْسَ لَکُمْ جَلَدٌ مِّنْ شَیْءٍ وَذَرِیۡلَ لَیْسَ لَکُمْ شَیْءٌ لِّسَانٍ اَنْتُمْ لَکُمْ اَلۡسَافُہُ

۱۳ تقسیم کلام جیسے اَلۡحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَنْزَلَ عَلَیۡکُمُ الْکِتَابَ وَکَانَ یَعۡزِلُ لَکُمۡ جَاۡزِمًا اِنْ کُنۡتُمْ

۱۴ ظاہر کا معانی کا اضافہ نہ آتا۔ جیسے اَلۡرَحْمٰنُ عَلَیۡ الْعَرَبِیۡنَ اَسۡوٰی۔

۱۵ ایکیت اہم و خصوص ایکیت (حزب و استرباب و غیرہ) خبر کلام اور زمان و مکان و دیگر مستغنیات

تذیل کا وہاں۔ (شائیں حاشیہ میں گندہ کی)

وَمَا یَعۡلَمُنَا وَاٰیٰتُہٗ اِلَّا اَلۡلہُ

حضرت مائت علیہ الرحمۃ مشابہ کی مثالوں میں آیت کریمہ، وَمَا یَعۡلَمُنَا وَاٰیٰتُہٗ اِلَّا اَلۡلہُ

کو بھی بتایا گیا ہے جس سے آیات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ مشابہات کی مراد سے واقفیت

و آثار واقفیت کے سلسلہ میں علامہ و سلام نے اسلئے جس آیت سے مستدل کیا ہے وہ تو مشابہ

ہے۔ کیونکہ اس میں دور احتمال ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ اَلۡلہُ یَعۡلَمُنَا وَاٰیٰتُہٗ اِلَّا اَلۡلہُ اور یہ بتانا و غیر مل کر

جملہ مستغنیات ہی تو مطلب یہ ہوا کہ مشابہات کے معانی کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو

حاصل نہیں۔ اور چونکہ حضرات کو زمین فی العلم حاصل ہے اور بھی مشابہات کے معنی مراد کی صورت

و مقامات پر بعض بھائی ایسی رکھتے ہیں، اور ان کی تائید و تفسیر کو ہر طرح اصرار اللہ اور

اللہ بہت ہی، و تبار ہے کیونکہ اصل ضرورت اس کا ہے۔ اذ انسانی تحت جس احاد کی تہیک و حفا میں نہ

ہو چکا ہو مشابہات علیہذا کہ انی ما۔ و لہذا و لہذا کہ مشابہات و لہذا و لہذا کہ مشابہات و لہذا و لہذا کہ

مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ

مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ

مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ

مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ مشابہات و لہذا کہ

نہائی را دہانتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت علیؓ امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابی بکرؓ  
رضی اللہ عنہم اور اکثر صحابہؓ نے ہمیشہ اسی نظریہ کے قائل ہیں۔ وہو صمد طرز و هیات عن ابن عباسؓ۔  
اور تنبیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ انرا یہ خود اللہ کا مصلوبہ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مشابہات کی  
تاویل کا حکم اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ والمعاد فی العصر کو بھی حاصل ہو جائے۔ عناقیہ حضرت مجاہدؓ  
رجیح بن انس اور تمکین کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی بھی ایک روایت اسی مصلوبہ  
توعلیت اختلاف: طائفاً لکن فی غیرہ کے لئے یہ ہے کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ عقلی ہے۔

کیونکہ مشابہات قرآنی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مشابہ وہ ہے جس کی مراد تفسیر اجمال و ابہام،  
غایت یا استغراق عقل کی وجہ سے مشتبہ ہوگئی ہو۔ جیسے آیات قبلہ اور وہ آیات ہیں جن میں مشترک  
الفاظ مذکور ہیں۔ جیسے۔ أَذَلَّتْ سُلُومٌ، غیریناج اور فَرَدَدَ والی آیتیں۔ دوسرا مشابہ وہ ہے  
جس کی مراد معلوم ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جیسے۔ رون مقطعات۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مشابہات کی مراد صرف اللہ کے علم میں ہے۔ وہ مشابہات سے ہیں  
دوسری قسم مراد لیتے ہیں۔ اور جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ مشابہات کی تفسیر و تاویل سے زمین  
فی اسلم علی وقت ہوتے ہیں وہ مشابہات سے قسم اولیٰ مراد لیتے ہیں۔ لہذا یہ اختلاف نہیں ضرورہ  
اختلاف ہے۔

نوٹ یہ یاد رہے کہ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں متعدد روایات کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے  
کہ المراخی الخ جملہ مستانفہ ہے۔ اللہ پر اس کا عطف نہیں ہے۔ لہذا قرآن میں مشابہات سے  
جسم دوم بھی مراد ہے۔ اس سلسلہ کی زمین روایتیں پیش خدمت ہیں۔

پہلی روایت: جسے عبد البرؒ نے اپنی تفسیر میں اور امام مالکؒ نے مستدرک میں درج کیا  
ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی قرأت اس طرح ہے وَمَا يَنْقُضُ تَابُوتَ إِلَّا اللَّهُ وَيُؤْتِي الْأَرْجُونَ  
فِي الْبَحْرِ مشابہ۔

دوسری روایت: جس کا ابن ابی ذرؓ نے مصحف میں بطریق غشما تحریر کیا ہے۔  
کہ علیہ اللہ بن مسعودؓ کی قرأت اس طرح ہے وَأَن تَأْتِيَهَا إِلَّا عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ يَخْتَارُ۔

تیسری روایت: جس کی تخریج ابن جریر نے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔۔ انسئل  
 القرآن من البصۃ آخری حلقہ و حرامہ از بعد من احدی بحوالہ تفسیر تفسیر طبرانی  
 و مشاہیر لا یجوز الا ان الله تعالی و من اذنی علیہ من الله تعالی فهو کاذب۔  
 مزید کے لئے تفسیر تفسیر روح البیان کا مطالعہ کریں۔

والکناية: ان یثبت حکم من الاحکام ولا یقصد به ثبوت عینہ۔  
 بل المقصود انتقال ذهن المخاطب الی ما یلزمه لزوما عادینا  
 او عقليا کما فی عظیم الزماد۔ فان المعنی کثرة الضیاف و یقصد  
 من بل یدلک ميسووطان، معنی الکفر و الشخاوة۔

اور کتاب یہ ہے کہ اسکا کہنا سے کوئی حکم ثابت کیا جائے لیکن اس سے حکم کا ثبوت  
 مقصود نہ ہو۔ بل مقصود مخاطب کے ذہن کا اس چیز کی طرف منتقل ہونا جس  
 حکم کے لئے عقول یا عادات لازم ہو۔ جیسے کہ عظیم الزماد میں ہے۔ بل مقصود کثرت ضیافت  
 ہے۔ اور بلی تذاکام ميسووطان سے سادہ و سلیس کا معنی سمجھا جاتا ہے۔

ف: کناہہ کنہ و کنہ (د) یا کنہ ینکون (د) کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں ترکہ الخیر  
 بالشیء یعنی کلمہ کرنا ترک کرنا۔ اشاروں میں کچھ کہنا۔

کناہہ کی تفسیر: کسی حکم غیر مقصود کو اس لئے ثابت کرنا۔ تاکہ اس کے معنی لازم کی طرف  
 مخاطب کی توجہ مبذول کر لی جائے۔ جیسے مقصود غیبیہ الامتداد میں مضمون کے لئے کہ الزماد جوئے  
 کا حکم دیا گیا ہے لیکن وہ مقصود نہیں بلکہ مشکل کا مقصد ہے کہ مخاطب کی توجہ کثرت الزماد کے  
 معنی لازم (کثرت ضیافت) کی طرف مبذول ہو جائے۔ یا ایسا کہہ کر کسی کی طرف ایسے حکم کی نسبت  
 کرنا جو وہ مقصود نہ ہو بلکہ اس کا لازمی معنی مقصود ہو۔

کناہہ اور علما نے بیان: علما نے بیان کے عرف میں لفظ کناہہ کے (دفعی ہیں) پہلا معنی ایسے  
 الفاظ اور نام سے لازمی معنی فراوانے ہوا ہے ہوں۔ اس لحاظ سے کناہہ کہ حکم کی صفت ہے۔ اور  
 حضرت شاد صاحب علیہ الرحمۃ نے اس اعتبار سے تعریف فرمائی ہے۔ وہ سراسر معنی پروردگار کے معنی شفیق  
 (مناہیہ لکھ مطر پر)







جو بھی مثال میں پانچ کے لئے کتاب کے طور پر محتاج کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔ اور آیت کا مقصد حضرت  
شاہ صاحب کے بقول: "سوئی شکوہ طعن و چٹکی تفسیر کرنا ہے۔" گویا اُنہیں اُنیک جتنا خاک  
وہیں الوہب کے معنی ہیں۔ المونان رکھتے۔ قلبی الینان ایک معنوی چیز ہے جس کے لئے دست و  
بازو بند رکھنے کی محسوس تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ وائسا علم  
سوالی: تصویر لافنی المراء بصورة المحسوس کی مذکورہ چار مثالوں میں صرف آخری مثال میں  
کتاب کی نمایاں اختیار کی گئی ہے۔ جتنی مثالوں میں استعمال کیا گیا ہے استعمال کی گئی ہے۔  
سوال یہ ہے کہ استعمال کی مثالوں کو کتاب کہنا یا کتاب کے قہرین کی چیز بہت ناگوار ہو کر رہا ہے۔  
چونکہ کتاب اور استعمال ونگ ونگ دو اصطلاحیں ہیں۔ ۱  
جواب یہ سوال صرف اس لئے پیرا ہے کہ آپ نے کتاب اور استعمال کی حقیقت پر غور نہیں فرمایا۔  
دونوں کی تعریفات پر غور فرمائیں تو معلوم ہو جائیگا کہ کتاب اور استعمال کا اہتمام ممکن ہے دونوں  
میں تضاد نہیں ہے۔

ونظیر ذلك في العرف انهم اذا قرروا شجاعة تجل يشدون بالسيف  
انما يضرب فكذا ويضرب فكذا ولا يقصد به الاظلمة اهل  
الرفاق بصفة الشجاعة ، وای لم یکن أخذ السیف بید و مرة من الذهر  
وكن لك يقولون ، يقول فلا لا اری أحد فی الارض یبایر سنی ، او  
يقولون ، فلا یفعل فكذا ، ویشیرون بهیئة اهل المبارزة  
فی وقتی معالمة الخصم ولو لم یکن یفعل هذا الشخص هذا الفعل ،  
ولا صدرك عن هذا القول ، او يقولون : خفتی فلان ، وخیر القصة  
من داخل فنی۔

۱۔ استعمال اس فحش کو کہتے ہیں جس کے لفظ مشبہ و مشبہ بہ میں سے کسی ایک کو حذف کر دیا گیا ہو۔  
مثلاً یہ لفظ ہل کہ اس کا لازمی معنی ہرا لینا۔ فستدیر۔



اللغات۔ بیکار رہی مبارزہ سے۔ لڑائی کے لئے مقابلہ پر نکلنا۔ خفنی (مستفیض) لگا کر مٹنا۔  
 توجی ہے۔ اور محاورہ میں اس کی نظر ہے کہ کوئی جب کسی شخص کی بہادری کو بیان کرتے ہیں  
 تو تلوار بے اشارہ کرتے ہیں کہ وہ اس تلوار اور اس طرح مارتا ہے، بلکہ صفت ثبات  
 میں پورے عالم کے لوگوں پر اس شخص کی غوثیت و برتری کے سوا کچھ مقصود نہیں ہوتا ہے۔ اگرچہ  
 اس شخص نے پوری عمر ایک پار بھی اپنے ہاتھ میں تلوار نہ لی ہو، اور ہی طرح کہتے ہیں، فلاں شخص کا  
 کہنا ہے کہ روئے زمین پر مجھے ایسا کوئی نہیں نظر آتا ہے جو مجھ سے مقابلہ کر سکے۔ یا کہتے ہیں۔  
 فلاں اس طرح کرتا ہے، اور (یہ جملہ جگہ ہوتے) اشارہ کرتے ہیں۔ حریت کی غلطیت، شکست  
 کے وقت لڑائی والوں کی (خاموشی) بہت ہے۔ چاہے اس شخص نے یہ کام نہ کیا ہو اور یہ بات  
 سے صادر نہ ہوئی ہو۔ یا کہتے ہیں، فلاں نے میرا گلا گھونٹ دیا، اور میرے منہ میں سے تیر کا لیا۔  
 ف۔ کہیں عقل و معنی چیز کو عسوسات کی شکل میں پیش کرنے کی یہ پند عرفان اور عاوانی مثالیں  
 ہر جگہ مستحق تشریح نہیں ہیں۔

یہ چاہے تو ان قدیم محاوروں کے ساتھ، گھٹنے ٹیکنے، ہانگ ڈور سنبھالنا، اور، سپیٹ برات  
 مارنے، کے محاوروں پر بھی طور کر لیا جاسکے۔

والتعريض ان يكن كوكبك عافرا ومنكرو ويقصد به تقرير حال شخص  
 خاص او لخصه على حال رجل معين وربما يعني في اثنائها الكلام  
 بعض خصوصيات ذلك الشخص، ولا يطلع الخاطيء على ذلك  
 الشخص، فثبت خبر قارئ القرآن في مثل هذا الموضع وينتظر  
 القصة، ويحتاج اليها وكان النبي صلى الله عليه وسلم اذا انصهر  
 على شخص يقول: ما بال اقوام يفتكون كذا وكذا، كما في قوله  
 تعالى: وما كان لمؤمن ولا لمؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا  
 (الا) تعرض بقصة زينب وانجها، ولا ياتل اولو الفضل منكرو  
 والسعة، تعرض باني بكر الصديق رضي الله عنه في هذه الصورة ما لم  
 يطلعوا على تلك القصة لا يذكروا، فمطلب الكلام



(۲۱) حضرت مسیح ایک صحابی تھے پورے تو منہ اسکیں بگڑا، مہاجر بھی اور حضرت صدیق کے عزیز بھی۔  
 شخص اپنی مادہ دلی کی وجہ سے واقعہ اٹک کے فوجانی میں بہرہ پڑے تھے۔ جب حضرت صدیق کی  
 برادری میں قرآنی آیات نازل ہوئیں اور ائمہ المؤمنین کی خدمت مآب کی اتنی روشن ہو گئی جتنی  
 بجز حضرت مرتضیٰ کے دنیا میں شاید کسی پاک و امن خاتون کی نہ ہوئی ہو۔ تو حضرت صدیق کو اپنی  
 قابلِ تخریبی کی نصرت و حمایت میں غصہ، نا بالکل جھپٹا، آپ مسیح کی ناداری پر ترس کھا کر  
 مدد کیا فرماتے رہتے تھے۔ اس غصہ کی حالت میں تم کھا بیٹھے کہ اس آج سے خود موقوف۔

یہ بات مرتبہ یقین کے نمایاں نہ تھی۔ ارشاد باری ہوا ولایا منی، الایہ اور جو لوگ تم  
 میں سے فضل (بزرگ)، دوست والے ہیں وہ قرابت و ارباب و اسکیں تول اور فی سبیل اللہ  
 ہجرت کرنے والوں کو دینے سے تم کو رکھا جھپٹیں، آیت نہ کر حضرت صدیق کو بڑبول پڑے،  
 واللہ انی لاحب ان یعذر اللہ فی اور حضرت مسیح کی امداد باری کرتے جوئے اعلان فرمایا  
 واللہ لا افرعہا عنہ ابدا۔ یعنی مسیح کی امداد کب نہ روکوں گا۔

ہایال القواہر الا مثلاً ایک نمایاں ہے، حضرت صل اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بڑکی نماز پڑھائی  
 جس میں سورۃ روم کی قرأت فرمائی۔ آپ کو مشغوبہ ہو گیا نماز سے فراغت کے بعد ارشاد  
 فرمایا ہایال القواہر یصلون معاً لا یحسنون الطہور، فافضایاں علینا القرآن  
 فواللہ (منافق، اص ۱۵۸) ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا، ہایال اناس یشترکون شریفا  
 لیست فی کتاب اللہ واللہ یث۔ جو راقع ص ۲۵۵

دوسرے دعائے کے مطابق: ہایال رجال یقول احدہم لعن یدانان والولاء لہ  
 واللہ اللہ لمن اعن ۷۷

والجواز العقل ان یسند الفعل الی غیر فاعلہ او یقام مال غیر مفعولاً  
 مقام لفصول ہم لعلاً فتر الشاکتہ بینہما و اذ علو المتکلم انہ دخل  
 فی جملہ، و هو واحد من ذلک الجنس کما یقال: بقی الامیر القصر۔  
 مع ان الباقی بعض البتائین لا الامیر لانما هو الامر بالبناء والبنات  
 التوسیع البقل مع ان المتکلم هو الحق سبحانہ فی موسم التبع واللہ اعلم بما

ترجمہ: سادہ باز عقلی یہ ہے کہ فعل کی نسبت قیران عمل کی طرف کی جائے یا جو مفعول بہ نہ ہو جس کو مفعول ہر کی جگہ پر رکھ دیا جائے۔ ان دونوں کے درمیان مشابہت کے رابطہ کی وجہ سے وہ مشکل کے یہ دعویٰ کرنے کی وجہ سے کہ وہ اس (مفعول بہ) کے درجہ میں ہے مگر وہ وہی جنس کا ایک فرد ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے جنی النصارى والنصارى (حاکم نے نقلی تعمیر کیا؛ حالانکہ تعمیر کرنے والا کوئی معمار ہوتا ہے نہ کہ خود حاکم، وہ تو محض حکم دیتا ہے تعمیر کا۔ اور اس وقت الزبج الاقلا، (سوم بہار نے سنہ ۱۸۷۱ء) حالانکہ اگائے والا سرگرم بنا رہا تھا اس سے زیادہ تامل کی بجائے ہر (۱) عدا (کبر معین) کا اصل معنی ہے شمار۔ یہاں ذرہ کے معنی میں بھی دیا جاسکتا ہے (۲) جن زعنن، کسی فعل یا معنی فعل کو اصل قائل سے ہٹا کر کسی اور نے منسوب کر دینا (جیسے عداوات نے چھائی دیر کی) (۳) انشأ ینوفا ھن انشأ، یا مفعول بہ کی جگہ پر کسی اور اسم کو رکھنا (جیسے...) خوات کی توہین کی جہت اسل انشأ ینوفا ھن انشأ (جیسے...)

(۴) علاوہ مشابہت سے رد فعل کی مشابہت، ہے لای میا عقلی میں نفس فاعل سے ہٹا کر اسی اسم کی طرف منسوب کیا جائیگا جس کا فعل ہے کون سا رابطہ ہو۔ اسی طرح مفعول بہ کی جگہ پر کسی اور اسم لایا جائیگا جس کا فعل ہے کون سا تعلق ہو۔ جیسے طرف۔ سبب مفعول۔

(۵) اذاعوا المنعکلم، اذ کا مطلب یہ ہے کہ مشکل میں غیر فاعل یا غیر مفعول بہ کا تذکرہ کرے اسے فعل کے ملازمات و مشابہات میں شمار کرنا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نعم البابی الشافی بفضل الله تعالى وبسطه البابی الثالث

وقضى الله ربنا قاضه. وولد الحمد في الاواني والخرقة.

ومضى الله على النبی الامم وعلى اله واصحابه البرة: انكره.



## البَابُ الثَّالِثُ فِي أُسْلُوبِ بَدِيعِ الْقُرْآنِ

وَلَسَبِيحٌ هَذَا الْمَبْحَثُ فِي ثَلَاثَةِ فصولٍ .

لغات :- بدیع میرزا حضرت ہے بدیع : کہ بَدَعًا و بَدْعًا و بَدْعًا سے۔ بے مثال، نوکھا۔ یہیں سے بدعہ لفظ بدیع ہے۔ وہ علم و فن جس سے کلام کی فطری و عمومی خوبیاں معلوم ہوں۔ بدیع کی اصناف اسلوب کی ۸ تہ اضافۃ الصفۃ فی تلوصوف کے قبیل سے ہے اسی سے اسلوب القرآن البدیع : اسلوب طرز الطریقہ و روشنی جو اسلوب الیب۔

ترجمہ :- تیسرا باب قرآن کے نوکھے و زکے بیان میں، اور میں اس بحث کو تین فصلوں میں بیان کرنا چاہتے۔ فصل اول :- اس باب میں نظر فوہی کے لطائف و محاسن اور اسلوب کی تشریح کی جاتی ہے۔ فصل ثانی :- عبارت و استعارہ و ترمیم صاحب الحون، بکیر کے مطابق مترجم و مستحق کا اضافہ ہے۔ اصل نثر میں اس سے غالی ہے۔ ممکن ہے آخر تم کے پاس ایسا ہی نمونہ ہو، لیکن ہندہ جہول کے پاس جو نمونہ ہے وہ یہی ہے، وہیں بحث و فصل میں بحث ہو، لیکن عبارت و جوڑ ہے۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ باب میں تو دو ہی تفصیل ہیں پھر مذکورہ عبارت کیونکر سمجھ ہو سکتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ باب کے آخر میں سواں و چوبیسواں میں کچھ لطائف و نکات پیش کئے گئے ہیں وہ پوری بحث یا ۱۰ حصوں کے مطابق صرف اہل القرآن کی بحث فصل سوم کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم

لَوْ يُجْعَلُ الْقُرْآنُ مُبَوَّبًا مُفَصَّلًا لَمْ يُطْلَبْ كُلُّ مَطْلَبٍ مِنْهُ فِي بَابٍ  
أَوْ فِصْلٍ بَلْ كَانَ كَمَجْمُوعِ الْمَكْتُوباتِ فَرَضًا كَمَا يَكْتُبُ الْمُتَلَوُّ  
إِلَى بَعَا يَأْهُرُ بِحَسَبِ اقْتِضَاءِ الْحَالِ مَثَلًا : وَبَعْدَ مَا يَنْتَبِهُ  
مَثَلًا : أَنْ تَخْرُجَ عَنْ هَذَا الْقَبْلِ اس - حَتَّى تَجْتَمِعَ أَمْثَلُهُ كَثِيرَةً فَيَقْرُنَهَا  
شَخْصٌ حَتَّى يَصِيرَ مَجْمُوعًا قُرْتَبًا كَمَا لَوْ كُنَّا عَلَى الْمَلِكِ عَلَى الْإِطْلَاقِ جَلَّ شَأْنُهُ  
عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْدًا يَتَعَبَّدُ بِهِ سُورَةٌ بَعْدَ سُورَةٍ بِحَسَبِ اقْتِضَاءِ الْحَالِ

لغات و ترکیب۔ مَبْنُوۃٌ مَفْقُودَةٌ قرآن سے ملتا ہے اور توجیب و تنقیص سے ہم مقبول  
جو کہ ہیں ابواب و فصول میں تقسیم ہوئی ہیں ان کو مہذب و مفصل کہا جاتا ہے۔ اَبْلَغُ بَصَرِ  
فعلی الجہول مخطب مقصد کسی علم کا کوئی مسدود ہے ضمیر کا مرجع قرآن، فوقتاً و بعض کرنا،  
بجسوا المکتوبات سے تیز رفتاری سے اَفْطَحَ الرَّطَالُ، بفتح، جس کی سرحدت اور ان کا تعاضد و عصری اتفاق  
مشارک و مصنف علامہ نے غلط شان کو ہمیشہ غاری استعمال کیا تھا جس کی غریب و مہجوب ملک  
اور کہ وہ شاہی تحریر سرکاری سرکاری ہے، تحریر و شقی نے تسامی اسی خط کو استعمال کر دیا  
رسمہ علیہ الامت و الطوق فی الفوت (اور یہی حال ہے لفظ حشہ کا و علیٰ هذا القیاس ای  
لا مزالون بکتبہم علیٰ هذا القیاس و علیٰ هذا و رقا، حَشیۃٌ وَ لَہَا ضمیر مؤنث کا مرجع  
امضیہ کی طرف ہے اور مزالون سند و ہر سے مضامین معروف، ترتیب و بنا، مرتب کرنا، نسخی  
خبر ضمیر کا مرجع لفظ کو کہ تاویل سے استاذ کثیر ہے۔ اللہ علیٰ خلقہ انعم و کبر و کبر  
مشہد شاہ علی، اہل خلق جس کی حکومت دہان و مکان کی قید سے آزاد ہو، مراد حکم الہی کیسے  
وہ اہل علی ہے، حقیقی شانہ اہل عظمہ جس کی شان با عظمت ہے، مشورۃ مستفی کا  
مفعول ہے، سورۃ کے معنی یعنی ہندی اور بلند منزل، اصطلاح یہ ہے قرآن کا وہ حصہ جو  
کہ مذکور میں آیتوں پر مشتمل اور مخصوص نام کے ساتھ موسوم ہو، اور اس کا بعد و منتهی تھیں  
ہو، مشورۃ قدر کی پیشتر علی ای ذی فائزۃ و حاتمۃ و اقلہا ثلاث آیات (انسان)  
ترجمہ یہ قرآن کریم کو ابواب و فصول میں (درجہ) تقسیم نہیں کیا گیا کہ اس کے ہر مقصد  
ایا بحث، کو جس (مستقل) باب یا فصل میں تلاش کر لیا جاسے، بلکہ بالفرض وہ مجرور کو ثبوت  
کی وجہ سے بصیرت اور شاہ اپنی رہنما کے نام و تحت کی ضرورت کے مطابق ایک فرمان لکھتے  
ہیں، اور کچھ وزراء کے بعد دوسرا فرمایا لکھتے ہیں، اور اسی طرح حسب ضرورت لکھتے ہی رہتے ہیں  
یہاں تک کہ بہت سے فراموشی اکٹھا ہو جاتے ہیں تو کوئی شخص انہیں جمع کر دیتا ہے، حتیٰ کہ  
ان فراموشی کا ایک مرتب مجموعہ (تیار) ہو جاتا ہے۔ اس طرح شہنشاہ مطلق عز و مجد اپنے نہیں  
صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت کی ضرورت کے مطابق یکے بعد دیگرے سورتیں نازل کرتا رہا۔  
فائدہ: قرآن کریم کے انسانی علوم پانچ ہیں، لیکن ان کے لئے الگ الگ ابواب اور فصلیں

نہ

حقانیم کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا ہے۔ مصنف غلام نے مذکورہ عبارت میں اس کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ قرآن کریم چونکہ بندگان خدا کے نام تواریک احکام کا مجموعہ ہے جو حسب موقع انکی اصلاح و تہذیب کے لئے منظور و منظور بنا زل ہوتا رہا ہے اس لئے اس کی جمع و ترتیب کی حیثیت پہل ایسی سمجھنی چاہئے جیسے کسی شہنشاہ یا حاکم وقت کے فرمیں و مکتوبات کے مجموعہ کی ہوتی ہے۔ کہ فرمیں حسب مواقع جاری ہوتے رہتے رہیں۔ و حسب بہت سے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو کوئی شخص ان کی جمع و ترتیب کا کام کر لیتا ہے یہی حال قرآن کریم کا ہے کہ وقت فوقتاً حسب ضرورت اس کی آیات و نحو کا نزول ہوتا رہا۔ بندوں کو ہدایات ملتی رہیں۔ صحابہ کرام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق انہیں لکھتے اور یاد کرتے رہے۔ اور جب نزول مکمل ہو گیا تو انی سب آیات اور سورتوں کو موجودہ ترتیب کے مطابق یکجا کر دیا گیا اچھے کہیں محدثوں اور شاہی مکتوبات کی حیات مخالفت اور وجہ تشبیہ و تدریس تفہیم کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔ مثلاً سطوں و مختصر جونا، معنوں یا بلاغی جونا اور بہ تشبیہ یا بلا تشبیہ جونا، اس طرح متعدد اور انتہا کی نوعیت کا مختلف ہونا ضرور وغیرہ۔

صحیحہ قرآنی اور قرآنی شاہی کا فرق۔۔۔ اس تشاہد کے باوجود قرآنی سورتوں آیات اور شاہی فرامین میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ قرآنی آیات و شعور میں مکمل ربط و نظم پایا جاتا ہے جبکہ فرامین شاہی کے لئے ایسا ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نزول سے پہلے بھی لوہا محفوظ میں مسلسل کلام کی طرح مرتب و منظم اور مربوط تھا۔ نزول میں ترجمہ ترتیب ٹھونڈ رہی تاہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا جب اللہ اور صحابہ کرام کو آپ کی طرف سے اصل ترتیب کے بھی مطلع کیا جاتا رہا۔ اور عہدِ نبوی میں تدوین کے وقت اسی ترتیب کو پیش نظر رکھا گیا۔ اس سے برخلاف اطلاق و اجراء سے پہلے شاہی فرامین کے مجموعہ کا کوئی وجود نہیں ہوتا تھا۔ جیسے حسب موقع بلا لحاظ ترتیب احکام جاری ہوتے ہیں۔ اس طرح مجموعہ کی ترتیب متبادرت ہے۔

وكان في زمانه صلى الله عليه وسلم كل سورة محفوظة ومقبولة

عَلَى حَذِّهِ قَوْلٌ غَيْرُ تَدْوِينٍ الشَّوْشِي تَعَارُفُ تَبَيَّنَ الشَّوْشِي فِي مَجْلَدِي  
بِتَرْتِيبٍ خَاصٍّ فِي زَمَانٍ إِلَى بَكِيرٍ وَعَمَرٍ وَضَى اللَّهُ عَنْهُمَا وَسَعَى  
هَذَا الْمَجْمُوعُ بِالْمَصْحَفِ -

لغات: مضبوط ضبط (د.ض) ضبط و ضبط (ا.ت) تمام و رعایت و رعایت کے ساتھ  
بخانہ کرنا۔ الشَّوْشِي الشَّوْشِي کی جیسے، متجانس، تجاہد سے اہم معمول، مجلد، لکھنا، کتاب، جلد یا حصہ۔  
ترتیب خاص سے قرآن کی موجودہ ترتیب مراد ہے۔

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہر سورہ الگ الگ معصون و محفوظ تھی، سورہوں  
کی تدوین کے بغیر، پھر حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں سورہوں کو مخصوص  
ترتیب کے ساتھ ایک جگہ میں مرتب کیا گیا اور اس مجموعہ کا نام مصحف رکھا گیا۔

فائدہ: اولاً حق کی خط کشیدہ عبارت پر ایک نظر ڈالتے ہیں جو اس کی قاری، امام سہیل  
ادوین فرمودہ پوند ہے۔ قدر بشاقت عبارت کے معنی و تعلقات کو ذہن نشین  
کریں، عبارت میں تین دعوے کئے گئے ہیں۔

(۱) محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کہ ایک ایک سورہ متفرق طور پر محفوظ تھی،  
(۲) سورہوں کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔ (۳) موجودہ صحیحہ قرآنی حضرت بشیرؓ کے زمانہ

میں مرتب و متحد ہو چکا ہے۔ پہلا دعویٰ بکلی غلطیت کا منجھ ہے۔ اس کے دلائل کا  
استحضار ضرور رہنا چاہئے۔ سب سے مضبوط دلیل تو خود قرآن کا اعلان ہے: اِنَّا نَحْنُ

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ اِنَّا لَآلَهُ خَفِیْقُوْنَ، حفاظت قرآن کے متعلق اس عظیم الشان وعدہ الہی کے  
جوتے ہوئے کہہ لیا کہ قرآن کی کمال محفوظیت کا انکار کر کے جیکڑے بڑے شصت

دستور و خفاغی کو صدیاں گنتہ جانے کے بعد بھی اس کی محفوظیت کا صاف انکسوں میں اعتراف  
کرتا پڑا۔ دوسرے کہتا ہے وہاں تک ہماری معلومات میں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں

جو قرآن کی طرح ارہ صدیوں تک ہر قوم کی تالیف سے پاکہ زبان ہو ایک اور یہی حق کھتا  
ہے کہ ہم ایسے ہی جتنی سے قرآن کو بعینہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے ہوئے لفظ لفظ



مجھے پیر۔ جیسے مسلمان کہے خدا کا کلام سمجھتے ہیں (ارغوانہ عثمانی)

دوسری دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ترک فیکر امرین لن تضلوا لانا نسکم بہنکنا اب اللہ دستہ رسولہ (رواہ فی الموطا) میں نے تمہارے دو مایں ایسی دو چیزیں چھین لی ہیں کہ جس تک ان کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ایک کتاب اللہ دوسرا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تیسری دلیل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک مسلسل قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو یاد کرنے اور سننے سنانے کا اہتمام ہے جس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ دوسرے دھوے کے سلسلے میں دو باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔

۱) دونوں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تمام سورتیں موجودہ ترتیب کے ساتھ یکجا کثرت نہیں

قال الخطابی وقد کان القرآن کتب کلہ فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لکن لم یجمعوا فی موضع واحد وزادہم نب الشوری (الانصاف پیشہ)

یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام قرآن یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحیح وسلم کے ہاتھوں میں بھی قرآنی سورتوں کی کوئی ترتیب نہیں تھی کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے فرماتے نامذراہی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے "عطیت مکان التورۃ والینجیل والکتاب واعطیت مکان الزبور المنجیہ واعطیت مکان الانجیل المشافی وقضیت بالمتعصب"۔

جس سے صاف ظہور ہے کہ موجودہ ترتیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں ایک ہی جگہ تھی۔

قال ابو جعفر الطحاوی: المعتمدان علیہ، التورۃ علی ہذا الترتیب من رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم لحديث واشتد

۲) آپ کے زمانہ میں قرآن کس قدر تون نہ ہونے کی وجہ بنا لیا ہر پرے کہ آپ کی حیات طیبہ نبیؐ کا اتم

ہر وقت رہتا تھا (اور عربوں کے بعد خلف و زعم تمسک نہیں ہے) اسوجہ سے جب تک نسخہ نہ بنایا

کا احتمال باقی رہا تو عربوں میں ہو سکتا۔ اور جب آپ کے رفیق اعلیٰ سے جہان کے تجربہ میں یہ احتمال

ختم ہو گیا تو خلفائے راشدین کے قلوب میں جس قدر وہی کا اتمام ہوا، انہوں نے نہایت دباغہ انگیزانہ

تیسرے دعوے سے حقائق میں باتیں زبانی کر دیں۔ پہلی بات صحیح قرآن کا واقعہ اور سبب

جس کی تفصیل بخاری شریف کے حوالہ سے مشکوٰۃ اور التعلات وغیرہ میں موجود ہے۔

ماتمسہ یہ ہے کہ مسند میں مغفرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں جب جنگ بیکار کے اندر  
 حفاظ صحابہ کرام کی ایک خاص تعداد نے جاہ شہادت نوش کر لیا تو اولاً فاروق اعظمؓ کے قلب میں  
 بالہام خداوندی خیال پیدا ہوا کہ قرآن کریم کا کجوائی طور پر مرتب ہونا نا اشد ضروری ہے اور  
 کیونکہ قرآن قرآن اور حفاظ صحابہ کرام اگر کسی طرح چند جہتوں میں شہید ہو گئے تو قرآن کے خلیا  
 کا اندیشہ ہے پناہ فراروق اعظمؓ نے صدیق اکبرؓ کو اپنے ان خیالات و خطرات سے آگاہ کرتے  
 ہوئے جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ ابتدائی مرحلہ میں تو صدیق اکبرؓ کو یہ اشکال رہا کہ یہ کیف نقصان  
 شیف لایقعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و من بعدہ علیہ فاروق اعظمؓ کے پیغمبر اور رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کو بھی شریعہ صدقہ نصیب فرما دیا اور آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب  
 وحی حضرت زید بن ثابتؓ کو بلا کر جمع قرآن کا حکم دیا جو خود بھی حافظ قرآن تھے خود و سرکار  
 شریعہ صدقہ کے ہی حضرت زید بن ثابتؓ نے اس عظیم ذمہ داری کو ذریعہ قبول کیا بلکہ جانی طور  
 کو شش ہفت روزہ سے محرم و جمادی کے ساتھ انہی تم تک پہنچایا۔ جمع قرآن میں انبیاء و ائمہ  
 یہ ہے کہ حضرت عرفا روق و زید بن ثابتؓ رضی اللہ عنہما کو صدیق اکبرؓ نے حکم دیا تھا کہ مسجد کے  
 دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور جو شخص روگاہیوں کے ساتھ کلام اللہ کا کوئی حصہ پیش کرے اسے لکھ دو۔  
 (خریفة ابن ابی داؤد و جالہ لغات مع انقطاعہ لا تزل)

محمد بن عمرو نے یہ بھی لکھا ہے۔ وکان من و یقبل من احدی سید الحق شہد شہیدان  
والمراد بان شہید من الحفاظ و الکتاب (ابن حجر) وقال البخاری المراد انہما شہدان  
علی ان ذاک ان یکتوب بکتب بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و المراد انہما  
بشہدان علی ان ذاک من الوجوہ الخ شہد بہ القرآن قال ابو شامہ و کان غرضہم ان  
ان ینکب الی ان علیہما کتب بایہ یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لکن جو حفظ  
قال النبی علی المراد انہما شہدان علی ان ذاک ما عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و لکن  
ما روایتہ انتہی بقول الفقہاء ما توخذ الشہادۃ لیطمئن القلب ان ینکب  
کل من ذلک الوجوہ و ہوا بالشہد عندی (مرجم اللہ شہد انہما یعنی خطیبتہم)  
 عروشیہ اور غنا اللہ عنہ۔



مصاحف کی ترتیب میں شدید اختلاف تھا، پناچہ حضرت علیؑ کے مصحف میں ۱۰ اقراء، تذار، مقرر، قرآن  
 بانی تہب، اندکوثر کی ترتیب تھی، بیکہ حضرت ابن مسعودؓ کے مصحف میں ۱۰ بقراء، انصار، اور آل عمران  
 کی ترتیب تھی۔ معلوم ہو کر ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد سے ترتیب کر رکھا تھا۔ (۲) حضرت  
 عثمان غنیؓ کا ارشاد کہ چونکہ سورۃ انفال و بارۃ کے مضامین ایک دوسرے کے قریب متشابہ  
 تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو انفال کے تحت مستقل سورۃ کی حیثیت دی اور  
 نہ ہی دونوں کو ایک سورۃ بنایا، لہذا میں نے اپنے خیال کے مطابق دونوں کو ایک سورۃ کی  
 حیثیت سے ایک ساتھ ذکر کر دیا اور تیسری کر چھوڑ دیا۔ (۳) العرجۃ، احد، بدر، اودۃ، و طرہ مذکور و  
 النفاق، داہد، حبان، زلزال، کربلاء، عبا، تکوین، کذا فی الانفال

ولا تل علیہم ثقل۔ پہلی دلیل و اثبات ابن الاستیع کی یہ حدیث ہے جسے قریب ہی میں ہم ذکر کر چکے ہیں  
 یعنی اعطیت مکان النورۃ، لا و دوسری دلیل ابو داؤد شریف اور مسند احمد بن حنبل کی روایت  
 ہے جس میں ابی ایوبؓ اور اسحاق بن عمارؓ کے سوال کے جواب میں حضرات صحابہ کرامؓ کا بیان ہے  
 انھو تبت ثلاث سورۃ و خمس سورۃ و سبع سورۃ و تسع سورۃ و احدى عشر و ثلاث عشر  
 و در ثانیہ فصل مرقۃ حتی یختموا، یعنی ہم قرآن کی ترتیبیں یا تقسیمیں کیا، پانچ آفات، اقراء  
 اور غیرہ و تیرہ سوروں کی کہتے ہیں۔ اور مقتضی منزل سورۃ قی سے آخر تک ہے۔ قال ابن حجر  
 فكذا تبدل علی بن ترتیب المتور عن ما هو فی المصحف الا ان کان علی عبد و متول النسخ  
 مثل: اللہ علیہ و سلمہ تیسری دلیل خود سوروں کی نفس ترتیب ہے۔ جس میں ۱۰ نظم، ۱۰ شہد شروع  
 ہونے والی تمام سوروں کو مسلسل بلا فصل ذکر کیا ہے جبکہ نظم سے شروع ہونے والی سوروں  
 میں فصل کر دیا گیا ہے، جیسار مسرات میں بھی فصل ہے۔ ولو کان ترتیب اجتہاد یا لدگریہ  
 المسبحات و لا و و خیر طس من القصص اما احراز ان الفصل نیب الطواہیم  
 کذا فی التفتاح، اسی طرح کی مدنی سوروں کا اختلاط بھی توقیفی ہونے کی دلیل ہے (بدلتیہ)  
 اسی طرح ثانی و تیسری کا غیر مرتب استلزام بھی توقیفی ہونے کی طرف غماز ہے۔

جواب۔ ترتیب اجتہادی کے تألیف کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مصاحف میں یہ اختلاف  
 اور جہاں جہاں ترتیب سے پہلے تھا جو اہل علم کے بعد ختم ہو گیا۔ اور دوسری دلیل کا جواب یہ ہے



**اللغات :-** اَلْقَوْلُ (خارج پر کسرہ اور ل سے پہلے الف حاقبل مفتوح) بروزن الکثیر (بہ جہ المثلون کی جمع ہے۔ اور النور الکثیر (بہ جہ المثلون) بروزن الکثیر) وہ جہ المثلون کی جمع ہے۔ جیسے کثرت کون قرآن میں اکثر آئی ہے۔ اِنَّهُ لَیَحْضُرُ الْکُتُبَ۔ والاربع ہادی مانعون الکثیر۔ الفیضات (بکسر علیہ) واندہ کی جمع ہے جسے کبھی کبھی صفت کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ وَاِنَّ لَاشْرَکَ وَتَوْحِیْدَ سَمَوٰی اَلْاَیَّاتِ۔ اَلْبَیِّنٰتِ کی جمع ہے جیسے معنی کی جمع مقالی۔ شمسینی (ضد) دوسرا ہوا یقول۔ هٰذَا وَاجِدٌ فَاتَّخَذَ۔ یہ ایک ہے تم اس کے دوسرے ہوا وَاَلْفَضْلُ فَتَمِیْلُ بمعنی فضل و الفنا۔ بعد کرنا سے ہم مفعول ہے۔

**ترجمہ :-** اور یہ سورتیں صحابہ کرام کی نظروں میں چار قسموں پر منقسم تھیں۔ پہلی قسم بیس طوں۔ دوسری لمبی سورتیں آجے۔ جو طویل ترین سورتیں ہیں۔ اور دوسری قسم وہ سورتیں ہیں جن میں سے ہر ایک میں سورتیں ہیں یا کچھ بڑی جملہ ہیں۔ اور یہ (اصطلاح میں) آیتیں ہیں۔ اور تیسری قسم وہ سورتیں ہیں جن میں سورتیں کم (آیتیں) ہیں۔ اور یہ (اصطلاح میں) مثالی ہیں۔ اور چوتھی قسم مفصل ہے۔ قائدہ :- آیات کی کمی بیشی اور سورتوں کے طویل و قصور کے اعتبار سے قرآن کریم خیر القرون میں سے چار حصوں میں منقسم ہے۔ ان چار حصوں کی تفصیل اور ان کے الگ الگ اسماء میں عبارت میں مذکور ہیں۔ اس موقع پر ڈیو تائیں و برکاتیں کریں۔ اسے قرآن کے چار حصوں میں منقسم ہونے کی دلیل اس پر مصلحت کی تعریف ووجہ تسمیہ۔ ویکل تو وہ روایت ہے جو صحیح ہے۔ ہے یعنی اعطیت

التبلیغ الطویل الخ

**تعریفات و وجوہ تسمیہ :-** متبع طویل سورہ بقرہ سے لیکر سورہ براءہ تک کی سات طویل ترین سورتیں۔ (نوٹ) سہا پ کراہ براءہ و انفال کو الگ الگ دو سورتیں نہیں شمار کرتے تھے۔

**وجہ تسمیہ :** انہیں انیس ہے۔ متواتر یا متین وہ سورتیں ہیں جن میں کم از کم سو سو یا کچھ زائد آیتیں ہوتی ہیں۔ سب سے طویل گیارہ سورتیں ہیں کہلاتی ہیں (جملہ میچ) یہاں بھی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ مثالی۔ جہان سے متصل وہ سورتیں ہیں جن میں سورتوں کے کم آیات ہوں۔

**وجہ تسمیہ :** چونکہ مثالی میں کم ہیں۔ اور میں طویل کے بعد ہیں۔ اسلئے طویل کے بعد دوسرے نمبر پر یہ سورتیں ہونیں۔ اس وجہ سے مثالی کہلاتی ہیں۔ لامعا شذیہ ای کات۔ بجن عاتق

لہذا ثوابی والمثون لہا اور اہل الاعتقاد وجہ تسمیہ لانہا ثنائی اکثر متاثرین النور  
والمثون (۱) اقول الغلرۃ والمفضل مادی المتانی من قصار النور مستقر من ذلک تکررۃ  
القصول التي بین النور بالمسئلة یعنی چھوٹی چھوٹی ذرہ سورتیں جو ثنائی سے متصل ہیں مفصل  
کہلائی ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان سورتوں میں فرق بزرگ نہیں اللہ کی کثرت ہے۔ وقیل لفظ  
المسوخ منہ ولہذا الیہ من بالمحکم ایضا کما رواہ البخاری عن سعید بن جبیر قال  
لہ الذی تدعونہ المفضل هو المحکم۔ اکتاہل اولی کما تہل اس کے بعد کہ گیارہ  
سوریں اور اس کے بعد کہ میں سورتیں ثنائی، باقی مفصل ہیں۔

اقتصار مفصل :- علمائے کرام نے متصل کی تین قسمیں ذکر کر کہیں جو اول مفصل، اوسط مفصل  
وتمام مفصل۔ طوالت مفصل کی ابتداء کے بارے میں سیوطی نے ایک درجہ اقول پیش کئے ہیں۔ چہرہ  
کہ بڑے کے مطابق قرآنی مفصل کی پہلی سورت سورۃ بقرات ہے۔ اور آخری سورت سورۃ التہنات ہے۔  
اور اوسط طوالت کی ابتداء سورۃ بقرات سے اور انتہاء سورۃ طہ تک پہنچتی ہے۔ قصار لم یکن  
مناس و تک ہے۔ اگر طوالت کی ابتداء میں اس کے علاوہ چار اقوال ہیں۔ ق، ی، ع، ق، ق، ج، شیتہ  
اور قول رابع کو بڑے نے غریب بتایا ہے۔ النور الکبیر میں والصحیح عند اہل التہذیب  
اولہ وقت کی تصریح ہے۔ اور استدلال میں ابوہریرہ و شریف کہ ہدایت جو صف پر گزر چکی پیش  
کی گئی ہے۔ نووی نے جہد کہ بڑے کو یہ قرار دیا ہے۔

وقد اُدخل فی ترتیب المصحف سورتان او ثلاثاً من علی اد  
المتانی فی المثنین لثانسیۃ سباقھا بسیاق المثنین و علی هذا  
القیاس ویسما وقع فی بعضی الاقسام ایضا تصرف۔

اللیخت :- عندنا ابکر المصنف ثمرہ جماعت کہا جاتا ہے فلاں فی عندنا الصالحین  
فلاں شخص مسلم کے ثمرہ کا ہے فلاں فی عندنا فلاں۔ یعنی ابکر المصنف یہاں اسکو  
یہ مشہور کے معنی میں ہے۔ تیسرے جہد کا مزج ثنائی ہے۔





نہیں ہے بلکہ بتوں کی قلت و کمزورت ہے۔ یہیں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شانی کی وہ دہر تسمیہ جسے فرار نے بیان کیا ہے دوسروں کی بیان کردہ دہر تسمیہ سے زیادہ ظاہر اور اقرب الی الفہم ہے۔ واللہ اعلم

وَأَسْتَنْصَحُ عَشْرَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ ذَلِكَ الْمُصْحَفِ مَصَاحِفَ رَسُلٍ  
يَهْتَمُّ إِلَى الْأَفَاقِ لِيَسْتَفِيدَ وَأَمْنَهَا وَلَا يَمِيلُوا إِلَى تَرْتِيبِ الْخَطِّ

اللغات :- اِسْتَنْصَحَ یہ استعمال ہے اِصْنِی ہے اصل مادہ نَصَحَ ہے جس کے معنی چیر نکل کرنا  
تو اِسْتَنْصَحَ کے معنی چوتے نقل کرنا، لکھنا، مصاحف اِسْتَنْصَحَ کا مفعول ہے۔ اَوْسَنَ مَصْنُوع  
اسمنا مصاحف کی مصحف ہے۔ الْأَفَاقُ اُنْفُ (مفعول الاول) وہی لغتہ بفتح الاوّل و سکون الفاء  
کی جمع ہے۔ اطراف و اکناف۔

ترجمہ :- اور حضرت عثمانؓ نے اس مصحف صدیقی سے ایسے کئی مصاحف نقل کروائے جنہیں  
(عالم کے مختلف) اطراف میں بھیج دیے تاکہ لوگ اس سے مستفید ہوں اور کسی دوسری ترتیب کی طرف  
ستوجہ نہ ہوں۔

فائدہ :- گذشتہ صفحات میں یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن کریم کی ترتیب تدوین کا کام سب سے  
پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں آپ ہی کے حکم عالی سے انجام کو پہنچا۔ اس ترتیب کی پوری  
تفصیل آپ کے سامنے آچکی ہے۔ ذیل ملاحظہ مبارکت میں مصنف علیہ السلام نے مصحف صدیقیؓ  
کی دشمنیت و توجہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ انت کی سہولت و  
غلط کے پیش نظر ہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العالمین سے شہادت طریقوں پر توجہ قرآن  
کی راہنہت حاصل کر لی تھی۔ اور مصاف غفلت میں اعلان بھی کر دیا تھا۔ انزل القرآن علی سبعة  
أخرفہ۔ لیکن آپ کے بعد اختلاف قرآن کی یہ حدیث ٹوٹ گئیں۔ جی کہ حضرت عثمانؓ کے بعد خلافت  
یہ قرآن اہل ان کے خلاف ایک دوسرے کی تقلید کے درپے ہو گئے۔ یہ تشویش تک محدود کل جب  
حضرت عثمانؓ کے علم میں آئی تو آپ نے مجمع عام میں خطبہ کے ذریعہ فرمایا: جب تم میرے پاس ہوتے  
ہوئے باجم اختلاف کرتے ہو اور قرآن کریم غلط طریق سے پڑھتے ہو تو جو لوگ مجھ سے ملے وہاں

شہر دہلی میں رہتے ہیں ان کا کیا حال ہو گا؟ اسباب غم! اگتھے ہو کر لوگوں کے لئے قرآن کا ایک نسخہ مرتب کرو۔ (الافتاح ۱۲)

اسی کے ساتھ تاریخی حدیث سے ماخوذ یہ بات بھی ذمہ فرمائی کہ میں کہ حضرت سیدنا بن علیؓ جب آرمینیا و آذربائیجان کی جنگ کے فارغ ہو کر کوفہ باہر و شام ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ کو واپس ہوئے تو ان علاقوں میں قرآن کے شدید اختلاف اور ایک دوسرے کی تعلیم سے بے حد متفرق تھے چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر عرض کیا۔ اَھْدِیْکُمُ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ یَّتَفَرَّقَ الْفُلُکَ الْوَحْشُ وَ النَّفْسُ الْوَحْشُ۔ اور انہو میں! قبل اس کے کہ یہ امت کتابِ ربانی میں سے جو نصیحت کی طرف اختلاف کرنے لگے اس کو سمجھال لیجئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کو کھلوا بھیجا کہ آپ کے پاس قرآن کے چھینے رکھے چھنے نہیں انہیں ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ ہم ان کی فتویٰ تیار کرالیں۔ حضرت حفصہؓ کے پاس سے وہ نصفِ حدیث آگئے تو حضرت عثمانؓ نے ان کی فطیس تیار کر کے لئے حفاظِ قرآن زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، سعید بن عباسؓ اور عبدالرحمن بن عاصؓ بنی ہشام رضی اللہ عنہم کی ایک چار نفری کمیٹی تشکیل کر لی اور کہیا کہ تم لوگ قریشی صحابہ اور زبیر بن ثابتؓ کے رویان کہیں اگر اختلاف کی نوبت آجائے تو لغت قریشی کے مطابق کتابت کی جائے۔ فانھا انھا ائذول بلسانہم۔ اس طرح علی اختلافِ اطلاقِ پکارا، پانچ یا سات مصاحف تیار ہو گئے۔ جن میں سے ایک تو حضرت نے خود اپنے پاس رکھ لیا اور باقی کوفہ باہر و شام، مکہ، کتبہ اور بحرین بکھرا دیئے۔ اور ابجد صحابہ کے مشہور سے قرآنِ پاک کے انفرادی نسخے اکٹھا کر کے جلا دیئے۔ (و التخیل فی الاثبات)

تھوڑی نقول :- امام القزاقہ عثمان بن سعید ابو عمرو الدانی۔ المتنب فی رسم القرآن میں لکھتے ہیں۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قریشی کلام کے چار نسخے مرتب کرائے تھے، ان میں سے تین کوفہ، بصرہ، شام بکھرا دیئے اور ایک اپنے پاس رکھ لیا۔ کے بعد سات نسخوں کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں۔ مگر پہلا قول درست ہے اللہ و تر کا مذہب بھی یہی ہے۔ (علوم القرآن)

سوال :- کیا ان عثمانی مصاحف کی پچترم خود زیارت کرنے والے علماء و محدثین کے کچھ نام آپ بتا سکتے ہیں؟ جواب :- جی ہاں مشہور ستیاری ابن بطوطہ اور مشہور مستدرک حاکم علی شریف دمشق

۱۔ اہل تہذیب و تمدن کی مصنفہ و القراءات العشرہ اور ابن فضل اللہ شعری صاحب  
۲۔ مسالک الابصار فی مالک الامصار و اہل تہذیب و تمدن کی سب حضرات بعض مصنف و شانیہ  
کی دیہات سے مشرف ہوئے ہیں۔ تفصیل اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

ابن بطوطہ نے بذات خود قرطبہ کریم کا ایک سفر کیا اس کے کچھ حصے ملاحظہ کئے تھے۔ جس کو شانیہ تصنیف  
کیا جاتا تھا۔ یہ سفر ابن بطوطہ نے اپنے سفر کے دوران طرناطہ، مرکش، بصرہ اور بعض دوسرے  
شہروں میں دیکھے تھے۔ (دیکھو سفر نامہ ابن بطوطہ اردو قسط ۱)

طارق ابن کثیر اپنی تصنیف فضائل القرآن میں رقمطراز ہیں۔ حضرت عثمان کے جتن کر رہے مصنف میں  
شہر تروہ مصنف ہے جو آٹھ کل ملک شام کی جامع دمشق میں دکن کے پاس مقصورہ کی مشرقی پنا  
موجود ہے۔ یہ مصنف پہلے طبریرہ میں تھا۔ شہرہ میں اسے دمشق لایا گیا۔ میں نے اسے دیکھا ہے  
یہ سبیل اللہ کتاب نہایت دیدہ زیب و دلکش بڑی سائز میں ہے۔ اور نہایت حسین و بلیغ خط میں  
لکھی ہوئی ہے۔ (۱) (دیکھو علوم القرآن و فضائل القرآن ص ۱۸)

(نوٹ) بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ تروہ جامع دمشق میں موجود ہو سکتی ہے اس آٹھ ملک روم  
(۱) (دیکھو سفر نامہ ابن بطوطہ ص ۱۸)۔ (علوم القرآن)

ولما كان بيان اسلوب النور واسلوب امثلة الملوک مناسبة تامّة،  
وذلك في الابتداء والانتهاء طريق المكاتيب فكما يستلزمون في بعض  
المكاتيب بحمد الله عز وجل والبعض الآخر بيان غرض الاملاء،  
وبعض الآخر باسم المرسل والمرسل اليه ومنها ما يكون رقعة  
وسقعة يغدير عنوان وبعضها يكون مطوّر وبعضها مختصر وكذلك  
سببها وتعالى صدر بعض النور بالحمد والتسبيح وبعضها  
بيان غرض الاملاء كما قال عز وجل ذلك الكتاب لا ريب فيه  
هدى للمتقين سورة انزلناها وقرئناها وهذا القسم يشبه  
ما كنت هذا ما صالح عليه فلان وفلان و - هذا ما اوصى به

ثلاث۔ وكان النبي صلى الله عليه وسلم يكتب في واقعة الخندق بينه  
هنا أما قاضي عليه محمد (صلى الله عليه وسلم)۔

ترجمہ :- اور چونکہ سورتوں کے اسلوب اور شاہی فراہم کے اسلوب میں اس نسبت میں فرق  
اس لئے : سورتوں کی ابتدا و انتہا میں : فراہم کے طریق کی رعایت کی گئی ہے : چنانچہ جیسا کہ  
بعض فراہم کا ابتدا اللہ عزوجل کی حمد سے اور دوسرے بعض کی مقصد تحریر سے اور بعض دوسرے  
کی بھینے والے اور مکتوب الیہ کے نام سے کرتے ہیں : اور بعض فراہم تو حقہ اور چٹ (کی شکل میں)  
ہوتے ہیں بغیر کسی عنوان کے اور بعض طویل ہوتے ہیں : بعض مختصر : اسی طرح حق سبب و اولیٰ نے  
بعض سورتوں کو : حد و نسخ سے اور بعض کو مقصد تحریر کی وضاحت سے شروع فرمایا ہے : جیسا کہ  
اللہ عزوجل نے فرمایا ہے ذلک مکتوب الیہ : سورۃ النمل : ۱۸ : و فی حنفیہ : سورۃ یس : ۱ : جس نے  
اتحاد اور ورپ لازم کیا ہے : اور قسم شاہی ہے ان (فراہم) کے : جن کے شروع میں : لکھا جاتا  
ہے : ہذا ما : اور ہذا ما : دوسری یہ فرق : (صانع علیہ : ہر صاحب کتب کی ہے : و اوصیہم  
اس کا حکم دیا ہے) : اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ حیدر میں لکھو : یا تھا عذاب اللہ (یہ وہ ہے  
جس پر مجھے فیصلہ کیا)۔

فائدہ :- مصنف عظیم نے کلام ربانی کو شاہی فراہم کی حیثیت دی ہے اور غور و مبادی کے  
اعتبار سے اس کے مختلف انواع : سبب کو ذکر کیا ہے : پھر ہی حیثیت سے شہ قرائت کی ایسی جا  
تقسیم فرمائی کہ صرف پانچوں میں پورے قرآن کا احاطہ کر لیا جب کہ ایسا ابی الامکان العہری نے اس  
محیثیت سے شہ قرائت کو دس نوعوں میں تقسیم فرمایا تھا : تفصیل کا شوق جو توالاتقان و کجیہ :  
فراہم شاہی کی انواع : جسا مصنف عظیم نے ذکر و حیرت میں تذکرہ کیا ہے : (۱) جن کی

ابتداء مبارک سے کی جاتی ہے : (۲) جن کی ابتدا میں مقصد تحریر واضح کر دیا جاتا ہے : (۳) جن کے  
شروع میں کاتب مکتوب الیہ کی تصریح ہوتی ہے : (۴) جو بلا عنوان کاغذ وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے  
لکھو پر ہوتے ہیں : (۵) اسی میں جن میں مفصل و مختصر دونوں طرح کے کتب ہوتے ہیں : (۶) اس لئے ان  
دونوں کا تذکرہ ضروری ہے : صاحب کتاب نے ہر سے شروع ہونے والی سورتوں کے ساتھ دستورات :-

کو بھی شامل کر دیا اور مثال کسی کی نہیں پیش کی، مثال پیش کرنے کی وجہ تو خدا پر یہ کہم اور کم سو  
 تو حرم کو یاد ہے۔ گویا ایک مثال کا اقتضا رجب کو ہے، لہذا تعریک کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔  
 وَأَفْطَحُ بَصِيرَتِي لِلْعَلَمَاءِ۔

۱۔ مسئلہ: حمد والی سورتوں کے ساتھ "مستحبات" کو شامل کرنے کا جو اس کی وجہ یہ ہے تسبیح  
 و حقیقت حمد ہی کی ایک قسم ہے تسبیح کو مدائی نے فرمایا اس سورہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صفاتِ کمالیہ  
 اور خوبیوں کا بیان جیسے شہداء و حمد کہا جاتا ہے۔ (۲) نقائص و عیوب کی نفی جسے تسبیح و تنزیہ  
 کہتے ہیں۔ اور آیتوں کی جو دو سورتوں کی ابتداء میں یہ باری ہے۔ سات میں صفاتِ کمالیت کا  
 اثبات ہے۔ اور سات میں نقائص کی نفی کی گئی ہے۔ یہاں مدح کے لئے پانچ سورتوں میں لفظ  
 "الحمد" اور دو میں فقط "تبارک" دہرایا گیا ہے۔ بیکر نے یہ ایک لئے صرف مانا تسبیح کا استعمال  
 ہوا ہے حمد سے شروع ہونے والی سورتیں یہ سورۃ العلام الحمد لله الذی خلق  
 السموات والأرض ان سورۃ کہف الحمد لله الذی انزل علی عبدہ الکتاب الذی یحیون  
 لہ نعیمۃ جنان سورۃ سبأ الحمد لله الذی کف ما فی السموات وما فی الارض ولہ الحمد  
 فی الدنیا والآخرۃ والا سورۃ فاطر الحمد لله فاطر السموات والأرض جابعل الفصیحۃ  
 رُسُلنا اونی احبہ حق متکبر وسنت ورنیۃ الا سورۃ لقمان تبارک الذی تبارک الفرائض  
 علی عبدہ فینکون ما یشاءون فینزلنا انزل سورۃ ملک تبارک الذی یرید ما یخلف وهو  
 علی کل شیء قدير اور سورۃ فاطر الحمد لله رب العالمین۔

۲۔ تسبیح سے شروع ہونے والی سورتیں یہ سورۃ اترکہ سبحن الذی اسری بعبدہ فیکبر  
 الحمد للہ الخ والحمد للہ الخ الذی تبارک تبارک الحمد للہ الحمد للہ من آیات ۱ تا ۱۰  
 سورۃ مدثر سبحن للہ ما فی السموات والارض وهو العزیز الحقیر ۱۰ کہ الحمد للہ الحمد للہ  
 والارض یحیی ویمیت وهو علی کل شیء قدير سورۃ حمز سبحن للہ ما فی السموات  
 والارض وهو العزیز الحقیر ۱۰ هو الذی الخ الخ الذی کفرنا من اهل الکتاب  
 من ویاہرہ لاولی الحشر الخ سورۃ صف کی پہلی آیت وہی ہے جو سورۃ شکر ہے اور ہسری  
 یا ایہا الذین امنوا اذ انفقوا مالاً لا یغفلون سورۃ یحییٰ سبحن للہ ما فی السموات و



کو ان کلمہ کے لئے تشریح کا ترجمہ مزید برآں سے کیا گیا ہے۔ (از مایہ)  
 ماسبق میں فرامی سے شہادہ و قسموں کی مثالیں بیان کر چکی ہیں۔ یہاں تیسری قسم کی مثالیں پیش  
 کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کے ابتدائی الفاظ کو تائید میں پیش کیا گیا ہے۔

وَصَدَّرَ بِعَظَمَاتِهَا عَلَى الْمُسْلُوبِ الذَّقَاجَ وَالْوَقْفَى بِعَافٍ عَنَّا كَمَا فَتَالَ  
 عَزَّ وَجَلَّ ۚ إِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ ۖ قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الْبَغِيِّ تَجَادُّكَ فِي  
 دَوْحِهَا ۖ يَا أَيُّهَا الشَّيْءُ لَمْ تَخْرُجْ ۚ

ترجمہ :- اور بعض سورتوں کو کاغذ کے ٹکڑوں اور چٹوں (ولے قرطبی) کے اسلوب پر یہ عنوان کے  
 شروع فرمایا جیسکہ اسورۃ خاتون کی ابتداء کرتے ہوئے (اولیٰ خاتون) کا لفظ اسورۃ کا وارث  
 ابتداء میں (قد سمع اللہ) اور سورۃ تھویم کی ابتداء میں (یا ایہا الشیء) فرمایا۔

قائدہ :- یہ تیس چارم کی مثالیں ہیں، وہ تمام سورتیں جو مذکور تین اصناف کے علاوہ ہیں، ان کا تقسیم  
 چارم کے ذیل میں آتی ہیں۔ رہا مسئلہ طول و مختصر کا تو وہ اہل البیرویات میں، محبت میں بیاد کی  
 چیز، بغیر عنوان، ہے۔ مطلب :- جبکہ میں لوحِ رقوں کے ذریعہ جب کوئی پیغام یا قرآن پھیلا جا تا  
 ہے تو مومنوں پر کوئی شرف و فخر نہیں قائم کی جاتی ہے، اسی طرح بہت سی سورتیں بغیر عنوان کے  
 نازل ہوئی ہیں۔ (وخطرہ بتل ان السورۃ التي خطوب فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 بوصفاته الجليلة نحو يا ايها الشقي ويا ايها المذنب ومن السور المصداقات بذكر  
 المرسل اليه واليه الله اعلم بالصواب) (وجہ اطلاع عبدنا بن بھن علی خطبتی امین)

و لما كانت تلك المصائد في فصاحة الكلام شهيرة عند العرب وكان من  
 علماهم في هذا القصائد، التنبيه، يذكرهموا في عجيبة و  
 ذقنا في هاتكة لغتنا الله عز وجل هذا الاسلوب في بعض السور كما  
 قال، والمضائق صفا، فالزاجرات خيرا، والذاريات ذروا





کے اور اگر جو اجماع الکلم اور منابع الکلمہ نہ پُر مکتب تھا، اور جو نہ تکیہ اور عظیم تجدیدات اور  
وہیکوں پر ختم فرمایا

فما جمع الکلمہ پر اختصار سورۃ کی مثال: فمن جعل مثقال حروہ بالاثین اہم  
کہ ہوں کی رکوع سے متعلق سوال کے جواب میں آثار دہائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: مَا مَزَلْتُ لَكُمْ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ: اَلْعَمَلُ بِالْإِثْنَيْنِ فَجَعَلَ عَمَلَهُمْ مِنَ الْإِثْنَيْنِ  
کہ اس سند میں اللہ جل شانہ اس باب جمع اور مفرد آیت کے حدود کچھ ہیں: ذیل فرمایا: ہر  
دوسری مثال: هَذَا يَنْفَعُ نَفْسًا وَبَشَرًا وَلَيْسَ لَهُ الْإِنْفَاءُ وَاحِدٌ وَلَا يَنْفَعُ لِرَأْسٍ  
از باب ۲۰: لَمْ يَكُنْ آيَتٌ فِي تَعْدِيهِ بَرَاءَتٌ تَعْدِيهِ تَوْحِيدٌ تَعْدِيهِ مَعَادٌ اور عقین بھی کہ دو کو بی  
حناج: وضع سریش چکر ہر حکم: اَنَالِي اَلْبَكْرَةَ لَا يَزِيْزُ اِنِّیْ كَیْ سَوَافِنِ كُنْكَو - فَلَا تَجْعَلْ هَذَا  
اَنْ تَحْكُمَ هِيَ اَلْاَصْحَابَةُ فِي اَلْعَمَلِ وَالْقَوْلِ - یہ بھی ہا گیا کہ ہے کہ مکتب قلب کی روشنی اور نوریت کا  
تا ہے جس سے اشیاء کی معرفت: عمل کو قلبے نورانی نصب ید و کہ بدہ: اَلْاَشْيَاءُ اَكْمَلَتْ دَرَجَةً  
بالبحر: مکتبہ ہیں کا مطلب اشیاء کو بہت درجہ ترقی پر وید و کرنا اور انسان کی مکتب کو جو بات  
کی پیچیدگی اور نیک کاموں کی عدم دہی و غفلت اقران ۲۰: ۱۰۰

حکمت: انکم سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: "محصل ہیں الفحی والافعال: مکتب کا اطلاق ہے  
ذیل معانی پر ہوتا ہے: و: جس و ہم اور نورق و جہان کی وہ حقیقت جس کے ذریعہ و تکرار و استقامت  
و یقین و برآں و نور و شمس کے بغیر: مکتبہ: طور پر خیر و شر اور حق و باطل کے درمیان تمیز حاصل  
جو کہ ہے یا ہوں کہ کو خیر و شر کے درمیان تمیز کی نظری استعداد و اندیشہ نورانی ہے: ۲۰ مکتب ہے

۱۔ ایک سفر میں حضرت عمرؓ فرمائی: اَنَا اَنْظُرُ فِيْ شَيْءٍ اَكْبَرُ مِنْ شَيْءٍ كُفِّرَ عَنْكَ وَ اَكْبَرُ مِنْ شَيْءٍ كُفِّرَ عَنْكَ  
والقو: ۲۰: اَقْبَلْنَا مِنَ الْفَجْرِ الْعَمِيقِ نَرِيْدُ الْبَيْتَ الْعَمِيقَ - حضرت عمرؓ کی فرمائش  
۲۰: ۱۰۰: اِنِّیْ اَنْظُرُ فِيْ شَيْءٍ اَكْبَرُ مِنْ شَيْءٍ كُفِّرَ عَنْكَ وَ اَكْبَرُ مِنْ شَيْءٍ كُفِّرَ عَنْكَ  
تمیز سوال تھا: اِنِّیْ اَنْظُرُ فِيْ شَيْءٍ اَكْبَرُ مِنْ شَيْءٍ كُفِّرَ عَنْكَ وَ اَكْبَرُ مِنْ شَيْءٍ كُفِّرَ عَنْكَ  
۲۰: ۱۰۰: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے جواب میں سورہ رعد کی آیت کی تلاوت فرمائی: اِنِّیْ اَنْظُرُ

اسی مضمون کو تعبیر کے لئے انا زید نے لکھی وہ العقول فی الدین، اس لکھی رشتہ جو پہلے اللہ کی  
القلب بخور لہ بہ، اس کے الفاظ استعمال کیے ہیں

اور یہی مطلب ہے امام، ملک اور اور زید سے قول وہ الحکمة الخفية فی الدین والصلوہ  
الذی هو سبحة و نور من اللہ تعالیٰ، کار ارشاد و بان یوق الحکمة من یلمہ  
و صلوٰۃ الحکمة فقد لوق خیرا کثیرا، میں ملک سے ذوق کہیں ملاستی، اس قلب کی یہی  
نورانیت مراد ہے، اس عقل و قلب کی کامل ترین کیفیت حکمت کہی جاوے نور بخش اور الہامی  
معرفت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ودیعت فرمایا  
تھا لیکن سبب استعداد اس کے مختلف درجے درجے ہیں آدم کے دوسرے نور اور کو عقل مل سکتے  
ہیں اور کئے، ہمارے ہر سے انوار و انوار اللہ من فانہ یفطر نور اللہ فرمایا گیا ہے

۷۲، وجدان صمیم اور ذوق صمیم کے خلق آثار و نتائج صمیمیہ اعلیٰ و اخلاقی اور ایچو باتیں  
جن کو سامان تیز خیر و شر کی فکری استعداد کی وجہ سے تشکیل کرتا ہے سورہ بنی اسرائیل میں  
ارشاد ربانی ہے، لا یحکم مع کلک انہ آخر فیمقد مذہبہم، عقد ولا وقصہ  
وبک من لا یحکم و الا یاہ و بالوالدین احسانا (تیسرا آیت ۳۱) ان سستہ  
کثور میں توجہ، والدین کی اطاعت و تعظیم جیسے مردہ سولہ اعلیٰ و اخلاقی ذکر کرتے ہیں ہر  
ارشاد و فرہ واذلکما الخ صبت، ہر ایک من الخمة ذلک کا مشار الہ و اس حکام مذکورہ  
میں روکھو کشف ۱۰۰، بیروت مہربان شیخ البندکتی، حکمت کا ترجمہ عقل کے کام،  
کیا ہے علامہ عثمانی نے لکھا کہ یہ علم و حکمت جو ہندو اقلاتی کی، ہم میں نہیں عقل صلیہ کی  
قبول کرتے ہیں، یہ مناسبت سے حکمت کا معنی، دینی کی بات، اور کام، بتایا گیا ہے چنانچہ  
قد بکنت نویس ان درید و منکس، ہجرت اللہ میں لکھتا ہے خلک کلاہ و عقلتک اونہ ترک  
عودتک الی مکررہ اونہ ترک من قبیح خفی حکمت و حکمہ، ہمیں سے سنت رسول  
خیر المصلوہ و السلام کو بھی حکمت کہا گیا کیونکہ آپ کے اقوال و سغنی آپ کی اسی دینی عقل اور  
ودیعت شدہ حکمت نوری کی ہیں، ہزار اور آثار و نتائج میں دینی شریعت کے سرسری نمونہ اور  
اس کی نہیں وائنق عین، حکمت کے اس پیر سے دلوں کو اس طرح سکھانے اور سمجھانے کا سامنا ہے

کہ چہرہ دل کی ایک تظاہری صورت، ہوتی ہے جس کا رنگ خاص ظاہرہ میں سے کسی کے ذریعہ کر دیا جاتا ہے پھر ان ظاہری صورتوں کی ایک کیفیت مستورہ ہوتی ہے جس کے اور رنگ کے لئے کمال و درجہ کی فراست و کلاوت اور قلب و روح کی نورانیت اور کائنات ہوتی ہے۔ جس کا منہ چہرہ نشین ہوتا ہے معانی حقیقیہ کا سمجھنا اس کے لئے اتنا ہی سہل اور آسان ہوتا ہے جتنی ہذا انقیاس احکام شریعہ کی ایک عملی و ظاہری صورت ہے جس کا ہاں ان کو مکلف کیا گیا ہے پھر ان احکام کے کی تہوں اور گہرائیوں میں کچھ۔ معنی حقائق، میں پی۔ معانی مستورہ۔ ان احکام کے مناسقات و اصول اور سبب و مقصد میں نہیں، حکم شریعی، کہا جاتا ہے حضرت شیخ البند نے و علیہم السلام والحق کہ میں حکمت کا ترجمہ کیا ہے تہ کی باتیں۔ اور عاشر میں رقم فرمایا، حکمت سے مراد اسرار خفیہ و دوزر لطیفہ ہے۔

**مثال مناجات الحکمہ مغربہم ایا تنافی الافاق و فی انفسہم حتی یجین**  
**لہم انہ الحق**، سورۃ آیت، اور ہم مغربہ دکھا دیں گے ایا تنافی الافاق ان کے گرد و نواح میں، اور خود انکی ذات میں یہاں کہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہ طرآن و نواح انکی جو کلمہ آیت میں انکی و انفس یا یہ وہی و اندرون آیات و شواہد کا تذکرہ ہے جن سے توحید کا اثبات اور حق کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکمت کا درسا زیوں سے جابا است اٹھتے ہیں لہذا آیت کو مناجات الحکمہ کہ مثال میں پیش کیا گیا۔

سہ آفاق اہیات الہیہ سے مراد رازی اور شافعی کے نزدیک وہ غیر العقول و فرق عبادت اسلامی فروعیت میں ہوتی کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم، در حضرت محمد، کرم رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقدس باطنوں تک صوب اور اس کے طرآن و کائنات میں پسر مومنین اور ہم و ایماناتی الادلہ منتقہ جاسن اہل انہا الالایہ، در نفس اہیات الہیہ سے مراد خلق تک اور شریکین کی حیرت انگیز جہاں اور جہیزیت ہے طر آری و شریکیت، در عاشر میں مذکور کیا ہے کہ انکی آیات سے مراد وہ واقعات

و خارجہ و داخلی ہوں جو پرہیزم الطبع شخص کو توحید و حکمت ہادی کے اعتراف کی دعوت دیتے ہیں جیسے کہ اہل سائنس کا بنی سہارہ، رازی کا دشمن کے تجربہ میں ایسا ایسا کہ فریب آکا اس کی تعریف اور

تہاں پیدا نہیں کیا تھا۔ سورہ منافقوں کی آخری آیت میں ہے: "وانفقوا صدقہ ذرقاتکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فلیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدقوا" (اور ان من الصالحین) (اور ان جو خدا کے فضل سے اچھے انسان بن گئے) کے لئے کیسا حکیمانہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ مستقبل میں ایمان لانے والی حسرت، جو منافق پر زرخ کے غہور دل انکسوں حقیقت کے لمحات میں، "افرنوس، کو دیکھیں جو گئی ہے اسکا گہ فرمایا پھر بھی" یہی فرمایا کہ جب وہ وقت موعود آجائے گا تو یہی حسرت (تمنا ہے سو دیکھو گی پھر تو تم جو گئے اور سلام الغیوب بس اسکی طرح) "ان الذین ایمان جہم ثم علیہم احسانہم" (اور ان کو انصاف دیا) "واعتوب فی القبور" (بھی تہدید پر فخر سورہ کی مثالیں ہیں۔ تاکیدی ہدیہ پر قسم سورہ کی مثال: "ثم لئن لم یوحی الی عن النعیم" (اور ان کے انصاف الصنف الاول) "ان الذین هذا لہو حق" (یقیناً قسمیہ یا سورہ بل العظیم) وغیرہ

یہ قدریہ طور پر انشاء سورہ الکواثر الیخیم العظیم الفائدہ البیہرہ من المومن

(حقیقی معنی گہر شہادت) تہدید پیش کرتا ہے۔ ایسی صورت میں جہنمیت و غیرہ کی ملکیت سے متعلق سارے علوم و فنون اور ساری دستیر و تحقیقات آفاقی آیات کے ذیل میں دھن و دھن اور انسانی اور انسانی دیات سے قدرت کی داستانیں مرور ہو سکتی ہیں جو ذات انسانی میں موجود ہیں یعنی جسم و اعصاب و جسم کی حکیمانہ ترکیب، تناسل، کو عیب و حریب نظام ہضم و معد و سائل مادوں کے اخراج و ایجاد کا نظام، نظام تولید و تناسل، و حیوان و غیرہ نظام ہائے قدرت کا جوں جوں انکسوں جوں جوں جائے انکی صفات و شکا و اجرا کر اعتراف حق کے لئے دلائل کھڑے کرے گا، "و فی انفسکم افلا تبصرون" (جیسا کہ مختلف مفسرین کہتے ہیں کہ کہہ دیا ہے چنانچہ جہنمیتوں میں موجود ہے۔

سفریہم آپاتنا فی الانفاق۔ افطار السطرات والارض من النیرات والشمس والقمر والنجیر، الخبثات والامشیار والافسک من الطیف المندوبہ والعقارۃ

والنسیج ویدوع من بیان النعم والامتثال كما أصدر ربنا النبي ابن جبرئيل عليه السلام  
 والمخبر قل الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى الله خير مما يجمعون كون  
 بين هذا النسخ في نفسه وان كان باطن وجهه وانما يسلوب كما أصدر مناصحه بنى اسرائيل  
 في ان سورة البقرة يا بني اسرائيل اذكروا الشكر لما بهن الكلمة ايضا وان بنى اسرائيل  
 بهن الكلام وانتم واهله على عظيم

مترجمہ۔ اور کبھی کبھی درمیان سورت میں، نہایت مفید اور نادر اسلوب کے  
 پہنچے دوسرے کئی مقام کا آغاز، تفسیر، احکامات و اتفاقات کی کئی خاص قسم سے کیا جاتا ہے  
 جیسے اگر خالق و مخلوق میں برائی، کے بیان کا آغاز فرمایا ہے، حق و نیکو، ایمان سے، پھر  
 پانچ آیتوں میں اس مٹل کو مؤثر ترین طریقہ پر اور نادر اسلوب میں بیان فرمایا ہے وہی  
 جیسا کہ سورۃ بقرہ کے درمیان میں بنی اسرائیل کی مخالفت کو، یا بنی اسرائیل سے شروع  
 کیا پھر اسے اسی کو پختہ بھی فرمایا، درخدا صحت کا، کئی کلام سے آغاز فرمایا اس پر اس کا  
 انتقام ایمہ عظیم مرتبہ کا خالق اسے

فقہ! مطلب یہ ہے کہ جب درمیان سورت میں کسی اہم مضمون کو ذکر کرتے ہیں  
 تو بہا و اتفاقات، مگر، یا، تفسیر، یا اتفاقات، سے اس مضمون کا آغاز فرماتے ہیں چنانچہ  
 خالق و مخلوق میں عظیم فرنی مراتب کے اہم مضمون کو محمد سے شروع کیا

سورة البقرة: قل الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى الله خير مما يجمعون  
 امن من النور والارض والسماء ماء من طهنا بعد ان الله يجمعنا  
 ان نكلم ان ننبئنا شجرها انا الله بل هم قوم خصمون امن جعل الارض قراشا  
 وحس خلاها انهارا وسى وجعل بين الفجرين حاجزا انا الله جل  
 جلاله يعلمون امن بحجيم: المصطفى اذا ما ويكتف انشور ويجمعكم فظنا  
 الارض انا الله قبل ما نذكر من امن بهديكم في طهنا البحر والبحرون

اور یہاں سورہ کی کراہی ہو گئی کہ... تسبیح... کے شروع کر کے کی مثال؛ سمجھنا اور ہیضہ  
 الارواح کلاھا امتاتہن الارض ومن النفسہم ومما لا یعلمون دیکھیں، کیونکہ یہاں  
 ہے۔ آیات النفسیہ، اور آیات النفسیہ کے ذریعہ حق تعالیٰ شہادت کی قدرت و وحدانیت  
 پر استدلال کا مضمون مذکور ہے۔ اور نبی اسرائیل کی فحاشیت کا آغاز، یعنی اسرائیل  
 کا ذکر و انصاف الحق النفس علیکم وان فلو بعدہن اوف بعدکم، الایات سے فرمایا  
 جس میں انصاف و انصاف ثابت ہے، یہی وہاں مذکور ہے پھر یہی آیتوں کے بعد انعامات کا تفصیلی  
 تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا، یعنی اسرائیل لا کرو النفس النفس علیکم و ابنہم  
 علی العالمین... یہی وہ آیت ہے جسے ذکر ثواب کی بنا پر اسے کے بعد اس مضمون کے اخیر  
 میں پھر ذکر فرمایا ہے، اس طرح کلام کے مبدأ اور منہار میں یکسانیت اور مناسبت  
 ہو گئی۔ اسی کو مد العجز عن الصدق... میں العافۃ منہا للفقہ... کہا جا رہا  
 ہے جو علم بدریج کی ایک متناہار حیثیت ہے جو تشریف منہا میں مبتدل ہے۔  
 مد العجز عن الصدق کی تعریف: جو لفظ فقرہ ازل (آزاد) میں آیا ہو اسی لفظ کو  
 بمعنیہ یا اس کے معانی و ہم شکل کو یا مشتق کو یا منسوبہ مشتق لفظ کو اور صورت فقرہ  
 میں ذکر کرنا، مد العجز عن الصدق... ہے۔ پہلی صورت کو دو المعجز مع الشکر کہتے ہیں  
 مثال عربی: آیت کریمہ... و غنق الناس واللہ حق ان غنقہ... اور دو مثال: آدمی  
 کو ماننا اچھا نہیں ہے، نظم ذات قد ہے آدمی در سر کج صورت کو... مد العجز عن الصدق  
 کہتے ہیں عربی مثال: سائنہ... ہر جہم مد... مثلاً... اور دو مثال: مانگ پنا سوار  
 ہے آج... جس نے کل دن یا تالیف سے مانگ اور تیسری صورت کو مد العجز عن

وہیہ متنبیہ یہ رسول المرکوبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مع اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل کو  
 امن بعدہ الخن ثمر بعدہ ما ومنہ برکتم من السما والارض اآلہ مع اللہ تعالیٰ  
 بوجہ انکم ان کفر منہ قلین ۱۹۵

مکہ کی جگہ سے نکال کر نہ والا لشکر والیفر ہونا ہے۔

الاشتقاق کہتے ہیں یہ عربی مشتاق۔ مستفرد اسم بکم اسمکان غناد، اور مثال: قرین صدق ہے طاقمبارا غیر دلا ہے: وقیب رکھتے ہیں گھر سے تبارے، گھر مقرب۔ اور چوٹی صحت کلام: العزم مع شبه الاشتقاق کہتے ہیں۔ عربی مثال قال لنا یقینکرمص الفایز۔ اور مثال: دیار وطن سے ہم کو کسی کے کیا ہے کام: ہر ہم اور تیری گلی، سر ہے اور تیری دیوار۔

وذلك صلاحيات اهل الدين في العمل باية ان الدين عند الله الاسلام  
ليكموه اعمال الخاتم وبقوله القيل والقال على ذلك الذي والله اعلم بحقيقته الخال.

اللعنة بديصور۔ لازم و مستعدی دونوں طرحوں پر مستعمل ہے۔ بصورت مجہول ترجمہ:۔ ذہن میں لایا جاسکے، تصور کیا جاسکے: بصورت معروف لازم ترجمہ ہوگا: ذہن میں آسکے، تصور ہو۔ المحدث اعطاه اسم معلوم و دعویٰ موضوع بحث۔  
قصہ چھ:۔ اور اسی طرح دونوں اول کتاب، دیہود و نصاریٰ کی عصمت کو۔ آل عمران کے اندر لاییت کریمہ: ”ان الذين آمنوا“ سے شروع کیا تاکہ محل اختلاف مذہب میں آجائے اور قیل و قال و سوال و جواب، یکے بعد دیگرے اسکا مدخل پر وارد ہو سکے۔  
اور موضوع بحث متعین ہو جائے: ”یعنی جیسے“ ”عصمت کے مضامین کا آغاز، نفاذات کے تذکرہ سے ہوتا ہے اسی طرح“ ”محلی اختلاف“ کے تذکرے سے بھی ہوتا ہے تاکہ ”موضوع بحث متعین ہو جائے جیسا کہ متن میں مذکور مثال سے ظاہر ہے۔  
تم الفصل الاول للباب الثالث بفضل الله تعالى فله العمد في التولاد والاخوة۔

**الفصل الثانی** قن جرت منہ اللہ عزوجل فی اکثر السور منقسمہ بالآیات  
 کما کانوا یقسمون القصائد الی الآیات غلیۃ الأعران بین الآیات والآیات فوکل  
 منہ لیتش لا لئلا ۱۰ نفس المتکلم والاہم الا ان الآیات مقبوعہ بالعروض والافاق  
 التوجیع الخلیل بن احمد وسقط الشعلی ۱۱ واما الآیات علی وزن وقافیۃ لجماع  
 ۱۲ یسجدون امر اضیجہ لاحتی ۱۳ فلیول العروضین لتفاعیلہم ۱۴ فواذہم للعبۃ الی ۱۵  
 العروضین ۱۶ واصطلاحی

ترجمہ۔ دوسری فصل (سورتوں کی بیانی تفسیر) اور ان کے متفرع اسلوب کے بیان میں،  
 اکثر سورتوں میں متذکرہ ذیل کا طریقہ، ان سورتوں کو آیات میں تقسیم کرنے کا ہے۔ جیسا کہ ابواب  
 عربہ قصائد کو اشعار میں تقسیم کرتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ آیات اور ایام میں فرق ہے  
 اگرچہ ان دونوں میں سے ہر ایک، خوبی یا بُرائی کی لطف اندوزی کے لئے چلے جاتے ہیں  
 لیکن شدائد عروضی و قوافی کے ساتھ مقدر ہوتے ہیں، چنانچہ بن احمد نے مدون کیا اور شعراء نے  
 ان کی حفاظت کی۔ اور آیات کی بنیاد پر ایسا جملہ آوازوں و قوافی پر چلتی ہے جو نظری ذوق کے مشابہ  
 و متشعب ہوتے ہیں۔ نہ کہ الی عروض کے آغاز، جملہ و تفاعیل اور ان کے ان قوافی سے پر جو  
 سنوئل (مردست) اور اصطلاحی ہیں۔

۱۰ و القصائد شیخ القصیدہ سات یا دس سے زائد اشعار کی نظم قصیدہ کہلاتی ہے۔  
 ۱۱ اگلا بوالشعور، کم از کم ۱۰ یا ۱۱ اشعار قصیدہ کہلاتے ہیں (۱۲) اس قصیدہ، ابیات شیخ ہیں

۱۳ الخلیل بن احمد بن جعفر والنواصب، فلان ذی کفیت اللہ عزوجل، ۱۴ انہو سیوہ کے  
 دستہ، حضرت عابد کلام، ہم عروض کے سبب، فی کاسی کے قسب و ذوق اور بیچ و دم کے  
 ایسے نام کہ عروض میں جیسے زمین فی کاسی سے استنباط فرمایا، قافیۃ ایسے کہ ناری ہر فرد گزرتی ہیں  
 گزرتی، سولہ و دہن، ابھر بجایا بالہے سولہ و دہن، ۱۵ و ذوق اول من  
 حسن بلحمد، ہر رسول حق علی ائم علیہم و سلم، کتاب العروض، کتاب الخواجہ، کتاب النعیم  
 و غیرہ قصائین آپ کی یادگار ہیں (و شاعر ص ۱)





[illegible]

وَسَمِعَ مَا قَعَّ مِنَ الْأَمْرِ الْمَكْرُورِ لِإِلَاقِ الْوَلَايَاتِ — وَنُفِثَ ثَنَابًا يَارِاقًا يَافِرُ  
الْأَمْرِ لَوْنَهُ — فَمَنْبُطٌ أَمْوَالُ وَفَعَّ فِي الْأَيَّامِ التَّيَّارِمُ — وَوَلَقَّ جَعَلَهُ الْفُطْرُ  
يَجْتَازُ إِلَى الْعَيْلِ وَاسْتَوْفَى تَهْنِئَةً —

الخاتمة :- منقح خالص کو روزی سے اُگ کرنا، التالف سے التیلا و التیلاہ ہر وہ کلام جس کو زخم سے بڑھا جائے، ضبط و زرع، سم سے ایسی طرح حفاظت کرنا، تو بول لینا، من جحدہ، اور اس سے مرعوم، کن تحقیق، جو آیات و دشوار میں مشترک ہے (اور ہم) اک اور عام کے مقابل میں، فرق کا لفظ، بولنے میں، پھر ان امور کو ضبط کرنا، جن کے آیات میں اشتراک ہے، تفصیل کے مقابل ہے، اور یہی (دو چیز) اشہر روایات کے (در بیان) یہ فصل کے درجہ گندہ، اندالہ تعالیٰ ہی تو حق دینے والا ہے۔

ف ۵۔ مطلب یہ ہے کہ آیات و اشعار کی ششہ کہ خواہ میں کی وجہ سے دو غنائت بنو  
 طبع اور سرور کا سبب بنتے ہیں اس کی تفسیق اور محکے نشانہ بنا، پھر ان محتارہ خوبوں کی  
 محکے پر کہ جن کا قرآنی آیات میں تو التزام کیا گیا ہے لیکن اشعار ان سے خطا کرتے ہیں یہ دروغ  
 ہر جہاں تفسیل طلب ہے۔

وہ جس نے اس کو پہلے دیکھا ہے، یہاں جا رہے ہیں۔ قلب میں مستعمل اور امتحانی مستعمل  
کمال اللہ مستعمل، والقلب میں مستعمل، فی جہاد مستعمل، گھوڑہ و مضون، اس  
کی مستعمل نہ کر کہ مستعمل ہوں یہ جانا مستعمل و مضون کا یہ جو ہے جسے اس کا نام ہے کہ  
وراثت ایک مستعمل و مضون ہے، کہتا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے اس کے معنی لافظی و حقیقی)

تفصیل عن الاجمال ان الغلط السليمة تدرك في الفصائل الموزونة الخلقية  
والاجزاء الزائفة واما لها الطفا وحلاية بالذوق واداءات حلت سببا في ذلك الخلف  
المدكور فليكن ورود كل جزء من اجزائه يوافق بعضا مفيد الذوق في نفس ائنا طيبا منظر  
مثلا حتى اذا وقع في نفسه بيت اخبرنا ان الاجزاء المعلوم ونحو الامر للمعطر تصاعفت  
لذلك تحتها واذا اتي قول البيان في الفا فميسر تصاعفت لذلك فكل اداة  
بالايات بمن السوفطرة قريبة للناس والاخرجة السليمة من اهل الاقايير المعتدلة  
معتقة على ذلك

ترجمہ :- اس مثال کی تفصیل یہ ہے کہ فطرۃ سیر، موزون ذوقی تمام امور نفس و غیرہ  
وغیرہ میں ذوق کے ذریعہ خصوصی قسم کا لطیف اور عام قسم کی مشاس محسوس کرتی ہے۔ اور ہم  
ہر طبقہ مذکور کے سبب میں غور کرو گے تو جانے کہ ایسے کام کا پایا یا جانا سبکے بعض اجزاء دیگر  
جنکے موافق ہوں۔ نفس کا طبقہ مکے اسی جیسے کام کے انتظار کے ساتھ ساتھ مفید لذت  
جو، یہاں تک کہ جب دوسرا شعر اس کے ذہن میں اجرام کے ذکر کوہ توانی کے ساتھ آتا ہے۔  
اور وہ اس فطرۃ تنقہ ہو جاتا ہے۔ تو اسی وقت لذت و بالا ہو جاتی ہے۔ اور جب دوسرا کافہ  
میں شعر کی جگہ ہی تولد نہ ہو۔ چہرہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس حالت کے پیش نظر شعراء بعض  
انفرد ہونا انسان کی قدیم فطرت ہے۔ اور محمد اقبال کے "حالت شمرے ذوق مد کے کلب  
اس پر متفقہ ہیں۔

ف :- ① الانبیاء کی بیج ہے۔ احوال کے موثر کمروں میں ایک۔ پرچہ  
مکمل ہے۔ لیکن چاہے کہ "مخطوط" سے پر کرنا پڑتا ہے وہی کو پرچہ کہا جاتا ہے۔ پرچہ  
والفہم و کویزہ کہتا ہے۔ ② "شعر" کا ایک۔ انتظام مطلق۔ میں قبول ہے۔  
تفہیم ہے۔ اس لئے کہ ماہر ہے۔ "وحدت انا و ورود کلام یوافق بعضا اجزائہ"

ترجمہ :- الامور الخدمہ و مترسہ۔ مقصد ہے کہ اشارہ و کلمات کے درمیان کا وہ امر  
مشترک جس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مخطوطا کہہ دیا۔ ام انکی تفسیر کے لئے لفظ "نہ ائمہ" ہلا کر دیا گئے۔  
کہ جو کچھ ذوق کی تائید ہے اس کے خلاف۔ و موقوف حلاقہ۔ جو پاپا ہے  
سوا کر رہا ہے مخطوطا کہہ دیا۔

بعضاً ایضاً لفظی غلطی، مخاطب و بوجہ نہایت نظر نہ لایا کلام لغز و شذیہ۔ یعنی تو  
تیس معلوم ہو گا کہ ایسے کلام کا وجود دیکھ اجزاء باہم موافق ہیں۔ مخاطب کی طبیعت کے لئے  
الفاظ انگریز ہونا ہے اور اُسے اسی جیسے دوسرے کلام کا متضاد و متناقض نہ دیتا ہے۔

(۴) عامل جہاد ہے یہ کہ سودوں و معنی اشعار اور مستخرج کلام میں، لفظ و علاوۃ کا اصل  
سبب۔ اجزاء کلام کا باہم موافق و ہم وزن ہونا ہے۔ لیکن توافق کی نوعیت اور اس کی شرائط ہیں  
شدید اختلاف ہے۔ چنانچہ اہل عرب قبیل کے اموز کے مطابق، توافق، کو پسند کرتے ہیں اہل  
ہند کا ذوق ان سے مختلف ہے۔ عرب کا اختلاف اقوام و اقسام اور انقلاب ازمیں کے اعتبار سے توافق  
کے معیار و اصول میں ہمیشہ تفاوت و باہمی ہے۔ لہذا کلام کی لذت و علاوت کا معیار، مطلق و موزونیت  
کو فروغ دینے کے لئے گاندھار و دینیت مقدمہ۔ کو جو کسی مخصوص قوم کی سن پسند اور کسی مخصوص طبقے کے ذہن  
پر (نوٹ: ہر سابق و لاحقہ دونوں جہازوں کا خلا ہے)

ثم وقعت في توافق الاجزاء من كل بيت وفي خفية الغاية للشذوكة  
بين الايات فذا هب مختلفة لزوم متباينة فكتا العرب واثروا وضعه الخليل بن احمد  
واوضحه ايضاً وانهم يدينون به فيهم وبقية محكمون في اختيار اهل  
كل زمان ووضوئهم كواطن

ترجمہ:۔ ہر شعر کے اجزاء کے باہمی توافق، اور اشعار کے مشترک خوان کی مشابہت میں  
مختلف تہذیب اور متضاد قوانین ہیں۔ لہذا اہل عرب نے اس قانون کو اپنا ہیجے قبول نہ وضع  
کیا تھا اور ان کے عہد دفاعت کی حق اور مذہب و ہر وی کرتے ہیں، ایسے قانون کی جہد کا بغیر ان کا  
ذوق، اور ان کی عظمت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہر دور کے لوگوں نے ایک عامی وضع اختیار کی  
اور مخصوص زمانہ پر ملے ہیں۔

(ماخوذ ہو گا کہ)  
الطویل، الشدید، الشیخ، وافر، رجز، زلی، رجز، مشرط، سمار، شہید، رفیع  
جنت، متعصب، متعصب، متذکر،

فاذا انتزعنا من هذه الرسوم والمازاد المذهب المختلفة امر الجاهل وتاملنا  
 الباطل المنتشر وجدنا الموافقة امر الخمينيا لا غير مثله بل ان العرب مقام  
 مستغنائ من فاعلین ومفتعائ وتعدون مقام فاعلین فاعلین وقاعلین  
 علی القاعدة ويجعلون موافقة ضرب بیت بضرب بیت لشر وموافقة  
 عروض بیت لعروض بیت لشر من المصحات ويجوزون فی الحسب وکثیرا  
 من الزخافات بخلاف شعراء الفرس فان الزخافات عندهم مستحبة

ترجمہ وشرح :- چنانچہ جب ہم نے ان مختلف قوانین و نظریات سے دو امر طبع "زعمہ نکرہ  
 کو اخذ کیا، اور (ن) یا دوسروں کے شعری راویں خود کہا تو ہم نے موافقت کو کس ایک قسمی چیز  
 پایا۔ (اور) کہیں یہ آیا کہ لطف و لذت اور مسرور و نشاط کے لئے، میں وجہ موافقت کہا  
 کا لہجہ۔ کئی ایک اصول کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود ان عرب اپنے اصول  
 سے ہٹ کر اشار کیے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں مثلاً سیف علی بن ابی طالب نے کہنے میں کہ  
 اس کی جگہ مفاہن کو ذکر کرتے ہیں اور ذکر کبھی اس میں کرتے ہیں اور اس کی جگہ پر مفاہن  
 کو ذکر کرتے ہیں۔ اور فاطمہ دوسری نہیں کہے اس کی جگہ فاطمہ اور زینب کہے اس کی جگہ پر  
 فاطمہ کو ذکر کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اس اعتراض میں ان اصل کو، اصول کے مطابق شہر  
 کرتے ہیں۔ اور (اصل سے) اعتراض کی دوسری مثال یہ ہے کہ ہر ایک شعری ضرب کے ساتھ  
 دوسرے شعری ضرب کے توافق، کو اور، ایک شعر کے عروض کے ساتھ دوسرے شعر کے عروض کی

سے وہمنا (اور) (العروض المنتشر) توافقاً خمینیا ہے۔ جیسا کہ خود اقرآن علی کی اہل مہارت  
 وبالجملة فانہ العروض ترک موافقة خمینیا لاموافقة حقیقۃ ہے ظاہر ہے۔  
 سے۔ زعمات یعنی اعتراضات من اصل ہے جسے اصطلاح میں علة کہتے ہیں

مواظقت۔ گواہ امور میں شمار کرتے ہیں۔ (وہی کہ اگر ایک شریک عرب یا عروسی میں زمانہ ہو تو دوسرے اشعار کے عروسی و مہر میں بھی نہ عاف ہونا لازم ہے۔ گویا انھوں میں اصل کی میں حد ہو گئی ہے جس کی لطف و لطافت میں کوئی کمی نہیں آتی اس وجہ سے فرمایا کہ لطف و مہر کا سببی توافق تحقیقی ہی ہے۔) اور (سرور و لذت کا مبنی توافق تحقیقی ہی ہے اس کی ایک دلیل یہی کہ اہل عرب مشعر میں بہت سی نہ عافیات۔ مگر جاننے کہتے ہیں کلمات شعراء فارسی کے کردہ وہ عافیات۔ ان (فارسیوں) کے نزدیک محبوب ہے۔

ف۔ المترق المتعبر یعنی وہ۔ مشرک بخوبی، اور، معزز نہت مطلق، جو تمام ہوزوں کلاموں میں پائی جاتی ہے اور باعث سرور و لطافت ہوتی ہے۔ مواظقت یا توافق سے مراد کلمات کا باہم تناسب و یکوزن ہونا ہے۔ توافق کی دو قسمیں ہیں۔ تحقیقی و توافق تحقیقی کلمات کا باہم تناسب جو کسی زبان کے مخصوص قواعد و رسوم کے مطابق ہو جیسے عرب کی جہوں کے مطابق عربی اشعار کے کلمات کا تناسب، یا اردو و عظیم عربی کے مطابق اردو اشعار کا تناسب۔ توافق تحقیقی کلمات کا اپنا ادنیٰ و عجز کی تناسب جو کسی ایک زبان کی مخصوص رسوم و قوانین سے آزاد ہو۔ منوم ہوا کہ تحقیقی تناسب ہی اعلیٰ قدر میں سے خارج ہوتا ہے اور تحقیقی تناسب رسوم و قواعد کا پابند ہوتا ہے۔

معرفت یافتہ نے اسی توافق تحقیقی کے لئے جو ہر زبان میں اعلیٰ زبان کے ادنیٰ و جدا کی کے مطابق موجود ہوتا ہے اور اعلیٰ زبان کے عذات و سرور اور نرمت و لذت کی چیز سمجھتے ہیں، اہل عرب میں، المترق المتعبر کی تعبیر اختیار فرمائی ہے۔

سے افقہ الشاعر قیئدۃ علی عروسی اور موسم معلولہ فعلیہ اجماعاً بجمع ایسا نہا کنند۔ (وہی کہ باقیہ) ولا یجوز تنويع العروسی والاضوب۔ (مترق متعبر) مثلاً اور نقص ایسے نہ عاف ہیں جو اہل عرب کے یہاں مشوں پرائج ہیں۔ مگر اہل فارس کے یہاں ان کا وجود نہیں ہے (وہی کہ) مترق متعبر۔

سے هذا القمیل ما افارنی الشیخ فہو لعلہ لجلالہ تعویذ



قبیلہ جس رکن کا پانچویں مرتبہ سبب خفیف کا جزو بن رہا ہو اسکے پانچویں مرتبہ  
سبب کو ساقل کرنا قبیلہ کہا ہے جیسے "قحول"۔ "موت"۔ "ن"۔ "کوگرا"۔ ایسے رکن کو پہلی  
کہتے ہیں۔

بکر رملی: جبکہ وزن چہ بارہ فاعلاتی ہو۔

نوٹ: فاعلاتی قبیلہ کے بعد فاعلاتی ہو گا۔ ہے۔ اور قبیلہ کے بعد فاعلاتی بن جائے گا۔  
غریب: شعر کے دوسرے شعر کا آخری رکن جیسے "گزشتہ ماضی کے شعر میں" "وطلعا" اور  
"ہنحسبنا"۔ غریب کا بیچ غریب اصواب اور اضرب آتا ہے۔

ابتداء: دوسرے شعر کا پہلا رکن۔

عروض: پہلے شعر کا آخری رکن۔ صدر پہلے شعر کا پہلا رکن۔

حشو: صدر و عروض اور ابتداء و غریب کے درمیان والے ارکان کو منو کہتے  
ہیں۔ ان چودہ اصطلاحات کو زمین میں رکھ کر نظم یا اس کے ترجمہ پر نظر ثانی کیجئے ان کے لئے  
مطلب کا سمجھنا آسان ہو گا۔

وَكُنْ ذَلِكَ تَمَثُّلُ الْعَرَبِ إِنَّ كَفَتْ الْقَافِيَةُ فِي بَيْتٍ قَبِيْرٌ - ان يكون  
في بيت آخر من غير بخلاف شعراء العجدة وكذا ذلك شعراء العرب يبدون  
حاصل ودخل ونزول من قسم واحد بخلاف شعراء العجم وكذا ذلك وقع  
كثير في المصراعين بحيث يكون نصفهما في مصراع واحد ونصفهما الآخر في  
مصراع آخر ويصح عند العرب الاعتدال العجم وبالعامة فان الامر المشترك  
هو القدر تخمينية لا موافقة حقيقية -

لہ بکر رملی کی مثال، واذ ارایہ مجید زنت: نفی الصدق علیہا فتواھا۔  
عہ واطعہ مفاعیل کے وزن پر ادق حسباً مستعان کے وزن پر ہے۔

نہ عروض: ۱۔ کہ قولہ نصف من العرب اقرب: نسبة الاستعانة الى العرب غير  
مستحسن فان الاصل عند ما يكون المثل من جنس واحد عروض باقافية مثلاً والصحيح  
ان يكون العمل - مستحسن - مثلاً فان الفاعل - ورمض شعر العرب - امن مكراند -  
فالقوله العمل - مستحسن - لا مستحسن العرب -





شعر میں ولو بچوں یا یا بچوں و دوت ہو تو دوسرے میں واؤ معروف یا یا معروف میں عجیب ہے  
 یہ لوگ فوز اور گور یا رفیع کو جہوز نہیں مانتے ہیں تو نو و میر جہاں واؤ اور یہ را کا فرقت کو مکر  
 گوارہ ہو سکتا ہے۔ قولہ خامولہ لعل بہ الف ظ و حقیقت قوافی نو مستر میں ان کلمات کی مثال  
 میا جہن میں ناسیس پائی جاتی ہے۔ تاسیس حرف رد و نفی (قافیہ کا آخری حرف ہجو شعر میں آجاتے)  
 سے چلے کا اب الف ہے جس کے بعد حرف رد و نفی سے پہلے ایک حرف تحرک بھی ہو جیسے سائل و جان ہے۔  
 عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شعر عرب قوافی نو مستر کو مستقل ایک سبب قرار دیتے ہیں اور غیر نو مستر  
 کو اس کا جہوز نہیں مانتے ہیں۔ لہذا جس نظم کا قافیہ تاویل و داخل وغیرہ ہوا اس میں بسط بھی وغیرہ  
 کا قافیہ مہربانہ کے برعکس شعر اول کے یہاں نو مستر و غیرہ جو مستر میں کوئی حرف نہیں ہے مثلاً  
 مانظ شیر نوری کہتے ہیں۔ شعر

گرچہ درہیت پراز سیم زما پیر دوست نہ رفتن آندان بود، در واقعیت شعر کا ہر قسم  
 تقدیر صحت پر دفعہ دہشہا عکازت۔ یہ ترنمب و او زردی قہر با غلج با سٹن  
 و کذا فلک وقوع با بین شعرا عرب کے یہاں بھی ایک کلمہ کو دو شعر جو زیر لانا جاتا ہے جبکہ  
 شعر اول کے نزدیک نا جاتا ہے۔ منہی کہتا ہے۔

نوری المسلمین مع المشركين۔ یہاں العجز و اسلاط۔ شرکین کا فون دوسرے شعر میں  
 آگیا۔ اس طرح اسباب الضعيف والحق الکعب۔ زکو الخلاقه و مرقه المفقہ میں الکعب کا راء  
 دوسرے شعر میں ہو گیا۔

کثیر قابل حشر اولیٰ و یب غر و مغر کا ذریعہ ایک دوسرے کے ساتھ بنا رکھتے آہٹا ہے۔ شاعر مجبور  
 مراد کبھی کا شعر ہے۔

ہو تک نہ دلت غیرت سوز محبت چوک دے : اب کبھی ہم وہ نظریہ ہم کے کہ بل بلے  
 یہ بھی کیا منظر ہے ترستے آیتا نہ ہتے دلیا قدم : کبہ ہا جوں دوسے متزن کو میا تر لے  
 موانع محو ملی جو تر کہتے تھی۔ چاک کر بیٹے کو پہلو کو چھوئی : یوں ایک عالمی دس حشر کے  
 رات چھٹ چھٹ نہ جھٹکی کی : وار بہت باہر دس خرگشت

[illegible]

نعمات والاقتدارت عامل کرنا ایمان جس کی وجہ سے سزا دینا آواز، سر پہرہ  
نعمان نعمہ (ریح النور) کی وجہ سے گارے کی آواز، رنگ، شعبہ ریح، شعبہ شہبہ  
کی وجہ سے نرود، درخشش، ترجمہ، اور ای طرح قوس کا انفاق ہے فصول بد پرورد  
لئے آفرینے پروردگار کے اس قدر قادیان کا انفاق محفوظ ہے

فائدہ، شکر گزار کے حسیں، دوا کے حصول، اللہ کے بارگاہ، خلق کو سونپ دینے  
 ان کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب شکر گزار کے فرائض ہیں اور ساری زندگی ان کے فرائض  
 پر ہیں۔ ان کا ذکر کرتے ہیں، شکر گزار کے فرائض، شکر گزار کے فرائض، شکر گزار کے فرائض۔

وقد استنبط اليونانيون اوزاناً له توهها بالمقامات كانت تحتزجوا منها  
أصواتاً وشعباً وذكروا لا نفسهم قد استنبطوا التفصيل

ترجمہ۔ اور یونانیوں نے کچھ اور ان استنبط کئے ہیں جن کا نام ان لوگوں نے مقامات نکما  
ہے اور ان سے بہت سی آوازیں الہ شعبے نکامے ہیں۔ اور اپنے لئے ایک بہت مفصل فن  
مذہب و مرتب کیا ہے۔

ف: قولہ وقد استنبط اليونانيون مقامات مقامات المصباح الیم، کہ تبع ہے جس کے لغوی معنی ہیں:۔  
کھڑے ہونے کی جگہ۔ اور یہاں فن موسیقی کی خاص اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے۔  
موسیقی صنف آتا ہے مختلف ہو کر ہے۔ جیسا کہ ہم کے یہاں۔ بارہ رجولہ کے مطابق ہاں مقامات ہیں

وہاں شہرہ پہلے موسیقی میں فن ہے جس میں فنون کی باہر مناسبت یا مناسبت کے اصول اور افادات  
کے کئی احوال سے بحث کی جاتی ہے جن میں وہ شکست اختیار کرتے جلتے ہیں جاکر بیان کیا جاسکے کہ اگر کسی شہر  
بنایا جائے تو موسیقی کی بناء پر قول امام قرادین دہلوی حضرت میلان کے فراموش شدہ حکم فیض انور سے  
سے ہوتی ہے یا پھر حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام سے۔ فن موسیقی کے پختہ ہونے کے ہاں سے فرنگی  
قول نظر سے گزرتے ہیں، افلاک کو اکھٹ کی دکھن آواز کہتے ہیں کہ تنگ کی بھی آواز ہوتی ہے جو کھڑکی  
کے فنون سے کہیں زیادہ و ظہر سے مسکو گزرتی ہوئی ہے۔ (۱۲) قفس نایابی چڑیا کی آواز۔

قفس یرنات لغز ہے۔ یہ کوئی عجیب و غریب چڑیا ہے کہتے ہیں کہ پھر ارسال کا کمر ہا ہے۔ اس کا چوڑا  
نہیں ہے۔ اس کے چوڑے من میں سوسائٹ سورن ہوئے ہیں جب اس کی موت کے دن قریب آتے ہیں  
لکڑیوں کی ڈھیر میں بچے سر دھک الیہنا شروع کرتے ہیں۔ اور اپنی آواز سے مست ہو کر اپنے پر وں کو  
ٹڑی سے بڑھاتا ہے تو اس کے پروں سے آگ کی چمک دیاں نکلتی تھیں، کیا جس سے مل کر نہ کر سہو  
ہو جاتی ہے۔ فدایت خدائندی کا کہ شمع ہے کہ صہٹ بارش ہوتی ہے تو اس رات کو جس ایک انشا پیدا  
ہو جاتا ہے جس سے قفس پیدا ہو جائے۔ قفس کو موسیقار بھی کہتے ہیں۔

(۱۳) مطلق آواز کو بھی موسیقی کا نام دینا چاہیے

جیکے اسماء و خصوصیات و مزاج ذیل ہیں۔

اولیٰ راست، دوم اصغیان، سوم عراق، چہارم کوچک، پنجم بزرگ، ششم جہاز، ہفتم بوسلیک  
ہشتم عشاق، نہم کسینی، دہم زرگونہ، یازدہم نوا، دوازدہم رہادی، واپس مقامات در پلانہ  
برونج مغرب مسافرتند۔ راست مغرب است باطل و اصغیان با ثور و عراق با جوز

و کوچک با سلطان، و بزرگ با اسد، و چهارم ب سبب، و بوسلیک با میزبان، و عشاق با مغرب، و کسینی با دوس  
و زرگونہ با بعدی و نوا با قلوبور و کوا با ثور، و این مقامات روز و گھڑ و خاصیت با اسمت چنانچہ  
عشاق و بوسلیک و نوا و کوا شہادت میدهند، و راست و اصغیان و عراق قیام و نوا آرد، و کسینی  
و جہاز و ذوق و شوق الزام و بزرگ و کوچک و زرگونہ و نوا و و طالع آرد۔ یہ بارو

مقامات اصول کی حیثیت رکھتے ہیں اسی فروغ مرشد میں ورنہ ہٹ

**و اهل الهند نفعوا و انت نفعنا و قرعوا احتیاجنا**

ترجمہ: اہل ہند نے چورنگوں کا مرغا لگایا اور اس سے بہت کی رنگتیاں نکالیں

الحیدر اور ست مقام بموجب اصطلاح امام ہند بمنزلہ راکت آیت وایم و ذرا آرد مقامات مذکورہ  
است و چہار شعبہ اسوی حساب سادات مشہور روز و ازہر میں ہر مقام دو شعبہ دار دیکے اندر  
ہے کسی اس مقام شیر و دیگڑے از ہند کی اس مقام پیو امی شود۔ و شعبہ مرکب اصطلاح ایام ہند ہند  
راگنی است۔ و ہر شعبہ چند فہم یاد آرد کہ تعداد فہم با بموجب تعداد ایام سال کی عدد و نصف است  
مقام اول راست شعبہ اول مترشح۔ دوم پنجگاہ ہر دو مرکب ہند پنج و پنج نفع۔ و ہر شعبہ بن  
شعبہ اول ہر مرکب ہر پنج نفع۔ شعبہ دوم نہا اور کت مرکب ہر پنج نفع مقام سوم و کت شعبہ اول  
مختلف را از لڑکی عراق نیز گویند مرکب ہر پنج نفع۔ شعبہ دوم مغلوب مرکب ہر پنج نفع۔ مقام  
چہارم کوچک شعبہ اول و کت مرکب شش نفع۔ شعبہ دوم میان مرکب ہر پنج نفع۔ مقام پنجم  
بزرگ شعبہ اول ہر مرکب دس مرکب از چہار نفع۔ شعبہ دوم نہفت و اس مرکب از دو نفع و نصف  
مرکب از دو نفع۔ مقام ششم جہاز شعبہ اول مرکب ستر نفع۔ شعبہ دوم ہشت و نصف نفع و نصف  
بعضے ہر نفع۔ مقام ہفتم بوسلیک شعبہ اول شیران مرکب ہر دو نفع۔ دوم میان مرکب ہر پنج نفع۔









اللغات والاموال کیمب :- لفظ ارادہ شرط ہے جس کی جزا نظر رکھ کر ہونا مرصوف اور  
 انڈی اس کی صفت ہے تو ایب مشکت سے مرصوف صفت میں حضور کلمہ تنظیم ہے۔ ان احلاق  
 الخلق سے مراد کلام کا صیغہ ہے۔ پیرا کرنے والا۔ قبضہ میں غلاب مشکت مانگ۔ قلوب طالب  
 کی چین ہے۔ سناچہ فرد۔ مراد اصطلاح تو انہیں چھوڑی جزئیات کے حق میں فرد کے قائم مقام ہیں یہاں  
 ضبط مضبوط سے نفس ماضی۔ لفظ واکر الذہن کی جمع ہے۔ لفظ واکر۔ لفظ واکر جمع ہے حالت عمار  
 فوقی و ویرانی حالات ہیں۔ مشتاق ذائقہ ہے اسم ظرف ہے سبب۔ اصطلاح اسم مفعول ہے  
 اصطلاح سے۔ ہوا لفظ جزا جو ہے۔ التمسک ہو کر۔

ترجمہ :- جب حضرت خلاق جل شانہ نے اس انسان سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا تو ایک مشکت خاک  
 ہے تو اس اجمالی شے پر نظر فرمائی (رعایت فرمائی) وہ ان قوانین پر جو کسی ایک قوم کے نزدیک پسندیدہ  
 ہیں نہ کہ دوسری قوم کی نظر میں۔ اور جب مالک الملک نے انسانوں کے طرز پر گفتگو کرنا ارادہ  
 کیا تو وہ عام اصول کی رعایت فرمائی جسے تو فی تحقیق کہا جا چکا ہے، ذکر ان اصولوں کی جزئیات  
 اور احوال (و اذواق) کی تبدیلی سے بدلتے رہتے ہیں، اور ان اصول کی پابندی کا سبب —  
 جکی اصطلاح مقبول کی گئی ہے — مجزا اور جمل ہے۔

فائدہ :- انڈی ہو قیضہ سے اشارہ ہے حقیقت انسانی کی طرف۔ مقصد انسان اور اس کے  
 خالق و مالک کے درمیان نسبت کا بیان ہے کہ وہ تو سربا کمال قدرت ہے اور یہ جس سے غلطی  
 نہ پڑا مشکت خاک اور بے بس و احتیاج محض اور ضبط ذلت ہوا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
 انسان سے ہم کلام ہونے میں ایسی جہتیں اجمالی اور اساسی چیز کی رعایت فرمائی ہے جو عام طور پر لوگوں  
 کے ذوق و وجدان سے ہم آہنگ ہوتی ہے، اور عام طور پر سبھی زبانوں میں نشاط و دلچسپی کی چیز بھی  
 جاتی ہے۔ حاصل چو کہ انسان کو علم اور ضعیف پیدا ہوا ہے اس لئے وہ دنیا و امور کی سطح گفتگو میں  
 بھی سہارے کا محتاج ہوتا ہے۔ لہذا اپنے کلام میں علالت و سہاس پیدا کرنے کے لئے اصطلاحی  
 اصول و بخیر کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اس کے برخلاف مشکم اذنی جلی بلانہ مجزا و جمل سے پاک  
 و منترہ ہیں۔ لہذا قافلہ کے سہارے کی ضرورت اسے نہیں ہے و حاکم جلی قول الامام ابن الحنفیہ  
 الی القوافل میں بعض جزا انسانی و جملہ فائدہ لا یقتدر علی تحصیل الحسنیہ لا ھنا لی کلہ

بغیر توسط القواعد و کون الله تعالی قادر علی کل شیء قدر حاجتہ الی دعاہ القوانین  
 لخصمیل الحسني الاجمالي المعونہ ص ۱۰۱) کہی وجہ ہے کہ مرتبہ خود ربط سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ  
 نے جس نے انشاء و کمال فصاحت و بلاغت کا ایسا نامور و کثیر شاہکار پیش کیا ہے جس نے میدانِ  
 بلاغت کے بڑے بڑے شہسواروں کی گردنیں جکادیں، ویو جیسے ازل و ثمن بھی اس کی عظمت  
 و شیرینی سے بے غور ہو کر بولی اٹھے، ان لہ لتخلو و ان علیہ لتلوا و انہ اعلا العرش  
 و ان اسفل المعین و ما هو قون فیہ و۔

و تحصيل الحسني الاجمالي بلا توسط تلك القواعد - بحديث  
 لا يفوت في الأغوار والأنجاد من البياني شيء ولا يضيع في كل سهل  
 وجبيل من الكلام معجزة ومفجرة۔

اللغات و اقوال فلوک صحیح ہے لیست یہ لہ آخیاد نجد کہ صحیح ہے بلند میں مجموعہ کے کلام  
 مواقع کلام ہیں۔ سهل و جبیل تشبیب و قرار۔ مفجہم ایشام سے خاموش و لا جواب کر دینا۔  
 ترجمہ: بسا اوتھیں اجمال کو ان (اصطلاح) قوانین کے بغیر کہ اس کی کہ بلند یوں۔ اور  
 ہستیوں میں بیان کا کوئی حصہ غرت و جو۔ اور کلام مرزوم و مستطوع میں میں مناسبت نہ رہتا۔  
 عاجز و لا جواب کرنے والی ہے۔

فائدہ:- دیگر عبارت کہ اصل فارسی بھٹی شین نظر رکھنی چاہئے۔ و بدست آوردن سخن عالی  
 بغیر توسط آن قواعد و بیجہ کہ در اغوار و انجاد بیانی از دست نہ رود و در هر تشبیب و قرار  
 ضابط نشود بخیر و نظم۔

خیال رہے کہ اغوار و انجاد بیان کی طرف اور تشبیب قرار سخن کی طرف مناسبت یہ ہر دو بیان  
 اور سخن کو قابل بنانا ہو گا جو فارسی ترکیب کے لحاظ سے کہ زیادہ مناسب ہو گا۔ کیونکہ فارسی  
 ترکیب میں بجا مستطاعت جس میں سب سے پہلے قابل ہی کو لے کر ہیں جبکہ ہم اضافت والی ترکیب  
 میں بار بار مقدم اور قابل محو ہوتا ہے جو خلاف اولیٰ اور فیہ لہ (الفاظ) سے ہوتا ہے۔

بتدرجہ کا نیا ہے کہ میں طریقی نقلی اصول کے پیش نظر اضافت والی ترکیب غلط ہوتی ہے اور طریقی  
عملی کلام۔ لہذا حق امتناع ہے کہ ترکیب منافی ہی ہو۔ کیونکہ اس صورت میں ہر دستہ تردد  
اور متنازع نشو و نما قابلِ ضمیر ہے مگر جس کا مرتجہ جس اجمال و ہموکا۔ اور کسی موضوع بحث بھی  
ہے۔ ورنہ بیان اور کننا عمل نہیں ہے جو بحث سے خارج ہیں۔ لہذا مترجم و مستحق کار شریف کو  
بیشیہ باطل ذکر کرنا چاہیے نہیں ہے۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم عربی کے ضمن  
تو نہیں پایا بند نہیں ہے پھر بھی اس میں عربی کلام کی جملہ خوبیاں موجود ہیں جو قرآن کریم کا ہی جائز

وَاِنَّا نَتَرَجَّعُ هُنَا مِنْ جَوَابِ الْحَقِّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَنِ ذَٰلِكَ الشَّيْءِ  
اَصْلًا وَانْتَقَلَ اِلَى قَاعِدَةٍ. وَتِلْكَ الْعَايِدَةُ اِنَّ تَعَالَى اَعْتَبَرَ فِي  
اَكْثَرِ الْمَسْئُورِ مُتَبَدِّلُ الصَّوْتِ لَا الطَّوِيلِ وَالْمَدِيدِ مِنَ الْبُحُورِ وَ  
كَذَٰلِكَ اَعْتَبَرَ فِي الْفَوَاصِلِ انْقِطَاعُ ..... النَّفْسِ بِالْمَدَّةِ  
وَمَا تَعْمَلُ عَلَيْهِ الْمَدَّةُ لَا قَوَاعِدَ فَنِ الْقَوَائِي -

ترجمہ :- اور میں یہاں حق پرمانہ و حقان کے اس طرز کو اختیار کرتے ہیں ایک ضابطہ انداز و استناد  
کرتا ہوں اور ایک خاصہ کی طرف مستقبل ہوتا ہوں اور وہ قدر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر سو  
میں آواز کے اُچار و اُچار کا اختیار کیا ہے ذکر بحر و مد کا اور انکی طرح تو صیل میں مدہ اور  
اس کے معنی پر سانس کے ٹوٹنے کا اعتبار کیا ہے۔ ذکر فنِ قوائی کے اصول کا۔

قائدہ :- قرآن کریم کے مذکورہ اسلوب کلام کی تعبیر کے لئے مختلف مقامات پر یہاں ایک ضابطہ  
پیش کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیات قرآن کے دو حصے ہیں (۱) خود میں (۲) تو اصل کے علاوہ  
بقیہ حصے میں دو حصے ہیں اکثر سورتوں کے اندر اشعار اور قطعوں کی بحر و کلامت کے تجا  
س کا لانا دیا گیا ہے کہ تلاوت کے وقت آواز کا اُچار چھوڑ کر کشش اور دلکش ہو۔ تو اصل  
میں اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ سانس جرو و ف مد (الف) قبل مضمرات و ذوق قبل مضمر اور یا  
مقابل مکسور) وہ ان کے معنی پر ٹوٹے۔ حرف مد الف پر حرف تو اصل کی مثال یہاں لکھا



آواز کو بڑھاتے تھے۔ اور بدھوت کے لئے یہ روف معاری ہوتے ہیں۔ لہذا ان کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ اقصیٰ، فتح، شک، پیچہ، جہرہ ہر

قابلہ ۱۔ سیوٹی نے زیادہ تر فو اصل کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ کچھ فو اصل ہی طرز سے آگے ہیں جیسے سورہ شمس سورہ قنآن اور سورہ کوثر وغیرہ۔

**ایک قائل** ۱۔ عذریہ سیوٹی اور شاہرہ کیجے بیان میں تھوڑا سا فرق ہے اُسے بھی ذہن نشین کر لیں۔ سیوٹی نے حروف تہ کے ساتھ حروف تہین کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اس حیثیت سے سیوٹی کی عبارت میں شاہ صاحب کی عبارت سے زیادہ جامعیت ہے۔ اور نہ تو وہ فو اصل میں جو حروف تہین پر ختم ہوتے ہیں چھوٹ جاتے مثلاً سورہ البیضاء کے فو اصل شاہ صاحب کی عبارت میں نہیں آتے ہیں۔

لیکن دوسری حیثیت سے شاہ صاحب کی عبارت زیادہ جامع ہے کیونکہ اس میں حروف تہ کے بعد والے کے لئے ما، ن، ت، ح، ط، ی، ع، لہ، اذ، ف کے الفاظ ہیں جو یہ یہ لہ، و، ی، ح کے ساتھ شعبان اور عجیب بھی داخل ہوتے ہیں جبکہ سیوٹی نے صرف نوں لفظ کا تذکرہ کیا ہے۔ جس میں مجید و عجیب بھی نہیں جوتے ہیں۔ اس لئے شاہ صاحب کی عبارت کے ساتھ سیوٹی کی عبارت پر نظر رکھنی ضروری ہے۔ وائے و علم بالقول۔

**قاسم** ۱۔ فاصلہ کسی آیت قرآنی کا وہ آخری کلمہ جو دوسری آیت کے آخری کلمے کے مشابہ و شریک ہو۔ قال المناض ابو بکر الغزالی اصل حروف متشاککہ فی المقاطع یقع بہا المنہام الممتافی۔

والانفان فوج منہام ۱۔ اور کبھی کسی آیت کے آخری کلمے کو قماش و متشاکل سے صرف تذکرہ کرنے کے لئے قاصد کہہ دیا جاتا ہے۔ الفاصلہ کلمۃ آخر الاية کفاقیۃ الشعر والغریبۃ، ۱۔ المتجمع ۱۔ التحد اور آخریات کا یہ نام۔ وہ ہم السیدہ کی آیت کریمہ ۱۔ یکتا ب ۱۔ فقیہات ۱۔ آیات ۱۔ قرآن ۱۔ غیر بیت سے ماخوذ ہے۔ وجہ تسمیہ ۱۔ و تفسیر خواصل الاية ۱۔ فیقول عندہ انکلاما ۱۔ و ذلک ان آخر الاية ۱۔ فمسل و ما بینہا و بین صاحبہا۔

تسمیہ ۱۔ نو اصل قرآن کریمہ ۱۔ قافیہ ۱۔ کہنا ۱۔ اتفاق ۱۔ اور ۱۔ سج ۱۔ کہنا ۱۔ جہرہ ۱۔ نزدیک ۱۔ زیادہ ۱۔ کیونکہ قافیہ کے لئے کچھ مخصوص اصول ہیں جو کچھ کی پابندی نہ کرنا نہ تو اس نے حکم ہے اور نہیں









کی قوت سے سب سے برابر نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے اس محدود دائرہ میں تعداد حرف و کلمات کی حد نہ کیا  
تفہماً مناسب نہیں۔ بلکہ قوت محدود ہے تاکہ سمجھنے کی سیاق و کلف انداز ہو سکے۔ چنانچہ قرآن  
میں اتنی وسعت رکھی گئی ہے کہ دوسری نگاہوں کی بلکہ شے درج آیات تک کی کمی بیشی کا کلف  
شائع و مقبول ہے۔ اور آثار و استنباط کا اختلاف یا ارکان کا باہمی تقدم و تاخر بھی ایسی نگاہ  
نہیں۔ تو لہذا ہر قدر منشی ای شائع میں الناس لاصحابہ اللہ۔

فَجَعَلَ لِمُتَدِّدِ النَّفْسِ الَّذِي مَعْلُومٌ وَقِسْمُهُ ذَٰلِكَ عَلَى ثَلَاثَةِ اقسامٍ  
طَوِيلٍ وَمَتَوَسِّطٍ مَّقْصُرٍ اَمَّا الطَّوِيلُ فَهُوَ سُورَةُ النَّاسِ وَالْمَتَوَسِّطُ  
فَهُوَ سُورَةُ الْاَعْرَافِ وَاَمَّا الْمَقْصُرُ فَهُوَ سُورَةُ الشُّعَرَاءِ وَسُورَةُ الْاِنخِافِ

ترجمہ:- بلند دماغی سانس کا ایک قسم وزن مقرر کیا گیا۔ اس میں اس مقدار نفس (اندازے) ساتھ شد  
اور اس کو تین قسموں پر تقسیم کر دیا گیا۔ متوسط، قصیر، و طویل کو جسے سورہ نسا، الز  
کو شمس، شعراء، زبور اور انعام و فاعیل کے وزن پر شمار کرتے ہیں، لیکن حق تعالیٰ شانہ نے  
”یجر، کے بجائے۔“ مقدار نفس، کے رعایت میں گفتگو فرمائی۔ گویا کلام باری کا وزن و میزان  
امداد نفس ہے۔ سورہ نسا: یَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ  
وَجَعَلَ مِنْهَا ذَوَاتٍ مِنْكُمْ رِجَالًا وَنِسَاءً وَاللَّهُ عَلِيمٌ ذَكِيٌّ ۚ ائْتِ اللَّهَ كُنْزَ الْاِيك فَلَا يَكُنْ فِي صُدُوكِ  
حَرْجٌ مِّنْهُ لَتَسُدَّنَّ بِهِ وَاذْكُرْ لِلَّذِينَ هَلَسُوا بِهِنَّ اَنَّهُنَّ الْفُجَارُ ۚ اِنَّ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ  
وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ اَقْبَرُ اَبْرٰهٖمَ بَعْدَ لَوْنٍ ۚ اِنَّ سُوْرَةَ الشُّعَرَاءِ  
مَقْصُورٌ ذٰلِكَ الْاَبَاطُ الْكُتُبِ الْمُبِيْنِ ۚ اِنَّ سُوْرَةَ وَحٰمٍ خَمْسٌ وَاَلْكُتٰبِ الْمُبِيْنِ ۚ اِنَّ اَنْزَلْنٰهٗ  
فِي لَيْلٍ مُّبَارَكَةٍ ۚ اِنَّ اَنْزَلْنٰهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْنٰهٗ

وَتَعَامُرُ النَّفْسُ يَوْمَئِذٍ عَلَىٰ مَدَدَةٍ مُّعْتَدَةٍ ۚ عَلَىٰ حُرُوفٍ وَاقِيَةٍ مُّتَّسِعَةٍ  
يُؤَاقِبُهَا ذُوُ الْقُلُوبِ وَيَتَلَذَّذُ مِنْ اَنْبَا دِيْنِهَا مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰى ۚ وَاِنْ كَانَتْ





تکذیباً: اور سورۃ الرسلات میں اَفِیْثِلْ یُؤْمِنُوْنَ اَلَمْ تَکْذِبُوْا کا تکرار ہو ہے۔

قرآن و سورۃ القصص - قال اَنْذَرْنِیْ وَفِیْہِ الْخَفَیْ عَمَلِ تَعَالِیْمِ الْقُرْآنِ وَلَا تَسْجَلْ بِہِ الْاِیْمَہُ قَدْ بَرَزَتْ  
اِنَّہٗ وَفِیْہِ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ جَعَلُوْا فِیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ جَعَلُوْا فِیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ  
الْقُرْآنِ قَالَ الْمُنْکَذِبُوْنَ حِکْمَہُ تَکْذِیْبُہِ الَّذِیْ یُکَلِّمُ تَحَدِّیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ  
اَمْ یَا مَعْشَرَ الْمُتَغَابِرِیْنَ وَلَا تَنْصُرُوْا اِلَیْہِ اَنْ تَکْذِبَ کُلٌّ رِیْثُوْلِ الْعَدُوِّ کَمَا کَرِهَ قَوْلُنَا  
فِیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ اَلَمْ تَکْذِبُوْا فِیْہِ الْخَفَیْ عَمَلِ تَعَالِیْمِ الْقُرْآنِ وَلَا تَسْجَلْ بِہِ الْاِیْمَہُ قَدْ بَرَزَتْ  
اِنَّہٗ وَفِیْہِ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ جَعَلُوْا فِیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ جَعَلُوْا فِیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ

قرآن و سورۃ القصص - قال اَنْذَرْنِیْ وَفِیْہِ الْخَفَیْ عَمَلِ تَعَالِیْمِ الْقُرْآنِ وَلَا تَسْجَلْ بِہِ الْاِیْمَہُ قَدْ بَرَزَتْ  
اِنَّہٗ وَفِیْہِ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ جَعَلُوْا فِیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ جَعَلُوْا فِیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ  
الْقُرْآنِ قَالَ الْمُنْکَذِبُوْنَ حِکْمَہُ تَکْذِیْبُہِ الَّذِیْ یُکَلِّمُ تَحَدِّیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ  
اَمْ یَا مَعْشَرَ الْمُتَغَابِرِیْنَ وَلَا تَنْصُرُوْا اِلَیْہِ اَنْ تَکْذِبَ کُلٌّ رِیْثُوْلِ الْعَدُوِّ کَمَا کَرِهَ قَوْلُنَا  
فِیْہِ الْاِیْمَہُ عَمَلٌ مِّمَّا یَنْتَظَرُوْنَ اَلَمْ تَکْذِبُوْا فِیْہِ الْخَفَیْ عَمَلِ تَعَالِیْمِ الْقُرْآنِ وَلَا تَسْجَلْ بِہِ الْاِیْمَہُ قَدْ بَرَزَتْ

(مصحف المفسر ص ۲۲)

یہ خاص آیت سورۃ میں ۲۶ بار آئی ہے۔ اور ہر بار ایک نئے سیاق میں جو فہم کے ایک نئے مصداق  
کے ساتھ اس لئے تکرار صرف یہی ہے جو پہلی آیت میں ہے۔ لیکن بالقرآن معنی میں ہوتی تو ظاہر ہے کہ تیس  
اولیٰ زبان نے اسے خاصیت زبان اور سلاست بیان میں مکمل کر رکھا ہے۔ لیکن اس میں حمد و سدا کی بھی  
اور اس کا شائبہ خاص لہجہ مستعمل میں کیا تو عرفی اور کتبہ الیٰہی کے ہر اور کسی زبانوں کے ادنیٰ میاں  
سے دیکھنا اور جاننا چل مریخ نہیں تو اور کیا ہے؟ اور پھر اس کا تغیر سے تو دیکھا گئے اولیٰ ذخیرہ خالی  
یہ نہ دنیا کے مذہبی نوشتہ۔ دنیا کے ادبیانہ خطبات سے قطع نظر خاص کتابہ ربوہ میں جو مناجات  
نص ۳۷ پر آیتوں کے ہے۔ اس میں ایک خاص فقرہ کہ اے اے رب اب تک ہے وہی حکم اور بھی  
۲۶ بار آئی ہے۔ (مصحف المفسر ص ۲۲)

اور وہی کتاب کا وہی آیت کا ایک شعر یا مصرعہ مکرر ہوتا ہے۔ اس کے بغیر قرآن نے بے لطف جو زبان میں  
ہم عربی زبان کے چند نمونے پیش کر گئے ہیں۔

۱۔ عربی زبان کا مشہور شاعر ہامیل بن ابی عامر کہیں کے مرثیہ میں لکھتا ہے۔

وہا من مرثیۃ حمیل بن ابی عامر: علیہ الشفاء من النور علی من یس من الناس علیہ اذا اضر الیوم الخمر

انہ کے بعد سات، شمار ایسے چوبیس میں آئی ان لیس الا کا معرکہ مسلسل مکرر آیا ہے (دیکھئے روح نامانی)  
۲۱۔ اَلْقَلْبُ نَحْفِیْثٌ تَوْبَتُهُ مِنْ الْحَمْرِ کَعَرِیْہِ مِیْہِ کَبِیْہِ ۛ

لحمہ لغتی یا وہ کُنت و کُنت کن ۛ بلقبہ یعنی کُنت فیہ قہا اول  
ترجمہ: اسے توبہ توبہ پہنچا جان تھا اور ایسا نہیں تھا جس دن تو بارہ کرنا کوئی کچھ عوارضہ جائے۔

والنعمہ لغتی یا توبہ کُنت اذ استغفرت ۛ صدور الانحالی ونسبت لی الانحالی  
ترجمہ: اسے توبہ تو کُنتا اچھا جوان تھا نیز کلمہ طیبیں پڑھتا مسکتا آپس کے حصے اور نہ تھے ہر ایک نے اپنے توبی  
والنعمہ لغتی یا توبہ کُنت لکھت لکھت ۛ انت لا لکھت لکھت ونعمہ الحجاب

ترجمہ معرشرانی: جو توبہ سے پاس آئے تاکہ اس کی حفاظت کی جائے، اور تو اچھا براشت لڑیوال تھا۔  
لنعمہ لغتی یا توبہ جائز صحتاً ۛ والنعمہ لغتی یا توبہ حین کُنت انحل  
ترجمہ: اسے توبہ تو صحیح و رتی کی حیثیت سے کُنتا اچھا جوان تھا، اور اسے توبہ تو کُنتا اچھا جوان تھا  
بلکہ توبہ راہی کرنا تھا۔

لنعمہ لغتی یا توبہ کُنت لکھت لکھت ۛ رجعت و لولاصت علیہ لولاول  
ترجمہ: میری حرکت تمہارے قیام تو ایسا شخص ہے جس نے کہ نہ پیریں واقعی روٹی ہوئی، اگرچہ نہ مسکت  
کرتے والے اس پر ملامت کریں — اس کے بعد مزید یہ شعر ہیں۔ ہر ایک کا پہلا مصرعہ  
مصرعی آخر ہے دوسرے مصرعے معرکہ چوبیس میں مذمت ہیں۔ ایک فرقہ عیسائی کہ لا اولاد لہ، اور ان کے  
خاندانی شیبہ پروری بہت ہوتی ہے جن کے میں فراغت نہیں پاتے، تو مولانا نے ان پر یہ نازق مقلعہ لکھا  
اگرچہ ان پر کوئی کم عقل نادان ملامت کرے۔ اذاکہ کُنت بالبلجج من انہلجلی بلکہ لڑنے والوں  
پر اندیشوں کا اثر ہو جائے۔

۳۱۔ لَمَّا رَأَى بَشِیْرٌ کِیْ حَازَہِ زَہِیْنِ اَیْچَہِ شُہرِہِ کَعَرِیْہِ مِیْہِ کَبِیْہِ ۛ

دجلتہ لغتی یا توبہ کُنت اذ استغفرت ۛ قلم فنادی فکھذ یزحیل — اس طرک پہنچا شعر مسلسل ایسے ہیں  
بلکہ پہلا مصرعہ دہر کی انجہ اور دیکھتے دیکھتے جو پیشا گئے جا رہے ہیں۔

مصرعہ دہر کا اصل التیغ یا نکول تھوڑی دیر سے توبہ ماننے والا نہ بنے والا نہیں ہے۔

خفیض لغتی یا توبہ کُنت لکھت لکھت ۛ تو مکرر پڑھنا پڑھنا ہے بھاری نہیں ہے۔





فَجَعَلَ الْوَزْنَ وَالْقَاسِيَةَ الْمَذْكُورَانِ فِي أَكْثَرِ الشُّوَرِ مِنَ الْمَهْمَاتِ إِنْ  
كَانَ اللَّفْظُ الْآخِرُ مِنَ الْآيَةِ صَالِحًا لِلْقَاسِيَةِ فِيهَا وَلَا وَصَلَ بِجُمْلَةٍ  
فِيهَا يَبَيِّنُ اللَّهُ أَوْ تَسْبِيحًا لِلْمُخَاطَبِ كَمَا يَقُولُ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ  
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ  
إِنِّي فِي ذَلِكَ لِأَدِيبٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ إِنِّي فِي ذَلِكَ لِأَدِيبٌ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

ترجمہ: غرض یہ کہ وہ قرآن اور عاقبت جو اکثر سورتوں میں مذکور ہیں ان تمام باتوں پر جو اس سے قرار  
دینے لگے ہیں۔ ایسی وجہ ہے کہ اگر آیت کا آخری لفظ قافیہ بنے، اس کے لائق ہو نہ ہاں تو کسی  
ایسے جملے کے ساتھ جوڑا جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ ہو یا مخاطب کو تنبیہ ہو  
جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے: وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

قوله: الْقَاسِيَةُ أي الغاصلة قال قتير بن دلاجر: تسمية الآية لجمعها لأن الله تعالى لما سلب منه  
أهم الشعر وجب سلب النفاضة منه أيضًا لأنها منه وخلاصة بذلك في الاصطلاح  
الانقضاء (۱) اقول: والله التوقيع عدم الجوار من حيث الاصطلاح واطلاق المقامين  
حيث: ثلثته والله أعلم. قوله: مِنَ الْمَهْمَاتِ: ميراثی نے کتاب قدیم کے حوالہ سے لکھا ہے  
کہ فواصل کی ایسی رعایت مجاہد میں صرف تیس عبارت و ترمیم کلام کا اہتمام ہو۔ معانی مشہور  
لمحوہ نظر نہیں۔ اہل بلاغت کی نظر میں، تسمی نہیں، اور نہ ہی بلاغت سے اس کا کوئی تعلق  
ہے۔ فواصل کا اہتمام ہی وقت تسمی ہے جبکہ پورا مضمون اسی اسلوب میں بیان کیا جائے۔  
جو تسمی نظم و سخن ترکیب کے مطابق ہو چنانچہ وہ دبا لفظ و حدیث و قنوں میں طرف کی تقدیم بعض  
فواصل کی رعایت میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ اختصاص میں بھی پیش نظر ہے۔ (۲) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

وَقَدْ أَطْبِقُ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْمَوَاضِعِ أَحْيَانًا مِثْلَ: فَسَسْئَلُ بِهِ خَيْرًا  
وَلَيْسَتْ تَعْمَلُ التَّقْدِيمَ وَالشَّيْخُ يَوْمَئِذٍ وَالْقَلْبُ وَالزِّيَادَةُ بَعْدُ مِثْلُ  
الْيَاسِينَ، فِي الْيَاسِ وَطُورِ مَسِينِينَ، فِي سِينَارِ



ترجمہ :- اور دوسرے کے مواقع میں کہیں کہیں انتخاب سے کام لیا گیا ہے۔ جیسے - فِثْلٌ بِمَنْ خِيَرَا۔

اور کہیں تقدیم و تاخیر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور کبھی قلب اللہ زیادتی کا استعمال ہوتا ہے جیسے - اَنْزَلَ فَامْلِكْ۔ مافی الضمیر کی جو تفسیر کسی نکتہ یا قاعدہ کے پیش نظر نسبت زیادہ الفاظ پر مشتمل ہو اسے انتخاب کہتے ہیں جیسے - اِنَّهٗ كَانَ عَفَا ذَاكَ زِيَادَتِ تَوَاسُخٍ بَيْنَ الْبُكْبُكِ بِرِطَابٍ ہے جس کا قاعدہ ترغیب ہے۔ انتخاب کے طریقوں میں ذکر انعام بعد از اس لافا و اسوم، ذکر انعام بعد از اسام التنبیہ علی فخل اناس، اور ایضاً بعد از اسام التقریر العنی فی ذہبی السامع بہت مشہور ہیں۔

۔ فِثْلٌ بِمَنْ خِيَرَا - حقیقت میں تاکید و توثیق کے لئے یہ قاعدہ لایا گیا ہے۔ ایسے حاصلوں کو انظار کہتے ہیں جو در حقیقت انتخاب کی ایک خاص صفت ہے۔ حاصل کے ذیل میں اس کی تعریف کی گئی ہے۔ اس کے دوسری مثال میں شہرہ جلیلہ ذلک القصد اور وہو مفتقد ذی ہے۔ تقدیم و تاخیر کی مثال اِنَّا اللّٰهُ بِاَنْتَ اَنْ تَرُدُّوْا ذُوْجِمْ مِیْ وَتَوَفَّ وَ ذُوْجِمْ مِیْ کہیں کہ عادت اور معمول - الخ کو الخ سے مؤخر کر کے کہ ہے۔ اور اِنْدَ ذَا الْخِجْ ہے لہذا معمول کے مطابق اسے مؤخر کرنا تھا۔ الخ الخ، جملہ اور معنی دیکھو) مَلُوْا سِیْنَتَیْنِ قَلْبِکِیْ شَالِہِ۔ اور زیادتی کی مثال وَتَقَطُّوْا بِالْمُؤَلِّقِ الْفُلُوْا، مَا تَمْلُوْا تَالِیْنِ لَہِ وَ اَطْعَمَ الرَّحْمٰلُ وَ غِیْرَہِ میں اہم کی زیادتی، اور مَاہِیۃ، یثَابِیۃ، مَاہِیۃ میں تاء کی بڑا دلالت ہے اور ہا میں میں زیادتی کی مثال ہے۔

وَلِيُخْلَصَ هَهُنَا اَنَّ اَلْبَحَامَ اَلْکَلَامِ وَ سَهْلَتَہِ عَلٰی اَللِّسَانِ لَکُوْنُہِ مِثْلًا سَانًا اَوْ لَتَکُوْنُ ذِکْرًا فِی الْاٰیۃ وَ کِیْمًا یَجْعَلُ اَلْکَلَامَ الطَّوِیْلَ مَوْزُوْنًا مَعَ اَلْکَلَامِ الْقَصِیْرِ وَ رِبْمًا تَکُوْنُ الْفَقْرُ الْاَوَّلُ اَقْصَرُ مِنْ الْفَقْرِ التَّالِیِّ وَ هُوَ یَفِیْدُ عَلَیْہِ فِی الْکَلَامِ حَذُوْا لَا تَقْلُوْا تَعْرِ اَلْحَجِیْمَ صَلَوَۃُ تَعْرِ فِی سِلْسِلَۃٍ وَ رَعْمًا مَبْعُوْنٍ ذَرَاْعًا فَاَسْأَلُوْکُمْ ؕ کَانَ اَلْمَسْکُوْرُ یُقَدِّرُ لِنِیْ مِثْلُ هٰذَا الْکَلَامِ اِنَّ الْفَقْرَ الْاَوَّلِ وَ اَلْمَثَانِیۃَ مِنْ حَیْثُ الْمَجْمُوْعُ فِی کَفَرٍ وَ اَلْمَثَانِیۃَ وَ حَذُوْہَا فِی کَفَرٍ



فی اللہ حق جہادہ الایۃ کر مٹا دین پر مشتمل ان بڑی آیات کی مثالیں ہیں جنہیں چھوٹی آیتوں کا ہونا  
 قرار دیا گیا ہے۔ نیز ملاحظہ فرمائیے انبیاء کی آیت میں کہ وَنَضَعُ الْقَوَائِدَ لِنِیۡنِ الْاٰیۃِ - اور  
 سورہ طہ کی آیت میں کہ قَالَ اَفَتَضَرُّنٰہٗ قَلِیۡلًا اِنۡ اَدۡنٰی لَکُمُ الرُّوۡدُ مَا لَہٗ اَعۡصَابٌ بِالضُّوۡبِ (خ)  
 قولہ اَدۡنٰی تَضَرُّنَ اچھا متنازعہ شہرت اور بیان نہیں۔

اور یہاں تکون الایۃ ذات قوائم و شلاطین نحو تو فربیع و جود و تسود  
 و جود فامہ الایۃ اسودت و جودھام الایۃ و امہ الایۃ انبصت  
 و جودھام الایۃ والعاقۃ یصلون الاول بالثانی فی حسبون الایۃ  
 طویلہ۔

ترجمہ :- اور یہ اوقات آیت سے کہنی ہوتی ہے جیسے یورپ، سین، افریقہ و انتشار پر پنا  
 کرنے والوں کو عذابِ عظیم ہوگا، آسمان و زمین و ہر بہت سے چیز سے چمکے ہوئے ہوں گے اور بہت سے  
 چیزیں سنیلے (دوسرا) ہوں گے، پھر حال جن کے چہرے مسیحا ہو رہے ہوں گے، ان سے اندر و قریب  
 سوال ہوگا، کیا تم نے یہاں کے بند کفر اختیار کر لیا تھا تو کفر کرنے کا عذاب چمکتا ہے اور جن کے چہرے  
 ذمہ رہے ہوں گے وہ انہی کی رحمت میں ہوں گے وہ ہمیشہ ان ہی میں رہیں گے۔ اور عام لوگ جیسے زندگیاں  
 کو دوسرے کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں پھر آیت کو طویل سمجھتے ہیں۔

فصل دوم :- مثال میں پیش کی گئی آیت بظاہر طویل ہے۔ لیکن درحقیقت وہ چھوٹے چھوٹے تین  
 امکان پر مشتمل ہوئے گی کہ اس کے گہرائی میں آیتوں کے قائم مقام ہے جزو اول اور بعض تاویلوں سے۔  
 جزو دوم قلۃ الذین استودت ما تکفرون ہے جزو سوم اخذوا۔ خط کشیدہ ترجمہ آیت کے ان  
 اجزاء کا ترجمہ ہے کہ ہم نے غفوف رکھ لیے۔ یعنی پہلے جودھام کے بعد۔ اَلَّذِیۡنَ یَعۡزِلُوۡنَ  
 فَاِذَا رَکِبَ اِلَیۡہِمْ اَسۡلَمُوۡا سَکَرًا مِّمَّہٗ وَہُمۡ فَاِذَا رَکِبَ اِلَیۡہِمْ اَسۡلَمُوۡا سَکَرًا مِّمَّہٗ وَہُمۡ فَاِذَا رَکِبَ اِلَیۡہِمْ اَسۡلَمُوۡا سَکَرًا مِّمَّہٗ وَہُمۡ

وقد تجسّی فی آیۃ فایصلت ان کما یکون فی البیت ایضاً۔ مثال ذلک :-  
 کالزہی فی شرفہ والبلکد فی شرفہ والبخیر فی کرمہ والذہر فی ہمہ



وَمِنْ دُونِ اَنْفُسِ اَنْصَاؤِ اِهْلِ السَّيِّئَةِ مَا هُوَ يَقُولُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ اَنْفُسُ اَهْلِ السَّيِّئَةِ وَلَا يَقُولُ  
كَأَنَّهُمْ قَبِيحَةٌ مُنَافِقِينَ وَلَا يَنْتَظِرُ

الطَّيِّبُ :- فاء اسوای نقد کی رو سے، تعقیب مع الرسل کے لئے آتی ہے۔ اس لئے نذر خواہ داخلہ  
سے معلوم ہوتا ہے کہ غرق کئے جانے کے فوراً بعد دشمنانی نورِ عذابِ نار کا شکار ہو گئے۔ ظاہر ہے  
کہ اس سے عذابِ یزغ اور عذابِ قبر ہی مراد ہو سکتا ہے، کیونکہ عذابِ آخرت سے تو اب تک  
واہ ظہر نہیں پڑا ہے۔ فَعَلَى رَيْبٍ الْعَقْبَرُ ثَبَتَ بِهِ فِي الْآيَةِ اَيْضًا۔

وقد تكون الآية اطول من سائر الآيات والسر ههنا انه ان جعل  
حسن الكلام النشئ من تعديب الوزن وجعل ان الامر المنتظر  
وهو القضية في كفة وجعل حسن الكلام النشئ من سهوئية  
الاداء وموافقة طبع الكلام وعدم حقوق التعديب فيه في كفة اخرى  
توجب الفطرة السنية بجانب المعنى فبذلك احد الانتظامين مهلاً  
ويؤتي الحق في الانتظام الثاني۔

تحرک کی لغات :- تیسرا از جمع اعتبار، سائبر تمام بقیہ مؤنن اسم مفعول متروک، نظر انداز  
کیا جوا۔ یوئی مضارع مہول توخیا سے جو حق ادا کرنا۔ السر جہذا 'نقہ' خبر انتہی سے آخری  
تک شرط من قرأہ انہ کے متعلق ہے، اور فی کتبہ جنہوں کا موصول ہے۔ ترجیح یہ ملے جڑا ہے۔  
شہد و جزاء کی کتبہ ذکر خبر وهو العاقبة جملہ مترشحہ ہے۔

ترجمہ :- اور کہیں آیت دوسری آیتوں سے زیادہ پس ہوتی ہے۔ اس کا نکتہ یہاں یہ ہے کہ اگر  
نظم کے اس کو جو وزن کے یا کسی قرب اور شائبہ اور استلزامی چیز کی یافت و حصول سے پیدا  
ہوئے والا ہے اور وہ استلزامی چیز قافیہ ہے ایک پڑے میں رکھا جائے اور کلام کے اس شعر  
کو جو ادا کیے ساختگی اور طبیعت کلام کی ہم آہنگی الین مساوی اور اس میں جدیدی کریمانی  
چیز کی آمیزش کے بغیر حاصل ہوتا ہے دوسرے پڑے میں رکھا جائے تو نظریہ مطہر منہ کی جانب متحرک

کو ترجیح دیتی ہے ۱۱ اور مجاہد معنی عبارت کی سلاست، کلام کی فطری سادگی اور تغیر و تبدل سے حفاظت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، لہٰذا وہ تنقیدوں میں سے ایک کو بیکار سمجھ دیا جاتا ہے۔ اور دوسرے تنقید کا پورا حقیقہ ادا کر دیا جاتا ہے۔

قسا مدہ :- بعض سورتوں میں چھوٹی چھوٹی آیتوں کے ساتھ بعض ایسی بڑی آیتیں مذکور ہیں جن کو نوچر بتائے گئے طریقوں میں سے کسی میں طریقہ کے ذریعہ ان چھوٹی آیتوں کا ہونٹن قرار دینا ممکن نہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ کا آیت مؤینۃ یا ایہا الذین امنوا اذا نزلت آیاتہ فیکذبون الی انجل تسکت فاکتجبوا الیہ دیک ۷۷ اور سورہ مزمل کی آخری آیت ۔ اِنَّ رَبَّکَ یَسْمَعُ اَنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّ ذٰلِکَ مِنْ خَلْقِ الْاٰیٰتِ الَّذِیْہِ لَا یُضِلُّہٗ وَیُضِلُّ الَّذِیْہِ دیک ۷۸ اور سورہ مدثر کی آیت ۔ وَاَمَّا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اَلَمْ یَكُنْ یَدْعُوۡا مَا جَعَلْنَا عٰدِلُہُمْ اِلَّا فِتْنٰۃً لِّ الَّذِیْنَ کَفَرُوۡا اَلَمْ یَجْعَلِہٖ

زیر توضیح عبارت میں اس تفاوت کو اختیار کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ حسب کلام کی نوعیت میں ۱۱ حسن ظاہری۔ جو اور کئی وجوہ سے اس کی رعایت سے حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲ حسن معنوی۔ جو کلام کی جس سادگی و سادہ ساختگی کی وجہ سے، اور سادگی پر سخی اثر ڈالنے والی چیزوں سے حفاظت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے، فطرت انسانی اور کچھ دونوں سے مانوس ہے لیکن تعالیٰ کے وقت ترجیح دیتی ہے جس معنوی کو۔ چھوٹی آیتوں کے ساتھ کی طویل ترین آیتوں میں فطرت کے اسی پہلو کی رعایت میں عاقب فطرت نے عقلی ضمن کو نظر انداز کرتے ہوئے مشین معنوی پر اکتفا کر لیا ہے اس طرح تفصیل کلام کا لطف بھی حاصل ہو جاتا ہے اور سادگی پسند فطرت انسانی کی مرافقاہ بھی ہو جاتا ہے۔

وَاِنَّمَا قَلْبُنَا فِی صَدْرِ الْمُبِیِّحِثِ ۔ قَدْ جَرَتْ سُنَّةُ اللّٰہِ عَنْ وَجَلِّ عَلٰی  
ہٰذَا فِی الْکَثْرِ السُّوْرَ ۔ لِاِنَّہٗ مَا ظَهَرَ فِی بَعْضِ السُّوْرِ رَعَایَہٗ ہٰذَا  
الْقِسْمِ مِنَ الْوَزْنِ وَالْقَافِیَہٗ ۔

ترجمہ :- اور ہم نے شروع بحث میں کہا تھا، قد جرت سُنَّةُ اللّٰہِ تو وہی کاطریقہ اکثر سورتوں میں سادگی انداز پر رہا ہے۔ اگر ان کو آیتوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ جیسے تصدیقوں کا شعاریں منقسم کر دیا

جاتا ہے کیونکہ بعض سورتوں کے اندر ذوالوقایہ کی اس قسم کی رعایت ملا نہیں پرتی۔

قائد ۵۰۔ اس فصل کا پہلا جلد ہے۔ مہاجریت اور حبش میں یہ بتایا گیا ہے کہ اکثر سورتوں کو آیات کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا ہے مگر یہ تقسیم کا یہ خاص اسلوب جس میں اوزان و قوافی کی بھرپور رعایت رکھی گئی ہے۔ اکثر سورتوں میں بے سبب نہیں چنانچہ کچھ سورتوں کا طرز اس سے ہٹ کر کسی اور اسلوب پر بھی رکھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے شاہ صاحب نے شروع بحث میں اکثر کی تید ذکر فرمائی ہے۔

فَوَقَعْتُ طَائِفَةً مِّنَ الْكَلَامِ عَلَىٰ نَهْجِ خُطْبِ الْخُطَبَاءِ وَأَمْثَالِ أَهْلِ  
الْكُتُبِ الْمُرْتَضَىٰ مَسَامِرَةِ النِّسَاءِ الْمَرْبُوتَةِ عَنْ مَبِيتِ تَنَاقُثِ  
رَضَىٰ اللَّهُ عَنْهَا؛ فَانْظُرْ فِي قَوَاقِمِهَا وَفِي بَعْضِ السُّوَرِ وَقَعَ الْكَلَامُ عَلَىٰ  
مَنْهَجِ كُتُبِ الْعَرَبِ بِإِلَاحِيَةٍ شَيْءٍ بِكُمُخَاوَرَةٍ بَعْضِ النَّاسِ لِبَعْضٍ  
إِلَّا أَنَّهُ يَخْتَمُ كُلَّ كَلَامٍ بِشَيْءٍ يَكُونُ مَبِيتًا أَعْلَىٰ لِاخْتِنَامِهِ

لغات۔۔۔ منہج طور طریق خطب تقریریں خطبہ کی جمع ہے۔ الخطبہ و بروزان کلام تقریر کرنے والے۔ الخطیب کی جمع ہے۔ امثال مثال کی جمع ہے۔ اور حسب سابق یہاں بھی تحریر و رسوم کے معنی میں ہے۔ الکُتُب بروزان الخطب الکُتُب کی جمع ہے۔ دُتُو و مبیق باتیں۔ مَبِيتِ تَنَاقُثِ سے ہم تعذر گوئی کرنا۔ کُتُب جمع کتاب مکتوبات۔ اصل کتاب میں ہے۔ بطور نامہا ہے عرب۔ تقریر جس سے۔ چنانچہ کلام کا ایک عمدہ تقریر کی تقریریں اور ارباب نکات آیات کہ تہہ تک پہنچنے والے عقائد کی تقریریں کے طرز پر واقع ہوا ہے۔ کیا تم نے عربوں کی وہ تصنیف گوئی نہ شن جو مستندہ عائشہ سے مشتمل ہے تو اس کے قوافی میں غور کرو۔ اور بعض سورتوں میں کلام مکتوبات عرب کے طرز پر کسی چیز کی رعایت کے بغیر واقع ہوا ہے۔ لوگوں کی ایک دوسرے کے ساتھ باہمی گفتگو کی طرح۔ مگر یہ کہ کلام کسی ایسی چیز پر ختم کیا جاتا ہے جو اختتام پر رہتی ہو۔

قائد ۵۱۔ یہاں سے پوری فصل کا خلاصہ ذکر کیا ہے کہ نظم قرآنی کے وہ اسلوب ہیں۔

۱۔ سورتوں و مفتوحہ میں فواصل و اوزان اور آیات کے طول و قصر میں تناسب ملحوظ ہے۔

یہ دو حقیقت نکلتی عربیت سے واقف اہل زبانہ کے طرز اور نظیرانہ اسلوب کی رعایت ہے۔  
 اس کی مثال حدیث ام زرعہ ہے جس میں مراءون بن قرقاذی کی خبر اور رعایت ہے چند جملے بطور تکرار  
 ملاحظہ ہوں۔ اُمُّ الْوَلَدِینِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جِلسَتِ ابْنُ عَشْرَةَ اَصْوَدًا  
 فَتَعَاثَرَتْ وَتَفَاعَلَتْ اِنَّ لَا یُکْتَفَى مِنْ اَخْبَارِ اَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا قَالَتْ الْاَطْلُ ذُوْنِی الْخَمْرِ  
 یَحْتَمِلُ عَنَقَ عَلَنٍ رَاۤیْسٍ یَجْمَلُ وَیَعْبَرُ لَا یَسْهَلُ فِیْهِ رُفْقَیْ دَلَّاحِیْنِ فِیْمَنْتَقِیْ قَالَتْ الثَّلَاثِیَّةُ لَقِیْ  
 لَا اِبْتَ خَیْرَ اِنَّ اَخَابَ اِنَّ لَا اَنْتَ اِنْ اَذْکَرُکُمْ اَذْکَرُ مَعْرُوفَ وَیَحْمَدُ قَالَتْ لَنَا ثَلَاثُ  
 رُؤُوسٍ لِّتَعْنَنَ اِنَّ اَطْلُکُمْ وَرَاۤیْسَکُمْ اَعْلَیْ اَلْمَدِیْنَةِ سَلَمَةُ بِنْتُ اَبِی رَمْثَیْ لَمَّا لَزِمَتْ رَمْثَیْ  
 (۲) سادہ اسلوب میں اہل عرب کی روزمرہ کی گفتگو اور اس کے مراسلات و کمزبات کی سادگی  
 کو عینی نظر رکھا گیا ہے۔ ہاں قرآن کا سادہ اسلوب اہل عرب کے سادہ اسلوب سے اس حیثیت  
 سے صحت از رکھا گیا ہے کہ ختم آیات میں عموماً ہمزہ فاعل مفعولاً ہوتے ہیں جبکہ اس کے یہاں  
 اس کا لحاظ نہیں ہوتا ہے۔ اور آگے فاعل مفعولاً ہمزہ پر ختم آیات کی محکم بیان کرتے ہوئے قرآن

وَالسَّيْرِ هَهُنَا اَنْ الْاَصْلُ فِي لَعْنِ الْعَرَبِ الْوَقْفُ فِي مَوْضِعٍ يَنْتَهِي فِيهِ النَّفْسُ  
 وَيَنْتَهِي تَشَاوُصُ الْكَلَامِ وَالْمُسْتَحْسَنُ فِي مَحَلِّ الْوَقْفِ اِنْتِهَاءُ النَّفْسِ عَلَى  
 الْمَدَّةِ هَذَا هُوَ الْوَجْهُ فِي تَطْهِيرِ صُوْرَةِ الْاَيَاتِ وَهَذَا هُوَ مَا قَسَمَ اللهُ  
 عَلَى هَذَا الْفَقِيرِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ترجمہ :- اور راہ بیان یہ ہے کہ اصل زبان عرب میں ایسے مقام پر وقف کرنا ہے جہاں سانس ختم  
 ہو جائے اور کلام کا لطف فنا ہو جائے۔ اور کل وقف میں مستحسن ترین سانس کا ختم ہونا ہے۔  
 آیات کی (موجودہ) صورت کے ظہور کی وجہ یہی ہے۔ اور یہی وہ (روزمرہ) ہیں جہاں کو اللہ تعالیٰ نے  
 اس فقیر پر منکشف فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فَا تَرَوْا هَذَا هُوَ الْوَجْهُ الْاَصْلُ فِي عِبَارَتِ الْوَقْفِ ہاں عبارت اصل کی عبارت یہ ہے۔ اور یہی عبارت صورت آیات پر مشتمل ہے۔  
 اے لہذا ظاہر ہے صورت آیات۔ ہذا ہوا اور یہی وہ اصل اور حکم میں جو مناسب اللہ اس



محتاج بندہ پر القاء ہوئے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ احوال واثمال کی عکسوں کا صحیح علم تو سب عظیم کا ہے۔

### قواعد

اِنْ سَالُوا لِمَ تَكْرَرُ مَطْلَبُ الْفُقُوِي الْخَمْسَةِ فِي الْقَدَائِي الْعَظِيمِ وَلِمَ  
لَمْ يَكْتَفِ بِمَوْضِعٍ وَاحِدٍ؟ قُلْنَا الَّذِي تَرَبَّدَ افادته لِدَسَامِعِ يَنْقَسِمِ  
اِلَى قِسْمَيْنِ الْاَوَّلِ اَنْ يَكُونَ الْمَقْصُودُ هُنَاكَ مُجَرَّدُ تَعْلِيمِهِمَا لَوْ لَعَلَّمُوا  
فَالْمَخَاطَبُ لَمْ يَكُنْ عَالِمًا بِالْحُكْمِ وَمَا كَانَ ذَهَبُهُ مَدْرَكًا لَهُ فَيَعْلَمُ  
ذَلِكَ الْمَجْهُولُ بِاسْتِجَاعِ الْكَلَامِ وَلِيَصِيرَ الْمَجْهُولُ مَعْلُومًا وَالثَّانِي اَنْ  
يَكُونَ الْمَقْصُودُ اسْتِخْصَارُ صُورَةٍ ذَلِكَ الْعِلْمِ فِي الْمَدْرَكَةِ.

ترجمہ :- اگر لوگ سوال کریں کہ قرآن عظیم میں علوم خمس کے مطالب مضامین کبھی کیوں ہیں۔ اور  
بہ تذکرہ مضامین میں ایک ہی مقام پر کتنا کبھی کیوں نہیں فرمایا؟ ہم کہیں گے کہ ہم سامع کو جس چیز  
(مضمون) کا فائدہ پہونچانا چاہتے ہیں وہ دوسروں پر منقسم ہوتا ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ مقصود وہاں  
صرف اس چیز کا سکھانا ہو جسے وہ نہیں جانتا ہے۔ کیونکہ مخاطب علم کا جاننے والا نہیں ہے۔ اور  
دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا ذکر کر کے وہ اسے سمجھ جائے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ مقصود وہاں اس کا  
تجربہ کرنا ہو اور اسے معلوم کرے اور دوسری قسم یہ ہے کہ مقصود وہاں اس کا  
میں اس علم کی صورت کو مستعمل کرنا ہو۔ وہی دوسرے مقصد کے مضامین کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔

لِيَتَلَذَّذَ بِهِ لَذَّةُ نَامَةِ وَتَفْنِي الْقُوَى اِنْقِلَابِيَّةً وَالْاِذْرَاكِتِيَّةَ فِي ذَلِكَ  
الْعِلْمِ وَيَغْلِبُ الْقُوَى كُلُّهَا حَتَّى تَنْصَبِعَ بِذَلِكَ الْعِلْمِ كَمَا فَكَّرْتُمْ  
اَحْيَانًا مَعْنَى شِعْرِ عِلْمَانَا وَتَذَرِكُ مِنْهُ لَذَّةً فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَتَحْبِبُ  
التَّكْرَارَ لِنَتِلَذَّذَ بِهِ.

ترجمہ :- تاکہ مخاطب اس مضمون سے پورا لطف حاصل کر سکے۔ اور اس کے احوال واثمال کی قوس

اس علم میں فتنا (ادھر) ہو جائیں اور وہ (علم) تمام قوی پر غالب ہو جائے حتیٰ کہ تمام قوتیں (اسی علم میں) رگ جائیں۔ جیسا کہ ہم کبھی کبھی اس شعر کے سن کر دہراتے ہیں جسے ہم جانتے ہیں۔ اور ہر مرتبہ اس کا لطف محسوس کرتے ہیں۔ اور اسی لطف کی وجہ سے نگار کو پسند کرتے ہیں۔  
 و یغلبنا العلم کی قاری عبارت ملاحظہ ہو۔ درگاہِ علم پر ہر قوی غالب آید۔ فہم قاتلہ۔ یہاں سے تین ٹھہرا ہوا ہم سماں و جہاں کا سلسلہ شروع فرمایا ہے۔

سوال :- قرآن کریم میں ایک مضمون کو ایک بار ذکر کرنے کے بجائے پانچوں مضامین کو بار بار مختلف جگہوں پر ذکر کرنے کی حکمت کیا ہے ؟

جواب :- پہلے بطور تمہید یہ بات ذہن نشین کرانی چاہیے کہ مخاطب سے ہم کلام ہونے کے دو مقاصد ہوتے ہیں ۱۱۔ مخاطب کو نامعلوم چیزوں سے باخبر کرنا۔ یہ مقصد ایک بار کہہ دینے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ ۱۲۔ مخاطب کے دل و دماغ کو اتنا متاثر کرنا کہ عملی زندگی میں بھی معنویات کے اثرات نمایاں ہو جائیں۔ یہ مقصد ایک بار کے تذکرے سے نہیں ہوتا، بار بار کے ذکر و تکرار سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ سچ کہا گیا ہے۔ "ذا شکرہ بعد ذرہ" یہاں وہ ہے کہ لوگ اپنی پسند کے اشعار کو بار بار دہرنا لگتے ہیں اور اس سے متاثر و لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور مستقل نہیں تو کچھ دیر کیلئے بھی شعری میں شغور ہو جاتے ہیں۔ اسی تمہید کے بعد اب جواب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

و القرآن العظیم اراد من قسمی الافادۃ بالنسبۃ الی کل واحد من مطالب الفنون الخمسة تعلیم ما لا یعلم بالنسبۃ الی الجاہل و وصیغہ النفوس بتلك العلوم من التکرار بالنسبۃ الی العالم۔

ترجمہ :- اور (عظمت قرآن نے علم پہنچا دیا ہے ہر ایک کے بارے میں) اعلیٰ و خطاب کی دونوں قسموں (۱۱ اور مقاصد) کا ارادہ کر رکھا ہے۔ ۱۲، (اوقات کے بارے میں) پہلی کی تعلیم کا ارادہ بھی ہے) اور (۱۳) جاننے والے کے بارے میں) تکرار کے ذریعہ ان علوم کا رنگ چڑھانے کا (بھی)

فائدہ ہے۔ قرآن کریم کے ساتھ دونوں مضامین (۱) بے خبر لوگوں کو علوم و احکام ربانی سے واقف  
و آگاہ کرنا۔ (۲) باخبر لوگوں میں احکام پر عمل پیرا ہونے کے ایسے جذبات پیدا کر دینا کہ زندگی کے  
ہر ہر شعبہ میں اخلاص، نرا دہی کا بازو گرم رہے۔ اس دو سب مقصد کے پیش نظر علماء و مفسرین  
کی راہ اختیار کی گئی ہے۔

اللَّهُمَّ إِنَّا احْتَرَمْنَا حَيْثُ الْاِحْكَامُ لَمْ يَحْصَلْ تَكَرُّرُهَا لَإِنَّ الرِّقَاعَةَ  
الثَّانِيَةَ غَيْرُ مَطْلُوبَةٍ فِيهَا وَلِذَا أَوْرَثْنَا تَكَرُّرَ التَّكْرَارِ فِي الشَّرِيعَةِ  
وَلَمْ يَكُنْ يَكْتَفِ بِمَجْرَدِ الشُّهُورِ وَلَكِنَّ الْفَرْقَ أَفَّاكَ تَعَالَى اخْتَارَ فِي احْتَرَمِ  
الْاَحْكَامِ تَكَرُّرَ تِلْكَ الْمَسَائِلِ بِعِبَارَةٍ جَدِيدَةٍ وَأَسْلُوبٍ غَرِيبٍ  
لِيَكُونَ أَوْفَقَ فِي النَّفْسِ وَكَأَنَّ فِي الْأَذْهَانِ دُونَ التَّكَرُّرِ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ فَاقَةً  
لِوَعَاذِ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ تَكُونُ مِثْلَ مَا يَكْرَهُونَهُ وَطِيعَةً لِلَّهِ هُوَ يَخُوضُ فِي  
صُورَةِ اخْتِلَافِ التَّعْبِيرَاتِ وَتَغَايِرِ الْأَسْلُوبِ وَيَتَعَمَّقُ الْخَاطِرُ بِاسْرٍ۔

ترجمہ: یا اللہ! ہم دفرما، تم یہ کہ اگر مباحث احکام، ان کا تکرار نہیں ہوا ہے، کیونکہ افادہ ثانیہ  
بمیزان عمل پیدا کیا، اس میں مطلوب نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے شریعت میں بار بار تکرار قرآن کا حکم  
دیا گیا ہے۔ اور نفس مجھ لینے پر استغناء نہیں کیا گیا، بلکہ فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر احوال میں  
ان مسائل اور مباحث کے تکرار کو نئی تعبیر اور ہمدرد اسلوب کے ساتھ اختیار فرمایا ہے تاکہ وہ دل کو  
خوب لگنے والی اور دماغ کے لئے خوب بہت خوش ہو کر ایک ہی لفظ کے تکرار کے ساتھ کیونکہ  
اگر ایک لفظ کا تکرار کریں تو یہ احکام کے مشابہ ہوگا جس کا تکرار بطور وظیفہ کیا کرتے ہیں۔ اور  
وہیں تعبیرات کے اختلاف اور اسلوب کی تبدیلی کی صورت میں احکام سے دل چپ لینا ہے۔  
اور دل چپ سے طریقہ پر اس مضمون کی پڑائی میں، ڈوب جاتا ہے۔

فائدہ۔ اللہ تعالیٰ بعض نسخوں میں ہے، بعض ہی سے خالی ہیں، انھیں بکیر کا جہاں سے نسخہ ہوتی  
ہند کے سامنے ہے اس میں یہ فرق موجود ہے۔ ممکن ہے اس کا مقصد اپنی اس ظاہری گورہ کی طرف



بندست عموماً ایک ہی مضمون کو ایک ہی عبارت اور ایک ہی اسلوب کے ساتھ بار بار پیش کرتے ہیں۔  
 یہ کثرت و تکرار کے اسلوب اور تعبیرات بدل بدل کر مضامین پیش فرماتے ہیں۔ ذہن انسانی اپنی تفرق  
 پسند کا وہرت تو ان کی وجہ سے ایسے مختلف اسالیب و تعبیرات کو درمیان قبول ہی کرتا ہے بلکہ اس کے  
 لطف و لذت بھی ہوتا ہے۔

نوٹ: قولہ دون التکرار بلفظ تکرار کی اصل ناری میں رقیاب نہیں ہوتی اور فائزہ سے وضاحت  
 کی اصل ہی صحیح ہے۔ اگر تکرار ایک لفظ مندرجہ سے باشد کہ وظیفہ عورت یا عکاز می نمایزد (ایضاً)

۱۱۱۱ سَأَلُوا لِمَ تَنزَّلُ هَذِهِ السُّورَاتِ فِي سُوَرٍ الْقُرْآنِ وَلَمْ تُرَاعِ التَّرْتِيبَ قَدْ لَكَ  
 ۱۱۱۱ اللَّهُ أَوْلَىٰ دِيْنَتِي حَقَّقَهَا ثُمَّ يَذْكُرُ أَيَّامَ اللَّهِ ثُمَّ مَخَاصِمَ الْكَفَّارِ  
 ۱۱۱۱ قُلْتُ وَهِيَ كَانَتْ الْقُدْرَةُ الْإِلَهِيَّةُ شَامِلَةً لِّلْمَمَكِنَاتِ كُلِّهَا وَلَكِنَّ الْحَاكِمَ  
 ۱۱۱۱ فِي هَذِهِ الْإِبْرَارِ الْحِكْمَةُ وَالْحِكْمَةُ مُوَافِقَةُ الْمَبْعُوثِ إِلَيْهِمْ فِي اللِّسَانِ وَ  
 ۱۱۱۱ اسْتَنْوَبَ النَّبِيُّ وَأَشِيرَ إِلَىٰ هَذَا الْمَعْنَىٰ فِي آيَةِ ۱۱۱۱ لَقَدْ آتَيْنَا لَوْلَا وَفُضِّلَتْ  
 ۱۱۱۱ آيَاتُهُ وَتَحْتَجُّبُ عَنْ عَيْنِي ۱۱۱۱ وَهَذَا كَانَ فِي الْعَرَبِ إِلَىٰ وَفَتْ غُرُوبِ الْقُرْآنِ  
 ۱۱۱۱ كِتَابٌ لِذَوِي الْكُمُ الْإِلَهِيَّةِ وَلَا مِنْ مَوْلَىٰ الْبَشَرِ ۱۱۱۱

ترجمہ: اگر کوئی پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان قرآنی مضامین کو قرآن کی مختلف سورتوں میں منتشر  
 کر دیا اور ترتیب کی رعایت کیوں نہیں فرمائی کہ مثلاً پہلے آلاء اللہ کو، مکمل طور پر یاد کرنا چاہیے  
 اور اس کا پورا حق ادا کر دیتے پھر آیات اللہ کو ذکر کرتے پھر کفایہ سے غاصبت کو؟ ہم کہیں گے  
 قدرت و تدبیر اگرچہ تمام ممکنات کو شامل ہے (۱) اور ان کی ممکنات میں سے مضامین کی وہ ترتیب  
 بھی ہے جسے چاہیے (۲) لیکن ان ابواب میں حاکم امور انوارِ حکمت ہے اور نیاز و اسلوب  
 بیان میں حکمت سے مبعوث انہما میں کی طرف قرآن اور سونے جیسے گئے کی کوائنات کو چاہیے ہے۔  
 اور آیت کریمہ لَوْلَا وَفُضِّلَتْ ۱۱۱۱ کے اندر بھی ایسی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ اور تشریف قرآن کے  
 وقت تک عرب میں کول کرنا نہ تھا۔ نہ ہمسائیگیوں میں سے اور نہ ہی انسانوں کی نفسیات

یہ ہے۔ **فائدہ** :- پہلی آیت اس طرز پر ہے۔ **تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ** اَللّٰهُمَّ اِنَّا اَتَيْنَاكَ الْاِسْلَامَ  
تَرْجَمہ: اور اگر ہم اس اکہب منزل کو بھی قرآن بنا دیتے تو توگ کہتے اس کی آیتیں صاف صاف  
کیوں نہیں بنائی کی گئیں۔ یہ کیا کہ کلامِ ہدایت و سبب تو بھی اہر و سبب یا سبب ہی؟

وَمَا كَانَ الْعَرَبُ يَعْلَمُونَ مَا اخْتَرَعَ الْمُصَنِّفُونَ الْاَلْفَ مِنْ التَّرْتِيبِ فَاِنْ  
كُنْتَ فِي شَكٍّ مِنْ هَذَا فَاتَّأَمَّلْ قَصَائِدَ الشُّعْرَاءِ الْبَخْصَرِيِّينَ وَاقْرَأْ  
رَسَائِلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَكَاتِيبَ عُمَرَاءِ الْفَارُوقِ وَدَعَايَ اللَّهِ  
عِنْدَهُ لِيَتَضَمَّنَ هَذَا الْمَعْنَى فَلَوْ قِيلَ بِخِلَافِ طَرِيقِهِمْ لَيَقْوَى فِي حَذَرٍ رَاقٍ  
حَالِيًا يَصِلُ إِلَى سَبْعِينَ مِثْقَالًا مِنْ عَمَلٍ مَعْدُودٍ فِي شَوْشِ قَهْمِهِمْ۔

**لغات** :- **اختراع** انشاء، **یجاد** کرنا، **ایجاد** اختراع اللہ کا شانِ احد یعنی پروردگار **المصنفین**  
**المختصر** کہ جس پر وہ حضرات جنہوں نے ہدایت اور اسلام و قبولِ زمانے پائے ہوں، ان کو  
مثال میں پیش کرنے کا سبب یہ ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت کا عربی اسلوب بیان کے ذریعہ بجزلی سمجھا  
جا سکتا ہے۔ **مستقل** جدا، **کی** میں ہے غلط و مکتوبات۔

تقریباً **سب** عربی عرب اس ترتیب کو جسے مصنفین نے اب ایجاد کیا ہے جانتے نہیں تھے، اور  
اگر تو اس سلسلہ میں شبہیں ہوتی تو شعر و نثر میں کے قصیدوں میں بخور کر لے، اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کے مکتوبات اور عرفی روق کے خطوط کو پڑھ لے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے۔ لہذا اگر ان کے طرز و کلام  
کے خلاف کہا جاتا تو تعجب میں رہ جاتے جس وقت کہ ان کے کالوں میں بآ آشنائی وغیرہ مانوس اپوز  
و سبب پھر ان کی محکمہ کو تشویش میں ڈال دیتی۔

**فائدہ** :- **حیدر** رسول کے بچے و یحییٰ ہوتا ہے تاکہ کیونکہ فارسی عبارت میں **حیدر** کہلاتا  
ہے **حیدر** کے معنی **بگوش** ایساں **رسول** و **پیغمبر** ایساں **مشتور** ساز و ملکہ، ان کی مشائخ ہیں۔

شاید **حیدر** خدائی کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا۔ **بسم اللہ الرحمن الرحیم**  
عن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **عظیم** **المہبط** **سلاطین** **علیہ** **السلام** **القدوس** **القدوس** **القدوس**

فَاتَى اسْمُ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمُ وَالْمُهَلِّقُ  
 قُتَيْبَةُ بْنُ مَرْثَدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَتْهُ الْقِتَابُ الْفَتْوَى الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ  
 بِعَيْنِهِمْ نَوْحَهُ وَفُتِحَ كَمَا حَقَّقَ أَدْرِيْدِيَّةً. وَالْقَدْ تَوَلَّى الْمَلِكُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ  
 وَالْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ  
 وَجَبَتْ لَهُ الْإِلَهُ حَزْرُ وَجَلَّ وَقَدْ بَنِيَتْ وَفُتِحَتْ فَاتَى الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ  
 مَنِ اتَّبَعَ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ الْمَرْثَدِيَّةُ

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک کتاب میں لکھا: اذبحوا فُتِحَ  
 مَنْ مَنَ نَفْسُهُ غَيْرَ سُلْطَانِهِمْ. فَاغْوَزَ بِاللَّهِ اِنْ سَدَّ اَكْبَرُ وَاتَّكَ عَصَا مَحْمُولَةٍ وَضَعَتْ مَحْمُولَةٍ  
 رَاغِبًا مَشْبَعَةً كَمَنْ قَالَ اَللَّهُ عَلَى خَانِهِ وَغُفِرَ الْفَتَاكُ رَاغِبًا لَهُمْ يَذَابُ اِيْذَا جَلَّ اَبَدًا  
 اِذَا اَحْكَمَتْ مِنْ الْقَبْرِ مَشَارِقُهُ بِالْعِلَالِ فَاَتَتْهَا تَابُ مَحْمُولَةٍ السُّبُلَاتِ  
 قَاذِرِيْهِمْ بِالْشَيْفِ حَتَّى يَقْبُوْا اِنْ اَمْرًا لَّهُ وَيَكُوْنُ دَعْوَاهُمْ اِلَى الْاَسَاخِرِ  
 كَيْفَ دُرِّ تَحْرِيرٍ اِذَا اَبَدَتْهُ الْعَدُوُّ الْمَقْمَلِي اِنْ تَاَخَّرَ اَعْلَى اِيْمًا لِقِيٍّ فَاسْتَكْرَمَ اِذَا  
 فَعَلْتُمْ ذَلِكَ تَدْرِكْتُمْ عَيْكِهِمْ لَاعْمَالٍ فَلَمْ تَدْرِكُوا اِيْتَا تَاَحْدُوْنَ قَاذِرِيْهِمْ  
 یہ بھی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام ہے۔ (اسلامی مہم)

وَاَيْضًا لَيْسَ الْمَقْصُودُ مُجَرَّدُ الْاِفَادَةِ بَلِ الْاِفَادَةُ مَعَ الْاِسْتِحْضَارِ  
 وَالْمَشْكُوْرِ وَهَذَا الْمَعْنَى فِيْ غَيْرِ الْمَرْثَدِيَّةِ اَقْوَى وَاسْتَقَرَّ

ترجمہ یہ: اور نیز اقرآن کا مقصد نفس افادہ نہیں ہے، بلکہ استحضار و تکرار کے ساتھ  
 علوم پرانی کی، نفس رسائی ہے، اور یہ مقصود غیر مرتب کلام میں زیادہ کمال و مستحکم الحویر  
 پایا جاتا ہے۔

۳۱. اِنْ سَالُوا لِمَ لَمْ يَخْفَ وَرَنًا وَقَفِيَّةً يَعْتَبِرُ اِنْ عِنْدَ الشُّعْرَاءِ  
 فَاتَّهَمَ اَلَّذِيْنَ مِنْ هَذِهِ الْوَزْنِ وَالْمَقَامِيَّةِ۔

ترجمہ :- اگر لوگ اتم سے سوال کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس وزن و تقاضی کو جو شعراء کے بیان میں نہیں آتا، کیا وہ دونوں اقوال کے ان اوزان و تقاضی سے زیادہ پر لطف ہیں۔

قُلْنَا كُونْهُمْ أَلَدًا يَخْتَلَفُ بِاخْتِلَافِ الْأَقْوَامِ وَالْأَذْهَانِ وَخَسَفَ  
الْفَتْحُ عَلَيْهِمْ قَابِلًا عَ طَوْرِ هُنَّ الْوَزْنِ وَالْفَتْحُ عَلَيْهِمْ عَلَى لِسَانِ بَيْتِنَا  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَقْبَى آيَةٍ ظَاهِرَةٌ عَلَى نُبُوَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُزُولِ الْقُرْآنِ عَلَى وَزْنِ الشُّعْرَاءِ وَقَافِيَةٍ لَهُمْ لِحَبِيبِ  
الْكُفَّارِ إِنَّهُ هُوَ الشُّعْرَاءُ الْمَشْهُورُ الْمَعْدُودُ فِي الْعَرَبِ وَلَمْ يَأْخُذْ وَ  
مِنْ ذَلِكَ الْحُسْبَانِ فَاشْدُقْ -

ترجمہ :- ہم کہیں گے ان دونوں کا اندازہ تو ہونا اقوام اور طبائع کے اختلاف سے یہ تو جتنا ہے۔  
اور ہر بنا و تسلیم اوزن و قافیہ کے کسی استےطابق کی ایسا نہی یا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان  
سے جبکہ آپ آتی ہیں آپ کی نبوت کی ایک واضح نشانی ہے۔ اور اگر قرآن شعراء کے وزن اور  
قافیہ کے قوافی (کے بیچ) پر نازل ہوتا تو کتنا خیال کرتے کہ یہ تو وہی شعراء جو عرب میں مشہور و معروف  
ہے۔ اور اسی بھر (یا نا بگھی کی وجہ) سے کوئی غامض نہ حاصل کر پاتے۔

فائدہ :- یہاں دو جانب دیکھئے۔ ایک ان کا یہ ہے دوسرا یہی ہے۔ ان کا وزن کا ماحول یہ ہے  
کہ شعراء کے یہاں رائج اوزان و قوافی کا قرآن اوزان و قوافی کے بالمقابل ہو و طلاق پسندیدہ  
و لغت بخش ہونا مسلم نہیں، کیونکہ اس کا مدار طبائع پر ہے اور طبائع مختلف ہیں۔ چنانچہ ایک وزن  
ایک شخص کو بھاتا ہے اور دوسرا اس سے گھبراتا ہے و طنائیں فیما بینہما مشدودا متناہیہ۔ پس طمحا  
کسی ایک قوم کی رعایت و اسرار کے لئے وحشت و کدھر کا پیشہ نہیں بن سکتی تھی۔

تسلیمی جو ایک ماحول یہ ہے کہ بالفرض اگر شعراء کے قوافی و اوزان کو نیاہ پر لطف مان لیا جائے  
تو ممکن نہ دیکھوں سے جدید اسلوب کی نیاہ مضید و موثر معلوم ہوتا ہے۔ اور انہی اشیاء صلی اللہ علیہ وسلم  
کی نافرمانی ہے۔ انہی ہونے کے باوجود۔ نئے طرز کا کہہ کی ایسا وہی حیرت انگیز بلکہ معجزاتی پہلو ضرور



۱۲) جدید طرز، عمدتاً کوشش کی وجہ سے اہل عرب کے لئے نصوصی انتہات کا مسبب رہا۔ نہ تو

”تَوَشَّاهُ تَغْلًا وَيَتَلَّ حَذًّا“ کے بجائے ”هَكَذَا نَقُولُ“ کہہ کر کلام ربانی کو نظر انداز کر سکتے تھے۔

اس لئے قدیم اسلوب کی جگہ پر جدید اسلوب کو اپنا لیا۔

فِينَ الْحِكْمَةِ فِي تَفْزِيلِ الْفَرَاقِ عَنْ الشَّعْرِ الْمَوْزُونِ مَعَ أَنَّ الْمَوْزُونَ مِنَ الْعِلَلِ وَتَشْبِيهِ

فَوْقَ تَشْبِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنَّ الْقُرْآنَ مُتَّبِعُ الْحَقِّ وَصَبَّحَ الْقَيِّدُ وَقَضَّاهُ أَحْمَرُ الشَّاعِرِ التَّخْمِيلِ

بِتَصَوُّرِ الْبَاطِلِ فِي صَوْرَةِ الْحَقِّ وَالْأَفْرَاطِ فِي الْأَطْرَادِ وَالْبَالِغَةِ فِي الذَّمِّ وَالْإِنِّ وَالْمَوْزُونِ

ظَهَرَ الْحَقُّ وَاشْطَبَتِ الْقَيِّدُ وَلَهْنُ اسْتَرْجَاهُ اللَّهُ نَيْبَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ وَلَا جُلْ

شَهْرَةِ الشَّعْرِ بِالْكَذِبِ مَعْتَقِ أَصْحَابِ النَّجْرَانِ الْقِيَاسَاتِ الْمُعَوِّذَةِ فِي أَكْثَرِ الْأَمْرِ إِلَى

الْبُطْلَانِ وَالْكَذِبِ شَعْرِيَّةً (الافتاء ص ۳۹۲)

ترجمہ وحشی کے قول ”وَلَمْ يَخْذُوا الْإِسْمَ الْإِسْمَ الْإِسْمَ“ وازال حساب برنی کر فتنہ ہے۔ مولانا

رشید احمد صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے ”اور اس کو کسی شمار و قطار میں نہ رکھتے“ میں کا عربی ترجمہ

”لَمْ يَجْعَلُوا لَهَا مَوْزُونًا“ ”وَلَمْ يَجْعَلُوا لَهَا مَوْزُونًا“

آجیہ قرآن کریم کے نادر اسلوب کے اعجاز نبویؐ پر مبنی کلام مولاناؒ پر توحق در زری کے نامید و تشبیل

پیش کرتے ہوئے فرمایا:

كَمَا إِذَا ارَادَ الْبُلَغَاءُ مِنْ أَهْلِ النَّظْمِ وَالشِّعْرِ أَنْ يَشَبِّهُوا أَمْرًا بِشَيْءٍ

وَرَجَحَا تَمَّ عَلَى الْمَعَاصِرِينَ عَلَى رُؤُسِ الْأَشْهَادِ اسْتَبْطَوْا صُنْعَهُ

غَرِيبٌ تَوَقَّلُوا هَلْ يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ أَنْ يَقُولَ شِعْرًا أَوْ غَزَلَ عَلَى هَذَا

الطُّورِ أَوْ يَكْتُبَ كَمَا بَانَ عَلَى هَذَا الْخَطِّ وَلَوْ كَانَ انْشَاءً عَلَى

الطُّورِ الْقَدِيمِ لَمَا ظَهَرَتْ بِرَاعَتِهِمُ إِلَّا عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ۔

ترجمہ :- جیسا کہ نظم و شعر کے اہل باب بلاغت حب اپنے ہم عصروں پر برسرِ تمام اپنی فضیلت و

فوقیت ثابت کرنا چاہتے ہیں تو کوئی ان کو اسلوبِ یکساں کہتے ہیں اور اخیلج کے طور پر کہتے ہیں



کے اعتبار سے جو مستبعد، شذوذ معمول اور حیرت انگیز واقعہ کسی نئی درجہ کی تائید میں ظاہر ہو گا تو  
 اسے ایک بے تعلقی ظہور میں آنے آئے اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں۔ ایسے واقعات کو زیادہ سے  
 زیادہ خلاف معمول، خلاف عادت، عاتکہ کہا جاسکتا ہے۔ ان کے رد و اتہاکی ثبوت کا مطالعہ یقیناً کرنا  
 چاہئے۔ لیکن اس سے تجاوز کر کے، نفس، امکان، میں شک کرنا یا انہیں خلاف عقل یا محال  
 قرار دینا خود اپنی کم عقلی کا اظہار کرنا ہے۔ استبعاد جو کچھ بھی ہے وہ تو صرف انسان معیاد سے ہے۔  
 انسان کے بہت ہی محدود و متعسر و قریب علم و تجربہ سے ہے۔ ہرگز تجاوز مطلق ہے اس کے لئے تو صمیم  
 معمول اور خلاف معمول سب کیساں ہے۔ اور غریب و مانوس کا فرق اس کے لئے کوئی معنی ہی  
 نہیں رکھتا ہے اور کھوار عجاز القرآن طبع ثانی اور تفسیر جامعہ کی لادریا یا دنی، محدود و متعسر و معمول  
 و عادت کے مطابق جوتے ہیں اور کراسوں کا تعلق غیر نبی سے ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے یہ چیزیں  
 معجزہ سے الگ تھلک ہیں۔

اعجاز قرآنی :- جس وقت سے قرآن کے جہاں جہاں آواز نے غیب کی کتاب لکھی ہے اور آدم کی  
 اولاد کو اپنے سے روشناس کرایا ہے اس کا برابرین دعویٰ رہا ہے کہ میں خداوند ہوں یا کلام  
 ہوں۔ متخزل، الکتاب لا یتبدل، فیہ من رب الفیضات۔ اِنَّا نَحْنُ مُخْلِصُونَ اِلَیْکُمْ اِلٰہ  
 اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِیًّا ۚ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِی لَیْلٍ مُّبَارَکَةٍ ۚ وَ اِنَّا نَحْنُ مُخْلِصُونَ اِلَیْکُمْ اِلٰہ  
 جیسی زمین اور خدا کے سورج جیسا سورج اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پر دیکھنے سے دنیا عاجز  
 ہے اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز رہے گی۔ قُلْ لَہِی اِخْتِلَافٌ  
 اِلَیْکُمْ وَاَلْجِبُ اِلَیْکُمْ اِنْ یَسْأَلُوْا بِعِشْرِیْ هٰذَا الْقُرْآنِ ۚ لَا یَاْتُوْنَکُمْ بِمِثْلِہٖ ۚ وَ لَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ  
 بِیَقِیْنٍ لَّہِیْہِا۔ قرآن کے ماننے کی فوج سازش کریں گے مگر ناکام ہوں گے۔ مغذہ کے جوش  
 میں کٹ رہی گے، اپنی مدد کے لئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو دعوت دیں گے۔ کوئی میل کوئی تدبیر  
 کلاؤ تو بیچ اٹھا کر کہیں گے، اپنے آپ کو اور دوسروں کو مصیبت میں ڈالیں گے۔ سارا نقصان  
 بعد مصائب کے باوجود قرآن کی ایک پھول سی صورت کا مشن بنانا ناممکن نہیں ہے۔ اِنَّا یٰۤاٰیٰتِیْنَہِ  
 اَلْبَاطِلُ یٰۤاٰیٰتِیْنَہِ یٰۤاٰیٰتِیْنَہِ ۚ وَ لَکُمْ خَلِیْقٌ ۚ

إِنْ سَأَلُوا عَنْ إَعْجَازِ الْقُرْآنِ مِنْ أَعْيُ وَجْهِ هُوَ؟ قُلْنَا الْمُحَقِّقُونَ  
عِنْدَنَا أَتَوْهُ بِوُجُوهٍ كَثِيرَةٍ۔

ترجمہ: اگر لوگ سوال کریں کہ اعجاز قرآنی کس حد تک ہے؟ ہم جواب دیں گے کہ تحقیقات  
ہمارے نزدیک یہ ہے کہ وہ اعجاز قرآن ایک سیر بہت بڑا درجہ ہے۔  
فما ملکہ: اہم باب عقل و دانش قرآن کے معجز ہونے پر مشتمل ہیں۔ کیا متوالا و کون منظر القناد  
لیکن سوال یہ ہے کہ قرآن کا اعجاز کس وصف کے لحاظ سے ہے۔ علماء اسلام نے اپنے اپنے مذاہب  
کے اعتبار سے ایک ایک مختلف اسباب ذکر کئے ہیں لیکن ہم علامہ کی رائے یہ ہے کہ قرآن کی  
بشایہ اعجاز کی کس ایک وجہ کے اندر محدود کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ اس ساری خوبیوں کا مجموعہ  
یہ سبب اعجاز ہے۔ متوال نظر یہ اور صحیح مسلک یہی ہے۔ اہل تحقیق اس کے قائل ہیں۔ اہل  
التحقیق علی ان الاعجاز وقوع بضمیع ماسبقین من الاقوال لا یخل واحد علی انفرادہ۔  
(الاعتقاد فی علم القرآن)

اعجاز قرآنی کے پانچ چھ یا سبب خود معشت ذکر کر رہے ہیں۔

منہا الاستلوا بالیدیع لان العرب کانت لہم مبادین معلومت  
یرکضون فیہا جواد البلاطہ ویحذرون قصبات التبق فی  
مسابقۃ الاقران بالقصائد والخطب والزمائل والمجادرات  
وما کانوا یعرفون اسلوبا غیر ہذا الا بمصاع الایجاد ولا  
یتمکنون من ابداعہ۔ فایبداع اسلوب غیر اسالیہم علی لسانی  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہو اقی عین الاعجاز۔

اقتات:۔ البدیع: نوکھا، ترنوم، میناویں میراں کہ جس سے پہلے پہلی، مثال اس کے کہ وہ جگر  
کنا تہ اسالیب کلام تراویح، بحر کثرہ دہ و کثرتا گوشت کو ٹپکنا، دلتا تا جواد علی لسانی



سلوٹوں کے علاوہ کھانا اور اسلوب کی بنیاد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر۔ یہ سب نامی ہیں۔ میں انچارج ہوں۔

قسط نمبر ۱۰ :- پہلا دور ایمان کا بیان ہے جس کا نام اسلوبِ باطن یا بندہ اسلوب ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ قلبی حرب کے بیان اور بلاغت میں برتری کا اظہار چار طریقوں پر کیا گیا تھا۔ قصہ درجہ اول اور اساتذہ و مشائخ: باجمعی گفتگو، انہیں اسامیہ اور جو میں باجمعی گفتگو اور نور اور اساتذہ جوئی نقیص۔ فصاحت و بلاغت کے اولیٰ جو ہر پاروں کی نمائندگی کے لئے بڑے بڑے پہلوئے گئے تھے۔ دہائی کمال و طرز کی انتہائی حد کو لکھو، ہر قصہ اور سب اپنے زور پر دیکھ تو میں اسلوبِ ہر پار کو اور زور و عفت و صفا کو مانا کرتا تھا۔ لیکن ان کی تمام تر دنیا صلاحتوں کا محور بن گیا تھا۔ اسلوب تھے۔ پانچویں طرز اسلوب کا کسی کو نام نہ نہ ہوتا تھا۔

۱۰ بلاغت و فصاحت میں سب پر تنقید و برتری اور اسلوب و بندگی کے ہزار گوشوں کے باوجود کسی جدید طرز میں تمام اسلوب و گفتگوں کو فروزگار دیکھوں گے اساتذہ و شعور سے دور و مجبور گرد ہوا تھا۔ ان حالات میں بنی افقی مسئلہ اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نادر اسلوب کا پیش ہونا بعینہ حیرت انگیز و عجیب چیز ہے۔ جس کے بگھنے سے مادہ پرست عقلیں قاصر و دراندہ اور نقیر ہریش کرنے سے عقوبت و اذیت کا نذر و بل ببارہا ہے۔

ومنها الاختبار بالقصص واحكام الملل السابقة بحیث كان  
مصدقاً للمکتب السابقة بخیر تعلیم۔

ترجمہ :- اور انہیں دو وجوہ اعجاز میں اسے بغیر پڑھے لکھے خبر دینا چاہے کہ شہ ذہب کے احکام اور قصص کی اس طرح کہ وہ سابقہ کتب کے تصدیق ہو جائے۔

قسط نمبر ۱۱ :- بغیر قصص و ہجرت کے ذوق میں الاختبار کے متعلق ہے۔ اور تعلیم کا ترجمہ معاویہ کی روشنی میں "پڑھے لکھے" کر دیا گیا ہے۔ ہم علامہ نے اعجاز قرآنی کی یہ دوسری وجہ بیان فرمائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اہل کتاب سے ہمیشہ ایک خطا رہے کسی کسی فرد بشر سے کچھ







**فائدہ :-** ہم معلوم نے اہل تہذیب کی تیسری وجہ یہ بتائی کہ قرآن کریم بلا غنت کے اس عظیم مرتبہ کا حامل ہے جو انسان کی توت پر روانہ ہے بہت بلند و بڑا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر بہت واضح ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بلا غنت کا وہ عظیم مرتبہ کیا ہے۔ اور اس کے اسباب و علل کیا ہیں؟ انسان اس کا شل پیش کرنے سے کیوں عاجز ہے۔؟

اس سلسلہ میں جو اسلام حضرت یونس علیہ السلام کا ایک قیمتی مضمون برآہیں تو میرا جواب ترکہ ترکہ کی میں درج ہے جس میں آپ کے بلا غنت قرآنی کے درجہ تعلیم پر ناکر ہونے کے اسباب و علل اور حضرت انسان کی اس سے عاجزی و دلچسپی کو ذکر کرتے ہوئے کلام کے تین اوصاف ذکر فرماتے ہیں۔ بلا غنت نصاحت و بدانت ابیل چونکہ پھر لباس و زلیں کی مثال ذکر کر کے اسے سمجھانے کی کایاں کو شبش فرمائی ہے۔ اہستہ و عزم مولانا سید احمد صاحب پانپوری نے العون انگیز میں اسکا خلاصہ اور مولانا عبدعزیز صاحب گنگوہی نے اس کی اصل عبارت۔ اروض الغیرہ میں پیش فرمائی ہے۔ بندہ دونوں کو سن کر کہہ کر حاصل پیش کر رہا ہے۔ خود کو۔ حق تعالیٰ و تبارک و تعالیٰ دیکھیں۔ جیسے لباس اور لائیں دو چیزیں ہیں، اسی طرح کلام کے بھی دو جز ہوتے ہیں۔ الفاظ و معانی۔ حضرت نے الفاظ کو لباس کے ساتھ اور معانی کو لباس کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ پھر لباس کی تین بیشیں ذکر فرمائی ہیں۔

پہلی بیشیت۔ جراتانے والے، ہر اسے متغیر، اصل بول ہوتی ہے جس سے اصل کپڑے کی بیشیت و نوعیت ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً کپڑے کا سونی، ٹیرکات، پولسٹر وغیرہ۔ دوسری بیشیت۔ جو عوارض خارجہ مثلاً نقش و نگار اور رنگائی و تزئین کاری سے حاصل ہوتی ہے۔ تیسری بیشیت جو لباس کے جسمانی۔ اخت پر فٹ یا فٹ ہونے کے اعتبار سے کپڑے کو حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح کلام میں بھی تین چیزیں ہوتی ہیں۔ (۱) الفاظ کا اصول سے ہم آہنگ اور پس و پیش ہونا۔ (۲) معانی کے ساتھ حسین، متوازن اور گہری مناسبت (۳) علم دین کے اصول کی روشنی میں حاصل ہونے والی خوبیاں جیسے جمہوریت، تربیت، توسیع اور جمع و انقیاد وغیرہ۔ پس جب کلام فصاحت ہے۔ جس سے ذہل پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسری کما غنت ہے۔ جس کے بغیر کلام کی بیشیت بالکل ایسی ہے جیسے بغیر سلا ہوا یا بے ڈھب بلا ہوا کپڑا جو جسم پر لپکا ہوا نہال لیا جاتے۔

جیکے تیسرے چیز پر اہمیت کے نام سے یہ دیکھی جاسکتی ہے جس کے بغیر کلام کی جاذبیت و کشش میں تنہا ہوں اور قابل ذکر کسی محسوس کا جانا ہے۔

اس مثال سے ہر دیکھ دیکھ اور روشن و واضح آدمی سمجھ سکتا ہے کہ کسی مضمون کی ادائیگی کے لئے فصاحت و بلاغت لازمی نہیں۔ مضامین تو اصول سے بڑے ہوتے اور تفصیل و ذکر یہ الفاظ کے ذریعہ ہی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ غرض یہ کہ طبع و فصیح کلام نہ محض مضامین کا نام ہے خواہ کیسے ہی قیمتی اور نفیس ہوں، اور نہ ہی الفاظ و عبارت کو کلام فصیح و بلیغ کہہ جاسکتا ہے۔ بلکہ مذکورہ بالا مضمون انطباع پر نظر کر کے ہی کوئی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اگر الفاظ عمدہ اور انطباع کامل ہو گا تو بلاغت و فصاحت میں کامل ہوگی۔ ورنہ جیسے الفاظ ویسی فصاحت۔ اور جس درجہ کا انطباع ہوگا اسی حیثیت کی بلاغت ہوگی۔ مگر چونکہ انطباع، الفاظ و لہجہ کی باہر اہمیت کا نام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ راسخیت، افادہ سے کہیں زیادہ مہم ہوتی ہے۔ لہذا نسبت کا جاننا الفاظ و معانی کے جاننے سے زیادہ مشکل ہوگا، اور اگر کہیں معانی میں بھی تضاد ہو تو انطباع اور زیادہ مہم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بہا اوقات پیچیدہ چیز معانی کے جاننے میں اتکا دو ضرورت کا حامل ہوتا ہے، انکی معنی چند الفاظ کے ذریعے ہی تراویں اور ہم مہم مہم ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ مسئلہ حتمی و حتمی کی حقیقت عموماً ایک سمجھی جاتی ہے۔ اور مقبول حضرت: قوتی، اکثر کم فیوں کے نزدیک یہ الفاظ مترادف ہیں مگر حقیقت مشامان معانی زبان کو ایک کہتے ہیں نہ مترادف قرار دیتے ہیں، کیونکہ جہاں (جس کا مادہ نیم، نیم، قوم ہے، جو تیس و انتیام پر دلالت کرتا ہے اور اس کا جہد بلکہ مہم شتی ہے) حقیقت کا ایسا وصف ہے جو اعضاء کے باہمی تناسب کا وجہ پیدا جاتا ہے، یہ کہ مضمون ہمیں کہ ایک معمولی صفت کا نام ہے جو دوسروں کے درازا و شعور اور پسندیدگی سے مائل ہوتی ہے حضرت اندیش ہی کے فنون میں، مابلکہ یہ کہ مضمون اور دل کو اچھے معلوم ہونے کا نام ہے۔ چنانچہ ماہر ادب مسئلہ: استخفصتہ، اور حسن عتدہ، اپر شہاد ہیں، معلوم ہوا کہ دونوں میں توافقی نہیں ہے۔ بلکہ حسن و حقیقت جمال پر متفرق ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کے جسم و بدن کو غیر جمیل و پسند نہ آجائے تو حسن بلا جمال پایا جاسکتا ہے۔ اور اس کے برعکس صورت میں جمال بلا حسن ثابت ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد آپ خود فیصلہ





بالافت و عدم تکلف تو نے کہ قرآن کی یا ہم وہ چھ قعیدہ از قصائد متقدمین و متاخرین کیا گیا  
دریہ امرے است ذوق کو چہرہ از شعراء انرا بخوبی کی تواند است و عوام آن ذائقہ ندرند۔  
اور عوام وہ ادیبانہ و طینانہ اذواق نہیں رکھتے ہیں۔

تشریح: بدگذاشتہ مغربوں میں بتایا گیا ہے کہ قرآن عظیم بلاغت کے بحر المعقول مرتبہ کا مرتبہ ہے  
جس کے ساتھ عقائد انسانی پے بس ہے۔ اس سے قدوتی طور پر وہ ہنر کے پودہ پر یہ سوال اٹھاتا ہے  
کہ بلاغت کا وہ غلیظ مرتبہ کیا ہے؟ اور اس کی حقیقت تک پہنچنے کے ذرائع کیا ہیں؟ مصنف غلام  
سیاح نے اس سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ بلاغت قرآنی کی کثرت و وسعت تک رسائی تو نہیں  
مغربوں کا حصہ تھا جو قصاصت و بلاغت کی گرم بازاری کے دور شباب میں نبی امین علیہ السلام  
والسلام پر قرآن نازل ہونے کو دیکھ رہے تھے۔ جس کو صرف چند اچھے اسباب و ذرائع کا  
تلاش ہے جن کی روشنی میں بلاغت قرآنی کی فوقیت و برتری کا اور انک کی جا سکتے۔

پہلا ذریعہ: اچھو ذرائع میں عبارت میں مذکور ہے اگرچہ شعراء اور نویسوں کے کلام کا کچھ کسی کمال  
ملاحظہ ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ قرآن کے الفاظ میں جو سہنی فصاحت و شکستہ و روانی  
اور روح انرا عظمت و دلیرت ہے۔ ان کا مجموعہ اس کی ترکیب اور اسلوب میں جو شہنشاہان  
و شہسوار بے عرق کے کلام میں نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ایک ذوق و وجدانی چیز ہے۔ جسے عربی زبان و  
ادب کے ماہرین ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ عوام کے بس کی کہانی نہیں ہے۔

مصر: مصر میں مرفوعے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تائید متقدمین کے خیالات سے بھی ہوتی ہے۔  
شمار بن عطیہ (مستشرق) کا قول ہے ونحن یقین لنا ان العرب فی تکثر و یحییٰ علینا  
وجہہ فی موصی لقصصنا بآجہ العرب یومئذ فی سلامۃ الفوق و وجود المرفوعۃ  
و ذامہ و انما حقیقۃ علی العالم العربیہ۔ (۱۰۱۱۲۰۱۲۰)

غلامی (مستشرق) نے فرمایا: ذهب الاکثرون من سماء النظر الى انما وجه الزخا زخید  
من جهة التبدیل، لکن صعب علیہم تفصیلات و صفا فیہ الى حکماء و فی (۱۰۱۱۲۰۱۲۰)  
لیکن خود غلامی اس بحثہ کی رائے سے متفق نہیں۔ ان کی ذالی تحقیق اس کے خلاف ہے جس کا حاصل  
یہ ہے کہ شمس کلام کے تین درجے ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ ہے البلیغ الوصیل انجیل۔ یعنی وہ

پیشکش کلام جس کی بلاغت میں استحکام اور فصاحت میں کمال حاصل ہو۔ اور اوسط درجہ میں  
اس فصیح کلام کا جس میں جزالت و لطافت اور سلاست و روانی ہو اور اس کے الفاظ و جملوں سے  
قریب یوں خطاں کے الفاظ ہیں۔ الفصحیح القریب التام۔

تیسرے درجہ پر وہ صحیح و سحرنا کلام ہے جو اعلیٰ و اوسط درجہ کی بلاغت سے آرا و زینت ہو۔  
بقول خطابی: البخائر المنطقیة الزبیدی۔ چونکہ قرآن کریم بلاغت کی سینوں اقسام کو جامع ہے  
اس وجہ سے اس کے اسلوب میں عظمت و درملاست و دونوں قسمیں صحیح ہو گئی ہیں و جبکہ دونوں ایک  
دوسرے کی ضد ہیں۔ کیونکہ سلاست و سلاست و روانی کا ثمرہ ہوتی ہے جبکہ عظمت و جلال میں  
ایک طرح کی سختی و کڑختگی پائی جاتی ہے۔ یہی اجتماع ضدین گویا قرآن کی وہ خصوصیت ہے جس کی  
وجہ سے وہ بلاغت و فصاحت کی میزان کو پامال نہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ عظمت و انواریت کی  
وہ نئی رائے (جو سب پر گزرتی ہے) بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ بعض ذوق پر نہیں ہے بلکہ  
اصولی ہے۔ اور تقریر و تقریر کے ذریعہ سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ فہم و فہم و علم و علم  
نور شیعہ اور محمد زکوا و اللہ و اللہ سادہ و بلیغ و بلیغ الود۔

و ایضاً تعلم من الغرابة فيه انه يلبيس المعاني من انواع التذكير  
والمخاصمة في كل موضع لبائنا سبب اسلوب السور و تقصير  
المتطاول عن ذيله وان كان احدا لا يفهم هذا الكلام فليتا من  
ايراد قصص الانبياء في سورة الاعراف و هود و الشعراء ثم لينظر  
تلك القصص في الصفات ثم في الذاریات ليظهر له الفرق و كذلك  
ذكر تعذيب العصاة و تنعيم المطيعين فانما يذكر في كل مقام  
باسلوب جدید و دل کرخاصمة اهل النار في كل مقام بصورة  
على حدة و الكلام في هذا يطول۔

ترجمہ :- اس سیم ترائی کے احوال میں سے اس انوکھے خیال کو بھی جانتے ہیں کہ وہ تذکرہ خاصیت

کی افادہ و اقسام کے مضامین کو ہر مقام پر ایسا نیا لباس پہناتا ہے جو سورۃوں کے طرز خاص کے متناسب ہوتا ہے۔ اور دست و رازی یا مقابلہ کرتے دینے کا ہاتھ اسی کے دامنِ اکتیپ کے سے قاصر رہتا ہے۔ اور اگر کوئی اس بات کو نہیں سمجھتا ہے تو اسے سورۃ احزاب و سورۃ الاسراء شہار میں تنبیہ: علیٰ نبیہم الصلوٰۃ و السلام کے قصوں کے تذکرہ میں غور کر لینا چاہئے۔ پھر ان ہی قصوں و سورۃ صافیات پھر سورۃ ذاریات میں مراد علی کرنا چاہئے تاکہ اس کے سامنے انجیل کے فرق و ضیح ہو جائے۔ اور اسی طرح ناقرا توں کو عذاب اور قرا تروادوں پر احسان کرنے کا ذکر ہے۔ کیونکہ وہ ایسا ہر مقام پر ایک نئے اسلوب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اول نہم کبھی ہی مراد کو ہر موقع پر ایک الگ طریقہ پر ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں طویل گفتگو ہو سکتی ہے۔

فائدہ: بلا غلبہ قرآنی کی فوقیت، کو کہنے کا دوسرا ذریعہ۔ تذکیر و نصیحت اور دستِ مکرر خاص میں اسلوب کے تنوع وہ بھی اتنی کثرت اور سیاق و سباق کی دلچسپی ہمیشگی کے ساتھ قارئین کا کام ہو سکتا ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علی نبیہما و علیہما الصلوٰۃ و السلام کے قبضتین۔ ایک کو حق پر عبادوں پر موسیٰ کی تقدیر اور دوسرے مقام پر ہارون و یحییٰ کی رعایت میں ہوں۔ یہ قاضی ابوبکر باقرانی (رحمہ اللہ) نے ایک خیال کیا تو یہ کرتے ہوئے تنوع اسلوب کے سلسلہ میں فرمایا: بل التامیذ فیہ اعادة القصص الواحد، و بالفاظ مختلفۃ، تجدی معنی واحدًا و ذلک من الامور الصعب الذی تظہر فیہ الفصاحة و تنبیہ فیہ البلاغۃ و لہذا اعيدت کثیرا من القصص علی ترتیبات متعد و تنبیہات بدلت علی غیر ہرعر۔ ازہد، مشاہیر مستحباتہ و متکون اولوا حنہم المعاضیۃ لقصص ثلاث القصص و عبروا عنها بالفاظ المرقوۃ فی ثلاث المضاف و نحوھا فعلیہذا القصص بقایم بہجت الخطاب علی بعض و شایعھا الظہار الالہی الذی دون السبح: (الانقار سورۃ ۱۰۰) اس کے بعد علمائے کرام نے پُرلہذا تائید ہوتی ہے۔

تذکرہ بالآخر میں تنوع اسلوب کی مثال: سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے: الذی جفلی لکھ لڑھن





عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۰۲﴾ سورۃ ہود میں قرآنِ پاک کی آیتوں کی تعداد بیان کی گئی ہے اور وہ ۱۰۲ ہے۔  
 دُرِّمَّا وَقَالَ هَذَا نَحْمُرُ عَصِيْبًا ۝ نَحْمَارُهُ فَوْفَ يَدْرِيكَ الْيَدِيْنَ قَبْلَ وَكَأَنَّا يَفْعَلُوْنَ الْبَاطِلَ  
 قَالَ يَقْتَرِعُونَ فَلَا يَشِئْنِي مِنْ أَهْلِ الْكُرْسِيِّ وَلَا فِئْتَانِ مِنْ دُنَيَّ ۚ لِيُصِیْقَ الْقِسْمُ عَلَى كُرْسِيِّ  
 رَبِّسِدِّ ۚ فَكُلُوا الْقُدْرَ عَظِمْتَ مَا لَكَ فِي بَنِيكَ مِنْ عَمَلٍ وَارْتَاكَ تَفْعَلُوْنَ مَا تُرِيدُ ۚ اِلٰی قَالِ  
 قُلْمَلِكًا ۚ اَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ عَلَیْهَا سَابِقَتُهَا ۚ وَاعْطِنَا عَلَیْهَا حَبِیْرًا ۚ مِنْ سَجْدَةٍ تَقْفُوْنَ مَوَاقِفَ  
 بَنِي دُرِّمَّا ۚ وَمَا مِنْ كَمَالٍ عَلَیْكَ مَبِیْنٍ ﴿۱۰۳﴾ اور سورۃ شعراء میں آیتوں کی تعداد بیان کی گئی ہے اور وہ ۱۰۳  
 اِلٰی قَالِ لَكُمْ اَنْتُمْ خَوْرُكُمْ لَوْ اَلَّا تَتَّقُوْنَ ۚ اِنِّیْ لَكُمُ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۚ فَاسْتَفِیْ اِلَیَّ ۚ وَاطِيعُوْا وَدَعَا  
 اَسْتَلْكَ عَلَیْكَ مِنْ اَخِرَ اَنْ اُخْرِیْ اِلَّا عَطِیْتُ الْعَلَمِیْنَ ۚ اَسْأَلُوْا لِدُرِّمَّا مِنْ اَلْفَلَكِیْنَ  
 وَتَدْرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ یَسْكُنُ مِنْ اَرْضٍ اَحْمَرُ ۚ اَسْمَعُوْا مَوَاقِفَ ۚ فَكُلُوْا اِلٰی حَبِیْرًا ۚ  
 یَا لَوْ اَلَّا تَتَّقُوْنَ ۚ مِنْ الْمُخْرَجِیْنَ ۚ اِنِّیْ اَوْحَا لَاسْمَ ۚ وَامْطَرْنَا عَلَیْكُمْ مَطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْاَسْمَ ۚ  
 ﴿۱۰۴﴾ سورۃ صافات میں آیات کی تعداد بیان کی گئی ہے اور وہ ۱۰۴ ہے۔  
 فِی الْمَعْرِیْنِ ۚ ثُمَّ دُرِّمَّا الْاَجْرِیْنَ ۚ اَلَا تَعْلَمُ ۚ

سورۃ دھن میں سورۃ خود کی طرح حضرت ابراہیم اور ان کے پس انداز کے بیان کی گئی ہے  
 کے ذکر کے ساتھ حضرت لوط کا قصہ جوڑ دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کی کہانی کے آخر میں  
 ہے۔ ۚ اِنَّا نَسْأَلُكَ اِیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ فَاتْلُوْا اِنَّا اُرْسِلْنَا ۚ اِلٰی قَوْمِهِ مُجْرِمِیْنَ ۚ لِیُخْرِیْكَ مِنْ  
 عَمَلِهِ ۚ فَمِنْ حَبِیْرٍ ۚ ثُمَّ مَوَاقِفَ ۚ فِی الْمَعْرِیْنِ ۚ اَلَا تَعْلَمُ ۚ

وہ مسئلہ تفسیرِ قصصہ و تفسیرِ طہ میں ہے۔ اور قرآن میں تفسیر کو میں اسلوب میں بیان  
 کیا گیا ہے۔ ۚ الطَّارِعَ ۚ میں وہ اسلوب کہاں ہے اور سورۃ ۚ پتہ پتہ یعنی تفسیر میں ایک تفسیر  
 اسلوب ہے تو سورۃ بدر میں چھوڑا اور سورۃ ۚ غاشیہ میں پانچواں اسلوب ہے تو سورۃ انفطار  
 میں چھٹا اور سورۃ مزلات میں ان سب کے ایک طرز ہے۔ یہی حال ہے طہ میں پر احصای کا۔  
 ایک انداز ہے سورۃ مزلات میں ۚ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ فِی ظُلْمِیٍّ وَنُجُوْیٍّ اِلَیَّ ۚ سورۃ انداز ہے سورۃ شب  
 کا۔ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ عَمَّا زَا ۚ حَذَّ اِلَیَّ مَا عَمَّا ۚ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ ۚ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ ۚ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ ۚ  
 فِی الْمَعْرِیْنَ ۚ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ ۚ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ ۚ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ ۚ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ ۚ اِنَّا اَلْمُتَّقِیْنَ ۚ



و ایضا نعلم انه لا يتصور رعاية مقتضى الدخام الذى تفصيله فى فرق  
المعاني والاستعارات والكلمات التى تكفل بهما فرق البيان  
مع رعاية محال المخاطبين الاثني عشر الذين لا يعرفون هذا الصنائع  
احسن مما يوجد فى القرآن العظيم فان المطلوب ههنا ان يذكر فى  
المخاطبات المعروفة التى يعرفها كل أحد من الناس نكتة دافقة  
للعامة مرضية عند الخاصة وهذا المعنى كالجمع بين النقيضين  
(شعر) يزيدك وحيفاً حسناً إذا ما دنته نظراً

ترجمہ :- اور ہم یہی جانتے ہیں کہ مقتضائے مقام جس کی تفصیل فرق معانی میں ہے ۔ اور استعارات  
و کلمات ۔ جنہ کا کفیل ہم یہاں ہے ۔ کی رعایت دیئے ان پر وہ مخاطب کے حال کی رعایت کرتے  
ہوتے جو ان علم سے نا آشنا ہوں اس سے بہتر سوچتے ہیں جا سکتے ہے جتنی قرأتیں یہی پائی جاتی  
ہے تیر کو میان مقصود سے نہ رعایت ملے گی اس سے بھی لوگ استغناء ہوتے ہیں ایسے نکات ذکر کرنے  
جائیں جو محو کو پسند اور خواہش کی نظریں محبوب ہوں اور یہی تین ہیں انتہی صبیح کے مشابہت  
شعر کا ترجمہ :- اس کا چہرہ تیری نظریں میں اس کا احسان کر دیا جب تو اس کے دیدار میں اضافہ کر دیا ۔

زیادہ تا بصر ہر کجا گری مگر م ۔ کرشمہ دامن دل کی کشیدہ کیا بیاہست

فائدہ :- بلاغت قرآنی کی فضیلت و فوقیت کو سمجھنے کا تیسرا طریقہ :- کلام ربانی کا ایک  
نادر پہلو یہ بھی ہے کہ وہ بظاہر سادہ و سلیس لکھتے ہیں لیکن در حقیقت علمی لطائف و عرفی نکات  
کا عظیم گلدستہ ہے ۔ اس میں جہاں عرب کے الفاظ اور ادب عربی کی اصطلاحات سے ناواقف  
عوام کی رعایت ہے وہیں معانی ، بیان اور بدیع کی دقت و علمی اصطلاحات سے واقف طبقہ  
خواہش کے لئے بھی دلچسپی کا جو کچھ سناں موجود ہے ۔ گویا بیک وقت دو منفرد و تقاضوں اور  
خواہشات کی رعایت کی گئی ہے جس کی نزاکت و پیچیدگی کا اندازہ زبان و بیان کے دلچسپی  
رکھنے والوں کو خوب ہے ۔ ظاہر ہے کہ ۔ دلی و حنائی ، کایہ پہلو جس کی نظر میں ہو گا وہ اس کی  
اصلی ترین بلاغت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے ۔ اور جتنی گہری نظر والے کا قرآن کا سن

استماعی زیادہ گھر گھر اس کے سامنے آئی گئی۔ پہلے جے یونیٹک و جیٹک والا

غیرت۔۔۔ گولڈنہ صنعت میں کہیں لکھا جا چکا ہے کہ اہل تحقیق کی نظر میں، ایمیزو قرآن کی ہمسایہ  
ان وجود کے پودے عجوبہ پر ہے جنہیں اہل تعبیر ذکر کرتے ہیں۔ لیکن قاضی عیاض کی رائے یہ ہے  
کہ ان تین سے بڑا وجود، و سلوب غریب، و اور بلاغت کا مرتبہ عجیب، الگ الگ مستقل نوع میں  
اعمال کی مختلف اقسام، و سلوب ان کے مجموعہ البلاغت والا سلوب اعلیٰ امور التحقيق۔

(انظر الاندلس حلیہ اخبار القراء العیاضی حلیہ)

ومن حكمة وجوه الاعطى اذ كان يتيسر فهمه لغير المتدبرين في اشرار  
الشرايع وذلك ان العلوم الخمسة نفسها تدل على ان القرآن نازل  
من عند الله لهذه اية بقى اذ و كما ان عالم الطب اذا نظر في القانون  
ولا حظ تحقيقه وقد تيقن في بيان اسباب الامراض وعلا ما بها وصف  
الادوية لا يشك ان المؤلف كاهل في صناعة الطب كذلك اذا علم  
عالم اشعار الشرايع ما يشيع القاء على اقوال الناس في تهنيت  
النفس ثم يتامل في الفنون الخمسة يتحقق ان هذه الفنون قد  
وقعت موقعها بوجوه لا يتصور احسن منه والمؤرخ يدلي بنفسه على  
نفسه

ترجمہ :- اس تمام وجود العیاضی کے ایک وجہ یہ ہے جس کا مجھ اسرار شریعت میں غور کرنے  
وہاں کے سوا کسی اور کے لئے آسان نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ علوم پنجگانہ ہنسی میں یہ تہتے  
ہیں کہ قرآن مجی آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ جسے کہ۔ طب کا عالم وجہ  
۔ قانون (نامی کتاب) کا مطالعہ کریگا، اور امراض کے اسباب علامات اور دواؤں کے  
کے بیان میں اس کی تحقیقات و تحقیقات پر نظر ڈالیگا تو اس میں شک نہیں کریگا کہ مؤلف القانون  
فہم طب میں ماہر ہے۔ اسی لئے کہ جب رجوز شریف سے واقف شخص ان اہلیات کو جاننا ہے تو یہ  
فہم اس کے لئے ہندو کو جس کی تعلیم ہندو ہی ہے پھر۔ علم پنجگانہ پر غور و فکر کرنا ہے تو

حقیقت کے ساتھ یہ جان لیتا ہے کہ یہ علوم و قرآن کے صفات میں، ایسے پرخل واقع ہوئے ہیں جن سے  
بشر کا تصور ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی ذات خود اپنے آپ کو بتاتا ہے۔ شاعر

آفتاب آمد و دلیل آفتاب ہے گر ولایت باید از روی دوستان

فائدہ :- قرآن کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس کے علوم پرچہ ذات خود قرآن کے کلام الہی ہونے  
کا واضح ثبوت ہیں۔ لیکن ہرگز دنیا کی کسی کے لئے نہیں بلکہ صرف ان کے لئے جو غور و فکر کر کے ہدایت  
رہبانانہ کے مقصد اور بشریت کی اصلاح و فلاح کے لئے ان علوم کی ضرورت و افادیت کا صحیح  
اندازہ رکھ سکیں۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جن کے سامنے یہ حقیقت کھل کر آجاتی ہے کہ قرآن کے ہر حکم  
ہر پیغام اور ہر آیت میں انسان کی فطرت و نفسیات کا بھرپور لحاظ ہے۔ جس کی وجہ سے وہسانی  
کی ہندی، صلابت کی جامعیت اور معنات میں کی ضرورت میں بے تغیر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی کامل رعایت  
کے ساتھ ایسا جامع و ہر گیر قانونی ہدایت وہی پیش کر سکتا ہے جو انسان کے ظاہری و باطنی اور  
مستقبل و حال کے احوال سے کئی واقفیت رکھتا ہو۔ آپ خود ہی فیصلہ کریں، مخالفانہ نیت کے  
علاوہ ایسا کامل و اہم ذات کی ہو سکتی ہے؟ یہی وہ ہے کہ بعض مفسرین نے، مَا تَوْابِئُونَ  
بِقَوْلِ شَيْءٍ، کی تفسیر، شَدَّ فِي بِلَادِهِ، کے بجائے، شَدَّ فِي الْعَدَايَةِ، سے کی ہے۔ اور اچھے اس سوال  
کی تائید میرا یہ آیت کریمہ، قُلْ قَاتِلُوا بَيْنَكُمُ الْمَوتَ وَتِلْكَ الْآلَةُ الَّتِي كُنتُمْ تُعْبَدُونَ، اَلَمْ تَكُنْ تُبَدِّلُونَ  
حُدُودَ الْغُلَامِ، کو پیش کیا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْعِلْمُ بِالسُّبُوٰتِ

۔ الخافون، شیخ ابوعلی حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا (از مشتمل تا مشتمل)

کی طبعی تصانیف میں شہادت قہری اور معرکہ الارار کتاب ہے جو۔ قلعہ فروجا جماعت میں مقید ہو کر  
لکھی گئی ہے۔ اسپس، دہلی، اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں اب تک فہم طلب کی امتیازی بنیادی  
کتاب سمجھی جاتی ہے۔ (الذوق ص ۵۵)

یہ ان پانچ دفعہ اعجاز کی تفصیل تھی جن کو متفقہ اسرار شریعت مشاہدہ ولی اللہ رحمہ اللہ دیکھنا  
نے بیان فرمایا ہے۔ لیکن ابی شراقہ دم سدا کے بقول، اعجاز قرآن کی مختلف وجوہ علماء نے  
بیان کی ہیں، اور حسب حکیمانہ بحثی برصحت میں۔ لیکن اس مقدار کا عشر عشر بھی نہیں ہیں جو حق تعالیٰ  
شہادہ کی طرف سے اس کے کلام جلالت نظام میں ولایت کی گئی ہیں۔ (از اوقات)





کی نظیر پیش کرنے کی اہمیت تو کسی ملک کی حدود کے وقت ان کی حدود میں کو چھیں پر لایا گیا۔ علامہ رحمہ اللہ  
 کہتے ہیں: وهذا قول فاسدٌ بدلیل قوله تعالیٰ قُلْ لِّمَنِ اسْبِغْتُمُ الْإِسْمَ وَالْجَنَّةُ لِلَّهِ فَمَنْ أُنِيتُهَا  
 بِمِثْلِ هَذِهِ الْقُرْآنِ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَكُمْ كَانَ بَقِيعُهُمْ لِيَقْبِضَ طَلْعُهَا وَهِيَ قَائِلَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِ  
 مِثْلِ بَقِيعَةٍ قَدْ دُرَّتْ بِهَا وَأَوْ كَيْلُهَا الْقُدْرَةُ تَرْبِيعُهَا فَانْدَادَ لِاجْتِمَاعِهِمْ بِمِثْلِهَا مِثْلُ اجْتِمَاعِ الْمَوْتِ  
 فَلَيْسَ بِمِثْلِ الْمَوْتِ فَتَعَيَّنَ بِمِثْلِهَا مِثْلُهَا

علامہ نے نظام معنوی کی تردید میں دوسری بات یہ بتائی کہ باجماع امت کی عبادت کی نسبت قرآن  
 کی طرف کی جاتی ہے۔ اور اسی کو سب سے بڑا یا سہا ہے۔ جبکہ سلب قدرت کا نظریہ اس کا متقاضی ہے  
 کہ عبادت کی نسبت اختلاف باجماع اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے۔ کیونکہ اہمیت اسی نے چھین لی ہے  
 تو عاجز کرنے والا وہی ہوا۔

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے بھی اس قول کی تردید کی ہے۔ ان کا کہنا ہے، اگر سلب قدرت کو دوسرے  
 عبادت مانا جائے تو نفس قرآن کی نہ کوئی اہمیت دیر تری ہی ثابت ہو سکے گی۔ اور اسے سب سے بڑا  
 کہنا صحیح ہوگا۔

اقول: یہ تو مستمم ہے کہ اس سے قرآن کی فضیلت و اہمیت نہیں ثابت ہو سکے گی  
 لیکن دوسرے جز پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ قرآن کا اصل اہمیت یہ ہے کہ کوئی مخلوق  
 اسی کی نظیر نہیں پیش کر سکتی ہے۔ یہ عبادت پر حال ثابت ہے۔ خواہ اسی کو سب سے بڑا  
 کے اندرونی کمالات ہوں یا اعتبار کی اہمیت سے عروجی و سلب قدرت

تَعْرَاجَاتُ الْكَافَّةِ بِمِثْلِ الْقِيَامَةِ وَالْأَحْوَالِ وَالْأَقْوَامِ إِلَّا بِاللَّهِ الْمُنِيرِ يُرِيدُ لَكُمْ



## البَابُ الرَّابِعُ

فِي بَيَانِ تَرْجُومَةِ التَّفْسِيرِ وَحَلِّ اُخْتِلَافِهَا وَقَعْرِ فِي تَابِعِ اصْحَابِهَا

لِيَعْلَمَ رَأَى الْمُفَسِّرِينَ فَرَقًا مُخْتَلَفَةً جَمَاعَةً مِنْهُمْ قَصْدُهَا رَوَايَةُ اَشْيَاءٍ  
مُنَاسِبَةٍ لِلآيَاتِ حَدِيثًا مَرْفُوعًا كَانَ أَوْ مَوْثُوقًا أَوْ قَوْلَ تَابِعِي أَوْ خَبَرًا  
اسْرَاطِيلِيًّا وَهَذَا مَسْلُكُ الْمُحَدِّثِينَ وَفَرَقَةٌ مِنْهُمْ قَصْدُهَا لِسَانُ نَبِيٍّ  
آيَاتِ الصِّفَاتِ وَالْأَسْمَاءِ فَمَا لَمْ يَكُنْ مُوَافِقًا لِمَذْهَبِ التَّزْوِيلِ صَرَفُوهُ  
عَنِ الظَّاهِرِ وَرَدُّوهُ عَلَى الْخَالَفِينَ تَعَلُّقَهُمْ بِبَعْضِ الْآيَاتِ وَهَذَا  
طَرِيقُ الْمُتَكَلِّمِينَ وَقَوْمٌ اسْتَنْبَطُوا أَحْكَامًا فِقْهِيَّةً وَتَرْجِيحًا بَعْضُ  
الْمُجْتَهِدَاتِ عَلَى بَعْضٍ وَأُورِدُوا الْجَوَابَ عَنْ تَحْسُّكِ الْخَالِفِ وَهَذَا  
طَرِيقُ الْفُقَهَاءِ الْأَصُولِيِّينَ كَوْجُمُهُ اذْهَبُوا إِلَى الْقُرْآنِ وَلَمْ يَتَّخِذُوا  
شَوَاهِدَ كَلَامِ الْعَرَبِ فِي كُلِّ بَابٍ مَوْثُوقَةً تَامَةً وَهَذَا مِنْ صُفَى النِّجَاحِ  
الْبَغُويِّينَ بَطْنُ ثَقَفٍ يَنْدَكِرُونَ تَكَاثُرَ الْمَعَارِفِ وَالْبَيَانِ بَيَانًا شَافِيًّا  
فَيَقْضُونَ حَقَّ الْكَلَامِ وَهَذَا طَرِيقُ الْأَدَبَاءِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَرَوِي قُرَآنَ  
الْقُرْآنِ الْمَأْثُورَةَ عَنِ الْأَسَاسِ ثُمَّ يَتَرَكُ فِي هَذَا الْبَابِ دَقِيقَةً  
وَهَذَا أَصْفَى الْقُرْآنِ وَجَمَاعَةٌ يَتَكَلَّمُونَ بِبَيِّنَاتٍ مُتَعَلِّقَةٍ بِعِلْمِ السُّلُوكِ  
أَوْ عِلْمِ الْحَقَائِقِ بِإِدْقٍ مُنَاسِبَةٍ وَهَذَا مَسْلُكُ الصُّوفِيَّائِينَ وَبِالْجُمْلَةِ  
الْمُبْدِئُ أَنْ رَأْسُهُ وَكُلُّ يَقْصِدُ تَفْهِيمَ مَعْنَى الْقُرْآنِ وَكُلُّ يَخْضُوعُ فِي فَرْقٍ  
فَيَتَكَلَّمُ بِقُدْرَةِ قُوَّةِ فَصَاحَتِهِ وَفَهْمِهِ وَبِالنَّظَرِ إِلَى مَذْهَبِ اصْحَابِهِ  
وَمَنْ تَمَثَّلَ كَانَ فِي التَّفْسِيرِ سَعَةً لَا يَكُونُ تَقْرِيرَهَا وَجَدَ فِيهِ كِتَابٌ  
كَثِيرٌ لَا يَحْصُرُهَا عَدَدٌ -

له نمازی عبارت از سبب جهت تفسیر و سبب چوای که ذکر تقریر و استنباط و کتب بسیار از او  
که مطابق عملی عبارت از مصادیق التفسیر . و اصطلاحی بحق مجتبی صحیح و وجود ذی الجلال .

اللفظیات: مذہب مغزیہ ہے، مسلک اہل سنت و اجماعت، مراد ہے جس میں باری تعالیٰ کو مخلوق کی مائت و مشابہت سے یقید کھنسا گیا ہے۔ اور اس کی ذات و صفات کی تشریح کے لیے، ایسے کلام میں، کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے، مقتضی مقام و مرتبہ اور جہد و جہت و تفسیر۔ ترجمہ: ہر چہ تباہیہ تفسیر مختلف آئینوں اور اس اختلاف کے حل کے بیان میں جو صحابہؓ و تابعین کی تفسیروں میں پائے جاتے ہیں، یہ بالکل اپنے کی ضرورت ہے کہ مفسرین کی مختلف جامعیں ہیں، ان میں سے ایک جماعت نے آیات کے مناسبتاً آثار کو تفسیر کرنے کا ارادہ کیا ہے خواہ مروجہ حدیث ہو یا موقوف، تاہم اس کا قول ہو یا اسرائیلی خبر، اور یہ محدثین کا طریقہ ہے۔ اور دوسری جماعت نے (اللہ کی) صفات و احوال کی آیات کی تاویل کی طرف متوجہ کیا، اور جو آیات و حدیث مغزیہ، کہ موقوف نہ ہوئیں انہیں ظاہر سے پٹا دیا۔ اور غائبوں کو بعض آیات سے ان کے تعلق (یعنی استدلال) کا جواب دیا۔ یہ تسکین کا طریقہ ہے۔ اور ایک جماعت نے فقہی احکام کا استنباط اور بعض جہدات کی بحث پر..... ترجیح کا کاٹا کیا اور فی لطف کے استدلال کا جواب دیا۔ یہ اصولی تقویر کا طریقہ ہے۔

۱۔ جیسا کہ ہم چہرے میں باہر بیان میں سبھی نے رہنمائی میں اس کا اتمام کیا ہے۔ اور اہل تہذیب و تمدن نے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ ۲۔ اہل اصولیہ اس میں تشریح میں امام بخاری کو پیش کرنا اور دوسرے نہیں کیونکہ امام بخاری نے اپنے تفسیر میں اس کی آیات کا ذکر نہیں فرمایا اور اس میں یہ خصوصیت.....

۱۔ اہل اصولیہ و اہل تہذیب و تمدن نے اس میں تفسیر و احکام کی خصوصیت.....

۲۔ جیسا کہ ہم چہرے میں باہر بیان میں سبھی نے رہنمائی میں اس کا اتمام کیا ہے۔ اور اہل تہذیب و تمدن نے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ ۳۔ اہل اصولیہ اس میں تشریح میں امام بخاری کو پیش کرنا اور دوسرے نہیں کیونکہ امام بخاری نے اپنے تفسیر میں اس کی آیات کا ذکر نہیں فرمایا اور اس میں یہ خصوصیت.....

۱۔ جیسا کہ ہم چہرے میں باہر بیان میں سبھی نے رہنمائی میں اس کا اتمام کیا ہے۔ اور اہل تہذیب و تمدن نے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ ۲۔ اہل اصولیہ اس میں تشریح میں امام بخاری کو پیش کرنا اور دوسرے نہیں کیونکہ امام بخاری نے اپنے تفسیر میں اس کی آیات کا ذکر نہیں فرمایا اور اس میں یہ خصوصیت.....

اور ایک جماعت نے قرآن کے خوبصورتی کی وضاحت کی ہے۔ اور ہر باب میں کلام عرب کے کمال و حسن  
شواہد پیش کئے ہیں۔ اور یہ لغوی خوبیوں کا نصب مقام ہے۔ اور ایک جماعت معانی و بیان کے  
نکات کو تسلی بخش وضاحت کے ساتھ ذکر کرتی ہے۔ اور کلام عرب کا احاطہ کرتی ہے۔  
یہ غریق ہے اویسن کا اور ان مفسرین، ایک سے وہ لوگ بھی جو قرآن کی ان قراروں کو  
تقلید کرتے ہیں جو اساتذہ قرارات کے متعلق ہیں۔ اور اس باب میں کوئی کمی نہیں چھوڑنے پر اکتفا

اور یہ قارئین کا دیکھنا ہے۔ اور ایک جماعت اونی مناسب کی وجہ سے علم استغنیاء یا علم الحقائق  
سے تعلق رکھنے والے نکات و مسائل بیان کرتی ہے۔ اور یہ صغیرہ کی روش ہے۔

الحاصل تفسیر کا یہی وسیع ہے۔ اور قرآن کے تمام کلام ہر ایک طبقہ قارئین کے معانی  
کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ اور ہر ایک کسی خاص فن میں گھستا ہے۔ پھر اپنی قوم کو اپنی وراثت کے  
مطابق اور اپنی جماعت کے مسئلہ کی رعایت میں گفتگو کرتا ہے۔ دیکھو کہ وہ اپنی تفسیر میں  
ایسا وسعت ہوئی جس کا بیان کرنا ناممکن ہے۔ اور اس میں اتنا زیادہ کثرت میں ہو گئی کہ  
کوئی خداوند کا معاملہ نہیں کر سکتا ہے۔

فی الزمرہ :- علم استغنیاء، علم الحقائق، علم صغیرہ، علم ہر مذہب و مشرب صوفیائے کرام  
کے دستور و ادب کے مطابق بیان ہر بات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے  
اور یہ زوال سے نفیس کا ترجمہ کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق اور ان کی اطاعت  
کا خوشگوشہ کے اصول بیان کرتے جاتے ہیں۔

۱۔ صغیرہ، علم ہر مذہب و مشرب صوفیائے کرام کے دستور و ادب کے مطابق بیان ہر بات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے  
اور یہ زوال سے نفیس کا ترجمہ کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق اور ان کی اطاعت  
کا خوشگوشہ کے اصول بیان کرتے جاتے ہیں۔

ان اصول پر جاننے والے انسان پر بہت سی ایسی تفصیلات منکشف ہو جاتی ہیں جن پر وہ احکامات میں پروے پڑے رہتے ہیں۔ تصوف کی پہلی منزل ان اصول پر عمل کرنا ہے۔ ۱۔ ملوک کہا جاتا ہے اور دوسری منزل ان حقائق تک پہنچنا ہے۔ جسے علم الحقائق کہا جاتا ہے۔ مزید تشریح کے لئے جو تصوف کے کسی شہسوار سے رابطہ قائم کریں۔

آیات قرآنیہ کے تحت صوفیاء کرام سے ایسی باتیں منقول ہیں جو بلا تفسیر معلوم ہوتی ہیں۔ مگر وہ آیت کے ظاہری درمیانہ معانی کے خلاف ہوتی ہیں۔ مثلاً: ﴿فَاتَّبِعُوا تِلْكَ الْآيَاتِ﴾ یا ﴿وَتَقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ﴾ کے تحت بعض صوفیاء نے کہا: ﴿فَاتَّبِعُوا النَّفْسَ حَتَّى تَهْتَكُوا لَهَا﴾۔ گویا کفار میں نفسی اعتبار سے کوئی خاص مقام ہے۔ مگر اس نام کے اقوال میں شرع کے ساتھ کیا باتیں ہوتی ہیں وہ تو جو دیکھتے ہیں۔

۱۱۔ ان اقوال کو تفسیر نہیں بعض وہ ہوتی ہیں مستند لوگوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ۲۱۔ یہ اقوال قرآن میں تحریر کے مستلزم نہیں۔ ۳۱۔ کسی آیت کے ظاہری مفہوم یا شریعتی مطلب کے کسی طے اصول کے خلاف نہ ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی شرط اگر فوت ہو جائے تو تصوف نہیں ان دو دیگر بنیادیں: ﴿قَالَ تَعْلَى﴾، ﴿تَتَذَكَّرُ﴾ یا ﴿حَدَّثَ﴾ فی آیت استیلائے عقوبت عین۔

اس سلسلہ کی مشہور ترین کتاب وہ ہے جس کی نسبت شیخ محمد بن عربی (صوفی مشائخ) کی طرف کی جاتی ہے۔ اگرچہ مفسر علماء اس نسبت کو درست نہیں قرار دیتے ہیں۔

۱۔ علم التوکل کا لفظی معنی علم الحقائق کا خلاف ہے۔ ۲۔ (صوفی) کہہ آیت کا ترجمہ: ان کافروں سے نال مگر جو تم سے متصل ہیں۔ قول صوفیاء کا ترجمہ نفس سے خالی کر دینا کہ وہ نفس سے متصل ہوتا ہے۔

۳۔ جیسے ایک شخص نے اپنے کو کہہ دیا: ﴿وَالَّذِي يَشْفَعُ﴾ کے تحت کہا: یا رسول اللہ میں ذی ذی شفع ہے۔ ذی: جہاں نفس ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو نفس کو ذلیل کر دے گا شفا پائے گا۔ آیات کو یاد رکھو۔ ﴿مَنْ يَرْجُ الْكَرَمَ﴾ یا ﴿مَنْ يَرْجُ الْكَرَمَ﴾ یا ﴿يَرْجُ الْكَرَمَ﴾ (علوم القرآن ص ۲۷۲، القرآن ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴

وہ مری کتاب کا نام "حقائق التفسیر" ہے جسے ابو عبد الرحمن نسفی نے لکھا تھا اس کا تذکرہ  
ملازم سبکی نے "الاتقان" میں کیا ہے۔ اسی کتاب کے بارے میں مفتی رشید احمد کافوری لکھا ہے کہ  
کائن قد اعتقد ان ذلك تفسير نقد كلفه۔

ملازم نسفی رحمہ اللہ معانی میں "التفسیر" میں باب الاشارة فی الآيات کے عنوان سے اور  
مفسر تھانوی بیان القرآن میں "مسائل التلک" کے عنوان سے جو کہ نقل کرتے ہیں وہ بھی  
ایک قبیل کی چیز ہوتی ہے۔ بہر حال مذکورہ شرائط کے ساتھ یہ اقوال قابل قبول ہیں۔ سبکی نے  
اتقان میں لکھا ہے۔ واما ما ينسب اليه بعض المتفحصين من ان التفسير على ظاهرها  
ومع ذلك فيها اشارات خفية لان حقائق متكشف على او باب التلک ہی یکن المنطوق  
ببہا و بین الظواهر المرادة فهو من کمال الایمان و محض العرفان (برخوع ص ۵۵) تا  
ترجمہ: وہ انفس کا مذہب، کہ تفسیر قرآنی میں ظاہری معانی کے ساتھ ساتھ ایسے دقیق معانی  
و مضامین کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو اہل تصوف ہی پر منکشف ہوتے ہیں۔ اور اللہ  
کشنی و ظاہری معانی کے درمیان تطبیق بھی ممکن ہوتی ہے۔ تو وہ اختلاف شرع نہیں ہے بلکہ  
ایمانی کمال اور عرفانی مذاق کی ذہین ہے۔

قاضی بیضاوی نے اس کے جواز پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان و علی: حق لکھی آیت  
ظہر و بطن و کتب حق مطلقاً سے استدلال کیا ہے۔ قاضی صاحب کی رائے میں ظہر  
سے مراد آیت کا مدعی ہے جو شاہ نزول سے واقفیت رکھنے والے مریدانِ متبحر کے لئے  
واقع ہو۔ مستحق تفسیر ہو۔ اور بطن سے آیت کے وہ فنی اشارات و کنایات اور وجدانی  
معانی مراد ہیں جو خدا اور خاصانِ خدا کے درمیان راز ہوتے ہیں۔

مؤلف حق مطلع کے معنی ہیں "تعمد بطن" میں سے ہر ایک معلوم و واقفیت کے الگ الگ طریقے ہیں،  
ظاہری سمی پر اطلاع پانے کا طریقہ عربی و فارسی، شاہ نزول کی واقفیت و ادب و منسوب وغیرہ  
کی معرفت ہے۔ اور بطن سے باخبر ہونے کا طریقہ ریاضات و عبادت کے ذریعہ تزکیہ نفس، اصلاح  
باطن ہے۔ حدیث شریفہ میں ہے عن علی باعلی و علیہ السلام ان الله علم المرء بقلوبہ۔

(دیکھئے بینات علی حقیقت حوائش و شہد ص ۷۰)

وَقَصَدَ جَمَاعَةٌ جَمْعًا، فَتَكَلَّمُوا بِالْعَرَبِيَّةِ قُرْآنًا وَالْفَارُوسِيَّةِ اخْرَاجًا  
وَتَفَرَّقُوا مِنْ حَيْثُ الْإِخْتِصَارُ وَالْإِطْنَابُ وَوَسَّعُوا أَذْيَالَ الْعِلْمِ

ترجمہ :- اور ایک جماعت نے اس (مذکورہ علوم) کو جمع کرنے کا ارادہ کیا، پتاچہ مفسرین  
(کے ان مختلف طبقوں) نے عربی زبان میں بھی کلام کیا اور فارسی میں بھی، اور اختصار  
و اطنباب کے اعتبار سے ہاں مختلف رہے۔ اور علم کے دو اہل کو سنا کر دیے۔

قصائد :- اہل مفسر کی حالت میں ساتھ ہی ایک قوم مفسرین کے اس طبقہ کا تذکرہ فرمایا ہے  
جنہوں نے روایت و روایت، نقد، حدیث، فصاحت و بلاغت، تصوف و کلام  
اور خود صرف سبھی علوم کو اپنی تفسیروں میں جمع کر دیا ہے پتاچہ چھٹی صدی میں امام رازی (رحمہ اللہ)  
مستشرقین نے اسی نوع کی جامع تری تفسیر لکھی ہے جس کا نام حاشیج الغیب ہے۔ تفسیر کبیر  
کے نام سے مشہور ہے۔ تیسری صدی میں تھقی بغداد علامہ آلوسی منفی (متوفی ۱۲۷۰ھ) نے  
روح المسائل کے نام سے ایک جامع تری تفسیر تصنیف فرمائی ہے، اسی طرح جامع شریعت  
و طریقت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی بیس سالہ القرآن بھی جامعیت کی نزاع شائق ہے۔  
ما تھانوی دوسری بات بہرہ نائی کہ حضرات مفسرین نے تفسیر کا کام کسی ایک زبان تک محدود  
نہیں رکھا بلکہ عربی و فارسی دونوں زبانوں میں قرآن کی خدمت کی گئی ہے۔ مثلاً علامہ زبانی تک محدود  
ایک ترجمہ جس بن محمد منفی المشتمل نظام پیشاپوری ثم دولت آبادی کا ہے جو آٹھویں  
صدی کے علماء میں سے ہیں۔ حضرت مولانا علی سیاحہ دہلی کے بقول : اس سے پہلے کسی فارسی  
ترجمہ کا سراغ نہیں ملتا ہے۔

دوسرا ترجمہ قرآن یہ ہے جو شیخ سعدی کی طرف منسوب ہے۔ لیکن تحقیق بات یہ ہے کہ وہ علامہ  
منیر شریف علی ابوجہانی (متوفی ۱۲۷۰ھ) کا کیا ہوا ہے۔

اور اب الحمد للہ قرآن کریم کے تراجم و تفاسیر تمام عالمی زبانوں میں دستیاب ہیں۔ تیسری بات یہ بتانی  
کہ بعض مفسرین نے ایک خاصہ اختصاص کا کام لیا ہے، جیسے علامہ آلوسی و علامہ آلبرکات وغیرہ اور  
بعض نے اختاب تفصیل اختیار کی ہے جیسے امام رازی، علامہ آلوسی اور علامہ ابن کثیر وغیرہ۔

وقد حصل للفقيه بحمد الله وقوفه في كل من هذه القنون  
مناسبة، وأدركت أكثر أصولها وجملتها صالحة من وقوعها فحقق  
لي نوع من الاستقلال والتحقيق في كل باب ووجه كسب الاجتهاد  
في المذهب واليقين في الخارج من بحر القضي الإلهي فثالث وثلاث  
من قنون التفسير غير القنون المذکور.

ترجمہ :- اور فقیر کو اللہ کے فضل و توفیق سے ان تمام قنون خصوصاً سنا بہت حاصل ہے۔  
اور مجھے ان (قنون) کے اکثر اصول اور بقدر ضرورت فروع کا ادراک حاصل  
ہے جس کی وجہ سے مجھے ہر باب میں خاص قسم کی قیمن و راستا مل سکتی ہے جو اجتہاد فی المذہب کے مشابہ ہے  
اور سچے تفسیر و التعلیل کے عرفان سے دیگر قنون کے علاوہ قیمن و عرفان میں بعض قنون کی قیاس کا بھی ہے  
فقہ اجتہاد فی المذہب : اپنے مامور مجتہدین کے طے کردہ اصول کی روشنی میں دلائل وغیرہ سے  
مسائل مستنبط کر سکی استعداد کا نام ہے۔ اجتہاد فی المذہب وہ مجتہد ہے جو اپنے مامور کے طے کردہ  
اصول کے مطابق اولہ شرعیہ سے استنباط کرتا ہے (عمر ۲۷۰ ج ۲)

حضرت مامق کا مقصد یہ ہے کہ قیمن تفسیر کے قدیم اصول و فروع پر سیری نظر دینی و سبب یہ کہ  
انہی اصول و فروع کی روشنی میں مزید اصول تفسیر وضع کرنے کا حق مجھے حاصل ہے۔ بلکہ ہر کام  
فرازدگی کے قصہ میں تفصیل ہے۔ مجھے بعض ایسے علوم کا انکشاف ہو گیا ہے جو تفسیر کے یہاں  
استنباط نہیں۔ وہ علوم و قنون ان کی باب کی آخری دو فصلوں میں مذکور ہیں۔ غائب نظر۔

وَاللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرُوحِ خَضِرَةِ الرِّسَالَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي  
هُوَ مَنبُجُ الْفُتُوحِ، وَكَأَنِّي مُسْتَفِيدٌ مِنَ الْكَفَّةِ الْحَسَنَةِ بِرُوحِ الْوَاسِطَةِ  
وَكَلَامِكَ مَتَأَثِّرٌ بِأَنْصُلَةِ الْعُظْمَى بِرُوحِ الْوَاسِطَةِ  
وَلِيَا إِلَهِي فِي كُلِّ هَيْئَةٍ شَعْرَةً لِّسَانًا لَمَّا اسْتَوْفَيْتَ وَاجِبَ حَمْدِكَ  
وَرَأَيْتَ بِهَا يَلْزَمُ أَنَّ تَذَكُّرَ خُوفٍ مِنْ أَوْلَادِكَ مِنْ كُلِّ قَوْمٍ فِي هَذِهِ الرِّسَالَةِ

تقریر دے اور اگر تم کسی ذات پر پھوہ تو میں بڑے واسطہ قرآن عظیم کا تمہید ہوں۔ جیسا کہ میں رسالت نبیہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی روئے پر فتوح کا اویسی ہوں۔ اور جیسا کہ کیا کہتے سننا ہے پادشاہ  
فیضیاب ہوا ہوں۔ اور اگر کچھ میں مخلوق غفلت سے براہ راست مستثر ہوا ہوں۔  
اور اگر میرے بال آگے کی ایک ایک جگہ پر زبان اکا اکاؤا چومائے تو میں اس کی جگہ پر اور احق  
مجھ سے آواز ہو سکے گا۔

اور میرا خیال ہے کہ اور بڑا زہر میں سے یہ ہے کہ ہر ہر فن کی دو زمین باتیں وہی رسالہ میں ذکر کردہ ہیں۔  
**ف۔** گذشتہ عبارت میں حدیث بانسوت کے طور پر بتایا گیا ہے کہ قرآنی معنی کے سلسلہ میں  
محقق پرافتدیل شازا کی خصوصی نظر کرم رہی ہے۔ یہاں حضرت نے تصوف کی  
فہامیں وغیرہ مشہور اصطلاحات میں بڑی نیا زہندی و احسن غیری کے ساتھ تشریح پیرزہجہ میں  
اپنی چند زیادہ خصوصیات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ عبارت فی انجب ہیں ہے۔ لیکن اصطلاحات  
ذہنیہ نہیں ہو جائیں۔ اس لئے اصطلاحات کی تشریح پیش قدمت ہے۔ توجہ فرمائیں۔ حضرت نے  
چار اصطلاحیں ذکر کر دی ہیں۔ تلمذ علی القرآن۔ اولیہیت۔ کہتے سننا۔ مخلوق غفلت۔  
پہلے اولیہیت کا مسئلہ کو سمجھئے۔ جسکے بعد بعد بقیہ خوب تشریح کی جائے گی۔ کیونکہ ان میں وہ ہیں  
مضبوط و ربط ہے۔ (اور تمہوں کا موقوف علیہ ایک چیز ہے۔) (کما سیالہ)

**اولیہیت:** عام ارواح کے مقدس نفوس اور پاکیزہ ارواح کے روحانی استفادہ کر کے کل  
یا بعض صفات میں ان کے مشابہ ہو جانے کا نام اولیہیت ہے جس شخص کو یہ نسبت و دولت  
ماحول ہو جاتی ہے وہ اولیہیت کہلاتا ہے۔ اور انبیاء کرام و اولیاء نظام دینی میں انہوں نے علیہم  
الصلوة والسلام میں سے جس کی روح پر فتوح سے استفادہ ہوتا ہے مستفید اسی کی تکرار  
منسوب ہوتا ہے۔ جیسے جس استاذ کے علم خاہر کا استفادہ ہوتا ہے مستفید اسی کی طرف  
منسوب ہو کر اسی کا شاگرد کہلاتا ہے۔ حضرت ماقبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح  
پر فتوح (عزیز فیوض) سے مستفیض و بہرہ ور ہوئے ہیں۔ لہذا آپ کے اویسی ہونے۔ اسی لئے  
ارشاد فرمایا: انا اولیہ فی لودج حضرة الرسالة۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ۔  
یہ حال اولیہ وہ شخص ہے جسکی روحانی نسبت، عالم ملکوت کی درجہ طہیر سے اتنی مضبوط ہو





اور صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس بجلی کا نام بھی تہلی ہی ہے۔

تقریباً تہلی، تہلی و خاص قسم کی ربانی تجل (انوار) ہے جو کسی کو جو پر ذات الہی کی معرفت و ہدایت کا ذریعہ بنانے کے لئے ڈالی جاتی ہے۔

انجیل بدایت، حضرت شاہ سہام علیہ الرحمۃ نے فیوض الحریص میں متعدد مقامات پر تہلی کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر رقمطراز ہیں: **هو الحبل الذي من تحت**

**يد عوف ربي**، تہلی ایسی روش ہے کہ جس شخص نے اسے پکڑ لیا اُسے اپنے رب کی معرفت حاصل ہو گئی، دوسری جگہ فرماتے ہیں: **المراصد افترأبیم الی اللہ** تہلی سے مراد قرب خداوندی کے

حصول کو انسان بنا ہے (تیسری جگہ فرماتے ہیں: **ان لہ تسارک و تعالیٰ تدنیٰ عظیمنا** متوجہ الی الخلق بہ بعد دوہ والیہ یلجاؤن۔ وهذا التذلی لہ فی کل ثمرہ من

الغیاث مشاف؟ خالق کی ایک عظیم تہلی مخلوق کی طرف متوجہ ہے۔ سب سے بدایت پاتے ہیں اور اسی کا سبب دیتے ہیں، اور ہر ہر وقت میں اس تہلی کی ایک انگشت لہ رہی ہے۔

مذکورہ عبارتوں سے راقم الحروف نے یہ سمجھا ہے کہ تہلی کے مختلف مراتب یا مختلف انوار ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ تہلی کے اثرات و فوائد مختلف ہیں۔ عام خومین کے طلب پر یہ

تہلی ظاہر ہوتی ہے تو اسے حق و صداقت پر شہادت حاصل ہوتا ہے **افمن شہد اللہ** تہلی کا ولا سلام فہو علی نوہ و حق و رب ہے۔ انیسوا اگر اہم طلب علم اسلام پر یہ تہلی ظاہر ہوتی ہے تو وہ

ہدایت کے آفت آؤما ہوتا ہے بن جاتے ہیں۔

۱۔ سلسلہ کونین وارو) فیوض الحریص، صفحہ ۵۱۵

۲۔ سلسلہ کونین وارو) فیوض الحریص، صفحہ ۵۱۵

۳۔ جو فیوض الحریص میں ہے وہ بھی پیش نظر رکھا جائے۔ لہذا مثال عبادت پیش خدمت ہے، مخلوق کی طرف کی بند

دیکھ کر تہلی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور عالم میں سبب تہلی کا ظہور ہوتا ہے تو اس کا منہ انہی میں ظہور میں آتا ہے۔ یعنی مروجہ امور و کیفیات شرعیہ کے ساتھ کوئی روشنی بیخوش ہوتا ہے اور یہی روشنی بیخوش اللہ اس کے لئے

ہوئے احکام شرعیہ کی غور میں ہوتے ہیں۔ اور وہ تہلی حقیقت ہے کہ ہے یہی تہلی تہلی کے ظہور سے بہت سے ایسے علوم و معارف کا انکشاف ہوتا ہے جس میں تہلی کے ساتھ ایسی شے ہوتی ہے، چاہے لوگ یہ سمجھیں کہ یہ تہلی ہے کہ یہ علم ان کے فیض سے مل رہا ہے۔ جو لوگوں پر ان علوم و معارف کا انکشاف ہوتا ہے تو وہ ان کے ہر تہلی۔

۱۔ وہ لوگ جو کام دیکھتے ہیں علم کو سنبھال کر لے کر آتے ہیں اور یہی کہا جاتا ہے ان لوگ ہی تہلی تہلی علم و معارف

باندھ کر ہیں کہ وہ لکھا، حدیث: ۱۔ (۱) اھل الحکمتہ الی ما شہدہ کہا جاتا ہے۔ (۲) حدیث: ۱۔



# فصل

فی بیان الآثار المروئیة فی الکتاب التفسیر لأهل الحدیث وما یعلق

تعلیل۔ تفسیر کی تفسیر کا کتب میں متقول آثار اور ان کے تعلقات کے بیان میں

من جملة الآثار المروئیة فی کتب التفسیر بیان سبب النزول  
وسبب النزول عن قسما ین۔ القسم الاول ان تقع حادثة یظهر  
فیها ایمان المؤمنین ونفاق المنافقین کما وقع فی أحد والآخر اب  
فانزل الله تعالى مدح هؤلاء وذم اولئك لیكون فیصابین  
الفریقین۔ وربما یقع فی مثل هذا من التفریع بخصوصیات  
الحادثة مما ینتفع حد اکثر۔ فیهب ان یکثر شرح الحادثة  
بکلام مرید خاص لیتضح موق العکلاء علی القاری۔

ترجمہ :- اہل آثار میں سے جو تفسیر کی کتابوں میں متقول ہیں مثالی نزول کا بیان ہے اور شاہان  
نزول دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم ہے جو کراؤ ایسا اور تفسیر میں آجائے جس سے تفسیر کا ایمان  
اللہ تعالیٰ کا نفاق سامنے آجائے جیسا کہ ایسا آئے اور دجگ احزاب میں ہوا۔ لہذا  
اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف اور ان کی مذمت نازل فرمائی۔ تاکہ یہ حکام الہی فریقین کے  
بارے میں فیصلہ کن ثابت ہو جائے۔ اور کہیں کہیں ایسی آیات ہیں واقعہ کی خصوصیات کی جانب  
توضیحات کثرت کو پہنچ جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ فقرہ کلام کے ذریعہ  
واقعہ کا تشریح کر دی جائے تاکہ کلام الہی کا مقصد قارئین کے سامنے واضح ہو جائے۔  
ف :- تعریضات سے متعلق گفت گور سبب نزول کے بیان میں ہو چکی ہے۔

والقسم الثانی ان یتبرع معنی الآية۔ بعمومہا۔ من غیر احتیاج  
الی العلم بالحادثة الیٰی ہی سبب النزول۔ والحکم للعموم اللفظ  
للاخص من السبب۔ وقد ذکر قد ماء المقترین تلك الحادثة

بقصد الاحاطة بالاثار المناسبة للآية او بقصد بيان ماصدق  
عليه العموم۔ وليس ذكر هذا التفسير من الضروريات۔

ترجمہ۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ آیت کا مفہوم اپنے علوم کے اعتبار سے۔ اس واقعے  
واقعت کی احیاء اور صورت کے بغیر مکمل ہو جاتا ہے جو نزول آیت کا منسوب ہے۔  
اور مخالفہ اعتبار الفاظ کا مجموعہ کا ہونا کی وجہ سے خاص کا۔ اور قدما و مفسرین اس واقعہ کو یا تو  
آیت کے مناسب اقوال کا احاطہ کرنے کے ارادہ سے ذکر کیا ہے یا پھر اس واقعہ کی وضاحت  
میں کرنے کے ارادہ سے جس پر لفظ کا عموم صادق آیا ہے۔ اور ہر قسم کا تذکرہ ضروری نہیں ہے۔  
ف۔ یعنی جس آیت کا حکم عام ہو اور اس کے مضامین کا کھنڈن ان نزول کے واقعات پر  
موقوف نہیں۔ اس کے مشال نزول کا علم و ذکر ضروری نہیں۔ رہا یہ مسئلہ کہ تفسیر  
مفسرین نے ایسے واقعات کو اپنی کتابوں میں جگہ کیوں دی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مقصد  
کے پیش نظر ایسا کیا گیا ہے۔ (۱۱) صدوق آیت کی مثال پیش کرنا (۲) نبوت کے مناسب سبھی  
اقوال کو جمع کرنا۔

وَقَدْ حَقَّقَ عِنْدَ الْفَقِيرِ أَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ كَثِيرًا مَا حَاطُوا  
يَقُولُونَ۔ نَزَلَتْ الْآيَةُ فِي كَذَا، وَكَذَا بِغَيْرِ مَقَامٍ تَصَوُّرٍ مَا صَدَقَتْ عَلَيْهِ  
الْآيَةُ۔ وَذَكَرَ بَعْضُ الْخَوَاتِمِ الَّتِي تَمَثَّلَتْ لَهَا الْآيَةُ بِمَعْنَى سَوَاءٍ تَقَدَّمَ  
الْقِصَّةُ أَوْ تَأَخَّرَتْ، أَسْرَئِيلِيَّا كَانَ أَوْ جَاهِلِيَّا أَوْ إِسْلَامِيًّا،  
اسْتَوْجَبَتْ جَمِيعَ قِيُومِ الْآيَةِ أَوْ بَعْضَهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ اور فقیر کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ صحابہ کرام و تابعین عظام بکثرت  
فرماتے: الْآيَةُ فِي كَذَا، کہہ دیا کہنے تھے۔ جبکہ ان کا مقصد اس چیز کی صورت (و مثال)  
پیش کرنا ہوتا تھا جس پر آیت صادق آسکتی ہو۔ اور بعض ایسے واقعات کا ذکر کرنا مقصود ہوتا تھا  
جس کو آیت اپنے علوم کی وجہ سے مثال ہو خواہ وہ واقعہ (نزول آیت سے) مقدم ہو یا مؤخر،  
اسرائیلی جو یا جالی یا اسلامی۔ نبوت کی تمام قیود کو حاوی اور محیط ہو یا بعض کو۔ واللہ اعلم،

ق۔ تفصیل بحث۔ معرفۃ سبب النزول میں گزری۔

فَعَلِمَ مِنْ هَذَا التَّحْقِيقِ أَنَّ لِلْعِبَادِ فِي هَذِهِ الْقِسْمِ خَلًّا — وَ  
لِلْقِصَصِ الْمُتَعَدِّدَةِ هُنَاكَ مَعْنَى. فَمِنْ أَسْتَحْضَرُوا هَذِهِ التَّكْتِلَةَ  
يَسْتَكُونُ مِنْ حَلِّ مَا اخْتَلَفَتْ مِنْ سَبَبِ النُّزُولِ بِأَدْنَى عُنَايَةٍ۔

ترجمہ۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کتاب کے نزول کی اس قسم (دوم) میں اسباب کا دخل ہے۔  
اور یہاں متعدد قصوں کی گنجائش ہوتی ہے۔ اور جس شخص کو یہ کتاب سیکھ کر ہے گا  
وہ معلوم ہی ہوئے کہ اس کتاب کے نزول کا اختلاف مل کر کے گا۔

وَمِنْ جَمَلَةِ ذَلِكَ تَفْصِيلُ قِصَّةٍ وَقَعَ فِي نَظَرِ الْقُرْآنِ تَعْرِضٌ بِأَصْلِهَا  
فِي أَخْذِ الْمُفَسِّرِينَ اسْتِقْصَاءُ الْقِصَّةِ مِنْ أَخْبَارِ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَوْ  
مَنْ عِلْمِ التَّيَّارِ فَيَذْكُرُهَا بِجَمِيعِ تَصَوُّصِيَّاتِهَا۔

ترجمہ۔ اور اس میں (آثار دیکھیں) اس سے اس قصہ کی تفصیل ہے جس کی اصل کی طرف قرآن میں  
تعریف ملتی ہے۔ لہذا مفسر یہ اس واقعہ کی تفصیل کو بنی اسرائیل کی روایات سے یا  
علم میرے اندر کرتے ہیں۔ میرے اس کی تمام خصوصیات کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

وَعَمَّا كَانَ يَصِفُ تَفْصِيلًا وَمَا كَانَ فِي الْآيَةِ تَعْرِضٌ بِهِ ظَاهِرٌ بِحَيْثُ  
يَقُفُّ هُنَاكَ الْعَارِفُ بِاللُّغَةِ مُتَفَحِّصًا۔ ذِكْرُكَ مِنْ وَطِئَتِ  
الْمَضَرِّ۔ وَمَا كَانَ خَارِجًا مِنْ هَذَا الْبَابِ۔ مِثْلُ ذِكْرِ بَقَرَةِ بَنِي  
إِسْرَائِيلَ أَوْ ذِكْرُ كَانَتْ أَوْ أَنْثَى؟ وَمِثْلُ بَيَانِ كَلْبِ أَصْحَابِ الْكَهْفِ  
أَوْ يَقَعُ كَانَ أَوْ أَحْمَرُ؟ فَهُوَ تَكْلُفٌ مَا لَا يَعْطَى وَكَانَتْ الصَّحَابَةُ  
رَضَى اللَّهُ عَنْهُمْ يَتَذَكَّرُونَ مِثْلَ ذَلِكَ قَبْلَ مَا مِنْ قَبْلِ تَضَمُّنِ الْأَوَّلِ

ترجمہ۔ اور اس میں جو بھی قصہ کی تفصیل ہے (اور وہ ہے کہ تفصیل مآخذ میں دوسم کے  
اثر اور ہوتے ہیں۔) (انچ) وہ جس کی جانب بابت کے اندر دیکھیں اس شان موجود ہیں اس میں

کونسا قول کا جاننے والا ہوا اس میں جس کی طرف گئے اور اس کی تحقیق کی گئی۔  
نہ ہو کسی کی روایت۔ استاد شہرہ انھیں کہ قلمیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ لا یرحمہ۔ یہاں جس طرح اس کی تفسیر کی گئی ہے۔

تو اس کا ذکر کرنا مفسر کی ذمہ داری ہے۔ اور (۲) وہ جو اس باب سے خارج ہو۔ جیسے بنی اسرائیل کے بعدہ کا تذکرہ کروہ نہ تھا یا مادہ تھی، اور جیسے اصحاب کربلا کے کئے کا بیان کروہ چکر؛ تھلیا سرخ، تو یہ ایسی چیز کا تکلف ہے جو لایعن (وہ سورہ) ہے۔ اور صاحب کراشم اس قسم کی چیزوں کو مسیوم بدعا متاعہ وقت کے قبیل سے کہتے تھے۔

آتشیں کچ۔ قولہ: اذکر اکانث۔ پو بعض کہتے ہیں کہ وہ مادہ تھی، کیونکہ آیات میں اکل طرف تائینت کی علامتیں راجح ہیں۔ اور ابو منصور کہتے ہیں کہ وہ مذکر تھا، کیونکہ انما تات بولن اذ تفرقت بیسوں کو کام ہے۔ اور تائینت کھلم مات لفظ بقرہ کی وجہ سے ہے، کا ان خواجہ۔ و قالت عائشہ۔

قولہ: اجمع کان الم حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ منیائے رنگ کا تھا، دوسری روایت میں ہے کہ سرخ تھا، مخالف کہتے ہیں کہ زرد رنگ کا تھا، قرطبی کہتے ہیں کہ اس کی زردی مائل سرخ تھی، کلثبی کہتے ہیں کہ تلخی بکون تھا، بعض کہتے ہیں کہ زردی کا تھا، بعض کہتے ہیں کہ چکر تھا، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

و احفظوا لى ونبه على احوال اخصاميل لها	اس کے رنگ کی بات چند قول میں نہیں کا کہ
ولا طامئ تحتها ولا ذليل عليها ولا حاجة	مائل ہے نہ ناعہ نہ ذلیل پر کوئی ذلیل ہے نہ اعلیٰ
لها بل هي ما يغني عنه ذل مسند	کچھ ضرورت بکروہ تو نہیں نہیں سے ہیں، کیونکہ
رجسها بنغيب	خوب افسل کے تیر ہیں۔ (الروم)

و ليحفظ ههنا نكتتان. الأولى ان الرطل في هذا الباب استراد القصص المسموعة بلا تصرف عقل، وربما يتخذ جمع من قدام المختبرين ذلك التعريض قدوة في فروع عملها مناسبا لذلک التعريض، فيقررونه بصور الاحتمال في شبه المتأخرين

تو اس میں۔ صاحب آراء فہم کی روایت تیر و از قبیل توضیح مذاہب و مذہب۔ ہے۔ لایقہ تیسرا، اور اس قبیل، اور کے و زبان و در حافظ کا ہونا ضروری ہے۔

وکتیذا یشتبه. المقریر علی سبیل الاحتمال بالتقریر مع الجزمہ  
فی کلامہم۔ فیذکر ہذا مقام ذالک۔ لان است الیبت المقریر  
لم تکن منفحہ فی ذلک الزمان و ہذا امر متعہد فیہ۔ لانتظر  
العقل فیہ مجال۔ وذا انزوا۔ قیل و یقال۔ ہناک منسعة فیمنع  
فیہ ارجاء العیان۔ ومن حقیقۃ ہذا التکتہ حکم حکم فیصلا  
فی کثیر من المواضع التی اختلف فیہ المفسرون۔

ترجمہ :- اور اس موقع پر دو تکتے پار کر کے بائیں۔ پہلا (تکتہ) یہ ہے کہ اصل اس باب میں کتنے  
ہوئے قصوں کو عقل تصرف کے بغیر جیت کر کرنا ہے۔ لیکن خود مفسرین کی ایک  
جماعت اس نوع میں گو پیشوا (مشغول رہ) بنا نہیں ہے۔ یہی وہ تفسر ہیں کا کوئی مناسب عمل فرما  
کرتے ہیں۔ پھر اسے۔ احتمال کے طور پر، بیان کرتے ہیں تو مستأخرین پر ایہ فرضی عمل، مستحب رہتا  
ہے۔ اور یہاں اوقات ان کے کلام میں، اصلی تقریر یعنی تقریر سے مشتق ہوتی ہے۔ تو  
مستأخرین، اس (احتمالی تقریر پر) کتنا کہ تفسیری تقریر اگر جگر پر ذکر کر دیتے ہیں۔ کہو کہ بیان کے اسالیب  
اس زمانہ میں اتنے واضح نہیں (ہو سکتے) تھے۔ اور یہ ایک اجتہادی چیز ہے۔ عقلی نظر و فکر کی  
اس میں غیبت نش ہے۔ اور اس موقع پر فیصل و قبال کا دائرہ وسیع ہے۔ لہذا کام کو وحیاً  
رکھنا ہی مناسب و بہتر ہے۔ اور جو شخص اس کلمہ کو یاد رکھیگا وہ ایسے نیت سے موقعوں پر  
جہاں مفسرین کا اختلاف ہوگا فیصلہ لیں رائے پیش کرے گا۔

فہرہ (۱) در بحث پنجم از کلمات کے تارکھا مشورہ امامیہ از قدامائے مفسرین امامیہ مطابقت  
عربی معہ۔ وکنی طائفة من قداماء المفسرین یستخذونہ، الام، چونی چاہئے۔

ترجمہ میں ان کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۲) حاصل عبارت یہ ہے کہ قرآنی قصص میں جہاں امور کی طرف اشارات و تعلیمات نہ پائی جاتی  
ہوں عقل و قیاس کے ذریعہ ان امور کی تفسیر و تفسیر کے ور پے نہیں جوتا چاہئے۔ بلکہ اصل  
واقعہ کے بیان پر اکتفا کرنا چاہئے۔

درا بعض متقدمین کا معمول و دستور کہ وہ نہایت سی غیر ضروری تشریحات و تفصیلات (اپنی  
کتابوں میں) شریک کرتے ہیں۔ یہاں سے کہ بقرہ بنی اسرائیل اور اصحاب کعبہ کے کتے کے مسئلہ میں بیان



کیا جا چکا ہے تو وہ بعض اہمالی تفسیر اور خیالی پرواز مولیٰ ہے۔ اگرچہ انداز گفت گوئے حسنی  
و یقینی جوئے کا گمان ہوتا ہے۔ اور اس گمان و اشتباہ کا سبب وہی دوسرے مطلوب کلام  
اور آجائے طرز گفت گو کا تفاوت ہے۔

و يمكن ان يتحقق في كثر بر من مناظرات الصحابة انه ليس بقولي  
وانما هو تفتيش علي بن ابي حمزة بعض المجتهدين على بعض -- و  
الفقيه علي بن الحسن بن محمد بن قول ابن عباس رضي الله عنهما  
في آية: واصبحوا برؤوسكم وارجلكم الى الكعبين لا اجد في كتاب  
الله الا المسح لكتفهم ابوا الا العسل: فالذي يفهمه الفقهاء انه  
ليس يذهب الى وجوب المسح وليس فيه جرم يحصل الاية على  
ركبتين المسح بل الذي نقره عند ابن عباس رضي الله عنهما هو  
العسل. ولكنهم يقررون هناك اشكالا ويظهرون احتمالا لبعثهم  
ياي وجب يذكرون علماء العصر التطبيقي في هذا المتعاضد واعت  
مسلك يسلكون. ومن لم يطبع على حقيقة الحوادث السلف يظن  
قول ابن عباس ويعد هذا هباءا من داه. عاشا كما عاشا.

ترجمہ :- اور اس امکان ہے کہ صحابہ کرام کے بہت سے مباحثہ کے بارے میں یہ ثابت  
ہو جائے کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اور روئے نہیں ہے بلکہ وہ محض علی مباحثہ ہے۔  
جسے ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور فقہاء کی عمل پر محمول کرتا ہے۔ آیت کریمہ  
فاسحوا بوجوهکم میں ابن عباسؓ کے ارشاد، ولا تجد احدکم

سے گذائی روح المعانی ج ۱ ص ۷۷۔ قال الا لوسن، قال بطريق التعجب لا يجد الا.

ترجمہ آیت، البتہ کہ کو اپنے سروں کا، اور اپنے سر کے کعب (صوف)

ترجمہ قول ابن عباسؓ: میرا کتب: نہ میرا سر ہی (کا حکم) پاتا ہوں جسکے دگ، غیر فعلی،

کا انکار کرتے ہیں۔

چنانچہ فقیرہ کی کچھ دبا ہے اور یہ حکم یہ وجہ ہے کہ مذہب اختیار کرنے کی بات نہیں ہے۔ اور یہی  
اسی ہی آیت کو کج کی رکنیت پر عمل کرنے کا یقین ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک جو چیز  
اسلام میں شہدہ ہے وہ (پیروں کا ہر صفت ہے۔ لیکن یہ (مذہب) ایسے مرتع پر اسکاں چڑھ کر ہے  
یہ اللہ کا صریح اقرار کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ اسلام جو کچھ کہ ساحر علاء اس تلامذہ کی تطبیق  
کا تذکرہ کر رہا ہے وہ اور کوئی ماہ اختیار کرتے ہیں۔ اور جو شخص اسلام کے حامیوں کے  
حقیقت سے واقف نہیں ہے وہ اسے اپنی عیاشی کی بائیں اور انکا مذہب سمجھتا ہے۔ ایسا  
نہیں ہے بزرگ نہیں۔

ف۔ بر گذشتہ عبارت میں بتایا تھا کہ قرآنی قصص سے تعلق غیر ضروری تفصیلات جن کی  
طریقہ آیات میں تو لکھی نہیں۔ پھر بھی قدیم مستشرقین نے انہیں اپنی کتاہوں میں جگر دی ہے۔  
معنی مخفی اور احتمالی اقوال ہیں انکا کو نظر انداز کر دینا بھی بہتر ہے نیز بحث عبارت میں ملحقہ تصویب  
قرآنی سے تعلق صراط کو اہم کے ارشادات کی حیثیت کا بیان ہے۔

حاصل عبارت یہ ہے کہ عیسائی آیت کو تفسیر میں یا کسی مسئلہ میں اختلاف رونما ہو جائے  
ایسے ماحول میں صراط کو اہم کی زبان سے جو کچھ نکلے اس کے بدلے میں یہ فیصلہ کر کے لے کر یہی  
ان کی رائے اور ان کا مذہب ہے۔ نہایتی قرائن پر نظر رکھنی ضروری ہے قرآن سے صرف نظر  
کر کے نفس و افتاد کی حیثیت اور فیصلہ کرنا غلط ہے۔

کیونکہ اختلاف کے صحافی اور حکم کے مقاصد خارجی قرائن و محافض و مواضع اشعہ میں اور پیچ و فرود  
کے تالچہ جو تعلق شدہ ایک جملہ ہے۔ آپ کو سفر کرنا ہے۔ وہی چیز حکم سفر کا بھی احتمال ہے۔  
سفر کے بدلے یہ سوال کہ کیا گنہگار ہے۔ اور یہ طنز و جلا بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح ارشاد  
کے ان اختلافات کے علاوہ۔ سفر کی خبر کا بھی احتمال ہے۔

مشال میں مانتے مقام نے رئیس المستشرقین حضرت میر تقی میرؒ کی عیاشی و فحش اور مذہب کا ارشاد  
و واجدانی کتاب اللہ ایمان و پیش فرمایا ہے۔ حضرت لڑاتے ہیں کہ اس اختلافی مسئلہ میں بدلے  
آیت کے اندر کچھ جملیں کا حکم لیتا ہے۔ دیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیرو  
صراط کو اہم کا عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ غرض کہ یہ ہے۔

حضرت کے نظریہ اختلاف سے یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ کتاب اللہ سے کچھ جملیں ہی ثابت ہوتا ہے

لہذا اجماع صواب ہے ہشتر حضرت کی رائے یہ ہے کہ وضو میں پیروں کا وظیفہ مسح ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت کا مقصد ہاتھوں کی طہارت نہیں ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ آیت کے ظاہری مضمون میں ایسا ہی ہے اور خیال و نیت کے عمل و فعل میں ایسا ہی ہے۔ اہل بیت کا یہ قول: حضرت کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ وضو میں ہاتھوں کی طہارت کے مطالبہ کی آیت ہے، اگرچہ وجوب مسح کا ثبوت مترشح ہوتا ہے، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا معمول غسل و طہارت میں یہاں ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ قرأت متروک النظام اور موقوف ہے۔ و قد قال علماؤنا: و قد عرفت انما عرفت انما احاطا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسح علی القدمین۔ (رد المحتار ج ۲)

النکۃ الثانیۃ: ان النقل عن بنی اسرائیل کسب سبۃ و دخلت فی دیننا و لا تصدقوا اهل الکتاب ولا تکذبوہم قاعد مقررة۔ فلزم امران: الاول ان لا یزکب النقل عن اهل الکتاب اذا وجد فی سنتہ نبیاً صلی اللہ علیہ وسلم بیاناً لتعریض القرآن مثلاً حیثما وجد لقولہ تعالیٰ، ولقد فتنا سلیمان و لقیت علیٰ کرسیہ جسدًا ثوراً اناب۔ محمل فی السنۃ النبویۃ و هو قصۃ نوح۔ انشاء اللہ، و المأخذة علیہ۔ فانی ساجدۃ الی ذکرو قصۃ صخرہ العارۃ ۲

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی روایات ایک خفیہ سازش ہیں جو ہمارے دین میں قرعہ جماتا ہے۔ دیکھو، لا تصدقوا الاہل الکتاب، اور سارے ایک سترہ اصول ہے۔ لہذا جو چیزیں ضروری ہیں، ایک تو یہ کہ جب ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں قرآن کی تصریح ہے، گویا یہ موجود ہو تو ایسا کتاب سے نقل، نہ کی جائے، مثال کے طور پر جب ارشاد آیا کہ میری کتاب دلفیختہ ہے، ان کا عمل حدیث نبوی میں موجود ہے یعنی۔ انشاء اللہ کہ تم کہہ اور اس پر مؤافقہ کا قصد۔ تو دوستان، صفر مارو۔ کی کہ یہ ضرورت ہے۔؟

فی: یہ دوسرا نکتہ بھی پہلے نکتہ کی طرح انتہائی اہم ہے۔ قرآن کا مطالعہ کرتے وقت اس سے

محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

نکتہ یہ ہے کہ یہودی کی خطرناک سازشوں کے تجویز میں ہماری تفسیری کتاب میں اسرئیلیات سے بھری ہوئی ہیں۔ اس سری طرف حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم ہدایت - لائق توجہ والا ہے - کا تقاضا ہے کہ ہم اسرئیلیات سے دلچسپی نہ لیں۔ اس لئے ایسے مواقع کے لئے جو موصول رہتے نہ پیش کئے ہیں پہلا اصول - جو اس عبارت میں آگیا ہے - یہ ہے کہ یہ کسی آیت کی تفسیریں و اشادات کی تفسیر حصہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وغیرہ میں لے جاتے تو بلا کتاب کے اقوال و بیانات کی طرف توجہ ہرگز نہ کی جائے۔

مثال - سورہ ص میں ارشاد و ربانی ہے: **اَلْقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اللہ رب العزت کی طرف سے کسی امتحان و آزمائش میں ڈالے گئے تھے۔ وہ آپ کی گزری ہر ایک جگہ (بسم) قابل دیا گیا تھا۔

سوئی کہ چکر و آزمائش کیا تھی؟ گزری ہر بسم اندازی کا کیا واقعہ پیش آیا تھا؟  
 شیعین کی روایت میں ان سوالوں کے جوابات موجود ہیں۔ امام شمس کی ایک مسند کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال  
 سلطان بن دلواد لا طوفان للبيدة عيسى  
 قسعين امرأة كاهنات يفتنن  
 فوسيل الله، ففتن الله صاحبه ففتن  
 انشام الله فلم يقل انشام الله فطاف  
 عليه من جميع فلم يعمل منهن الا امرأة  
 واحيدة -  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں میں  
 فتنے فرمائے: آج کی فتنے کے بیویوں سے بھری  
 گردن کا ہے ایک ایک یہاں شہر ہر جگہ جو شہر  
 وہاں ہمارا گردن کا تو ہے آپ کے ساتھ جو کچھ  
 رفت رفت کہہ رہے ہیں، لیکن حضرت نے ارشاد فرمایا نہیں  
 کیا پھر آپ نے وہی سب کہا جس کی لیکن ایک  
 کے علاوہ کوئی عورت حاضر نہ ہو سکی۔

فجاءت بنتي وجعلوا يهينون الذي نفس محمد  
 بن علي قال ان الله جاهدني والي سبيل  
 الله ففترسان الجحيم -  
 پھر وہ (بھیا) مروڑا دھڑا لائی۔ اور مجھ کو آپ کے  
 کی تشہیر میں، کے قبضہ قدرت میں لے کر لے جانے لگا  
 آپ نے ارشاد فرمایا کہ: جیسے تو اس سب عام میں جیتے  
 پیدا ہوئے اور بڑے ہو کر سب دشمنی کے وہ میں  
 گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت مار گئے۔

شق رحل کے بارے میں علامہ قزوینی فرماتے ہیں قبیلہ ہوا لجد القذی ذکرہ اللہ تعالیٰ انہ الق  
 علیہ السلام یہ یعنی ایک روئے پر ہے کہ شق رحل ہی وہ جسد ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ذکر فرمایا ہے  
 کہ وہ حضرت سلیمان کی کرسی پر ڈالی دیا گیا تھا۔  
 حضرت سلیمان کا استغفار کے بغیر مغت کفر نازا اور پھر عزم میں ناکام رہنا نصیحت آجائش ہے۔  
 لہذا یہ حدیث دلچسپنا سلیمان کی کھلی ہوئی تفسیر ہے۔

حقیر مآور۔ اسرائیلی روایتوں میں حضرت سلیمان کی اکھا نش کا ایک اور واقعہ بڑی تفصیل کیساتھ  
 ملتا ہے۔ جو میں ”ابن جریر“ و ”سیوطی“ اور ”حسن کبیر العیسیٰ“ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔  
 خلاصہ یہ ہے کہ ایک دانہ دھوکے سے حضرت سلیمان کی عالمی سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا کچھ دنوں  
 کے بعد جب حضرت اپنی سلطنت کی بازیابی میں کامیاب ہو گئے اور دیو فرار ہو گیا۔ حضرت نے  
 چند سہیاہین کو اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ لیکن یہ سہیاہین حالت بیداری میں باہر نکلے  
 نہ پاسکے۔ پانچ خرچ اُسے فہد آگئی تو گرفتار کر کے حضرت کی خدمت میں لایا گیا۔ پھر آپ کے  
 حکم سے ایک سنگ خرخر میں شومارے کیا گیا جس میں دیو کو سید کر کے تانبہ کی لاگ سے بند  
 کر دیا گیا اور سندھ میں ڈال دیا گیا۔ ایک روایت کے مطابق اس کا نام ”سندھ تھا۔ اور نیا شہ  
 و سرکشی کی وجہ سے ”سندھ مآور“ کہا گیا ہے۔

علامہ ابن کثیر، علامہ ابوسنی، امام زہری، ابو ثور کھٹ، مسنی اور اکابر بڑے بڑے محدثین  
 تصانیف و علامہ شبیر احمد عثمانی وغیرہ جہاں اللہ نے ان اسرار و عجایب کا ذکر کیا ہے۔  
 امامانہ اسیر صاحب اسرار نے اپنی کتاب ”تفسیر ابن اسیر“ میں روایات و کلمات و سرسری بحث کی ہیں

والا امر الشانی ان الضرورة يتقدّر بقدر الضرورة، فليكن ذلك  
 ملحوظاً عند التفسير، فلا يقع الكلام إلا بقدر الاحتياج، والتعريض  
 ليحصل التصديق بشهادة القرآن، وليكن كالمسألة عن الزيادة۔

ترجمہ: اور سرسری چیز یہ ہے کہ ضرورت کی چیز ضرورت تک محدود نہ ہو کہ ہے لہذا تفسیر کے  
 وقت پر (اسرار) ملحوظ (دیش نظر) رہنا چاہئے۔ لہذا گفتگو تصریع کے تقاضا کے  
 مطابق ہی ہو۔ تاکہ قرآن کی شہادت کے ذریعہ تصدیق حاصل ہو سکے اور (ان) (من الضرورة) سے  
 زبان محفوظ رکھی جاسکے۔

ف۔ نکتہ چنبی کے پرنسز مائٹ نے دوا سٹول پیش کی ہے۔ یہ سب سٹول گزرتا ہے یہاں  
دوسرا سٹول پیش کیا گیا ہے کہ اگر سٹول کی روایت کی ضرورت نہیں آجائے تو جیسے ضرورت  
پر استعمال کیا جائے۔ مندرجہ میں کچھ تمام مطلب دیکھیں اور اگر کوئی ذکر کیا جائے۔

وههنا نكتة لطيفة لا الى غاية فلا تغفل عنها، وهي انها قد نكرت  
في القرآن العظيم قصة في موضع بالجمال وفي موضع بالتفصيل،  
كما قال تعالى: اني اعلم ما لا تعلمون۔ ثم قال: اني اعلم غيب الموت  
والارض واعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون۔

فہذا المقولہ ہے المقولہ المتقدمہ ذکر ت بنوع من التفصيل  
فیمكن ان يعلم من التفصيل تفصيلا الجمالی، ویستقل من الجمال  
الی التفصیل۔ مثلاً ذکر فی سورہ قمریم قصۃ سیدنا عیسیٰ علی  
نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اجمالاً، ولنجعلہ آیتہ ثلثا من  
ورحمۃ مینا، وكان امراً مقضیاً، وفي سورۃ ال عمران تفصیلاً۔  
وہمولا الی بنی اسرائیل انی قد جنتکم بایتہم من ربکم، الی آخرہ  
فہی ہذا المقولہ بشارۃ تفصیلیۃ وتلك المقولۃ بشارۃ اجمالیۃ۔  
فمن ثم استنبط العبد الضعیف ان معنی الآیۃ: رسولاً الی بنی  
اسرائیل یخبرنا بانی قد جنتکم، وهذا کلمۃ داخل فی سخیۃ البشارۃ  
لیس بمتعلق بمحدث، وکما اشار الیہ السیوطی حیث قال: فلما بعثہ  
اللہ قال انی رسول اللہ الیکم، انی قد جنتکم۔ والله اعلم

ترجمہ:- اور یہاں ایک سید عظیم نکتہ ہے کہ اس سے ما قبل سورہ اور وہ یہ ہے کہ قرآن  
عظیم میں ایک بات، ایک جگہ اجمالاً ذکر کی جاتی ہے۔ اور دوسری جگہ تفصیل  
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: انی اعلم ما لا تعلمون۔ پھر دوسری جگہ فرمایا: انی اعلم ما  
لا تعلمون۔ اس میں دو باتیں ہیں اور وہ سب کچھ بشارتیں ہیں جو تم پر آ رہی ہیں اور  
جو چھپائے ہو تو یہ بشارتیں انی اعلم غیب الموت والارض واعلم ما تبدون، اور وہی پہلے دوا سٹول کے بارے میں  
تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا یہ نکتہ ہے کہ تفصیل کے ذریعہ جمال کی تفسیر بیان کی جائے۔

اور اجمال کے تفصیل کی طرف بایا جائے۔ مثال کے طور پر سورہ مریم میں مستیفا عبس (پہلے  
نور محترم اور ان پر بھی مسطورہ رسالہ ہو گا) اور اجمال کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اپنا پڑھنا،  
وَلَنَجْزِيَنَّكَ أَجْرًا لِّمَنَّا بِتِلْكَ الْأَيَّةِ ۚ اور ... تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشان بنادیں  
اور اپنی طرف سے سبب رحمت، اور یہ ایک طے شدہ بات ہے اور سورہ آل عمران کی تفصیل  
کے ساتھ اپنا ذکر فرمایا، وَرَكْعَتَا الْوُضُوءِ الْبَيْنِيَّائِيْنِ ۚ اور ان کو اپنی اسرار کا پتہ دینا تاکہ  
بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشت نیاں لیکر آیا ہوں۔ (خ) چنانچہ اس  
مقررہ میں تفصیل نشت رت ہے۔ اور وہ قول اجمالی بشارت ہے، اسی وجہ سے عبد شعیف نے  
مستطاب کیا کہ آیت کی مراد وَتُؤْتِي الْبَرَّ الْبَرَءَ ۖ الا جہ ہے یہ سب بشارت کے زمرہ میں داخل ہے۔  
کسی مذہب کے متعلق نہیں ہے جین کو سیدھی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جبکہ تسعہ فرمایا  
پھر جب ان کو اللہ نے معوت فرمایا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری طرف رہیں گے  
لیکن بھیجا گیا ہوں کہ میں تم سے پاس آیا ہوں اور وہ اللہ و اللہ

**ف**۔ یہاں لطیف نکتہ کے عنوان سے ایک اہم جڑاوت دی گئی ہے کہ مسطورہ صلوٰۃ القرآن  
یَعْلَمُ تَعْلَمُ تَعْلَمُ تَعْلَمُ ۚ کے پیش نظر قرآن و تفسیر کے علماء و علماء کا یہ فریضہ ہے  
کہ قرآنی آیت پر گہری غور کریں جو مصون بل نظر آئے۔ یہاں میں کر کے دیکھیں کہ وہی عنوان  
تفصیل کے ساتھ کہاں آیا ہے۔ (ا) پھر وہی تفصیل کی روشنی میں اجمال کی مراد کو سمجھیں اور سمجھنا  
مشکل ہے۔ اَلْیَ اَحْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۚ ۱۔ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۚ ۲۔ جیسے بعد ہی والی آیت  
میں ان معومات خداوندی کی قدر سے تفصیل مذکور ہے جن سے بندے کو علم ہے۔ لَعَلَّكُمْ  
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کی تفسیر ای آیت کی روشنی میں سمجھنا چاہئے۔

مثال ۲۔ سورہ مریم میں حضرت یونسؑ کے بارے میں ارشاد باری ہے: وَلَنَجْزِيَنَّكَ أَجْرًا لِّمَنَّا بِتِلْكَ الْأَيَّةِ ۚ  
یعنی بلا تامل مستطاب بنادے اور پھر آپ کے آپ کو پتہ آگیا۔ اہم کا ایک مقصد یہ کہ لوگوں  
کے لئے آیت و علامت بنانا ہے۔ یہ آیت اس کا نام ہے بلکہ جس میں آپ کے آیت ہونے  
کی حیثیت کا کوئی تذکرہ نہیں، سورہ آل عمران میں آپ کے والدین حضرت مریمؑ کو جس جڑاوت  
کی بشارت دیتے ہوئے ان کے کچھ اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔ اور رسالت عیسیٰؑ کے تذکرہ کیلئے





السابق واللاحق الخ، ليعلم اني الوجهين اولي واقعد بعد احكام  
المقتضات وتتنوع موارد الاستعمال وتخصيص الالفاظ.

توجہ یہ اور وہ انکار میں ہے اور تفسیر کی کتابوں میں منتقل ہیں، غریب الفاظ کی  
تشریح ہے۔ اور اس کا معنی عرب لغت کی تحقیق ہے یا آیت کے سابق و سابق کو سمجھنا اور  
اس جملہ کے اجزاء کے ساتھ لفظ غریب کی مناسبت کا ادراک کرنا ہے جس میں یہ لفظ موجود  
ہے۔ تو یہاں بھی عقل کے لئے ذہیل چھٹنے کا موقع اور اختلاف کی گنجائش ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں  
ایک لفظ مختلف مقام کے لئے آتا ہے۔ اور استعمال عرب کی تحقیق جو مستور اور ماقبل و مابعد کے  
ربط کا اندازہ کرتے ہیں عقلیں مختلف ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے اس باب میں صحابہ و تابعین کے  
اقوال میں اختلاف (ا) ہے۔ اور ہر ایک الگ راستہ پر گامزن ہوا ہے۔ لہذا انصاف پسند مفسر  
کے لئے ضروری ہے کہ لفظ غریب کی تفسیر کا ذکر بہ سوازہ کرے۔ ایک مفسر عربی استعمال (وہ مفسر)  
میں یہ اور دوسری تفسیر کے نزدیک رائج اور زیادہ قوی پہلو کی سہولت اور ماقبل و مابعد  
کی مناسبت میں تاکہ لفظ غریب کے موقع استعمال اور شمار کی تلاش جو مستور اور ماقبل و مابعد  
کو مفسر کو لفظ کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہ صورتوں میں سے کون سی صورت زیادہ عمدہ اور زیادہ  
مناسب ہے۔

فمن قال الغريب غريبك، غرابه الكلام عن معنى واو شيد به غريب به لفظ يا  
كلام جس کی مراد کے کہنے میں دشواری ہو جیسے مگر کھا حنظل، رقت اور فقتنا قما وغیرہ۔  
آیات قرآن کی تفسیر میں مفردات بالخصوص الفاظ غریب کے محل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ خود  
رسول اگر محلی اکثر علیہ السلام نے اس طرف اہمیت کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ فرمایا، تعزوا القرآن  
والسنة اغل غلبہ، علامہ سید علی فرماتے ہیں، مفسر کی اولین ضرورت مفردات کا محل ہے۔

لہذا بہت سے علماء عربیہ نے صرف (القرآن و السنة)

کے اول باب (الاداء) بہ منها (مع الجملہ الفاظ) تحقیق الاصل والذوق فتعلم علیہا اصول و الفہم  
ثم انصرفت لاداء شتات ثم تعلم علیہا اصول و الفہم ثم انصرفت لاداء شتات ثم تعلم علیہا اصول و الفہم  
ثم انصرفت لاداء شتات ثم تعلم علیہا اصول و الفہم ثم انصرفت لاداء شتات ثم تعلم علیہا اصول و الفہم

ثم انصرفت لاداء شتات ثم تعلم علیہا اصول و الفہم ثم انصرفت لاداء شتات ثم تعلم علیہا اصول و الفہم



میساکہ۔ ہندس کے ٹوٹنے، اور۔ ہندس کے کھلنے سے ہے۔

وقد استنبط الفقير في هذا الباب ما لا يخفى لطفه، ألا على المتعسف غليظ الطبع مثلاً، كُتِبَ عليك القصاص في القتل، حملته على معنى تكافؤ القتل، واشترك الاثنين في حكم واحد مثلاً، يحتاج مفعول الاثنين بالإنشئ إلى مؤنثه النسغ، ولا تُركب توجيهها لضم جيل باد في السقاط.

ترجمہ :- اور فقیر نے اس باب میں، ایسے تاثرات استنباط کیے ہیں جن کا لطف مطلقاً قابلِ بے انصاف کے علاوہ کسی پر بخوبی نہیں، مثلاً (آیت پر کریم) کتب علیکم الذکوہ میں نے مفعول میں مساوات، اور ایک حکم میں دو مفعولوں کی مشارکت، پر محمول کیا ہے تاکہ، الانشئ بالاعتق، کا مضمون، یا مضمونیت، (منسوخ ہونے کے باوجود) کا محتاج درج ہے، اور نہ اس کی توجیہ است و اختیار کرنی چاہیے جو مفعول توجہ سے بدلہ دینا ہو جائیگا۔

ہذا ایست :- اس موقع پر مولوی احمد صاحب نے اس کی ترجمہ کیا ہے، وغیرہ اصول و نحو تفسیر کے انضباط اور معنات استعمال کی جہاں میں اور ہدایت کی دیکھ بھال کے بعد شرعاً عرب کے متعلق ایسے تاثرات استنباط کئے ہیں، جو اس ترجمہ سے صاف ظاہر ہے کہ تم کی عبارت

بعد احکام المقدمات لا تسبق قد استنبط الفقير سے ہے، البتہ تاثر عاقلانہ کی فعل کے بجائے، بعد احکام، پر داخل ہونا تو زیادہ بہتر بات ہوتی، واللہ اعلم.

فہا :- یہاں سے ماہرِ علم اپنے بیان کردہ اصول کی روشنی میں تفسیر کے چند نمونے پیش فرما رہے ہیں، چنانچہ اس عبارت میں آیت کریمہ (الَّذِينَ آمَنُوا وَآلَهُمْ الذِّكْرُ عَلَيْكَ الْقَصَصُ فِي فِي الْقَتْلِ) تفسیر فرمائی ہے کہ، القصص فی القتل کے معنی ہیں، قصص القتل،

یعنی یہاں قصہ حماد، قور، یا، انتقامی قتل کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ لاش کے معنی میں ہے۔ اور آیت کریمہ کی تفسیر یہ ہے کہ شرکی حکم کے اعتبار سے دو لاشیں شخصوں کو پس منہایت دی جائیں۔ کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی جاسکتی ہے۔

درمانت کا سیار قرآن کے مطابق یہ ہے کہ آئندہ، تو دو کا شمار ہے، نظام، نظام کا نامی ہے۔ عورت عورت کی مثال پس منہ، انتقامی کی باقی ضمانت ایک ہی حقیقت ہے جس میں قتل یا انتقام کے تفریق کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

ایک مرتبہ خاندان کے تار کی حیثیت پس منہ خاندان کے غلام سے ذرا برابر بھی رائد نہیں ہے۔ مسئول گھرانہ کی عورت کو غیر متزل اور غریب گھرانہ کی عورت پر کوئی فرقیت حاصل نہیں ہے۔ ہذا عہد کے برہمن خرا کا قتل۔ (۱) وجہ سے کہ عہد کا تعلق شریف خاندان سے ہے، اور پھر کا تعلق و صحت گھرانہ سے ہے۔ اصول مانعیت کے بالکل خلاف ہے۔ اس تفسیر کے مطابق آیت کریمہ کے اندر، مانعیت، اور، اعتبار مانعیت کی فرقیت، کا بیان ہے، نہ کہ انتقامی قتل کا۔ مفہوم ہوا کہ، اللہ بالحرۃ والعبد بالعتق والامتنی بالامتنی کے مقابلے میں تو ہمارے منہ سے تھے مسئلہ قصاص کی اختلافی جزئیات میں جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، یہ کہ آیت میں، قصاص یعنی انتقامی قتل، کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔

ومثلاً یستأونک عن الایہۃ جنتہ علی معنی، یسئلونک عن  
الاشہر، یعنی اشہر الحجج، فقال تعالیٰ، ہی موافقت لثانی والحب  
ومثلاً، موالذی آخرہ الذین کفر وأمن أهل الکتاب میں دیارہم  
لأول الخیر، ای لاؤل جمع الجنود، لقولہ تعالیٰ، وأبعث فی المذابح

لہ فیمن القیماس التکلیف، والیہ جعل الاذنیہ لہ درجہ واحد من المکر، لا یفضل مکر  
عن الآخر لا یقتل مکر، ای لیس، معنی القصاص، البعث، تلو، القتل، تو رہا  
الاجتہاد، المبالغۃ، ص ۳۲۲ والعون الکبیر، ص ۳۴

خَبِيرٌ، وَخَبِيرٌ لِسَانٌ جَوْدًا، وَهُوَ أَقْدَرُ وَأَنْسَبُ بِقِصَّةِ بَنِي  
النَّضِيرِ، وَأَقْوَى فِي بَيَانِ الْمَثَلَةِ.

ترجمہ :- اور مثال کے طور پر یہ دونوں عن الاھلۃ، کو میں نے یہ سنا ہے کہ عن الاھلۃ  
یعنی شہر جی پر حمل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرے دو لوگوں کے لئے اور حج کیلئے  
مقررہ اوقات ہیں۔ اور شفاء، مَوْلَا ذِي الْاَیْمَةِ، وہی ہے جس نے کتبہ بالی کتب کو ان کے گھروں  
سے پہلی ہی بار کھانک کر نکال دیا۔ یعنی لشکریوں کے پیچھے ہی اجتماع پر۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے  
- وَأَنْسَبُ فِي الْمَثَلَةِ خَبِيرٌ، اور - وَخَبِيرٌ لِسَانٌ جَوْدًا، کہ جو ہے۔ اور یہی (توجیہ)  
واقربی نصیر کے زیادہ مناسب مطالب اور مسان کے بیان میں زیادہ مستحکم ہے۔

ف۔ یہ یہ سنا ہے کہ عن الاھلۃ قلہی جو عقیبت الناس و النج۔ بظاہر سوال و جواب  
میں مطابقت نہیں ہے، عام طور پر مشنرین نے جواب کو علی اسلوب الکیم، پر حمل کر کے قرائن  
سے پھٹکا را مارل کیا ہے۔ لیکن حاتم مطہ نے گزشتہ فصل کی روشنی میں جواب یعنی، قَوْلُهُ  
مَوْلَا ذِي الْاَیْمَةِ، کو قرینہ بنا کر اھلۃ کو الاھلۃ کے معنی میں لیا ہے۔ لہذا سوال و جواب میں  
ہم آہنگی پیدا ہوگئی۔ دوسری مثال، مَوْلَا ذِي الْاَیْمَةِ لَقَوْلِهِمْ لَقَوْلِهِمْ لَقَوْلِهِمْ لَقَوْلِهِمْ لَقَوْلِهِمْ  
کو، مشکوٰۃ میں لکھ کر، کے معنی میں لیا ہے۔ اور دلیل دفریہ میں دو آیتیں ذکر کی ہیں۔ بلکہ یہ دوسری نے  
حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق، حشرہ کو جلا وطن کرنے کے معنی میں لیا ہے۔ انکہ مَوْلَا ذِي

وَمَتَّحًا بَيْنَ النَّاسِ وَالْمُسَوَّمِ، وَيَتَبَيَّنُ أَنْ يَعْلَمُ فِي هَذَا الْمَقَامِ نَكْتَاتُ  
الْأَوَّلِ أَنَّ الْقَصَابَةَ وَالْتَّاجِعِينَ كَانُوا يَسْتَعْمِلُونَ النَّسْخَ عَلَى غَيْرِ مَا صَاحِبُ  
إِلَهِهِ الْأَصُولَتَيْنِ، وَهُوَ قَوْلُهُ مِنَ الْمَعْنَى الْمَعْنَى الَّذِي هُوَ الْإِزَالَةُ  
فَمَعْنَى النَّسْخِ هَذَا، وَأَنَّ لَهُ بَعْضَ الْأَوْصَافِ مِنَ الْإِثْمَةِ الْمُسْتَعْدَمَةِ

یعنی اولیٰ قریۃ حشرہ و اخریٰ حشرہ و ہر دو میں یہ صیغہ استعمال کیا گیا ہے کہ ان الذل قبل ذلک و ان الذل قبل ذلک

بآیۃ متاخرۃ۔ اقبالانہاء مدۃ العمل، واما صرف الکلام عن المعنی المتبادر الی غیر المتبادر، واما بیان افعال قیدیہ من القیود، وکذاک تخصیص عام و بیان فارق بین المنصوص و الذی یقاس علیہ ظاهراً و ما الشبه ذلک، وھذا الباب واسع، وللعقل ھناک جولان، و للاختلاف مجال، و لھذا اؤصلوا عدۃ الآیات المنسوخۃ الی نسخائہ۔

ترجمہ :- اور ان ہی آثار میں سے نسخ و منسوخ کا بیان ہے۔ اور اس سورت پر دو نکتوں کا جان لینا مناسب ہے پہلا نکتہ یہ ہے کہ مسایر و تابعین رحمہم اللہ نسخ کو اس منہج سے ہٹ کر استعمال کرتے تھے جس پر اہل اصول نے اصطلاح قائم کی ہے۔ اور وہ حق اس مخالفی کے قریب ہے کہ وہ انزال ہے۔ لہذا ان حضرات کے نزدیک نسخ کا معنی پہلی آیت کے کسی وصف کو بعد ثانی آیت کے ذریعہ زائل کر دینا ہے خواہ مدت عمل کے منتہی ہونے کی خبر کے ذریعہ یا کلام کو کسی متبادر سے غیر متبادر کی طرف پھرنے کے ذریعہ یا کسی تید کے زائد ہونے کی تعزیر کے ذریعہ اور اطلاق عام کی تخصیص، یا منصوص اور عامری میں علیہ کے درمیان فارق کا بیان (بھی ممکن) کی نظر میں ہے۔ اور یہ باب وسیع ہے۔ اور یہاں عقل کی دوڑ اور اختلاف کی گمانش ہے۔ اور اسی وجہ سے اسی مندرجہ آیات منسوخ کی تعداد یا نسخہ تک پہنچا ہے۔

فہامہ اس عبارت کی شریک لئے دیکھئے، الفہرست الکبریٰ۔ ص ۲۲۲ تا ۲۵۱۔

والثانیۃ ان النسخ بالمعنی الاصطلاحی الاصل فی بیانہ معرفۃ التاریخ، ویکتمہ ربما یعملون اجماع السلف الصالح اوافاق جمہور العلماء علامۃ النسخ یقولون بہ، وارتکب ذلک کثیر من الفقہاء ویکمن ان یکون ماصداقت علیہ الآیۃ غیر ماصدق علیہ الاجماع، وبالجملة فان تتبع الآثار المنبئۃ عن النسخ یفوق کثیراً

وفی الوصول الی عمق الکلام صعوبۃ ، وللمحدّثین اشیاء خارجة  
عن هذه الاقسام یُوردونها ايضا کما طرقت الصحابة فی مسئلة  
والاستشهاد بهذه الآية او تمثیلها مریداً کما ذکر هذه الآية ، اوت لا قوۃ  
حضرتہ صلی اللہ علیہ وسلم لهذه الآية بطریق الاستشهاد وروایۃ  
حدیث یوافق الآية فی اصل المعنی ، وطریق التلفظ بالنقل عنه  
صلی اللہ علیہ وسلم والصحابة .

ہدایت :- ذریعہ نتج تا غمناکستان کے بجائے میں ترجمانی . فان فی القلۃ والمنینۃ  
عن النسخ غمناکستان ای حقاقتاً عطا بہا . ہے کیونکہ میں فارسی . در آثار کے کہیں ان نسخ  
اندر بسیار است . ہے .

ترجمہ :- اور دوسرا کہ یہ ہے نسخ اصطلاحی کے بیان میں بنیادی چیز تاریخ کی معرفت ہے .  
لیکن اعلیاء ، بسا اوقات سلف صالح کے اجازت یا مجہد علماء کے اتفاق کو نسخ کی علامت قرار دیتے  
ہیں اللہ نسخ کے قائل ہو جاتے ہیں . اور اسے بہت سے فقہاء نے اختیار کیا ہے جبکہ ممکن ہے کہ آیت کا  
مصدق ، اجازت کے مصداق کے علاوہ ہو . میرضی ان اشار کی تحسین جو نسخ کا پتہ بتانے والے ہیں  
بہت ہی غریب قسم کر سکتی ہے . اور کلام کی تہ تک پہنچنے میں دشواری ہے . اور محدثین کی زبانوں  
ہیں افسانہ کے علاوہ ایسی چیزیں بھی ہیں جن کو وہ ذکر کرتے ہیں مثلاً کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کا  
سنا قرآن اور اسی آیت سے استشہاد جس کے تحت محدثین سنا قرآن کا ذکر کرتے ہیں ، یا تذکرہ آیت  
سے ان وصائبہ کی تمثیل . یا آیت کو استشہاد کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل و کربلاء  
اور ایسی حدیث کو نقل کرنا جو اصل مضمون میں آیت کے موافق ہو . اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
یا صحابہ سے منقول (طریقہ) کے مطابق الفاظ کی اداسیگی کا طریقہ .

ف :- اس عبارت کی شریعت کے لئے دیکھئے :- انھور عظیم :- ( ص ۳۱۷ - ۳۱۸ )





پہلی صورت: محکم فراموشی کے بجائے کسی عام عنوان کے لئے ثابت کیا گیا ہو۔

عام عنوان سے مراد چار چیزیں ہیں: جمع، فعلی، ہر یا معنوی جیسے **لَعَلَّكَ**، **الْفَاس** (۲۱) وہ دہرا، دہرا، دہرا کا مشاعرہ الیہ عام ہو جیسے **هَوَ لَا دَ الْمَحَبَّال** (۲۲) ہر وہ موصوف جس کے ساتھ کوئی عمومی صفت ملے جو جیسے دنیا نہ کہ الحزن نہ۔ (۲۳) لاریفی میں کام آئے جیسے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ** انہم میں بسا اوقات تخصیص کا احتمال ہوتا ہے۔ لہذا اسی صورت میں پہلے طریقہ کی نسبت وضاحت کم ہوتی ہے۔

دوسری صورت: مخاطب نے مقصود مکمل سے زیادہ کوئی ایسا مضمون اخذ کر لیا جو جہد پر دلالت کرے اور الفاظ کلام میں موجود ہو۔ جیسے **تَجَلَوْنِ ذِيْقًا بِالْفَاحِشِ** میں مقصود مکمل صرف یہ ہے: **بِغَيْثِ زَبَدٍ** کی خبر ہو، لیکن مخاطب اس سے "زید کی فضیلت" کا مضمون بھی سمجھے۔

تیسری صورت: کلام میں کسی اور معنی کی گنجائش ہو۔ جیسا کہ **الْفَاظُ** مشترک اور مجاز متعارف و حقیقت مستقل کے درمیان دائر الفاظ میں اور قرائن قرائن کی صورت میں "شمار و اسماء" اشارات میں مقصود مکمل کے علاوہ معانی کا احتمال پایا جاتا ہے۔

تیسرا طریقہ: یہ ہے کہ مخاطب کلام سے ایسا مضمون سمجھے جس پر براہ راست الفاظ کی دلالت نہ پائی جاتی ہو۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔

اولیٰ لغوی: جیسا کہ مطلب یہ ہے کہ عبارت کے معنی لغوی سے علت یا نتیجہ کے طور پر کوئی بات سمجھ جائے جیسے **لَا تَقُلْ لِّهَآ أَثَمًا** سے **زَوَّكِب** اور **سَب** کی حرمت کا سمجھنا اور **مِمَّا اكْتَلَفَ فِي فِئَارِهِمْ مَنَاصِي وَجَبَ عَلَيْهِمُ الْقَضَاءُ** سے **شَارِب** و **مَالِي** وغیرہ کے حق میں وجوب قضاء کو سمجھنا۔ (اسی کو اصول فقہ میں **دلالة** انص کہتے ہیں)

دوم اقتصاد: یعنی معنی مستقل کے لزوم کے توسط سے کوئی بات سمجھی جائے۔ خواہ لزوم غزل ہو یا محنتی یا شرعی۔

یعنی کسی کلام سے ایسا مضمون اخذ کرنا جو کلام کے معنی مرادی کے لئے لازم ہو۔ جیسے **اعْتَدْتُ مَهْرَ بَيْتٍ** کے لئے اعتناء و بیع سے پہلے ملکیت لازم ہے اور **مَشَى** کے لئے پیر کی سلامتی لازم ہے۔ **يَسْتَكِي بِأَفْلَاقٍ** کے لئے مصلی کا ظاہر و نا مستحضر کا لازم ہے۔

سوم ایما: یعنی کلام سے ایسا مناسب مضمون اخذ کرنا جو مراد مکمل سے زیادہ اور کمال حال

جیسا کہ تفسیر بالوصف کی صورت میں، استنفاد الحکمہ الاستنفاد الوصف، کا مضمون سمجھا جاتا ہے، اور تفسیر بالشرط کی صورت میں، استنفاد الحکمہ الاستنفاد الشرط کا مضمون سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ تفسیر بالشرط کے ذکر کا مقصد سوال کی مشابہت، یا مہورہ متبادرہ کا بیان، یا مہورہ متبادرہ حکم کی وضاحت نہ ہو، اور کلام استثنائی کے متشکیک کے حق میں حکم مخالف کا مضمون مہجور ہوتا ہے، اور جس کلام میں کوئی عدوی حکم کی غایت مذکور ہوتی ہے، اس سے، عدد غیر مذکور، اور ما بعد غایت، سے حکم کا نسی بھی باقی ہے۔

چوتھا فرق تیس: یہ ہے کہ مضمون کلام سے استدلال کیا جائے، اس کا بھی بڑی میں قسمیں ہیں۔ اول الذریعۃ فی العلم، یعنی عام کے تحت و ذیل ہونے کی وجہ سے کسی خاص پر عام کا حکم نافذ کرنا۔

جیسے الذائب ذی ناب، وحمل ذی ناب، خواہ۔

والا الاستدلال باللامرۃ، اور المضافات یعنی کسی حکم کے ثبوت کے لئے دوجہزوں کے باہمی ملازم یا باہمی مضافات سے استدلال کرنا، جیسے اگر درخت کی نماز واجب ہوتی تو دراصل پرانا ہوتی، لیکن وہ سواری پر اور ہوجاتی ہے، لہذا وہ جہیز نہیں ہے۔

(۳) قیاس یعنی ثبوت بشرط کی وجہ سے ایک صورت (یا چیز) کو دوسری صورت (یا چیز) کے مماثل بنانا جیسے الجملۃ دہوی کا المخطۃ (گھوڑوں کی طرح چلنا بھی دہوی ہے) یہ ہیں استنباط کے وہ اقسام عشرہ جن کی طرف متوجہ میں ارشاد کیا گیا ہے۔ آخر ان کے قیاسی تعلق کی تین تین قسمیں ہیں، جن کا مجموعہ نو ہوتا ہے، اور ایک قسم پہلا طریقہ ہے ثلاث عشرۃ کاملہ۔ نوٹ: ... ضمیمہ کے اصول فقہ کی روش سے ان میں سے بعض اقسام متکلم فیہ ہیں۔ فقہ برہ

ومنها التوجیہ وهو فن کشیر الشعب یستعملہ الشرع فی تشریح المتون  
ویمضی بہ امتحان ذکاہم، ویظہر بہ تباین مراتبہم۔ وقد تکلم  
القیامۃ رضی اللہ عنہم فی توجیہ القرآن مع عدم تنقیح قوانین  
التوجیہ، فی ذلک العصر، واکثروا الکلام فیہ، وحقیقۃ التوجیہ  
انہ ان وقع فی کلام المصنف صعبۃ فہم، توقف الشارح حتی یحل تلك الصعوبۃ

ترجمہ :- اور ان (مطالعہ یافتہ یا غفلت پسین) سے توجہ ہے، اور توجہ ایسا فن ہے جس کی شائیں بہت ہیں۔ اور اسے توحید کی شرح میں ستر حصوں سے استعمال کرتے ہیں، اور اس سے ان اشیا میں ان ذہانت کا امتحان (معیار) ہوتا ہے۔ اور اس سے ان کے مراتب کا اختلاف (یعنی ان کے اہمیت کا) ہے، اور سادہ گزارنے میں زمانہ میں تو یہ توجہ کی قطع نہ ہونے کی باوجود توجہ قرآن کے سلسلہ میں کلام فرمایا ہے، اور اس بارے میں خاصی گفتگو کی ہے۔ اور توجہ کی حقیقت یہ ہے کہ مختلف کی عبارت میں اگر کچھ کی دشواری پیش آئے تو اسے توجہ سے اتر کر غور و فکر کرتے ہیں، اور دشواری کا غلّ تلاش کرتے۔

فہم توجہ کا بیان :- انوار ضخیم - (ص ۲۵۶) میں یہاں سے زیادہ تفصیل کی گئی ہے۔

اصطلاح فقہ

وَلَمَّا كَانَتْ أَذْهَانُ قُرَاءِ الْكِتَابِ لَيْسَتْ فِي مَرْتَبَةٍ وَاحِدَةٍ، لَمْ يَكُنِ التَّوْجِيهُ إِضَافِي مَرْتَبَةٍ وَاحِدَةٍ، فَالتَّوْجِيهُ بِالنَّبِيَّةِ إِلَى الْمُبْتَدِئِينَ غَيْرِ التَّوْجِيهِ بِالنَّبِيَّةِ إِلَى الْمُتَمَهِّينَ - فَإِنَّ الْمُنْتَهَى رِبْعًا يَخْطُرُ بِأَلَمِ صَعُوبَةٍ فَوَهِمَ، فَيَحْتَاجُ إِلَى حَلِّهَا، وَالْمُبْتَدِئُ غَافِلٌ عَنْهَا، بَلْ لَا يَقْدِرُ أَنْ يُحِيطَ بِذَلِكَ، وَكَثِيرٌ مِنَ الْكَلَامِ لَا يَتَّصِعُ بِهِ الْمُبْتَدِئُ وَلَا يَحْصُلُ فِي زَمَنِ الْمُنْتَهَى شَيْءٌ مِنَ الصَّعُوبَةِ هُنَاكَ. فَأَمَّا مَنْ احْتَاطَ بِجَوَانِبِ الْأَذْهَانِ فَيُنْزِلُ إِلَى حَالِ الْجُمْهُورِ، وَيَتَكَلَّمُ بِحَسَبِ أَذْهَانِهِمْ.

ترجمہ :- اور چونکہ کثرت سے پڑھنے والوں کے ذہن ایک معیار کے نہیں ہوتے ہیں، لہذا توجہ پیشینہ شدہ علمی رشتہ دار کی تشریح بھی ایک ہی معیار کی ذمہ داری ہے، چنانچہ مبتدیان کی توجہ نسبتی مضمرات کی توجہ سے مختلف ہوتی ہے، کیونکہ مساوات منتہی کے خیال میں ایک مقبوض کی دشواری آتی ہے اور وہ اس کے حل کی ضرورت محسوس کرتا ہے، لیکن مبتدئ اس سے غافل ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے اطلاع کی بھی قدرت نہیں رکھتا ہے، اور بہت سی باتوں کو مبتدئ دشوار سمجھتا ہے جبکہ اس موقع پر منتہی کے ذہن میں کوئی دشواری نہیں آتی ہے۔ زیادہ شخص جس نے ذہنوں کے اطراف کا احاطہ کر لیا ہو تو وہ جمہور کے احوال کی جانب نزول کر لیتا ہے، اور ان کے ادیان

(قوتِ فکر و فہم) کے مطابق گفتگو کرتا ہے۔

قب۔ (۱) یا وہ ہے کہ اشکالات و توجیہات کا تعلق اگرچہ نہ صرف اہانت، نفرت و کینہ اور بغاوت و بدین و غیرہ تمام علوم قرآنیہ سے ہوتا ہے، بلکہ حق میں آیات کی تفسیر اور مکرر بارِ باری تعالیٰ کی وضاحت کے تعلق توجیہات کا یہاں ہے، جیسا کہ مابعد کی عبارت "فہذہ التوجیہات" سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) ہندی و ہنسی کے اثر کا کہ توجیہات کا فرق ہندو جہولیت پسندوں سے کہیں۔

○ بَحَاۤءُ مَوَدَّۃِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۱۰۶) میں بَحَاۤءُ مَوَدَّۃِ بابِ مَعَالَمَت سے ہے جس کا خاصہ شراکت ہے، لہذا آیت میں (معا و بائد) اللہ تعالیٰ شراکت کی طرف ہن خوار کی نسبت لازم آ رہی ہے۔

توجیہ: بہت سے مقامات پر معالمت و شراکت، سے ملتی ہوتا ہے، جیسا کہ بارِ اللہ اور تاجبہ اللہ شراکت سے ملتی ہیں۔

○ اَخْلَیَۤوْا اَنْ لَا یَرْجِعَ اِلَیْہِمْ قَوْلًا (غلط) کے بارے میں ایک ہندی کو اشکال ہو کر ان کے کہنے ہوئے یہ دیکھ کر غور فرما کر کہ ہے؟

توجیہ: یہ ان محققین کے متعلق ہے کہ ان کا مقصد غرضتاً قسم کے اشکالات ہندی کی ہی کو پیش آتے ہیں ○ بَاۤیۡنُہُمَا اَنْ یَّزِنَ اَمَّاۤیۡنُ اللّٰہِ حَتّٰی تَقَارِبَ (۱۰۷) اور حَتّٰی اللّٰہُ مَا اسْتَطَاعَ (الانبیاء) میں جو تھوڑی سی شہرہ ہے عام ہندی کو اس کا تصور بھی نہیں ہوتا ہے۔

اس کی توجیہات: الفوز العظیم ..... (ص ۱۸۰ تا ۱۸۲) میں گزر چکی ہیں۔

○ وَنَزَعْنٰہُمْ اَنْ یَّزْنُوْا فَاٰتٰیہُمْ اَوْ رَوْحُنَا فَنَضِیْقُہُمْ اَوْ نَکْثُرُہُمْ (النساء)

(الانبیاء) سورہ نساء کا وہ آیتیں ہیں۔ اللہ دونوں کو جو دگر جو منطقی نتیجہ اندک کیا گیا ہے کہ وہ ایک

سے نامزد غور قوں سے شادی کرنا بدل پر موقوف ہے۔ (نما ہو قد لول انذیۃ الجنۃ لکما ہرک)

آیت کے مطابق بدل قائم کرنا پس سے باہر ہے، لہذا ایک سے زائد عورت سے شادی کرنا ناجائز ہے۔

وہ بھی ہندی کی قوتِ فکر سے بالاتر ہے۔

توجیہ: یہ پہلی آیت میں بدل سے فرد، معالمت و حقوق میں بدل قائم کرتا ہے۔ اور دوسری

آیت میں بدل سے فرد، قلبی میلان میں مشابہات قائم کرتا ہے۔ دونوں آیتوں کے مصداق

دو میں۔ پہلے تمنا جس کی بنا پر عدل فی الحقوق ممکن اور استطاعت میں داخل ہے۔ لہذا ایک سے زیادہ شراویں کرنا جائز ہے۔ اور عدل فی الحرجۃ استطاعت سے باہر ہے۔ لہذا شرعاً مطلوب نہیں۔  
 اَلَا يَكْفِيكَ اللهُ نَسْتِ اِلَّا وَنَسْتُهَا۔ اَلَمْ نَخْلُقْكَ وَمِنْ نَحْوِكَ عَادِمًا وَمِنْ نَحْوِكَ اِذَا بَدِئْتَ بِرَبِّكَ مَخْلُوقًا۔

۳۱) بلالہندوان محیط پ: دلت کا مطلب یہ ہے کہ حقیقتوں کے اذہان، قسم کے شکاکات سے نئے نئے لوگ جوتے ہیں کہ اگر وہ ان کے لاف انہیں بتاوتے جائیں تو ان سب کا یا رکھنا بھی ان کے لئے دشوار ہے۔ ورنہ اعلیٰ

اذا تاملنا انہی پر حواسِ الانکھائی کا مطلب یہ ہے کہ جو شہادت و منہجین بہت ہی قیمتی ہر آدمی کے گھڑوں کی نفسیات اور ان کے مدارِ اہلِ فہم سے واقف ہوتے ہیں، وہ قیمتی حضرات کے اشکالات و توجیہات کو شہرِ مافظہ انداز کر دیتے ہیں۔ اور جوہر کی قوتِ فہم کو سامنے رکھ کر کتاب کی ایسی تشریح فرماتے ہیں جو اکثریت کے لئے اتنی ہی بخش ہوئی ہے۔

فعمدة التوجيه في آيات الخصلة تحريم مذهب الفرق عن الخصم  
وتتبع وجه الالزام والعمدة في آيات الاحكام تصوير صور المسئلة  
وذكر قبلة القيود من الاحكام وغيرها - والعمدة في آيات التذكي  
بالادلة. تصوير مثل التعريف وبيان مواضعها الجزئية والعمدة  
في آيات التذكي بآيات الله: بيان ترتيب بعض القصص على  
بعض وايضا: حتى نعرف في يوم القصة والعمدة في  
التذكي بموت وما بعده: تصوير تلك الصور وتقرير تلك الحقائق  
الحقيقية. لانه آيات في سورة توبة مما عطف فرقون كمناسب كان ان دور وولازك  
التي تنطبق في الاحكام في سورة توبة بمسار كالمسوقين كاليان كالفور

[illegible]

قیوم کے فوائد، خراز و غیرہ کو ذکر کرنا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آیات میں عمدہ توجیہ ان نعمتوں کی تفصیل انصاف کے جزئی مقامات کا بیان ہے۔ اور مذکور بالا آیات میں عمدہ توجیہ و اوصاف کے ایک جز کے مقابل میں دوسرے جز کی ترتیب اور اس طرح بیان کو کما حقہ بیان کرنا ہے جو وہ امر کے بیان میں پائی جاتی ہو۔ اور مذکور بالوت و بالحدوث کی آیات میں عمدہ توجیہ بیان مناسط کو پیش کرنا اور ان حالات کو بیان کرنا ہے (جو قرآن میں مذکور ہیں)۔

قبہ ۱۔ اس عبارت میں حضرت مشاہد صاحب نے علوم خمسہ کی تفسیر کے منبت دی اور اہم عناصر کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اولا آیات خاصہ کی تفسیر کے دو عنصر بیان کئے گئے ہیں۔

۱) قرق باطلہ کے حقائق و نظریات کا بیان (۲) آیت میں مذکورہ تردیدی و دوام کی وضاحت۔ مثال: آیت کریمہ: **إِن مِّنْ مَّثَلٍ يُخَالِفُ بَعْدَ اللَّهِ كُنْهًا آخَرًا** کی تفسیر میں بدھیزوں کا تذکرہ کافی ہے۔ غمبشہر حضرت عیسیٰ کی ولادت چونکہ فرقہ جات کے طور پر (مختلف معمول، بلا پایگہ ہوتی تھی، اس لئے تضاد ہی آپ کو، ابن اللہ، مانتے تھے۔ غمبشہر) آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے وہ اشتباہ کے رد میں حضرت آدمؑ کی پیدائش کا تعین پیش کر کے تضاد ہی کو شکست جو اب دیا ہے۔ کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے کہیں زیادہ چیز ناک ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کی ولادت میں کم از کم مال کا واسطہ تو ہوا ہے، اور حضرت آدمؑ کی پیدائش میں تو نہ مال کا واسطہ ہے نہ باپ کا۔ جبکہ آدمؑ کو خدا یا خدا زادہ کوئی نہیں مانتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ظاہری مستاب کے فقدان، یا ان میں کمی ہو جانے سے یا اختلاف معمول کسی چیز کے وجود میں آنے سے شکی کی خدائی ثابت ہوتی ہے نہ خدا زادگی۔

ثانیہ آیات و احکام کے دو تفسیری عناصر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (۱) صہبت مسئلہ کی توضیح و اگر ضرورت ہو (۲) آیت میں اگر کوئی قید مذکور ہو تو اسی کی حیثیت کا بیان۔ مثال: آیت کریمہ: **وَمَا يَتَّبِعُ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ** کی تفسیر میں مسئلہ کی صہبت ذکر کی گئی ہے۔ کہ کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کیا جائے تو ذبح کے وقت اسی غیر کا نام بھی پڑنا چاہئے۔

۱۔ بعض مفسرین نے اس کا ایک اور صورت ذکر کی ہے کہ کوئی جانور اگر اللہ کے لئے ذبح کیا جائے لیکن اس کے وقت نام اس فیروزہ کا نہ لیا جائے۔ مگر یہ صورت آیت کا مدلول صحیح نہیں ہے۔ بلکہ پھر اشتراک بقول کا ہے، اس کا بھی کوئی جہ نہیں ملتا۔ اس لئے تفسیر کی جہ جس سے صہبت کو ذکر کی جہ میں فرقہ نہ ہو۔



کی فرمایا ہو۔ بادل کے سایہ تلکے پر نہ کا ذکر۔ وَقَلَّلْنَا لَكَ ذِكْرَهُ وَقَلَّلْنَا لَكَ ذِكْرَهُ عَلَيْنَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ وَالشُّرُفَ وَالْأَنبِيَاءَ  
 میں اور بارہ قبال کے لئے بارہ پشتوں کے نظم کا تذکرہ۔ وَآيَاتِنَا تَتَوَفَّيْكَ بِالْقُرْآنِ وَالْأَنبِيَاءِ  
 میں کیا گزیرے۔ لیکن تذکرہ واقعات کے درمیان آیت کریمہ۔ قَدْ أَفْلَحْنَا إِذْ خَلَقْنَا هَٰذَا وَالْآخِرَةَ  
 کے اندر یہ آیت تیرے نکلنے کے بعد کا واقعہ مذکور ہے۔ اسی صورت میں واقعات کی ترتیب سے  
 آخر رہنا ضروری ہے۔ تاکہ سب کی کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔

مثال دوم واقعہ کے درمیان تعریف کی مثال۔ إِذْ هَبْتَ حَافَاتِنَا بِمَنْزِلِكَ فَتَنَّا الْآيَةَ بِهَٰذَا  
 حَافَاتِنَا بِهَٰذَا مَن وَكُنْ لَكَ طَرَفُ تَعْرِيفٍ ہے۔ اس کی وضاحت ہوئی چاہئے۔ چنانچہ مفسرین لکھتے  
 ہیں کہ حَافَاتِنَا سے انصاف کے ڈھیلے۔ ہر حدشہ اور ہر مسئلہ مراد ہیں۔ اور آیت  
 کی تفسیر یہ ہے کہ جیسا کہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑا صواب کلام کو سب کو معرکہ کے لئے نکلے  
 اور کھانے کی شکستہ قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ ان کے میں ہزار جنت کی میوے میں سے اگر کوئی  
 ہفتہ اس وقت میں محبوب ہو گئے اور بعد اللہ جلّیٰ کی سزا ہی میں تشریف آویں سو سنا فقیر نے  
 یہ کہتے ہوئے راہ قرار اختیار کر لی۔ وَلَا تَزِدْ لِلْكَافِرِينَ وَلَٰكِنَّا أَزِيدُهُمْ وَلَٰكِنَّا أَزِيدُهُمْ  
 مذکورہ قبیلوں نے بھی واپس کا راہ کر لیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی اور  
 راہ پر عمل کی نوبت نہیں آئی۔ (اس تفسیر سے حق تعالیٰ ارادہ ہوا) انشاء اللہ تعالیٰ

خاصہ آیت مذکورہ الحاد کی تفسیر کے بنیادی حکم کا تذکرہ فرمایا ہے کہ انسان کو موت  
 کے وقت یا اس کے بعد جن خوش کن یا تکلیف دہ مناظر سے واسطہ پڑتا ہے ان کی وضاحت  
 کر دی جائے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں مفسرین کرتے ہیں۔

وَمِنْ فِتْنَةِ التَّوْحِيدِ تَقْرِيبُ مَا كَانَ بَعِيدًا عَنْ الْقَوْمِ لَعْدِمِ الْإِلْفَةِ  
 وَقَطْعُ الْمُعَارَضَةِ فِيهِمَا بَيِّنَاتُ الدَّلِيلَيْنِ أَوْ فِيهِمَا بَيِّنَاتُ التَّعَارُفَيْنِ  
 أَوْ فِيهِمَا بَيِّنَاتُ الْمَعْقُولِ وَالْمَشْقُولِ وَالتَّفَرُّقِ بَيْنَ الْمَلْتَمُسِينَ وَالتَّطَلُّقِ

۱۔ دوسری تفسیر میں اشارت فرمائی۔ فیتنات کے اندھنیت طاعتات میں کہ ان تعشلا لا والله ولیہ ما علق  
 نحن طاعتنا بنوعانہ وبنوعانہ۔ وجہ تہمید انما العزائم لغو لہم سلا۔ واللہ وبنوعانہ  
 (صفحہ ۱۶۳ ص ۱۶۴)



بین المختلفین، و بیان حدیثی و عدل اشیر الیہ، و بیان کیفیت عملہ  
صلی اللہ علیہ وسلم بما أمر بہ فی القرآن العظیم، وبالحدیث التوحید  
فی تفسیر الصحاح کثیر، ولا یقتضی حق المقام حتی یمیز زوجہ  
الصعوبہ مفضلہ، شرفی کثر فی حل الصعوبہ بالتفصیل، ثم  
یونث الاقوال۔

ترجمہ :- اور فوہن تجربی سے ہے (۱) اہل امور کو (۲) میں سے) فریبہ کرنا جو ناموس  
ہونے کی وجہ سے بعید الفہم تھے (۳) اور دُر و دیلموں یا دو تیر بیوں کے درمیان یا معتزل و معتزل  
کے درمیان (پائے جانے والے) تعارض کو ختم کرنا (۴) و متشابہ معانی کے درمیان فرق کرنا۔  
(۵) اور دو مختلف معانی میں تطبیق دینا۔ (۶) اور اس وعدہ کی صداقت کا بالہ حکم کی طرف  
(آیت میں) اشارہ کیا گیا ہو۔ (۷) و قرآن کریم میں اس کا پر ماسور کیا گیا ہے اسی پر انھیں  
صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی کیفیت کا بیان۔

الحاصل توبہ جو تاج و تاج کی تفسیر میں بہت ہے۔ اور (تفسیری) تمام کا حق اور نہیں ہو سکتا ہے  
یہاں تک کہ (۱) دشواری کی وجہ تفصیل کے ساتھ بیان کر دی جائے۔ (۲) امتیاز دشواری کے  
عمل کے لئے مفصل کلام کیا جائے۔ (۳) ان اشیا قول کی جانچ کی جائے۔

ق :- نفی مبتدأ کا فاعل بعد الذی ان کی مثال .. الفوز بنہم - ص ۴۴ میں گزرا ہے  
قطع المقارضة فیما بین الذی فی الذی کی مثال .. و اعراض حق المتاحیلین .. اور و فاعل  
المتحیلین کا فاعل .. کے تعارض کو یہ کہ ختم کرتا ہے کہ پہلی آیت کا معلق اسلام کے ابتدائی  
دور کے ہے۔ اور دوسری آیت بعد کے زمانے سے متعلق ہے۔

و تلمیذوں میں تعارض کی مثال .. و ما یضلل بہ الا الفاسقین .. اور .. ان الله لا یفلح الظالمین  
الفاہقین .. ہے پہلی آیت میں .. الفاسقین .. کے شرک میں مکر کی طرف تفسیر ہے۔ اور  
دوسری آیت میں منافقین کی طرف تفسیر ہے۔

و تعارض : فسی خروج عن الطاع الذی عسی ان لا یفسد فیہ من فساد فیہ

لہ فلا یفسد .. اور مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہاں میں یہ فعل مجہول ہے، یا ہے اس کے مروج عربی میں، اور یہاں  
مذکور کے جس کے خلاف ہم نے فعل مجہول ہی لکھا ہے، اسی حال پر اس کے بعد : و ان لا یفسد فیہ من فساد فیہ .. پر اس نے لفظ  
کے بعد یہ لفظ مذکور ہے، یا ہے اس کے بعد : و ان لا یفسد فیہ من فساد فیہ .. پر اس نے لفظ مذکور ہے، یا ہے اس کے بعد : و ان لا یفسد فیہ من فساد فیہ ..



یہ ان صدقہ وعدہ : سورہ روم کی آیت میں۔ ابراہیم کے باقری دوستوں کی عین شکست  
کے زمانہ میں یہ پیش یہ گئی کی گئی۔ یہ کہنہ ہی سالوں میں دوستوں کی شکست و غلبہ پر یہ فتح سے  
دکھا جائے گی۔ اسی کے ساتھ یہ دھڑ بھڑ کہ گیا ہے کہ جس دن دوستوں کو فتح حاصل ہوگی، اسی روز دوستوں  
پر بھی نصرت خداوندی مسخر ہوگی۔ اور ایمان والے خوش ہو گئے۔ دینوہی بنی یغریح الخویشون  
بمضرب اللہ۔ ہاں چنانچہ مفسرین نے لکھتے ہیں : فوسل کے اندر عین تدر کے دن جبکہ مسلمانانہ اللہ  
کو بفضل سے مشابہت پر نمایاں فتح و غلبہ حاصل ہونے کی وجہ سے خوشیاں منا رہے تھے۔ پھر منکر  
اور زیادہ مسرور ہوئے کہ۔ دینی اہل کتاب : ابراہیمی جو سبوں پر غالب و فتوح ہو چکے ہیں یہ  
دینان کعبہ بنو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نام فرمایا  
ذاتہ اللہ تعالیٰ تکریمًا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حکم پر آپ کے علی کی کیفیت بیان  
کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں : تونی یسڈ صد آہ یعنی اہل کی رعایت فرماتے ہوئے، کھینچ کر  
پڑھتے تھے۔ اور حضرت بلال بن رباحؓ کے بقول : حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت  
تلاوت : بیان کرتی تھیں تو ایک ایک حرف کتاب و لک پر ہمارے ہاتھ سے

وما يفعله المتكلمون من العلل في تأويل المتشابهات، وبسيان  
حقيقة الصفات فهو بعيد عن مذهبي. فإن مذهبي مذهب  
مالك والشورى وابن المبارك وسائر القضاة. وذلك هو الأمر  
من المتشابهات على الظاهر، وترك الخوض في التأويل والفرع  
في الأحكام المستنبطة وإحكام مذهب مخصوص وطريق غير ذلك  
من الأوضاع والاحتياط ليدفع الدلائل القرآنية غير صحيح عندي  
وإخاف أن يكون ذلك من قبيل التدارك بالقرآن. وإنما التدارك

[illegible]

يُطْلَب مَذَلُولُ الْاَيَاتِ وَيُكْتَفَى مَذَلُولُ الْاَيَةِ هَذَا هَبْ اَيُّ ذَهَبٍ ذَهَبٌ  
الْبَيْدُ، فَوَاقِفًا كَانَ: وَمِنْهَا الْفَنَاءُ.

**ترجمہ:** اور منشاء آیات کی تاویل ہر صفات کی حقیقت بیان کرنے میں مشکلیں جو غلو کرتے  
یہاں میرے مسلک سے دور ہے۔ کیونکہ میرا مسلک (امام مالک و مسلمان ثوری) عبد اللہ  
بن ابی ہریرہؓ کے نام سے مستند نہیں کا۔ مذہب ہے۔ وہ وہ (مذہب) منشاء آیات کو ظاہر رکھتا اور  
آیات منشاء آیات کی تاویل میں غرور و تسکیر سے کنارہ کش رہتا ہے۔ اور اجتہادی مسائل میں  
تزعزع کرنا اور کسی مخصوص مذہب کا استحکام (پر زور و ثبات) ان کے علاوہ احوال کا بطلان  
اور قرآنی دلائل کے رد کی تدبیر اختیار کرنا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور مجھے اس کا اندیشہ  
رہتا ہے کہ یہ بتدارق بالقرآن کے قبیل سے ہے۔ اور ضرور کی بات کہ آیتوں کے معنی (وہ حدیث  
کی تحقیق کی جائے) اور آیات کے حلال کو مذہب بتایا جائے (خواہ) کوئی بھی جہلہ و اذہب اس کی  
طرف گیا ہو) (پہنا) موافق ہو یا نہ ہو۔

**فصل ۱۹:** تاویل منشاء کے سلسلہ میں مذہب کے لئے مسبب کا مطالبہ کیجئے۔ بتدارق  
بالقرآن کا معنی ہے قرآن کا سہارا لیکن ایک دوسرے کی گات کرنا۔  
خود نام علامت ہے۔ حجۃ اللہ بآلہ قرہ میں ہی کی تشریح فرمائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ادب و گرامی و اعماہات میں کان فیلکرم ہذا، ضرر و اکتساب اللہ بعضہ ببعض، کی تشریح  
کرتے ہوئے اسٹیم طراز ہیں:

الحول جہو البتدائر فی القلوب وہی یستدل و احد بایہ فیودہ آخر بایہ آخری مطلب  
لاشبایات منخب نفسہ و ہذا وضع مساحیہ او فی ہا یا ای القصرۃ مذہب بعضہ لاخذ  
حق مذہب بعضہ ولا یكون جامع اللمۃ علایم ہذا الصواب وافتدایا و بالستہ مثل ان  
یعنی بتدارق بالقرآن حرام ہے۔ بتدارق بالقرآن یہ ہے کہ ایک شخص ایک آیت سے استدلال کرے  
دوسرا شخص اپنے مسلک یا کسی دلائل کے ذریعہ ثبات اور رد کے مسلک کی تردید کیلئے کسی اور

جسے تم سے پہلے وہی وجہ سے چلے ہوئے انہوں نے مستند ہذا کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں سے  
ہٹا دیا۔

آیت کا سہارا لیکر اُن استدلال کو زور دے، جیسا کہ اصل مقصد، اظہار حق، اور صحیح کی ترجیح دہانت ہے۔ اور حواشی بالمشقہ بھی ایسی طرازاں ہیں۔

وَأَمَّا لُغَةُ الْقُرْآنِ فَيَنْبَغِي اخْتِصَارُهَا مِنْ اسْتِعْمَالِ الْعَرَبِ الْأَوَّلِ وَلِيَكُنَّ  
الْاعْتِمَادُ عَلَى أَنَّ أَوَّلَ الصَّحَابَةِ وَالْتَّابِعِينَ۔

ترجمہ :- اور قرآن کی لغت کو مستند عرب کے استعمال سے لینا چاہئے۔ اور صحابہ و تابعین کے آثار ہی پر یہ اعتماد کرنا چاہئے۔

یعنی آیت کا مدلول و معنی قیاس کرتے وقت ظاہر ہے کہ لغوی معانی کا یہی اعتبار کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں تھیم عرب کے استعمال اور صحابہ و تابعین کے اقوال ہی کو مشعل راہ بنانا چاہئے۔

وَقَدْ وَقَعَ فِي تَعْوِيلِ الْقُرْآنِ خَلَلٌ عَجِيبٌ وَذَلِكَ أَنَّ جَمَاعَةً مِنْهُمْ اخْتَارُوا  
مَذْهَبَ سَيُوبِيٍّ وَمَا لَمْ يَتَوَافَقْ بِهِمْ يَزُولُ عَنْهُ وَإِنْ كَانَ تَابِئًا لَا يَعِيدُ  
وَهَذَا عِنْدِي غَيْرُ صَحِيحٍ۔ بَلْ يَنْبَغِي اتِّبَاعُ الْأَقْوَى، وَمَا كَانَ ادْتِمَاقُ  
لِلْبَسْمِيَّاتِ وَالسَّبَاقِ۔ سَوَاءٌ كَانَ مَذْهَبُ سَيُوبِيٍّ أَوْ مَذْهَبُ الْفَرَارِ  
وَقَدْ قَالَ عَثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي مِثْلِ، وَالْمَقَامِ الصَّلَاةِ  
وَالْمَوْتُونَ الزُّكُوفَةُ، سَتَقِيْمُهَا الْعَرَبُ بِالسِّيَةِهَا۔ وَتَحْقِيقُ هَذِهِ  
الْكَلِمَةِ عِنْدَ الْفُقَرَاءِ أَنَّ غَالِبَةَ الْحَاوِرَةِ الْمَشْهُورَةِ أَيْضًا مُحَادَرَةٌ وَ  
كَثِيرًا مَا يَتَفَقَّوْنَ لِلْعَرَبِ الْأَوَّلِ أَيْ يَجْرِي عَلَى أَلْسِنَتِهِمْ فِي أَثَرِ الْخَطْبِ  
وَالْحَاوِرَاتِ مَا يَخِلُفُ الْقَاعِدَةَ الْمَشْهُورَةَ۔ وَحَيْثُ نَزَلَ الْقُرْآنُ  
بَلَّغَهُ الْعَرَبُ الْأَوَّلُ فَلَا عَجَبَ إِنْ نَقَعَ الْيَاءُ أَحْيَا فِي مَوْضِعِ الْوَاوِ  
أَوْ يَرُدُّ الْمَفْرَدَ مَقَامَ التَّثْنِيَةِ أَوْ الْمُرْتَبِ فِي مَقَامِ الْمَذْكَرِ۔ فَالْحَقُّ  
إِنْ يَفْتَرُ، وَالْمَقَامَيْنِ الصَّلَاةِ، بِمَعْنَى الْمَرْفُوعِ۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ

تقریباً دو۔ اور قرآن کے رُخ کے بارے میں ایک قریب نقص پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس  
 اختلاف کی بلکہ ایک جماعت نے مسیویر کا مذہب اختیار کر رکھا ہے۔ جو عبارت اس کے موافق  
 نہیں ہوتی ہے۔ لیکن اس کی تاویل کرتے ہیں۔ خواہ تاویل بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ مسیویر کی  
 مسیحی نہیں ہے۔ بلکہ قوی ترین مسلمان کی (پیروی کرل جاسے) اور اس کی پیروی کرنی چاہئے جو  
 تائید و مسیاق کے زیادہ مناسب ہو۔ چاہے مذہب مسیویر کے موافق ہو یا مذہب خدا کے  
 ۱۱۔ حضرت سلمان نے فرمایا: **وَالْمُؤْمِنَاتُ الصَّالِحَاتُ** جو عیسیٰ ایت کے بارے میں نہ سنا تو فرمایا تھا: مستقبل  
 قریب میں اہل عرب اپنی زبانوں سے اسے جیت کر میں گئے۔ اور فقہ کے نزدیک اس فقرہ کی تفسیر یہ ہے  
 کہ مشہور عہدوں کی مخالفت میں ایک عہد ہو گا۔ ۱۲۔ ایسا اوقات عہد عرب کو اس کا اتفاق  
 ہو جائے گا۔ انھوں نے اور علماء مختلف گروہوں کی زبان پر ایسا کلام جاری ہو جائے گا  
 جو مشہور قاعدہ کے خلاف ہو گا۔ اور چونکہ قرآن قدیم عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے لہذا یہ کوئی  
 حیرت کی بات نہیں ہے کہ کبھی کبھی۔ واد کی جگہ پر یاد آجائے۔ یا تشبہ کی جگہ پر ہمزہ یا دیگر  
 کی جگہ پر حرکت آجائے۔ لہذا تحقیق یہ ہے کہ **وَالْمُفْضِلِينَ الصَّالِحِينَ** کی تفسیر قرآن کے حقیقی معنی کی جائے۔  
**ف**۔ یہ اسی عبارت میں حضرت سہیل نے مامیہ کے مشہور نبی کریم کے ان خصوصیات پر  
 منکلات کا حل پیش فرمایا ہے جو بظاہر بخوبی اعتبار قابل ذکر ہیں۔ حضرت شاہ کی نظر میں  
 ہر قسم کے اشکالات کا ختم یہ ہے کہ وہ قرآن کو کسی خاص خوبی کے اصول پر پکڑے ہیں  
 حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ زبان اصول کے تابع نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اصول زبان کے تابع ہوتے ہیں  
 کیونکہ اصول کا ماحذ و سرچشمہ زبان ہی ہوتی ہے۔ اہل زبان کے عہد و اہل ہر کی روشنی میں اصول  
 مرتب کئے جاتے ہیں۔ لہذا ایسے محققوں پر کسی ایک خوبی کے اصول کی پروا کیا جائے ہر اس خوبی  
 کے اصول کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو شواہد کے دو سے زیادہ قوی ہوں، جن کے اصول مان  
 و شواہد کے اعتبار سے زیادہ قوی ہوں، بلکہ اگر ضرورت پڑ جائے تو اصول متعین ہونے پر جائے  
 براہ راست اہل زبان کے عہد و اہل۔ کہ **تَوْفَرَانِ** کا معیار بنانا چاہئے۔ اس تحقیق کے  
 پیش نظر سورۃ مائدہ کی آیت بربر۔ **لَکِنَ الَّذِیْنَ لَی الْعِلْمِ مِنْہَا وَالْمُؤْمِنُونَ یُؤْمِنُونَ بِهَا**  
**اَسْوَءُ الَّذِیْنَ وَمَا اَسْوَءُ مِنْ قَبْلِکَ وَالْمُؤْمِنُیْنَ اَخْلَیْہَا وَالْمُؤْمِنُیْنَ اَخْلَیْہَا** میں



تیار کر گئے تھے یہ بات بہت مستبعد ہے کہ تمام اصناف میں ایک ہی انداز کی غلطیاں ہوں۔  
 (۳) صحابہ کرام طیلیوں پر تنہا ہوں۔ اور ان کی اصناف خود کرنے کے بجائے بعد میں انہوں  
 کے اوپر چھڑ دیں۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ انہوں نے ایسا نسخہ تیار کرنے  
 کا عزم کر رکھا ہو جو ساری دنیا کے لئے قابل تقلید ہو۔ اور حضرت قاضی خلاف قرأت کو بھی  
 اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ابراہیم بن حنین وغیرہ وقت کی نگرانی میں ایک  
 قرأت کا حامل و قرآن تیار کرنے کا بیڑا اٹھا یا گیا، (۴) ان سے زیادہ رسم الخط کا قرأت سے  
 مختلف ہونا ہے۔ اور سعید بن جبیر کے قول۔ مولود من الكتاب کے معنی ہیں۔ ہو  
 قرأتہ الخلفیۃ۔

سوال۔ اس سلسلہ میں ایک روایت حضرت عائشہؓ بھی ہے۔ جسے محدثین نے صحیح علی شرط  
 بشیرین بتایا ہے۔ حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت  
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس قرآن یعنی ارشاد باری۔ ہذا اب ست حجاب۔ اور یا باری  
 والقیہا من السحرة۔ اور فرمایا رقی۔ اِنَّ الدِّیْنَ اَسْمُوْا وَالَّذِیْنَ یُنَادُوْنَ رَافِعُوْنَ  
 کے بارے میں استفسار کیا۔ تو اُمّ المؤمنین نے جواب میں فرمایا۔ یا ابا اسحق! عجل الکتاب،  
 اَسْخَرُوْا فِی الْکِتَابِ، کہ یہ صحیح باتوں کا کلام ہے۔ کہتے ہیں اس سے غلطی ہو گئی ہے۔  
 اس اثنا میں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں غلطیاں (۱) ایضاً بائیں ہیں۔

جواب۔ اس فقر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لا بول نے کوئی غلطی کی تھی ہے، بلکہ مطلب یہ ہے  
 کہ کتبِ اہل بیت اور صحیح قرآن کا کام کہنے والوں نے، منزل میں اشکاء قرار دیا، جیسے جو فرار شدہ  
 منتخب کی پیماس کے علاوہ کا انتخاب کرنا چاہتے تھے۔ یعنی حضرت عائشہؓ ان لوگوں کو  
 انتخابِ قرأت میں غلط کار قرار دے رہی ہیں۔ ذکر قرآن غیر قرآن کہ کتبِ اہل بیت کا۔

دلیلی پر مطلب اس نے لیا گیا کہ تم کو ان جو نقلی متواتر کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے خود اعلان  
 کرتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَرَآئِکَ لَحَافِظُوْنَ۔ اور کہتا ہے۔ اَلَا نَبَیُّکُمُ الْبَاطِلُ  
 مِنْ قَبْلِکُمْ یَذِیْبُکُمْ وَلاَ جُنْحَ عَلَیْکُمْ۔ اور اہل بیت کا اجماع بھی ہے کہ کلام اللہ میں کہیں، ایک شوشا اور



نقطہ کی بھی غلطی نہیں ہے، اس لئے وہی راستہ ہیں، یا تو حضرت عائشہؓ کے قول کی تاویل کی جائے۔  
یا اس بات پر آئے ہے اس کی تردید کر دی جائے، والشافیہ دلی من الرد فان المنعجب، امور  
المشامین محمولة علی النقص ما لم یکن۔ واللہ اعلم

واما المعانی والبیان فهو علمٌ حَافِثٌ بَعْدَ انْقِرَاضِ الصَّحَابَةِ وَالْمَنَابِعِ  
فَصَا يَفْهَمُ مِنْهُ فِي عَرَفِ جَهْدِ الْعَرَبِ فَهُوَ عَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ، وَمَا كَانَ  
مِنْ اَمْرِ خَفِيَ لَا يَدْرُكُ إِلَّا الْمُتَعَمِّقُونَ مِنْ أَهْلِ الضَّرْفِ فَلَا نَسْلَمُ أَنْ  
يَكُونَ مَطْلُوبًا فِي الْقُرْآنِ -

ترجمہ :- اور رہے معانی و بیان تو وہ ایسا نہیں ہے جو صحابہؓ کو نہیں کی وفات کے بعد  
وجود میں آیا ہے۔ لہذا اس کا جو حصہ مشہور عرب کے عرف میں مقبول (درجہ) ہو (یا سمجھا جاتا ہو)  
وہ سترہ تکمیل پر نہیں جو ایسی غنی چیزیں ہیں جن کو صرف پوری معلومات رکھنے والے اہل فن ہی سمجھ  
سکتے ہوں تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ قرآن میں مطلوب نہ ہیں۔

واما اشارات الصوفیة واعتباراتهم فليست في الحقيقة من فن التفسير  
وانما يظهر على قلب السالك عند استماع القرآن اشياء وتولد  
لها في نظم القرآن، ومثل ما يتصف به السالك من حالة او معرفة  
حصلت لذلک، کمثل من سمع من العشاق قصة السلي، والمجنون،  
فتدل کرمعشوقه لذلک، فيستحضر ما كان من المعاملة بينه وبين محبوبته  
ترجمہ :- رہے صوفیاء کے اشارات اور اعتبارات تو وہ درحقیقت فن تفسیر کے متعلق نہیں  
ہیں، اور قرآن سننے وقت صوفی کے دل پر کچھ خیالی چیزیں وارد ہوتی ہیں اور انہیں قرآن میں اس کے  
لئے پیدا ہوتی ہیں، اور صوفی کی اس حالت کی مثال جس سے وہ متصف ہوتا ہے یا اس معرفت کی  
مثال جو صوفی کو حاصل ہوتی ہے اس سے مجھے کوئی عارف مسلمان و ہنوں کی کہانی منکر اس معاملہ  
کو یاد کرنے لگے جو اس کے ہر دم کی عشوقہ کے درمیان تھے۔

**قہر** بمعنی عتاب : تنبیہ کی عبارت۔ و تنویداً ما حصل لہ کہ عاریسی متکبر۔ و در میان نظم  
قرآن ہوا ہے کہ ان سائلک وادو یا مہر تے کر : اور اس میں دست متوزنہ شود۔ ہے جس کی یہ صحیح ترجمانی  
الاستاذ المحترم صاحب : العون نکلیں : کہ تعقوب میں یوں ہے : و تنویداً ما حصل لہ کہ عاریسی متکبر  
و بین حایتہ صفت بہ : اشد الذل و ان الذل من الذل : و تنویداً ما حصل لہ کہ عاریسی متکبر : یعنی بدوئیات  
نظم قرآن اور اس حالت یا معریت کے ربط سے (پیدا ہونے والی کیفیت میں) پیدا ہوتے ہیں جو سائل  
یہ پائی جاتی ہیں۔

حاصل متن یہ ہے کہ موصوفیہ کے اہم آیات کریمہ سے تصوف کے جوہر کی نکات منتخب کرتے ہیں  
و ان کو آیات کی تعبیر کو بنیاد پر امر و باری تعالیٰ کی توضیح کہنا شروع کرتے ہیں۔ ان کی مقصد صرف اتنی ہے  
کہ ریاضت و عبادت کے ذریعہ حاصل ہونے والے مخصوص احوال۔ کی بنیاد پر آیات کی تفسیر  
یا سماعت کے وقت صوفیہ کے دل و دماغ پر ان کے مناسب حال و انبیات کی دستک ہوتی ہے  
جن کو وہ لوگ بیان کرتے ہیں :

اہم اور ضروری : رہنمائی نصوفہ کی تین قسمیں ہیں۔ نہ صرف دو سنائی ہوئے و وسطہ تیس  
نصوفی کتاب و سنت سے : بہت ہوں (امتیازی) دو سنائی جو تیس میں سے بہت ہوں : ذوق  
دو سنائی جو باواسطہ یا بلا واسطہ کسی بھی طرح نصوفہ سے متشابہت ہوں بلکہ نفس و عبادت ہوں :  
پھر ذوق و عبادت و سنائی تین قسم کے ہیں۔

۱) جو اہل رات کتاب و سنت سے متوہد ہوں جیسے : قلندروں کا یہ ذوق کہ مذہب تہذیب و عبادت  
سے نجات کا علاج باہمی بہت ہی بڑی نعمت اور استحقاق ہے و ان کی ہمت ہے کہ بڑا اچھے کو  
ترقی و رفعت کا ذوق کہنے کی کوئی گنجائش نہیں بقدرت تعالٰی کے بقول یہ ذوق آیت کریمہ  
يَقُولُوا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ اَلَمْ يَكُنْ اَوَّلَ مَا دُعِيَ الْبَشَرُ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ فَخُذُوْا زِينَتَكُمْ مِّنْ اَمَّاٰنِ مَّقَدِّسٍ  
کے اشارہ سے مزید ہے۔ اس قسم کے مسائل کا قبول نہ چاہئے۔

۲) جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں ان کا ذکر ناواسب ہے۔ جیسے : بعض غالی صوفیہ کا

۱۔ ایک تازیانہ علامہ رحمہ اللہ کے بقول سے بھی جہتی ہے۔ یاد : کلام اللہ فیہ فی نفسہ لقرآنی ضلیل لیس

خسار : و اماہر مغایب و ہر جہت بعد و بعد اللہ و اللہ (محرور : ۱۰)

۲۔ سنائی مشہور بحال : عبادت "قرآن" ۱۰ ص ۱۰

نظریہ کر اپنے اہل و عیال کو تو کلاً ایسی جگہ رکھنا یا ترسے جہاں کچھ خیر و سامان نہ ہو۔ دلیل میں اہل  
صوفیاء نے فرمایا ہے: **وَبَيَّنَّا لَآئِيْ اَسْكَنْتَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ يَوَدُّ عَلَيْكَ دِيْنًَا مِّنْهُ**۔ کو  
پیش کیا ہے۔ حضرت ادریس ثمالیؒ نے اسی کی تفسیر کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ عمل وہی  
ربانی فی دہر سے تھا۔ جبکہ دوسرے لوگ بغیر وہی کے ایسا کریں گے فالذیاس مع العاقبۃ۔  
اقول: جن مختلف آیات و احادیث سے اہل و عیال کے نفقہ کا وجوب ثابت ہے۔ صوفیاء کا  
یہ اجتہاد ان سب نصوص کے خلاف ہے۔ لہذا مردود ہے۔

دوسری مثال: بعض مدعیان طریقت کا طریقہ ترک حیوانات کی ذبح پر عمل ہے۔ یہ بھی خلاف  
کتاب و سنت ہے۔ زہر شاہ ربانیؒ: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْنُوا لِكُلِّ فِتْيَةٍ مَّا هَلَكَ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ  
وَلَا تَعْتَدُوا**۔ اے ایمان کی تردید ہوتی ہے۔

یہ رجال حضرت و صاحب کی اس عبارت میں صوفیہ کی صرفہ و توفی تفسیر کی حیثیت کا بیان ہے۔  
صوفیاء کے استنباط و اخبار کی یقینیت نہیں ہے جبکہ شریعت میں ان کا اعتبار ہے۔ اس لئے  
حضرت مائتہ نے اگلی عبارت میں اس کے مستبر اور نہایت پائستہ ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

**وَهُمْ أَجَادٌ مُّهِمَّةٌ يَنْبَغِي الْإِجْلَاسُ عَلَيْهِمَا وَهِيَ أَنَّ حَضْرَتَهُ صَلَوَاتُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ فَنَ الْإِعْتِبَارَ . مَعْتَبَرًا وَسَلَكَ ذَلِكَ الطَّرِيقَ لِتَكُونَ  
سُنَّةٌ يُعْتَدَى الْإِمَامَةُ . وَيَكُونُ ذَلِكَ فَتَحًا لِبَابِ . مَوْهِبِ لَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ  
كُوفَةٍ . فَأَقَامَ مِنْ أَعْطَى وَاقْفَى . قَرَاهَانِ مَسْئَلَةِ الْقَدَرِ لِتَمْثِيلِ وَأَنْ  
كَانَ مَنْطُوقَ الْآيَةِ أَنَّ مَنْ عَمِلَ هَذَا فِي الْأَعْمَالِ نَهَضَ بِهِ إِلَى طَرِيقِ الْحَقِّ  
وَالْتَعْلِيمِ . وَفَنَ عَمِلَ بِفَضْلِهَا تَقْتَضِيهِ لَطَرِيقِ الْمَشَارِقِ وَالتَّهْدِيَةِ . وَنَكُنْ  
يُمْكِنُ أَنْ يُعْلَمَ بِطَرِيقِ الْإِعْتِبَارِ أَنَّ كُلَّ رَاحِدٍ خَلَقَ لِمَا لَمْ يَجْعَلْ عَلَيْهِ  
تِلْكَ الْحَالَةَ مِنْ حَيْثُ يَدْرِي أَوْ لَا يَدْرِي . فَهَذَا الْإِعْتِبَارُ وَقَعَ لِهَذِهِ**

لہذا جگہ جگہ سے اس کے خلاف دلائل دیئے گئے ہیں۔  
فرق: مثالی تفسیر کی یہ تاہم ہے کہ اس کے ساتھ حضرت ادریسؒ کی تفسیر ہے۔ جو اور ابوہریرہؓ کی ہے۔  
اور یہ تفسیر ابوہریرہؓ کی ہے۔ جنہاں سے اس کے خلاف دلائل دیئے گئے ہیں۔

الآیۃ ارتباط بمسئلة القدر، وكذا لك آیه: وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا. فتعولها  
انه اطلع على البر والاشور ولكن بين خلق الصوره العليمه بالسبح  
والاشور وخلق البر والاشور في وقت نفع التزوج كشاهد فيمكن  
الاستشهاد بهذه الآیۃ في هذه المسئله بالاعتبار. والله اعلم

ترجمہ :- اور یہاں ایک آیت کا ترجمہ ہے جس سے باخبر ہو، ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت  
علی رضی اللہ عنہ نے قرآن اعتبار کو معتبرا مانا ہے۔ اور خود اس راہ پر گامزن ہوئے ہیں۔ تاکہ علمائے  
امت کے لئے اسوہ بن جائے۔ اور وہی علم کا دروازہ کھلنے کا ذریعہ بن جائے۔ جیسے آیت  
کریمہ: قُلْنَا مَنْ اَنْتَ، جس کی آپ نے مسئلہ قدر میں مثیلاً تلاوت فرمائی۔ اگرچہ آیت کا منطوق سے  
(صریح واضح مفہوم) یہ ہے کہ جو شخص ان اہل کو اختیار کرے گا ہم جنت اور اس کی نعمتوں کی طرف  
اس کی رہنمائی کریں گے۔ اور جو شخص ان کے خلاف اعمال پائے گا اُس کے لئے عذاب اور جہنم کی  
راہ کھول دیں گے۔ لیکن ممکن ہے کہ اعتبار کے طریقے سے یہ جانا جائے کہ ہر ایک ایسی حالت کیجئے  
پیدا کیا گیا ہے جو حالت اس پر طاری ہو کر رہتی ہے خواہ وہ اُس سے باخبر ہو یا بغیر لہذا اس  
اعتبار سے اس آیت کو مسئلہ قدر سے یکسو نہ مانا سمیت ہے۔ اور یہی حال ہے آیت کریمہ  
وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا کا بیکونکہ اس کا منطوق یہ ہے کہ (اللہ نے) ہر ایک کو بھلائی اور بُرائی سے  
آگاہ فرمادیا ہے لیکن بھلائی و بُرائی کی صورت علیہ کی تخلیق اور دفع روع کے وقت (جہاں  
نیکی و بدی کی تخلیق میں مشابہت و مناسبت ہے۔ لہذا اعتبار کے ذریعہ اس مسئلہ میں اس  
آیت سے استشہاد ممکن ہے۔ و اللہ اعلم

قب: ہر قرآن اعتبار سے مراد یہ ہے کہ اصولی فقہ کے مشہور و معتبر اصول استعمال کیے گئے کہ  
ذوق و وجدان کی بنیاد پر کسی نامہیت کی وجہ سے آیت یا حدیث سے کوئی مسئلہ یا اصول اخذ  
کیا جائے۔ (مستفاد از مقدمہ مسائل المستوفک)

اعتبار صرف جائز ہی نہیں بلکہ مطلوب بھی ہے۔ قرآن کریم میں: قُلْنَا مَنْ اَنْتَ اُولٰٓئِکَ الْفٰسِقٰہ  
کی تفسیر موجود ہے۔ آیت کے ذیل میں حضرت تھانوی رحمہم فرماتے ہیں: عبرت کی حقیقت ہے  
وہ غیروہ ذالی نظیر ہے۔ اور اس کے عموم میں موقوفہ کی تاویلات قرآن و حدیث کی بھی داخل ہیں۔

بقیہ نامیں شرط کے ہیں۔ اور متعلق کے مطابق۔ جس کی مشروطیت اس لئے ہوتی ہے تاکہ امتدادِ تقدیر  
(علیٰ مناسبتہ المشروطۃ و المشروط) کے علیٰ روشنی پر۔ **فَمَنْ عَمِلْ جَنْبًا غَيْرَ ذَٰلِكَ وَرَدَّهُ اللَّهُ لِمَا يَصْلُحُ**  
کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس۔ وہی علوم و معارف کا فیضان ہو، استہدایہ ہے بھی مخطوط  
و مستفید ہو کر، خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں، نصیب، کاشیوت ملتا ہے۔  
جس کی دو خالص سنی میں پیش کی گئی ہیں۔

پہلی مثال کا تعلق سورۃ۔ **وَالْحِلُّ لِكُلِّ آيَاتٍ كَرِيمَةٍ**۔ **فَأَمَّا نُنْزِلُ الْغُلُوبَ**۔ **وَأَمَّا نُنْزِلُ الْغُلُوبَ**  
**فَلَنُفِخَنَّ بِهَا لِلنُّعُورِ**۔ آیات ہے جس میں کاشیوت (مترجم و واضح منہج) یہ ہے کہ جو شخص نیک  
رست میں خرچ کرتا اور دل میں محاسبے کرتا ہے۔ اور اسلام کی عمل باتوں کو چاہے شاہد و شہادت  
ربانی کو متوجع سمجھتا ہے۔ اس کے لئے ہم اپنے عبادت کے حقائق نیکی کا راستہ نشان کر دیں گے۔

اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیں گے جس کا نام جنت ہے۔ اور  
جس نے خدا کی راہ میں خرچ کر کے، خدا کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پرواہ نہ کی، اور اسلام  
کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹ سمجھا، اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائیگا۔  
نیکی کی فریق سلب ہوتی جائے گی۔ اور اگر کارِ بدست، بدست خدا سیدہ لہجی کی انتہائی سختی میں  
پہنچ جائیگا۔

تب آیت کریمہ کی آیات و معنیات تفسیر ہیں: **رِشَاءُ ذِی الْقُرْبَىٰ**۔ **رِشَاءُ ذِی الْقُرْبَىٰ**۔ **رِشَاءُ ذِی الْقُرْبَىٰ**  
کے مختلف اداکاری ہونے کی تفسیر ہے۔ اور نماز پر کراہت کے مختلف کاموں اور کتابتِ قرآن  
کے مطابق ہونا ہے (جیسا کہ تفسیر اللہ تعالیٰ)۔ **فَنُفِخَنَّ بِهَا لِلنُّعُورِ** ہے واضح ہے اور  
قیس کا نام تفسیر ہے۔ **وَالْحِلُّ لِكُلِّ آيَاتٍ كَرِيمَةٍ** کا تفسیر سے ایک گود ربط ہے۔ **وَالْحِلُّ لِكُلِّ آيَاتٍ كَرِيمَةٍ**  
نقصان دہ ریشاء مسئلہ اللہ کا انشا ہی مقرب ہے۔ **وَالْحِلُّ لِكُلِّ آيَاتٍ كَرِيمَةٍ**

نہیں حضرت شاہ صاحب نے تبارک و تعالیٰ میں آیت کی جو تفسیر فرمائی ہے وہ آیت کو مسئلہ تقدیر  
مربوط کرنے کی اس سے کہیں زیادہ واضح و صریح ہے۔ لکھتے ہیں: **وَالْحِلُّ لِكُلِّ آيَاتٍ كَرِيمَةٍ**  
**وَالْحِلُّ لِكُلِّ آيَاتٍ كَرِيمَةٍ**۔ **وَالْحِلُّ لِكُلِّ آيَاتٍ كَرِيمَةٍ**۔ **وَالْحِلُّ لِكُلِّ آيَاتٍ كَرِيمَةٍ**

ہے وہ جس نے کافر سے دین کی طرف راہ دکھائی ہے۔ اور جس نے کافر کو ایمان دیا ہے۔ اور جس نے

کافر کو ایمان دیا ہے۔ اور جس نے کافر کو ایمان دیا ہے۔



وَمَدَّ الْعَصَا إِذْ قَالَ: اعْمَلُوا فِئْتَانَيْنِ لِي الْخَوِثَيْنِ. لَمَّا مَرَّ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّعَاوَةِ فَيَسْتَرْ  
لِفَعْلٍ الشَّعَاوَةِ. وَتَمَامُهَا كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّعَاوَةِ فَسَيَسْتَرْ لِفَعْلٍ الشَّعَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ خَدَامًا  
مَنْ أَخْلَى وَتَشَقَّى وَصَدَّقَ بِالْحَسَنِ الْأَيَّةِ الْمُتَعَنِّطَةِ. مَشْكُورَةٌ بِأَبِ الْقَدْرِ ج. مَعْرِضًا لِمَنْ تَكُونُ فِيهَا  
حَدِيثُ رُومٍ: عَنْ عُرَيْنَ بْنِ حَصِينٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ابْنِ وَجَلِينَ مِنْ مَوَازِينَةٍ قَالَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ  
أَرَاهُمَا يَتَمَارَيْنِ النَّاسَ وَيَكْذِبُونَ فِيهِ. أَشَيْءٌ قَطَعْتَ عَلَيْهِمْ. وَمَضَى فَيَدَامُ مِنْ قَدْرِ سَبْقٍ.  
أَوْفِيًا بِسَدِّيقَيْنِ بِهِ مَعْرَافَاتٍ هَرَبِيهَ نَبِيهِمْ. وَفِيهِمْ تِلْكَ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا مَيْلَ  
شَيْءٍ قَطَعْتَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فَيَدَامُ. وَتَصَدَّقَ بِمَا كَانَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَتَشَقَّى مَا سَوَّاهَا).  
فَأَخْبَرْنَا بِتُجْرَةٍ قَادَتْهُمَا وَرَدَّاهَا مُسَلِّمَةً. مَشْكُورَةٌ بِأَبِ الْقَدْرِ. الْعَرَفَاتُ الْكَلْبِيَّةُ تَهْدِيكَ إِلَى مَشْكُورَةٍ فِيهَا

**فصل غريب القرآن** — الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي الْأَحَادِيثِ بِمُزِيدِ الْأَهْتَامِ  
وَحَدَّثَنَا بِيَالِي الْعَصْلِي — أَنْوَاعٌ — الْقَرِيبُ فِي فَنِّ التَّنْكِيرِ بِالْأَنَاءِ  
اللَّهِ. هِيَ آيَةٌ جَمْعٌ لِحَقْلِيَّةٍ عَظِيمَةٍ مِنْ صِفَاتِ الْحَقِّ. عَزَّ وَجَلَّ  
مِثْلُ آيَةِ الْكُرْسِيِّ وَسُورَةِ الْإِحْلَاصِ. وَأَخْرَجْنَاهُ فِي الْحَشْرِ. وَآوَّلُ  
سُورَةِ الْمُؤْمِنِينَ. وَالْقَرِيبُ فِي فَنِّ التَّنْكِيرِ بِتَأْمِيرِ اللَّهِ. هِيَ آيَةُ  
يُسَبِّحُنَّ فِيهَا تَقْصَةُ قَلِيلَةِ الذِّكْرِ. أَوْ تَقْصَةُ مَعْلُومَةٍ يُجَاءُ فِيهَا بِمُزِيدِ  
التَّفْصِيلِ. أَوْ تَقْصَةُ عَظِيمَةِ الْفَائِدَةِ الَّتِي تَكُونُ مُحَدَّثَةً لِلْعَسَابِرَاتِ  
الْكَثِيرَةِ. وَهَذَا إِذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَقْصَةِ مَوْسَى  
وَحُضْرِهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ — وَدَدْنَا أَنْ مَوْسَى كَانَ صَاحِبَ حَيٍّ يَقْضِي اللَّهُ  
عَلَيْهِمَا مِنْ خَيْرِهِمَا.

**ترجمہ :-** **فصل غریب القرآن کے بیان میں** (غریب القرآن) (یعنی قرآن کی وہ آیات  
و امور جن کو احادیث میں مذکور و استہام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اور فضائل کے تذکرے کی  
خصوصیت سے نوازا گیا ہے، جن تسمیوں پر ہے (۱) علم اللہ تکبر بالادانہ میں غریب ہر دو آیت پر  
جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی صفات کے (۲) فقر حضرت کو بیان ہو، جیسے آیت الکرسی اور سورۃ اطلاق میں،

اور سورۃ مٹھ کا آخر اور سورۃ مؤمن کا اول ۱۲۲۱ اور علم اللہ کبریا یا علم اللہ میں غریب (ناور و افضل) وہ آیت ہے جس میں کوئی قبیل (نور کو ناور) قصہ یا کوئی مشہور قصہ (جس میں غریب تفصیل میں بیان کیا گئے) یا ایسا عظیم الفاظ قصہ ذکر کیا جائے جو بہت سی خبروں کا مکمل (عامل و جامع) ہو۔ اور ایسی عظیم الفاظ ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ کے بارے میں فرمایا: ہماری پسند یہ تھی کہ موسیٰ اور زیادہ اصغر فرماتے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ بہت سے ان کے واقعہ کو (اور تفصیل کے ساتھ) بیان فرمائے۔

**ف۔** غریب کے لغوی معنی ہیں۔ ناور، عجیب اور افضل کا حسن۔ یہاں غریب کے مراد وہ آیات اور سورتیں ہیں جس کی احادیث شریفہ میں خصوصی تفصیلات و مدد ہوتی ہیں۔  
**نور کو ناور اور سورتوں کے غریب ہونے کی دلیل**

آیۃ الحکمر، اعظم آیۃ فی کتاب اللہ آیۃ الحکمر (مسلم، ابی بن کعب) آیۃ الحکمر سی وسیع القرآن، احمد، ابن جریر، قرآن آیۃ الحکمر سی ویرا کل مملوۃ لم یخص من دخول الجملۃ الا ان یحوت انما بیانہ وقت فی ابی امامۃ (انما کل شئ یسنا ما وان سائر القرآن البقرۃ و فیہا آیۃ ہی مستندۃ الی القرآن ہی آیۃ الحکمر سی) (ترمذی و مسند ابی ہریرۃ)۔  
**سورۃ الاحزاب:** قل هو اللہ احد، نزل ثلث القرآن (مسلم جزء ۱، ابی ہریرۃ) ہا تری صحابہ، من قرأ قل هو اللہ احد عشر مرۃ کفی لہ حق فی الجنۃ، ومن قرأھا عند موت مرفۃ یبوی لہ خمس مائۃ، ومن قرأھا ثلاثین مرفۃ ثلاث مائۃ (ابو داؤد الطبرانی، ابی ہریرۃ) من قرأ قل هو اللہ احد بعد مملوۃ القصۃ اشفی عشر مرفۃ ثلاث مائۃ قرأ القرآن اربع مرفۃ وکان افضل اهل الارض یومئذ (ابن السقی، الصغیر للطبرانی۔ ابی ہریرۃ)۔

آخر سورۃ الحشر من قرأ احین یصوم ثلاث آیات من آخر سورۃ الحشر وقل اللہ بہم منہا ان اللہ یراک یمتحن علیہ حتی یمسی، وان مات فی ذلک الیوم مات شہیداً۔  
 ومن قرأھا احین یمسی کان بثلث الاثر (ترمذی، معقل بن یسار) من قرأ آخرات سورۃ الحشر

(الاصحاح ۱۰ من ثلث)۔ (ابن الاثیر، ۱۰ ص ۱۰۰)۔

سے ولی مملوۃ من قال احین یصوم ثلاث مرفۃ اعوز باللہ الجمع الغالیۃ من الشیطان الرجیم وقرآن



فی لیل لولہا در فمات فی يومہ اولیلتہ فقد اوجیب اللہ الہ الخبتہ : و یسئل ابراہیم علیہ  
اولی سورۃ المؤمن : من قرأ آخر المؤمن ان الیہ المصلی وایۃ التکریم حین یصعب حفظہ  
بما حدثن یحیی ومن قرأ بها حین یسعی یخفف بها حتی یصعب (ترمذی و ترمذی : ابومرید) علیہ  
سورۃ مؤمن کی ابتداء کی آیت : الحمد لله تبارک الذی کثر من اللہ العزیز الغنیہ عافیا الایوب  
وقد یبذل الثوب شیئاً یبذل البعظ ذی الطول : لا الہ الا هو الذی المصلیہ (بخاری)

والغریب فی فن التذکیر بالموت وما بعدہ : ہر آیت تھو کہ جوامعہ  
لاحوال القیامۃ۔ مثلاً۔ ولقد اصاب فی الحدیث : من سترۃ الن  
ینظر الی یوم القیامۃ۔ کائنۃ رأی عین۔۔۔ فلیقل : اذا الشمس  
کسرت : و (اذا السماء انفطرت) و (اذا السماء انشقت)۔

ترجمہ :۔ اور فن تذکیر بالموت وما بعدہ میں غریب (و انقل) وہ آیت ہے جو (مثلاً)  
احوال قیامت کو بیان کرے ہو۔ اسی وجہ سے حدیث میں وارد ہوا ہے ، جو شخص محل کی تکمیل قیامت  
کا دن دیکھنا پسند کرتا ہو اسے او آ الشمس کسرت اور اذا السماء انفطرت اور اذا السماء  
انشقت کی تابوت کفری چاہئے ہے۔

والغریب فی فن الاحکام ہر آیت تھو کہ مستملۃ علی بیان حدود  
و تعیین وضع خاص ، مثل تعیین مائۃ جلدۃ فی حکم الزنا  
و تعیین ثلاث حیض او ثلاثۃ اطہار فی مائۃ اطلاقہ و تعیین  
انصباؤ الموارث۔

ترجمہ :۔ اور فن احکام میں غریب وہ آیت ہے جو حدود کے بیان اور فن وضع کی تعیین میں  
مستمل ہو مثلاً حد زنا میں سو کوڑوں کی تعیین ، اور مفاہر کی حدت میں تین حق یا تین مہر کی تعیین  
اور میراث کے حصوں کی تعیین۔

لہ الافکار ۲ ص ۱۸۱ صفحہ مشکوٰۃ ۱ ص ۱۰۰۔۔۔ حدیث مسلم ترمذی و ترمذی میں ہے (امویہ حدیث)

قَب : بِرَبِّكَ حَمْدُكَ وَالشَّارِقُ وَالْمَغْرِبُ قَدْ فَطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَتَبَ لَكَ الْاَلَمُ  
بِمَنْ أَلَّهِ الْمَارِدَةُ وَغَيْرُكَ مِنَ الْاَيَّامِ -

حَدَّثَنَا : الرَّاقِشِيُّ وَالزَّيْنِيُّ قَالَا جَلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِمَّنَّامَا رَأَيْتُمْ جَلْدَةً اَوْ اِذَا اَلَمُوا  
عِدَّةً مَعْلُومَةً . وَالْمَطْلَقُ يَعْزِضُ بِأَنْفُسِهِمْ ثَلَاثَةَ ثَوْنٍ (سفرہ)

اَنْصَبَاءُ الْمَوَارِثَ : يُؤْتِيكُمْ اللهُ فِيْ اَوَّلِكُمْ وَلِلَّذِيْ لَكُمْ مِنْ خَلْقِ الْاَنْثِيَّانِ اِنْ كُنْتُمْ  
بِنِسَاءٍ فَوَقَدْ اُنْشِئْتُمْ فَاَنْشِئْتُمْ مَا تَبَرَكِ . (ابن النجار) فَسَمِعُوْكَ قُلِيْ اللهُ  
يُعْزِضُكُمْ فِي الْكُلْدِ . (ابن النجار)

وَالْعَرَبِيَّ فِي فَنِّ الْخَاصِمَةِ : هِيَ اَيَّةٌ يَقَعُ فِيْهَا سَوْقُ الْجَوَابِ بِهَيْجٍ غَرِيبٍ  
يَقْطَعُ الشُّبُهَةَ بِاَبْلَغٍ وَجَدٍ اَوْ يَفْرُقُ بَيْنَ اِنْ خَالَ هَذَا الْغَرِيبُ  
بِمَثَلٍ وَّاضِحٍ ، كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا - وَهَكَذَا اَبْيَانُ شَتَاةٍ  
عِبَادَةِ الْاَصْنَافِ وَالْفَرْقُ بَيْنَ مَرْتَبِ الْخَالِي وَالْمَخْذُوقِ وَالْمَالِكِ  
وَالْمُضْلُوْكِ بِامْثَلَةِ عَجِيْبَةٍ : اَوْ بِيَانِ اِحْبَاطِ اَعْمَالِ اَهْلِ التَّوْبَةِ  
وَالشَّمْعَةِ بِاَبْلَغٍ وَجَدٍ -

ترجمہ : اور علم الیٰ حضرت میں غریب وہ آیت ہے جس میں جواب کا تذکرہ ایسے عمدہ اسلوب  
میں ہو جو شہرہ کو کال طور پر ختم کر دے ، یا اس فریق کے بیان احوال کو واضح مثال کے ساتھ  
جوڑ دے جیسے (ان کی مثال) اس شخص کی مثال جیسی ہے جس نے آگ روٹی کی جڑ اٹھائی اور اس  
طریقہ پرستی کی قیامت کا بیان اور خالق و مخلوق اور مالک ملک کے مراتب میں عجیب عجیب  
مثالوں کے ذریعہ فرق کرنا ، یا بار بار مشہرت دالوں کے اعمال کی برابری کو نو قرار اسلوب میں  
بیان کرنا ۔

قَب : یعنی جن آیت میں فرقِ صائغہ کے شکوک و شبہات یا ان کے غلط فہم کا علاج  
و مٹاؤ رو پیش کیا گیا ہے ۔ اے مجھے ، وَصَرَبَ لَنَا مَسَدًا وَكَبَّرَ خَلْقَهُ قُلُوبُ مَنِّي الْيَوْمَ  
وَمِنْ رَمِيْمِهِ قُلُوبُ مَنِّي الْيَوْمَ اَنْشَأَهَا اَنْ تَمُرَّ وَهِيَ تَجْلِي خَلْقِي عَلَيْهِ رَوْ اَلَّذِيْ جَعَلَ

لَكَرَجُونِ الشَّجَرِ أَنْ يُخَفِّرَ بِأَرْبَاقٍ وَأَنْ تُسَمِّرَ مِنْهُ لَوْ قِيدُونَ ۝ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ بِعَازِمٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِنْ شَيْءٍ بَلَىٰ وَلَهُوَ الْخَلْقُ الْأَوَّلُ ۝ (یسہ) وغیرہ اہل حق  
الانیت (الکتبہ) :- یا کسی گروہ فرقہ کے احوال کی سرشتا امت و قیامت کو مثال کے ذریعہ واضح  
کی گیا ہے ۔ یہیہ منافقین کے احوال میں ارشاد فرمایا ۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَذِبُ الَّذِي اسْتَوْدَىٰ نَادَا  
فَلَمَّا سَأَلَهُمْ لَمْ يَسْخَرُوا لَهُمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ فَكَرِهَ اللَّهُ بِمُؤَيَّدِهِمْ وَكَرِهَ كَرِهَ فِي مَا لَمْ يَكُنْ لَآيَةً ۚ (الآیات)  
اسی طرح جن آیات میں بہت پرستی کی قیامت کا تذکرہ ہے ۔ یا عاقب و عقوق اور ملوک و مالک  
کے فرقہ پرستی کی وضاحت کے لئے انہیں مثالیں پیش کی گئی ہیں : سَلَامٌ عَلَيْكُمْ فَرَا بَا ضَرْبُ اللَّهِ  
مَنْ لَا عِلْمَ لَهُمْ كَمَا لَا يَفْقَهُونَ كَيْفَ يَكُونُ شَوْخٌ وَمَنْ يَتَذَكَّرْهُ مِثْلَ مَنْزِلَةِ الْحَاكِمِ يَنْفَقُ مِنْهُ  
بَعْدًا وَجَهْلًا ۚ هَذِهِ يَسْتَوُونَ ۚ (آیت) اہل حق جن آیات میں مایا کاروں کے اعمال صالحہ  
کے حیلہ دہرا ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ سب آیتیں ۔ علم الہی حق کی غریب آیتیں ہیں ۔  
مِثْلَ ارشادِ ربّ الہی : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَلِكِ وَلَا إِلَىٰ  
كَالْبَدَنِ يَنْتَقِي حَالَهُ رَبِّهِ ۚ إِنَّكَ لَا تَدْرِي وَلَا يَدْرِي وَلَا يُدْرِي بِمَا تَصْنَعُونَ ۚ فَسَلِّمْ عَلَىٰ صَفْوَانِ  
عَبِيدِ عُرَاتٍ فَأَصَابَهُ دَاسِلٌ فَتَرَكَهُ مَسْنُونًا ۚ (۱۰)

وَعَلَىٰ رَبِّ الْقُرْآنِ لَيْسَتْ بِمَحْصُورَةٍ فِي أَبْوَابِ مَذْكُورَةٍ ۚ فَاحْيَانًا يَكُونُ  
غَرِيبًا مِنْ جِهَةِ بَلَاغَةِ الْكَلَامِ ۚ وَإِنِّي أُسْنُوِيهِ مِثْلَ سُورَةِ الرَّحْمَنِ  
وَلِهَذَا اسْتَمِيتُ فِي الْحَدِيثِ ۚ يَقْرَأُ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَاحْيَانًا يَكُونُ غَرِيبًا  
مِنْ جِهَةِ تَصْوِيرِ صُورَةٍ سَجِيْدَةٍ وَشَقِيٍّ ۚ

المتحرک :- یا ایٹھن قریب میں ڈالنا پسندیدہ ہونا ۔ غرض دوسرا دہا، وہیں ۔ مراد مرید  
زیست ہے ۔ ترجمہ :- اور غرض آپ قرآنی مذکورہ ابواب میں مختصر نہیں ہے (بلکہ دوسری کیفیتوں  
سے بھی آیات میں غراست پائی جاتی ہے) چنانچہ کبھی کبھی بلاغت کلام اور اسلوب کی حیرت انگیزی

(انتہائی عمدہ) کی وجہ سے یہی قرآن (کا کوئی حصہ) غریب ہوا ہے جیسے سورہ "رحمن" ہے۔ اور اسی وجہ سے حدیث شریف میں اس کو "عروس القرآن" کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہی کبھی معادۂ حسنہ و بدیعت کی تصویر پیش کرنے کی چہیت سے غریب ہوا ہے۔

ف۔ گذشتہ سترہ میں غرائب قرآنی کی جو انواع ذکر کی گئی ہیں ان کی بنیاد و انفاذ کے مدلولات اور مضامین پر مبنی غرائب قرآنی کی مذکورہ تقسیم مدلولات اور مضامین و معانی کے اعتبار سے تھی، مانتہ علائم نے اس عبارت میں تنبیہ فرمائی ہے کہ "غرائب قرآن" کی تقسیم جہاں مضامین کی حیثیت سے ہوا ہے (کامر) وہاں دوسری حیثیات سے بھی ان کی تقسیم کیا جاسکتی ہے۔ چنانچہ بلاغت کی حیثیت سے بھی تقسیم ہو سکتی ہے۔ اور معادۂ تمیزی و تکیفاتی کی نظر کشی کے اعتبار سے بھی تقسیم ہو سکتی ہے۔

سداوت و شقاوت کی منظر کشی سے متعلق آیات کے لئے دیکھئے "مختار العظیم"۔ ص ۲۷

وَجَاءَ فِي الْحَدِيثِ لِقَالِ آيَةِ ظَهَرَ وَبَطَنٌ وَلِكَيْ حَذَّ مُطْلَعٌ فَلْيُعْلَمَ  
 أَنَّ ظَهَرَ هَذِهِ الْعُلُومِ الْحَقِيقَةِ شَيْءٌ يَكُونُ مَذْهَبُ الْعُلَمَاءِ وَمَنْطُوقُهُ  
 وَالْبَطْنُ فِي الشُّذُوذِ كِبَرُ بِاللَّهِ تَعَالَى فِي الْأَكْثَرِ وَمُرَافِقَةُ الْحَقِّ - وَفِي  
 الشُّذُوذِ كِبَرُ بِأَيُّهَا اللَّهُ مَعْرِفَةُ مَنَاطِ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ وَالشَّوَابِ وَالْعَذَابِ  
 مِنْ تِلْكَ الْقَصَصِ وَقَوْلُ التَّصْيُحَةِ - وَفِي الشُّذُوذِ كِبَرُ بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ  
 ظُهُورُ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ وَجَعَلَ تِلْكَ الْأُمُورَ زِي الْعَيْنِ - وَفِي آيَاتِ  
 الْأَحْكَامِ: اسْتِنْبَاطُ الْأَحْكَامِ الْخَفِيَّةِ بِالْفَحَاوِشِ وَالْإِيمَانِ وَفِي  
 نَجَاحَةِ الْفِرْقِ الضَّالَّةِ مَعْرِفَةُ أَضَلِّ تِلْكَ الْقَبَاحِ وَالْحَاقِّ مَشْهَدِهَا  
 بِهَا - وَمُطْلَعُ الظُّهْرِ: مَعْرِفَةُ لِسَانِ الْعَرَبِ وَمَعْرِفَةُ أَثَرِ الْمُتَعَلِّقَةِ  
 بِفِي التَّنْصِيرِ - وَمُطْلَعُ الْبَطْنِ: لَطْفُ الذِّهْنِ وَاسْتِقَامَةُ الْفَهْمِ  
 بِشُورِ الْبَاطِنِ وَمَحَالَةِ الشُّكُونَةِ - وَاللَّهُ أَعْلَمُ  
 ترجمہ :- اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ "مرآت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔"



بطین، نہ کوہہ مقاصد کی تکمیل ہے، اور آیات الاحکام کا بطین، استنباط ہے۔ اس وجہ سے ہم سب بطین کی تعریف میں یہ تکمیل مقاصد اور استنباط احکام دونوں چیزیں لڑکر کی ہیں۔ چہرہ استنباط کا مثال، ارشادِ ربانی، وَحَقْنَدُ وَفَصَالَهُ مَثَلُثُونَ تَهْتَدُوا سے حضرت علیؓ کو مامور کرنے میں مسئلہ مستنبط فرمایا ہے کہ درت محل کم از کم چھ ماہ ہے کیونکہ بیت میں محل اور درت مضامین کے لئے عیناً ماہ مقرر کرنے کے ہیں، جبکہ درت مضامین، ارشادِ ربانی، وَخَوَلَفَ مِنْكُمْ مَلَائِكَةٌ بَشَرِيٌّ مِّنْ دُونِ سَالِ اس ۲۴ ماہ ہے، لہذا محل کے لئے چھ ماہ ہے، (المؤمن من امر ۲۴ ص ۱۰۰) مطلع بطین، یعنی بطین قرآن کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ عربی و فارسی و انگریزی کی واقفیت مانج و مستخرج کی معرفت اور ان تمام فنون کا علم ہے جن سے قرآن کے ظاہری معانی کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

مطلع بطین یعنی بطین قرآن تک رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ شرعی ریاضات و عبادات کے ذریعہ یا علم کا ترکیب اور قلب کا معنوی انوار و برکات سے متوجہ ہونا ہے یعنی یہ کہانے کی شاعرانہ شعر ہے۔ نہ صرف یہ بیت تک ہو نزول کتب و گروہ کشا ہے، دراز تر یہ ہر صاحب کتب و حدیث قرآنی میں جسے فن غیبی یا علم و ترشہ اللہ علم عالم بعلمہ کہ جو شخص معلومات پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ (عمل کی برکت سے) اسے ہر وقت کا علم عطا فرماتے ہیں۔

**فصل: مِنَ الْعُلُومِ الْوَهْبِيَّةِ فِي عِلْمِ التَّفْسِيرِ الَّتِي آمَرْنَا إِلَيْهَا تَأْوِيلَ**  
**قصص الانبياء۔ عليهم السلام۔ ولفقير في هذا الفن رسالة مستقلة**  
**بیتِ انبیل الاحادیث۔**

والمراد من التأويل: هو ان يكون لكل قصبة وقعت مبدء أمر استمداد الرسول وقومه من التدبير الذي اود الله سبحانه وتعالى في ذلك الوقت، وكانت: شارة الى هذا المعنى في آية: وَيَعْلَمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ  
**الاحادیث**

ترجمہ :- علم تفسیر میں ان علوم و ہیروں سے جس کی طرف ہم (اب چاہم کہ شروع میں) اشارہ کرتے ہیں وہ مفسرین

کرتے ہیں۔ انہیں کرامِ عظیمِ مستدام کے قصص کی تاویلی ہے۔ اور اس فن میں فقیر کا ایک رسالہ ہے جس کا نام، تاویلی، الاماویف ہے۔ اور تاویلی سے مراد یہ ہے کہ دنیا پر کرامِ ان کے اقوام کے ساتھ پیش آنے والے ہر واقعہ کا رسول و قہر و شوالہ کی استعداد کے مناسب ایک سہ ماہی ہو، جسے جو کسی تہ پر کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتا ہے جس کا افسر میں شاندار وقت آباد فرمایا تھا، عجیب و غریب ہوتا ہوا تھا، اور گویا آیت کریمہ **وَنُفِثْنَا مِنْ نَادِیْهِ لَئِنَّا وَتِ** میں اس نئی کی طرف اشارہ ہے۔

**فصل ۱۱:** **قَوْلُهُ اَللّٰہِ اِنِّیْ اَبُوْہٖ** باب راجع کے شروع میں بیانِ مفسرین کے لطیفات اور حضرت ابراہیم کی چند خصوصیات کا تذکرہ ہے (جس معلوم و پیچیدہ کا بھی اجمال نہ کر رہا ہو چکا ہے۔ جس کے الفاویہ ہیں۔

**وَالْقَوْلِیْ عَلٰی مَا رَسَخَ الْفَقِہُ لَا تَلْعَنُ فِیْہٖ اَدْنٰی مِّنْ خَلْقِ الْقَدِیْہِ یَرْجُوْہُ الْمَرٰءُ بِقَوْلِہٖ۔ اَللّٰہِ اَشْرٰہُ اَبِیْہِ۔**

یہ قولہ **وَالْقَوْلِیْ** اور **اَبُوْہٖ**، **اَبُوْہٖ** اس میں تشریح کرنے والے کرامِ عظیمِ مستدام اور ان کی اقوال کے ساتھ میں معاملہ کرنا چاہا، ان کے مطابق استعداد و ان میں پیدا کرنا وہاں اور پھر وہی ہے سبب فضل میں پیدا کرنا۔ یہاں ہر واقعہ کی کسی سبب سے بڑا ہوا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے مطابق واقعات کے ان اسباب کو بیان کرنے کا نام تاویلی ہے۔

**۱۲:** **قَوْلُهُ اَللّٰہِ اِنِّیْ اَبُوْہٖ** حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تعلیم بعد نصف میرا ہے۔ جس میں حضرت ولایت یہ ثابت کیا ہے کہ: نبی کریم اور ان کی قوم کے تمام واقعات (خبر و خوارق عادت ہوں یا موافق معمول) سبب علی کے تحت وجود میں آئے ہیں یہ اور بات ہے کہ سبب سے واقعات کے اسباب اسے نفی اور ضمیمہ یہ کہ عام نظریہ وہاں گھنٹہ یا پچھلے اور جس اسباب کی طرف ان واقعات کا انتساب ہے، بظاہر ان میں سبب کے اسباب نہیں ہے۔ البتہ واقعات، خارقہ قدرت، معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے مواقع پر خصوصیت ہوتی ہے

۱۔ اسباب نامیہ نہ قطعاً نہ صرف علیہ مرتبہ، بلکہ ہر واقعہ علیہ ہر واقعہ میں سبب نامیہ و  
۲۔ اسباب نامیہ و علیہ ہر واقعہ علیہ ہر واقعہ، بلکہ ہر واقعہ علیہ ہر واقعہ میں سبب نامیہ و  
۳۔ اسباب نامیہ و علیہ ہر واقعہ علیہ ہر واقعہ، بلکہ ہر واقعہ علیہ ہر واقعہ میں سبب نامیہ و





ترجمہ نہ اور علوم دہیہ ہی سے ان علوم فلسفہ کی تفسیر ہے جو قرآنی کریم کا مطلق ہیں۔ اور اس باب کا ایک حصہ رسالہ کے شروع میں گذر چکا لہذا اس کی طرف رجوع کرو۔

ومن العلوم الوہیۃ، ترجمتہ بالتسکین الفارسی، علی وجہ مشابہ  
للہ فی قدر الکلام والتخصیص والتعمیم وغیرہا اثبتناہا فی  
فتح الرحمن فی توجہ القرآن، وان کتا ترکنا ہذا الشرط فی بعض  
المواضع بسبب خوف عدم فہم المناظرین بدون التفصیل۔

ترجمہ نہ اور علوم دہیہ ہی سے ہے فارسی زبان میں قرآن کا ترجمہ، ایسے اسلوب میں  
جو مقدار کلام، اور تخصیص و تہم وغیرہ میں قرآنی کے مشابہ ہے۔ ترجمہ نہ فتح الرحمن فی ترجمہ  
القرآن میں ثابت کیا ہے۔ اگرچہ ہم نے کہیں کہیں بغیر تفصیل کے، تاہن کی جگہ میں دکانے کے  
ذریعہ سے اس شرط کو نظر انداز کر دیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے زمانہ تک صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ تمام عربی ملک میں  
بہا میں ترکستان و ایران اور افغانستان، ہندوستان کے قرآن پڑھتے تھے۔ اور انہیں کے  
زبان و شغل اور تہذیب و تمدن و مذاہب کا سہا ہندوستان کے وہی و ملی متغیر پار پڑتا تھا۔

عام خیال یہ تھا کہ قرآن مجید، خاص انگو اسی طبقہ کے ممالک کی گنت ہے۔ قرآن کریم میں  
غور و فکر اور اس کے فہم و تفسیر کا حق صرف ایک طبقہ کو حاصل ہے۔ جس کتاب کا بھصت  
ایک دہریہ سے زیادہ علیم پر موقوف ہو، اس کو عام ام میں لانا، عوام کو بڑا دست پس سے  
فیضیاب جوئے اور بہریت و روشنی حاصل کرنے کی دعوت دینا انتہائی خطرناک ہے۔

اس سے ایک بڑی گمراہی پیدا ہوئی، ایک قسم کا دروازہ کھلیا۔ عوام میں وہی انتشار و غور و  
اور علماء سے بے نیازی، بلکہ نفادت و کفر و کفر کی راہ ہوا، جو گہرا — — — (اس پر ہندوئی، بے گونہی  
اور غلط اندیشی کے پرخطر حالات میں) (جس کی حدود و یقیناً وہی سبب اللہ، بے غنی تفسیر)  
حضرت شاہ صاحب کا، فارسی ترجمہ قرآن، کو بہریت عام، مسلمان عقائد و ائمہ سے رابطہ

ہے اس کے لیے کہ ان کے لیے یہ کتاب دیکھ کر غلط فہم ہو جائے۔ ایک میں یہ ہے کہ مسلمان عقائد و ائمہ سے رابطہ  
لائے۔ اور دوسرے میں یہ ہے کہ ان کے لیے یہ کتاب دیکھ کر غلط فہم ہو جائے۔ ایک میں یہ ہے کہ مسلمان  
عقائد و ائمہ سے رابطہ لائے۔ اور دوسرے میں یہ ہے کہ ان کے لیے یہ کتاب دیکھ کر غلط فہم ہو جائے۔ ایک میں یہ ہے کہ مسلمان

تائیم کرنے کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں اس الہام اور اس اہم نغمہ پر مبنی تھا جو تقویٰ پر زکیر پر کسی  
مشروری دینی ملک کی تخیل کے لئے وار و ہر اکرا ہے۔ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰)

ومن العلوم الوهبة: علم خواص القرآن. وقد تكلم جماعة في خواص  
القرآن على وجهين: وجه كالدعاء، ووجه كالسحر. استغفر الله  
منه. وهذا السحر فتح الله بابا خارجا من المنقول، ووضع في  
خجری۔ مرة واحدة۔ جميع الاسماء الحسنى، والایات العظمی  
والادعية المباركة. وقال حذ هذه عطيتنا للتصريف۔

ولكن كل آية واسم ودعاء مشروط بشروط لا تدخل في القاعدة  
بل قاعدتها انتظار عالم الغيب۔ كما يكون في حال الاستخارة۔  
فيُنظر الى آية او اسم يُشار اليه من عالم الغيب، ويقرأ تلك  
الآية والاسم على طريقة من طريق مقرر عند اهل هذه الفقه۔

ترجمہ:۔ اور طے بہترین میں سے ہے۔ خواص القرآن۔ کلام۔ خواص و قرآن کے سلسلہ  
میں ایک جماعت نے وہ طریقوں پر کلام کیا ہے۔ ایک طریقہ دعاء کے مشابہ ہے اور دوسرا طریقہ  
سحر جیسا ہے۔ ۱۔ اس سے اللہ کا پناہ پاتا ہوں اور اس فقیر کے لئے اللہ تعالیٰ نے منقولہ  
کے علاوہ ایک راہ کھول دی ہے۔ اور نام، سہار سنی اور آیات عظمیٰ اور منبرک دعائیں یکساں  
میری گود میں ڈالیں اور فرمایا کہ تو معروف عام، کے لئے یہ ہمارا طریقہ ہے لیکن ہر آیت (اللہ کا)  
ہر نام اور ہر دعا مشروط ہے ایسی شرط کے ساتھ جو کسی قاعدہ کے تحت نہیں آتی ہیں۔ بلکہ ان کا  
قاعدہ عالم غیب (اس الہام و اشارہ) کا انتظار کرنا ہے (جیسا کہ استخارہ کی حالت میں ہوتا ہے)  
لہذا دیکھا جائیگا کہ عالم غیب کے کس آیت یا نام کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اور اس آیت یا  
نام کو اس کی طرف سے وضع شدہ اصول میں سے کس اصول کے مطابق پڑھا جائیگا۔

فہم۔ ۱۔ وقد نكلم جماعة من المتقدمين مرادہیں۔ رویم معنی میں فتح اللہ کے ہمنام  
ہوئے۔ اور دیکھا جائے۔ وضعوا۔ ہے۔ منبرم و شقی نے فارسی متون کے جمع کے معنیوں کی



وَهَذَا هُوَ مَا ارَادْنَا اِيْرَادَكَ فِي هَذِهِ الرَّسَالَةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَآخِرًا وَظَاهِرًا وَبَاطِنًا۔

ترجمہ :- اور یہی وہ (ذخیرہ علوم) ہے جس کو اسی رس (میں) ذکر کرنے کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ اور تمام تعریفوں کا استحقاق ہے اللہ ہی کو شرمنا میں (بجلی) اور آخر میں (بجلی) اور ظاہر میں (بجلی) اور باطن میں (بجلی)۔

(وہی است) آخر دریں رس (لا قصد ایراد آن کردہ جو دیم الحمد للہ ہے) فہرست عبارت سے بالکل عیاں ہے کہ اسی نے جن علوم کو (لفظ) انکسیر میں جمع کر دیا ارادہ فرمایا تھا وہی چار ابواب میں جمع ہو گئے۔ لیکن چونکہ اخیر میں علوم و سبب کا سلسلہ قائم ہو گیا اسلئے حروف مقطعات کی وہی تفسیر دے گئے جو ایک فصل قائم فرمائی۔ (کما سیاق)

## بحث مقطعات

باب چہارم فصل میں کی آخری عبارت۔ هَذَا الْقَدَمُ اَرَادْنَا اِيْرَادَكَ فِي هَذِهِ الرَّسَالَةِ سے عبارت واضح ہے کہ وہ نام نے میں مقصد کے پیش نظر اس کتاب کی ایراد فرمائی تھی وہ مقصد یہاں پانچ پر ابھریا ہے۔ اور مقطعات کی بحث اس سے خارج ہے۔ غامضانی وجہ سے آئندہ اور غامضانی ترجمین نے اس کے ترجمہ سے صرف غور کریں تھیں لیکن شیخ ابو دؤب الفز استاذ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا اختر زلی صاحب اردو جو توفی ۱۳۳۱ھ کو مدثر ہو کر آج تک تو یہ جہت بالکل ہی ضائع ہو سکتا ہے لہذا مصوف نے اس کا عربی ترجمہ کر کے کتاب کے آخر میں لکھ فرمایا۔ باقی ترجمہ فرماتے ہیں۔ تعالیٰ ابدت الالہیہ ارمہا کلاہ موت و ابقاء مناخبت علیہ ابن بغوت، اسلئے اکابر کے تفسیر قدم پر چلتے ہوئے دائم الحروف کی بھی شرح میں مستمال کر رہے۔

تجلی کی تشریح سے پہلے چند ضروری باتیں ناظرین کا تذکرگی جاوہر ہیں۔ امید کہ معاونیت سے ہماری سہجوں کی۔



















دو فتنی اہم اور بڑے شرور و مہم کے لئے بڑھ دیا جاسا ہے تاکہ اپنے حق پر اصرار کر سکیں جو  
مستحکم کے ذہن میں آجکل ہے۔ لیکن وہ دن کے دل و دارا سے اور بڑے ہیں اور اسکی تفصیل  
اس کے بارے کے سپرد ہے۔ اور شیریں میں ہے وہ کلا انتخاب کیا ہے۔ کیونکہ وہ اسکی ذمہ  
فیبہ ہے۔ اور شیریں کی مگر ایک گزرتا ہے۔

فیبہ کا سابقہ یہ دلوں کی مگر بڑے اور آپ۔ اول کے بعد فیبہ کی مگر بڑے جاتا ہے۔  
یہاں اسکی مگر کی تا بعد دو مگر کے۔ ایسے پانچ مگر بڑے مگر بڑے اور آپ۔ پانچ  
جاتے ہیں۔ اور فیبہ کے مگر پر والٹ کرتے ہیں۔ اور بڑے اسکی مگر اور آپ۔ مگر بڑے  
جانتا ہے اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
کے زیریں کی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
غائب ہوتے ہیں۔ اور بات مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
فیبہ کی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے

۱۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۲۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۳۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۴۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۵۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے

قولہ والحمد لله رب العالمین بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
پر والٹ کرتا ہے۔ مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
جو مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
جو مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے

۱۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۲۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۳۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۴۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۵۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے

قولہ والحمد لله رب العالمین بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
پر والٹ کرتا ہے۔ مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
جو مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
جو مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۱۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۲۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۳۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۴۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
۵۔ اور اسکی مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے  
مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے مگر بڑے





یہی خنزیر کا مصیقات وہ طرم جو جسے قلعانہ، گلابہ کے ٹوٹ کے ہے، نبی اکرام: علیہ السلام نے پیچھا لیا تھا۔

چنانچہ جیسا کہ شریعت کے شرعاً صحیح و حلال ہونے پر ناگہاں اس میں اجتہاد لازم کی پیشتر ضرورت کے بعد اس کی تعلیم کی طرف سے اس پر خصوصی اہمیت کی بات کرنا، و قریباً بالکل کے خاتمہ زمانہ کے کارکنوں کے ساتھ ساتھ کارکنوں کے لئے ہونا، اور ایسے سرور قیامت، سرور و فخر کا وسیع و وسیع ہونا، پیشتر ضرورت کے حکم کے مطابق

پیشتر ضرورت کے

والظواهر الصادرة عن ذلك على حركة الأرواق من العالم المتدنى إلى  
العالم المتعالى إلا أن الظاهر تدل على عظم ذلك المتحرك و  
نظامه مع تلوته وتدنىه. وأنصاف ذلك على صفاته وطاقتهم  
والتي تدل على التوحيات والتلخيصات والتفاني في الأفاق كلها.

توجہ نہ دے اور حق اور باطل دونوں کو حق کہنے لگا۔ عالم ناپاک نے عالم باطل کی طرف مصلحت کرنے کی حرکت پر گریہ کیا۔ گناہ و ظلمت میں حرکت کیا تو گناہ کی حرکت کے ساتھ ہر گناہ کی حرکت اور ظلمت کی حرکت ہے اور خداوند کی صفات اور صفات پر حرکت کرتے ہیں۔ وہ سب کچھ پر ہر عالم میں شام کی مشرق و صبح کی مشرق ہے۔

في هذه المقادير. لا يتبادر وتي هي آثار توجيهم إلى العالم العلوي  
وعين تكون في هذا العالم متحدة بحسبية بالبيان الاجتماعي وذكرهم  
في المكتسب. وهذا هو مقتضى مقادير الانبياء التي هي آثار  
حركتهم العرفانية. التي صورت في العالم المتدني وانتشرت  
في الأماني.

ترجمہ: نہ چن چکر نہ کیا، نہ دھند، نہ تیرجہ، عالم الہی حریف، اے کہ فوج کے ۱۵۰ سالہ ستارے،  
یہاں اٹھ بیٹے کے سر عالم الہی ایک ہی صورت کا ظہور ہوا ہے۔ جیسا کہ نیچے اور کتا پوسٹ میں لکے  
تھکے کے اندر میں جیسی چیز ہے، مگر وہ مسخرہ، آبیاریا کے کھانے کی خاتون کی طرح کی طرح کی طرح کی طرح  
انہی بات کے اندر ہی، جہاں ایک نکتہ پر مشتمل ہے، ورنہ یہاں کوئی نامی کچھ ہے۔

[illegible]

یہ عقلی غیبی ہے۔ ثمار ہے کہ قوم الی و نہ کہ تہذیبی دنیا پر مبنی ہے۔ اس کے قریب نہ کہ  
بے حد ذکاوت، قائم غیبی جو ہے وہ اس عالم کے جو کہ کن نظروں سے غیبی ہے کہ جب اس کے  
ذاتیات و انہی پر کہم کے ایمانی بیانات اور اپنی دانش کے اہل اہل ان کا کشفات سے ان کے کہ ستر  
ان کا کہ کائنات ہے۔







تقریباً وہی ہے۔ اس کا سبب ایک ایسی ہیئت و حالت ہے جس پر وہ کار کی طرف متوجہ ہونے کے وقت انبیا پر علم و عیسیم انتظام ہوگا۔ نظری یا کسبائی طور پر۔ خاصیت یہی ہے کہ اور وہی حالت ہے۔ وہی وقت و شدت اور ایسی تاؤ اور جوش و خروش عالم میں نہیں اور عقیدہ اجرتی و جہانگیر کا جانا ہے۔ میری مقصد۔ کما مشتمل ہے۔ وہ حالت ہے جو کہ عالم میں ہر کار کا اور توڑ پھوڑ کی ہیئت سے ڈرنا ہوگا۔

نفس۔ اور انکار کا پیر میں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں: ان مقامات میں

اقترب ببالہ قربانگدستی من حیث انکاء اندک اندک۔ کہن یہ صلا مقامات الالجبہ کا اور طور میں لکھی ہیں بحسب وجہات ہم (طرح ۲۰)

یعنی ہوا۔ ایک مقدس تھا کہ ہے۔ ہم اندک توئی سے مقدس قرب کمال ہے۔ باہر حیثیت کہ وہ میں کی طرف مانہ اور اسی سے متعلق ہے۔ صوفیہ کہ ہے۔ انبیا پر علم و عیسیم انتظام کے مشاہدہ کے مقامات اور اسی طور کی طرف ہونا کی وجہ سے ان کو مابقی ہوتے ہیں۔

گو باہر وہ ایک منزل سے جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں صورت میں حضرت انبیا۔ کہ ہم عیسیم انتظام و انتظام کے۔ قد غنہ قرب ہونہ کا ذکر کیا گیا۔ چنانچہ آغاز صورت میں قرآن مجید کی قسم اور قرآن کی مدد وقت کا ذکر کرنا۔ ہوا کی خدمت کر کے مترادف انبیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و قرب الی اللہ کو دیکھا گیا۔ یہ کہیں کہ ہر صوفیہ و واقعہ صمدنا لولہ و حسن صاب۔ قرب کیا کہ ہم امید۔ کلا جزا دیا۔ اور ہیئت کے انبیا کریم کو۔ لیس المصطفیٰ الانبیاء۔ اور۔ کائنات ان خلائق سے ذکر کیا۔ آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کے مقام قرب کا ذکر کیا گیا۔

خیر کلام میں۔ قی۔ کاسنی۔ نباہ۔ اور۔ صوفیہ خوبیت بقاء حقہ قدمہ۔ یہ۔ بتایا ہے۔ یعنی ایک صفت بنیاد بنیاد تقابل قدری قوت سے کیا گیا ہے۔ کہانہ صاف و نصائح مراد ہیں۔

والکاف مشن القاف الا ان معنی القوة اقل فیہا منہ فی القاف  
معنی۔ کہنہ حص۔ عائدہ مثل لولہ لفظ معنی تعلیم فیہ بعض العلو  
المتشعبۃ لا ترجیح الی لولہ الا لفظ۔

تقریباً وہی ہے۔ قی۔ کاسنی۔ نباہ۔ اور۔ صوفیہ خوبیت بقاء حقہ قدمہ۔ یہ۔ بتایا ہے۔ یعنی ایک صفت بنیاد بنیاد تقابل قدری قوت سے کیا گیا ہے۔ کہانہ صاف و نصائح مراد ہیں۔

نفس۔ اور انکار کا پیر میں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں: ان مقامات میں

اقترب ببالہ قربانگدستی من حیث انکاء اندک اندک۔ کہن یہ صلا مقامات الالجبہ کا اور طور میں لکھی ہیں بحسب وجہات ہم (طرح ۲۰)

۱۔ نسبت خداوند عزوجل بر خود دنیا ہے (۱۔) ہرگز روشن کرنا بعض نورانی علوم، عجمیہ و غیرہ نسبت  
سہ نسبت و عظیم شکر نسبت کا ویسا عالم سے اس عالم کی طرف منسوب نہ۔  
اسی صفت کے تحت یہ کہ سلطان۔ کہ فیض۔ کے سنی میں طرح ہوتے۔

انجلی و نسبت و ہر ایک عالم نسبت دینا بعض نورانی علوم کا، غور، شہیہ، کھین، ادا، پڑا، ایک ہی پڑا، ان  
کی طرف توجہ دیکھو۔

سورۃ فرقان کا یہ نسخہ ہے جس کے مضامین عروج و ہم آہنگ ہے حضرت انبیاء کو ان خصوصیات  
حضرت دیکھا اور حضرت کی و حکم و حق نبیاء و حکم و عقل و قدرت و علم کے انکشافات میں فرقہ کے  
نور کی تابانی اور انہوں نے اس کے تحت میرات اللہ کی طرف سے اس دنیا کے دلدل میں پڑھ کر پانی  
پور اس کی پائنت کے نزل و ظہور کا بخیر امدادہ نکالا جا سکتا ہے۔ ناخبر۔

و بالجملة الفیتی فی ردی معانی ہذا المقطعات علی طریق ذوقی۔ ولا یکن  
ان توضیح ہذا المعانی الإجمالیۃ بتقریر او شیم معاً انبیاء و من الکلمات۔  
و ہذا الکلمات غیر واقعیۃ لکنہ ما اردنا بیانہ بل متبانیۃ من لفظی و جہ۔  
ترجمہ یہ کہ اصل یہ کہ قلب پر وہ مقدمات کے معانی کا، انما ردو فی طور پر کیا گیا۔ اور یہ  
ناظر ہے کہ ان بل و حکم و معانی کی وضاحت ان کلمات سے کیا جاوے تاکہ تشریح کے زیر کیا گیا  
جس کا ہم نے پیش کیا ہے۔ اور یہ کلمات اس مقام کی تفسیر (کلمہ تفسیر) کے لئے لکھا گیا ہے،  
یہ کہ بیان کا کہنے والا کیا تھا۔ بلکہ یہ کلمات بعض جرات سے متباہن ہیں۔

وہاں علم و تقویٰ

انجلی کہ ۱۔ راجع و معانی لکھو و شب و شب کو شرم کا کام میں اس کے فضل و کرم  
سے پانچ عینوں کو پہنچا۔ فطیم الخمد لہ الشہادت و صحت الارض و صحت الغلام و صحت الکلیۃ  
فی الشہادت و الارض و صحت العرب و صحت العرب و صحت العرب و صحت العرب و صحت العرب  
و متولداً عن صحت الارض و صحت العرب و صحت العرب و صحت العرب و صحت العرب و صحت العرب

۴۔ ہر ایک کا ۱۔ اس میں سب سے پہلے دیکھو کہ یہ کلمہ ہے اور یہ کلمہ ہے اور یہ کلمہ ہے۔







حضرت شاہ صاحب ایسی عقیدت و جامعیت کے حامل ہیں کہ اگر اسلام کے بالکل ان مضمین کی قیمت نہ دیا جائے، اور حضرت شاہ صاحب کا اسم گرامی ان میں نہ درج کیا جائے تو وہ ناقص و ناقص رہے گی۔

آپ نے بغیر مدح و ثناء، نقد و تعویض اور تادیب کے ملاوۃ شریعت کے ہر وار و حکم پر وہ تجدید کی کارنامہ نہ دیا ہے۔ جس کی نظیر کسی میں تقریباً فقیر و سچے ہیں آپ کی صرف قرآن و حدیث کا سرسری جائزہ دیکھ کر رہے ہیں۔

① آپ کا رد اسلام و اہل اسلام کے لئے انتہائی پر آشوب و دور رس عوام کا فوڈ کری میا حصار و حواس میں قرآن و علوم قرآنی سے آہستہ، علوم عقلی منطقی و فلسفہ کی سوچا کر میں نہ ملے گا۔ سب سے زیادہ تر نوگوں کا خیال یہ تھا کہ قرآن مجید انصاف و انصاف کے مطابق حور و رکاوٹوں پر مشتمل ہے، اہل کو عوام میں لانا، عوام کو براہ راست سے نہ دے یا سمجھنے کی صحت و جامعیت نظر آنے سے، عوام کو فوجی اقتدار، خود رائے اور علماء سے

بے خبری، جھوٹے وٹ و سرکشی کی دھمک دیتا ہے۔ یہاں امت میں پہلے بوسے ترک و الحاد اور دو کام شریعت سے بے اعتدال کا فائدہ و رد کی جگہ، ہندو عقائد اور دوسرا غصہ خدا و کفر آخرت پر دیکھ کر کاسینہ سے برباد و مسموم و مسموم قرآن کی مثال دے کر خدا، صاحب امت سے قرآن کے پر علم و جذبہ کے تحت اوقات کی مرد و بیباکی دیکھی جس

”نہ الخ الرحمن“ کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور ترجمہ کے ساتھ نہایت مختصر مگر بہت جامع و رسنی غیر غلط بھی سمجھائی، اہل اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ چند دہائیوں میں قرآن مجید کا ہر جہاں جو کچھ نظر کر رہا ہے، برآمد و انگریزی اور دوسری زبانوں میں جو

میں سے جسے مناسبت ہو چکے ہیں یہ سارے پرانی اسی چیز ناچہ و دشمن ہوتے ہیں، (ص ۱۲) ہر لاکھ ہندو ریہا بادی اور مولانا عبد اللہ صاحب مسند محمد بن عبد اللہ، ”قرآن مجید کی ترجمہ ایک ہندوستانی کے لئے تمام علماء میں سے بہتر کتاب ہے (اس کے ارد گرد کے لئے کے لئے دوسری تفاسیر میں پانچ ماہ)

② فہرہ اوین۔ سورہ بقرہ و قمر کی تفسیر۔

③ تفسیر عربی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر نہایت مختصر و مفید ہے، خصوصاً اگر ہم طائر علیہ السلام اور صحابہ کو قرآن سے صحیح طریقہ پر تفسیر سمجھیں تو تقریباً اسی میں مذکور ہیں و وضاحت یہ غور و فکر کا کام لے باب ہے جسے میرے غور پر بھی ملاحظہ کیا گیا ہے اور مستعمل بھی۔





اردو ترجمہ

# مقدمۃ التفسیر

تالیف: المم راغب اصفہانی

ترجمہ: مولانا ذراغہ کریم

نورانی: سراج مہتابی

پانچویں صدی ہجری میں مولانا ذراغہ کریم نے  
تفسیر المم راغب اصفہانی کی تالیف کی ہے جس میں  
قرآنی کلمات کی معنی و اطلاق کا مفصل و مستند مدور ترجمہ ہے۔

پیش

مقدمۃ التفسیر

مولانا ذراغہ کریم

# اجتہاد

- ① اجتہاد کا تاریخی پس منظر  
② مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر

مولانا محمد تقی امینی  
ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

ناشر

شرعی کتاب خانہ

مقابل آرا مہاراجہ کراچی را

شائقین علوم قرآن کے لئے انمول تحفہ

# زادِ سیر

## علوم التفسیر

(اردو)

تاریخ و علوم القرآن علوم التفسیر

اقسام تفسیر تعارف کتب تفاسیر

تألیف

حضرت مولانا کمال الدین المسترشد

خادم الاحادیث النبویہ، جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم

مستدعی کتب خانہ دارالعلوم کراچی

# ہماری دیگر مطبوعات

شریعت یا جہالت یا تنہد	آداب معاشرت: مرد و عورت
عربی ہونے (مرد و عورت)	ازالۃ الخرافات عن ملالۃ الخلفاء
عربی میں خط لکھنے	اسباب زوالِ امت
ماہِ برزخ: عالمِ برزخ	اسلام اور جدید دور کے مسائل
فتوح الغیب: شیخ محمد صالح	اجتہاد اور فتنہ
فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر	بدعت کی حقیقت اور اس کے احکام
فقہی مذاہب اور بعد کا فروع	تاریخ شیطانی
قرآن حکیم کے اردو تراجم	حدیث کا دینی معیار
مصابیح اللغات (مرد و عورت)	خواص اساتذہ حسنی
موت کے عبرت انگیز واقعات	رحمتِ عالم: سیدنا محمد
تعبیر الرذائل: عورت و مرد	سیرت الرسول: شاہ ولی اللہ
تذیبی کتب خانہ - مقابل آرام بازار - کراچی	